دعائے خلیل نوید مسیحا

سیرت النبی ﷺ ایک دلکش بیان

عابدہ نرجس

جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان

Marfat.com

دُعائے خلیل نویدِ مسیحا

عابدہ نرجس

جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان
پوسٹ بکس نمبر ۵۴۲۵ — کراچی

کتاب ـــــــــــــ دعائے خلیل نوید مسیحا

تالیف ـــــــــــــ سیدہ عابدہ نرجس

کتابت ـــــــــــــ شیخ اشرف راحت

اصلاح ـــــــــــــ شاکر علی سرور

سرورق ـــــــــــــ محمد عباس شیرازی

طباعت ـــــــــــــ پیرامائاپرنٹرز، کراچی

۲۹۷۶۹۹۲۱
م ۴۸ طا

۲۲۷۵

طبع دوم ۱۹۹۹ء

جملہ حقوق محفوظ ہیں: یہ کتاب کلی یا جزوی طور پر اس شرط کے ساتھ فروخت کی جاتی ہے کہ جامعہ ہذا کی پیشگی اجازت حاصل کیے بغیر یہ موجودہ جلد بندی اور سرورق کے علاوہ کسی بھی شکل تجارت یا کسی اور مقصد کی خاطر نہ تو عاریتاً کرائے پر دیجائیگی اور نہ ہی دوبارہ فروخت کیجائیگی۔ علاوہ ازیں کسی آئندہ خریدار یا بطور عطیہ حاصل کرنیوالے پر یہ شرط عائد نہ کرنیکے لیے بھی ایسی ہی پیشگی اجازت کی ضرورت ہوگی۔

جامعہ تعلیمات اسلامی

Marfat.com

اسلام

"کیا تم نے پوری طرح سمجھ لیا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ یہ ایک ایسا دین ہے جس کی بنیاد حق و صداقت پر رکھی گئی ہے۔ یہ علم کا ایک ایسا منبع ہے جس سے عقل و دانش کی متعدد ندیاں پھوٹتی ہیں۔ یہ ایک ایسا چراغ ہے جس سے لاتعداد چراغ روشن ہوتے رہیں گے۔ یہ ایک ایسا بلند رہنما مینار ہے جو اللہ کی راہ کو روشن کرتا ہے۔ یہ اصولوں اور اعتقادات کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو صداقت اور حقیقت کے ہر متلاشی کو اطمینان بخشتا ہے۔

"اے لوگو! جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو اپنی برترین خوشنودی کی جانب ایک شاندار راستہ اور اپنی عبودیت اور عبادت کا بلند ترین معیار قرار دیا ہے۔ اس نے اسے اعلیٰ احکام، بلند اصولوں، محکم دلائل، ناقابلِ تردید تفوق اور مسلّمہ دانش سے نوازا ہے۔

اب یہ تمہارا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جو شان اور عظمت بخشی ہے اسے قائم رکھو۔ اس پر خلوصِ دل سے عمل کرو۔ اس کے معتقدات سے انصاف کرو۔ اس کے احکام اور فرائض کی صحیح طور پر تعمیل کرو اور اپنی زندگیوں میں اسے اس کا مناسب مقام دو۔"

امام علی علیہ السلام

Marfat.com

کچھ اپنے بارے میں

حضرت آیت اللہ العظمیٰ سیّد ابوالقاسم موسوی خوئی دام ظلہ العالی کی سرپرستی میں قائم ہونے والا یہ بین الاقوامی ادارہ جامعہ تعلیمات اسلامی دنیا کے متعدد ممالک میں اسلامی علوم و معارف پر مشتمل معتبر اور مستند لٹریچر عوام تک پہنچانے میں کوشاں ہے۔ اس ادارے کا مقصد دورِ حاضر کی روحانی ضروریات کو پورا کرنا' لوگوں کو اصلی اور محکم اسلامی علوم کی طرف متوجہ کرانا اور اس گرانبہا علمی سرمائے کی حفاظت کرنا ہے جو اہلبیت رسولؐ نے ایک مقدس امانت کے طور پر ہمارے سپرد کیا ہے۔

یہ ادارہ اب تک اُردو' انگریزی' فرانسیسی' سندھی اور گجراتی زبانوں میں ۵۰ سے زیادہ کتابیں شائع کرچکا ہے جو اپنے مشمولات' اسلوبِ بیان اور طباعت کی خوبیوں کی بنا پر فردوسِ کتب میں ایک نمایاں مقام حاصل کرچکی ہیں۔ نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ انشاءاللہ جاری رہے گا اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراطِ مستقیم کی شناخت کرواتا رہے گا۔

اس کے علاوہ جامعہ کے زیرِاہتمام چلنے والے ۲۰ سے زیادہ مدرسے گزشتہ سات برسوں سے قوم کے بچے بچیوں میں بنیادی اسلامی تعلیم کو عام کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان مدرسوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ دعوتِ اسلام کو فروغ دینا ایک ایسا کام ہے جسکی انجام دہی کے لیے ہم سب کو تعاون کرنا چاہیے۔ ادارہ آپ سب کو اس کارِ خیر میں شرکت کی دعوت دیتا ہے تاکہ دینی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جا سکے۔

دعا ہے کہ خداوندِ منان ہم سب پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل کرے!

دعاؤں کا طلبگار:
شیخ یوسف علی نفسی نجفی
وکیل حضرت آیت اللہ خوئی دام ظلہ العالی

Marfat.com

دعائے خلیل

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ
يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ
أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(سُورۂ بقرہ۔ آیت ۱۲۹)

نویدِ مسیحا

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ
إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا
بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ

(سُورۂ صف۔ آیت ٦)

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

باب ۱

جب باپ اور بیٹا ایک چھوٹے سے کچے گھر کی بنیادیں اٹھا چکے تو ان کے لبوں پر مناجات کے پھول کھلنے لگے۔ دیواریں جیسے جیسے بلند ہوئیں ان کی محنت رنگ لائی اور وہ ایک واضح صورت میں سرزمینِ مکّہ پر اُبھر آیا جسے خدا کا گھر کہا گیا۔ انھوں نے ہاتھ اٹھائے اور ان کے دلی جذبات حرفِ دُعا میں ڈھلنے لگے۔ حرمِ محترم کے سائے میں یہ پہلی دعا تھی جو خلیلِ خدا کے لبِ مقدس سے مس ہو کر سوئے افلاک سندِ استجابت پانے کے لیے بڑھتی جا رہی تھی۔

"اے ربِّ ذوالجلال! میری اس محنت کے عوض میں
جو تیرے گھر کی تعمیر میں میری پیشانی پر پسینہ بن کر چمکتی رہی ہے۔
میرے قلب کے یقین اور ایمان کو اس امر سے تقویت دیدے کہ میرے
ہی خاندان میں تیرے نورِ ازلی کا ظہور ہوگا۔"

باپ نے دعا مانگی، اور بیٹے نے آمین کہی اور اس آمین کے ساتھ ہی ابراہیمؑ

Marfat.com

کے دل میں اس سکون و طمانیت کی وحی اتری جو دعا کے مستجاب ہونے کا یقین بن جاتی ہے۔ ابراہیمؑ نے شکر خداوندی میں پیشانی کو سجدے میں رکھ دیا۔

ابراہیمؑ پیغمبرِ خدا بھی تھے اور سیّد و سردار بھی ــــ ان کے خاندان میں اس روایت کی حفاظت امانت کی طرح کی جاتی اور آنے والی نسلوں کو یہ نوید وراثت کی طرح منتقل کی جاتی کہ وہ نورِ ازلی اسی خاندان میں ظہور کرنے والا ہے جس کے لیے اس کائنات کی تخلیق ہوئی ہے۔

صدیاں بیتیں، قرن گزرے اور ابراہیمؑ کے بیٹے اسحٰقؑ کی نسل سے عیسٰی روح اللہؑ اُٹھے جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور جنھوں نے جھولے میں ہی اپنی پیغمبری کا اعلان کیا اور ماں کی پاک دامنی کی گواہی دی تھی۔ وہ یہ نوید بھی لے کر آئے تھے کہ اس نورِ ازلی کا ظہور جلد ہونے والا ہے جو رحمت بن کر برسے گا اور جو آدمی کو انسانیت کا تاج پہنائے گا۔

خانوادۂ ابراہیمیؑ کے پاک طینت لوگوں نے اپنے خاندان کے ممتاز افراد پر نظر کی اور ان میں سب سے پاکباز فرد کی پیشانی کو نور سے دمکتے دیکھا۔ اس نور کی جھلک نے انکی پیشانیاں سجدے میں جھکا دیں اور وہ نور کے حامل افراد کی حفاظت دل و جان سے کرنے لگے۔ ان کی اولاد میں قصی بن کلاب پیدا ہوئے جو اس نورِ ازلی کے امانت دار تھے۔ انھوں نے ملکی انتظامات کو بطریقِ احسن سنبھالا اور قوم میں ان کا لقب مجمع اور قریش مشہور ہو گیا۔ جس کے معنی جمع کرنے والے کے ہیں۔

قصی نے مکہ کو ایک شہر کی شکل عطا کی اور باہمی مقدمات کے فیصلے کے لیے ایک کمرہ مخصوص کر دیا۔ حج کے موقعہ پر وہ خانہ کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے اور فصیح و بلیغ خطبے ارشاد فرماتے: "لوگو! تمہیں بشارت

Marfat.com

ہو کہ رحمتِ خداوندی عنقریب ظہور میں آنے والی ہے۔"

لوگ اس نوید کو سنتے اور ایک دوسرے سے تذکرہ کرتے اور کتبِ سماوی اور صحائفِ سلف میں اس کی تصدیق تلاش کرتے، چہ میگوئیاں ہوتیں اور لوگ انتظار کی کیفیت میں ڈوب کر آنے والے کی راہ تکنے لگے۔

اسی خاندان میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عمرو رکھا گیا۔ وہ اتنا خوبصورت تھا اور اس کی پیشانی اتنی نورانی تھی کہ جلد ہی وہ سارے خاندان کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔ اس کی حفاظت خاص طور پر کی جانے لگی۔ وہ جوان ہوا تو اس کی فیاضی، شرافت اور کریمی کی وجہ سے خاص و عام اسے **فیض** کے نام سے پکارنے لگے۔

انہی دنوں مکہ اور اس کے گرد و نواح میں قحط اور خشک سالی کا دور دورہ ہوا۔ دن رات لوگ آسمان کی طرف امید بھری آنکھوں سے تکتے لیکن گرم دھوپ امید کی ہر کھیتی کو پل بھر میں مرجھا کر رکھ دیتی ــــ جن کے پاس غلے کا تھوڑا بہت ذخیرہ تھا وہ بھی ختم ہو گیا تو جہاں کسی درخت پر کسی کو کوئی پتہ یا گھاس کا کوئی سرسبز قطعہ نظر آتا تو بھوکے لوگ وہاں ٹوٹ پڑتے اور پل بھر میں اس کا صفایا کر کے رکھ دیتے۔

ایک صبح فاقہ زدہ لوگ اپنے گھروں میں نڈھال پڑے تھے کہ صحنِ حرم کی جانب سے ایک منادی کرنے والے کی صدا ناقابلِ یقین خوش خبری بن کر خوشبو کی طرح فضاؤں میں تیرتی ہوئی ان کے ویران آنگنوں میں پہنچی۔ جہاں کئی ہفتوں سے چولہے ٹھنڈے پڑے تھے۔ منادی کی اس صدا نے نڈھال لوگوں میں زندگی کی رمق دوڑا دی۔ وہ پیٹ میں جلتے ہوئے دوزخ کی آگ بجھانے صحنِ حرم میں جمع ہو گئے کہ اس عام اعلان کو سن سکیں۔

"اے اہلِ مکہ! نوجوان **فیض** نے ملکِ شام سے اونٹ اور غلہ منگوا

Marfat.com

لیا ہے۔ ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ فیض کی رہائش گاہ پر اپنی بھوک مٹانے کے لیے جمع ہو جائیں ــــــ جب تک یہ غلہ کام آئے گا فیض کی طرف سے یہ لنگر جاری رہے گا۔ تب تک شام سے اور اناج آجائے گا۔ امید رکھنی چاہیے کہ اللہ اپنا کرم کرے گا اور ابرِ باراں ہماری فصلوں اور جانوروں کو زندہ کردے گا۔"

لوگ جوق در جوق فیض کی اقامت گاہ پر پہنچے تو دیکھا کہ بڑی بڑی دیگوں میں اونٹ کے گوشت کا شوربہ تیار کیا جا رہا ہے۔ ایک طرف غلام روٹیاں پکا رہے ہیں اور فیض اپنے غلاموں کے ہمراہ روٹیاں توڑ توڑ کر شوربے میں بھگو کر ثرید تیار کر رہے ہیں۔

فاقوں سے نیم جاں لوگوں کو خوشبوئے طعام نے دیوانہ بنا دیا، وہ دونوں ہاتھوں سے کھانے پر ٹوٹ پڑے اور جب سیر ہو گئے تو فیض کو دعائیں دیتے رخصت ہوئے ــــــ قادر الکلام شعراء نے قصیدے کہے اور ابھی گھروں کو نہیں پہنچے تھے کہ اس فیاضی اور تواضع کو دیکھ کر رحمت خداوندی جوش میں آئی اور بادل گھر گھر کر آنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں مکے کی گلیاں پانی سے چھلکنے لگیں اور ہر جگہ اس واقعے کا تذکرہ ہونے لگا۔ فاقہ زدہ لوگوں کو روٹیوں کے ٹکڑے کرتا ہوا فیض اتنا بھلا معلوم ہوا کہ وہ اسے ہاشم کے نام سے پکارنے لگے۔ جس کا مطلب روٹیوں کو چورا کرنے والا کے ہیں۔

ہاشم کی فیاضی اور نیک نامی دُور و نزدیک خوشبو کی طرح پھیل گئی اور مختلف قبائل ان سے رشتہ داری کی آرزو کرنے لگے لیکن ہاشم کسی جانب ملتفت نہیں ہوتے تھے۔ خاندان کے بزرگوں نے انہیں بلایا اور اس جانب توجہ دلائی ــــــ ہاشم کسی گہری سوچ میں گم ہو گئے اور پھر سر اٹھا کر بولے:

Marfat.com

"میرا دل کسی جانب مائل نہیں ہے۔ مَیں اس کے لیے خدا کی بارگاہ میں رہنمائی کے لیے درخواست کروں گا ـــــــ وہ میری عرض سنے گا اور اس دوشیزہ تک مجھے پہنچا دے گا جو میرے بچے کی ماں بننے کی اہل ہو گی۔"

ہاشم نے مزید کسی تجویز کی گنجائش باقی نہیں رہنے دی تھی۔ اس لیے خاندان کے بزرگوں نے خاموشی اختیار کر لی ـــــــ ہاشم بزرگوں کی محفل سے اٹھ کر سیدھے حرم کعبہ میں پہنچے اور بارگاہِ ایزدی میں جھک کر راز و نیاز میں مشغول ہو گئے۔ جب انھوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو ان کے نورانی چہرے پر طمانیت اور سکون تھا۔

Marfat.com

باب (۲)

مکّے سے دُور یثرب میں رہنے والے قبیلے کی ایک حسین وجمیل دوشیزہ سلمیٰ صبح کی نیند سے بیدار ہوئی تو اس کا دل نواز چہرہ خوشگوار حیرت کے نرالے رنگوں سے دمک رہا تھا۔ اس نے عجیب مسحور کر دینے والا خواب دیکھا تھا۔ اس خواب کا تصوّر اس کی آنکھوں میں حیا اور رخساروں پر چمک بن کر اتر رہا تھا۔ وہ بار بار سوچتی تھی کہ وہ خواب تھا یا حقیقت ـــــ! جو ذہن پر نقش ہو گیا تھا اور دل میں یقین بن کر جا گزیں تھا۔ اس خواب کا تذکرہ کرنے کو کئی بار اس کے شیریں لب مچلے ـــــ لیکن وہ ہر بار فرط حجاب سے کچھ بھی نہ کہہ سکی۔

ابھی دن ڈھلا نہیں تھا کہ اہل قبیلہ میں ہلچل مچ گئی۔ لوگ دوڑ دوڑ کر شہر سے باہر جانے والے راستے کی طرف جانے لگے۔ بچوں میں دھوم اٹھی اور عورتوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں ـــــ شہر کی حد تک جانے والے یہ خبر لے کر لوٹے کہ رئیس مکہ ہاشم اپنے بزرگوں کے ساتھ یثرب سے باہر پڑاؤ ڈال رہے ہیں

Marfat.com

اور ان کے بزرگ ان کا پیام لے کر قبیلے کی طرف آ رہے ہیں۔

سارے قبیلے میں حیرت اور خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ہاشم جیسے سیّد و سردار کا اس قبیلے میں تزویج کا ارادہ ہی ان کے لیے بڑا شرف تھا۔ گھروں میں دوشیزاؤں کے دل دھڑکنے لگے اور ان کی حیا بار آنکھیں بار بار دروازوں کو چومنے لگیں۔ ان کے کان دستک کی آوازوں کا انتظار کرنے لگے کہ نہ جانے کس کی دہلیز پر اس کا مقدر خوش بختی کی نوید لے کر دستک دیتا ہے۔

شہر کی حدود میں داخل ہوتے ہی معززین قبیلہ نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور عزت و احترام کے ساتھ ہمراہ لائے ـــــ سردار قبیلہ کو اس گھر کا نام بتا دیا گیا جس کے لیے خوش نصیبی کا یہ پیام آیا تھا ـــــ سلمٰی کے باپ کو اپنی سماعت پر اعتبار نہیں آتا تھا ـــــ اس نے بسر و چشم پیام کو منظور کرنے کی ٹھانی لیکن ہاشم کے بزرگوں نے تاکید کی کہ سلمٰی سے بھی اس کی رائے معلوم کر لی جائے۔

سلمٰی کی ماں حیرت و مسرت سے گنگ ہو گئی۔ اس نے سلمٰی کو گلے لگا کر اس کی پیشانی چومی ـــــ "جانِ مادر! تیرا وجود اس گھر کے لیے خوش بختی کا پیغام بن گیا ہے۔ آج مکے کا سب سے بہترین خاندان اپنے ہونہار اور سخی بیٹے کے لیے تیرا پیام لایا ہے۔" فرطِ حیا سے سلمٰی کی دراز پلکیں اس کے رخساروں سے چھونے لگیں اور وہ دبی زبان میں بولی: "ماں! آج رات مجھے خواب میں یہ بشارت دی دی گئی تھی۔"

"بیٹی! تو نے اس کا تذکرہ اپنی ماں سے بھی نہیں کیا ـــــ" ماں نے بیقراری سے کہا۔

"ماں میں تو خود ابھی تک اس خواب کے سحر میں ڈوبی ہوئی ہوں۔" سلمٰی نے کھوئے کھوئے سے لہجے میں جواب دیا۔

"بیٹی! وہ اتنے نیک نفس اور اعلیٰ ظرف کے مالک ہیں کہ انہوں نے فیصلہ تجھ پر چھوڑا ہے۔ تیرا عندیہ لیے بغیر یہ تزویج نہیں ہوگی۔" ماں نے متاثر ہو کر کہا۔

سلمیٰ کے حسین لبوں پر ایک حجاب آلود تبسّم بکھر گیا اور اس کا سر اقرار میں جھکنے لگا ــــــ ماں نے اس کی روشن پیشانی کو پھر ایک محبت آلود بوسہ دیا اور اس کے باپ کو خبر کرنے ڈیوڑھی کی طرف چلی گئی۔

سلمیٰ کے اقرار کی خوشی تمام اہل یثرب نے منائی۔ بارات کی کئی روز تک مہمان نوازی کی گئی۔ باراتی دلہن کے لیے کئی اونٹ تحائف سے لاد کر لاتے اور شادی کی تقریب اتنی دھوم دھام سے منعقد ہوئی کہ ایسی شادی اب سے پہلے دنیائے عرب میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ شادی کے بعد بھی اہل یثرب نے ہاشم کو واپس نہیں جانے دیا اور کئی ماہ تک انہیں مہمان رکھا۔

سلمیٰ کی خوش بختی پر سارا قبیلہ ناز کرتا تھا۔ شادی کے بعد سلمیٰ کے دلکش چہرے پر بے پناہ حسن جھلکنے لگا۔ اسکی پیشانی پر دلآویز نور کا نرالا جھومر سج گیا۔ وہ ہاشم جیسے بلند حیثیت نوجوان کی رفاقت میں بیحد مسرور تھی کہ ایک صبح ہاشم نے اسے سامانِ سفر تیار کرنے کو کہا۔

سلمیٰ نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا ــــــ "میں بھی اپنے سسرال والوں سے ملنے کی مشتاق ہوں۔ ان کی کریمی اور شرافت کے قصیدے بچے بچے کی زبان پر ہیں۔ میں انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

ہاشم کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں آئی اور وہ سنجیدہ سے لہجے میں بولے: "سلمیٰ! تمہارے سسرال والے اس سے بھی بڑھ کر ہیں جیسا کہ تم تصوّر رکھتی ہو لیکن ان سے ملنا شائد تمہارے مقدر میں نہیں۔"

Marfat.com

"کیوں — ! خدانخواستہ !" سلمیٰ نے پریشانی سے پوچھا۔

"خود کو فراق کی سختیاں جھیلنے کے لیے تیار کر لو — ہمیں کچھ عرصے کے لیے جدا ہونا ہے۔" ہاشم کے لہجے میں افسردگی تھی۔

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں — خدا نہ کرے کہ ہم جدا ہوں۔" سلمیٰ نے جلدی سے کہا۔ اس کی بیتاب آنکھوں میں نمی تیر گئی۔

"مجھے اپنے قافلۂ تجارت کی خبر گیری کے لیے شام جانا ہے۔ تم اس عرصے میں اپنے والدین کے پاس ہی رہو۔ میں جب شام سے لوٹوں گا تو ہم اکٹھے مکہ چلیں گے —" ہاشم نے وضاحت کی۔

سلمیٰ دھک سے رہ گئی۔ اس کا جی چاہا کہ ہاشم کا دامن تھام کر جدائی کے اس چٹیل صحرا کو دونوں کے درمیان حائل ہونے سے روک دے لیکن اس کے یاقوتی لب تھرتھرا کر رہ گئے اور دراز پلکوں پر بھیگے موتیوں کی جھالر آن سجی۔

ہاشم نے ضروری تیاریاں کرتے ہوئے کہا: "سلمیٰ ! زندگی کا کیا بھروسہ، سانس کی آس جھوٹی ہے۔ آنے والے وقت میں اگر میں نہ لوٹ سکوں تو تم میری امانت کی حفاظت کرنا اور اگر میرے وارث اسے تم سے طلب کریں تو ہنسی خوشی اسے ان کے حوالے کر دینا کیونکہ اس کی حفاظت ہر حال میں ہر شے پر مقدم ہے اور میرے بھائی اتنی قوت رکھتے ہیں کہ تلوار کی باڑ اور تیروں کی بارش میں بھی اس کی حفاظت کریں گے —"

سلمیٰ کے آنسو رخساروں پر بہہ گئے۔ اس نے ہچکیوں کے درمیان کہا: "ہاشم ! وداع کے ان لمحوں کو میرے لیے عذاب نہ بنائیے۔ میں آپ کو اپنی دعاؤں کے سائے میں رخصت کروں گی۔ خدا آپ کو خوشیاں دیکھنے کے لیے شاد و کامران واپس لائے —"

Marfat.com

ہاشم نے بلند حوصلگی سے تسلی دی۔ "تم دل چھوٹا نہ کرو۔ تمہاری تنہائیوں کو آباد کرنے والا بہت جلد تمہاری آغوش میں ہو گا اور قبیلے کی عورتیں تم پر فخر کریں گی۔"

سلمیٰ نے بہتے ہوئے آنسوؤں کو خشک نہیں کیا۔ اس کا دل سوزِ فراق کے کربناک لمحوں کو سہتا رہا اور ہاشم کی یادیں اس کی شبوں میں چراغاں کرتی رہیں۔ ہاشم کو سفر پر گئے ہوئے ابھی چند ہی ماہ ہوئے تھے کہ ایک روز ایک قاصد سیاہ پھریرہ لہراتا ہوا یثرب پہنچا ــــ اس کا سیاہ پرچم دیکھ کر لوگوں کے دل دھک سے رہ گئے۔ وہ سردار قبیلہ کے خیمے پر اترا اور بولا: "میں آپ کے لیے ایک دلدوز خبر لایا ہوں۔ سردارِ قریش ہاشم کا انتقال ہو گیا ہے ــــ میں ان کی کچھ امانتیں اور وصیت ان کی اہلیہ کے لیے لے کر آیا ہوں ــــ"

سارے قبیلے میں صفِ ماتم بچھ گئی ــــ سلمیٰ کے لیے دنیا اندھیر ہو گئی ــــ وہ جو فراق کے لمحوں کو ایک ایک کر کے گن رہی تھی ــــ جدائی کی اس ہمیشگی کو پتھرائی ہوئی آنکھوں سے دیکھتی رہ گئی ــــ زندگی میں دُور دُور تک سناٹا چھا گیا لیکن اس سناٹے میں ہاشم کے لفظوں سے ہلچل پیدا ہوئی ــــ "سلمیٰ! تمہاری تنہائیوں کو آباد کرنے والا جلد ہی تمہاری آغوش میں ہو گا ــــ اس کی پرورش ہی تمہاری زندگی کا مقصد ہے۔"

سلمیٰ نے آنسوؤں کو پونچھ دیا اور دن رات اس آنے والے کے تصوّر میں گزارنے لگی جو ہاشم کی امانت تھا ــــ جو ہاشم کے ساتھ اس کے تعلق کو ہمیشگی عطا کرنے والا تھا۔ ایک صبح طلوعِ آفتاب کے وقت سلمیٰ کی گود میں ایک ننھا منا خوبصورت بچہ کلکاریاں مارنے لگا۔ سارا قبیلہ ہاشم کی نشانی کو دیکھنے امنڈ آیا۔

نومولود کا معصوم حسن سب کو مسحور کر گیا۔ اس کی پیشانی اپنے باپ کی طرح

Marfat.com

روشن اور منور تھی۔ بچے کے چہرے سے بزرگی کے آثار ہویدا تھے۔ اس کے بال برف کی طرح بالکل سفید تھے۔ بزرگوں میں سے کوئی بول اٹھا: "ہم نے اسلاف سے سنا ہے کہ یثرب میں ایک مبارک بچہ پیدا ہوگا جس کے بال پیدائش پر ہی سفید ہوں گے۔ وہ اہل یثرب کے لیے خوشحالی کی نوید بن کر آئے گا۔"

سلمٰی کے باپ نے خوش ہوکر کہا: "یقیناً وہ مبارک بچہ یہی ہوگا۔ ہم اس کا نام شیبۃ الحمد رکھیں گے ـــــ اس میں بچپن ہی سے بزرگی کے آثار نظر آتے ہیں۔"

بچے کے ددھیال میں بھی اس کی پیدائش کی خبر دیدی گئی۔ بچے کے چچا اسے دیکھنے آئے اور سلمٰی کو اس کی حفاظت کرنے کی تلقین کرکے واپس مکہ چلے گئے۔ سلمٰی اسے جان سے بڑھ کر عزیز رکھتی اور اہل قبیلہ اس پر جاں نثار کرتے ـــــ اس کی وجہ سے اہل یثرب خوشحال ہوگئے۔ ان کی کھیتیاں سرسبز تھیں۔ ان کے جانور خوب پھل پھول رہے تھے اور مالِ تجارت میں انہیں توقع سے زیادہ منافع ہونے لگا۔

شیبۃ الحمد' ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا چین تھا۔ سلمٰی کا باپ اس کی تربیت پر خاص توجہ دے رہا تھا۔ اسے گھڑسواری' تیراندازی اور تلوا بازی سکھاتے ہوئے وہ یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا کہ بچے میں یہ جوہر پہلے سے ہی موجود ہیں۔ وہ اپنے سے بڑے بچوں کو منٹوں میں ہرا دیتا اور بڑے بڑے تلوار باز بھی اس کے وار کی داد دیتے۔

وہ ہر روز یثرب سے مکے جانے والے راستے پر کھڑا ہو جاتا۔ جب بھی کوئی مسافر مکے کی جانب جاتا ہوا نظر آتا تو وہ اسے اشارے سے روک لیتا اور اس کے قریب جاکر کہتا: "مکے کی طرف جانے والے! خدا تیرے اس سفر کو شادکام کرے۔

Marfat.com

جب تم مکے میں وارد ہو گے تو تمہیں اعلیٰ نسب کریم لوگوں تک رسائی حاصل کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ وہ تمہاری سواری پر تمہیں کھانا اور زادراہ مہیا کریں گے۔ اس وقت تم انہیں یہ پیغام دینا کہ تمہارا بھتیجا، تمہارے جلیل القدر بھائی ہاشم کا بیٹا شیبۃ الحمد یثرب میں تمہاری راہ تک رہا ہے کہ تم کب اسے اپنا سمجھ کر اپنے لوگوں میں لے جاتے ہو۔"

سلمیٰ پیار سے اسے تسلی دیتی: "شیبہ بیٹے! تمہارے باپ نے مجھے بتایا تھا کہ تمہارے چچا تمہیں لینے کے لیے ضرور آئیں گے اور تم ہی اس خاندان کی عظمتوں کے وارث ہو گے ـــــ کیونکہ تم ہی نور ازلی کے حامل ہو جو تمہارے جد ابراہیمؑ کی دعاؤں کا ثمر ہے ـــــ میرے بیٹے تمہارا انتظار رنگ لائے گا۔"

شیبۃ الحمد ان باتوں کو سنتا لیکن اس کی بیقرار آنکھیں اس راستے پر لگی رہتیں جو اس کے لوگوں کی طرف جاتا تھا۔

ایک روز شیبۃ الحمد اپنے ہم عمر دوستوں کے ساتھ تیر اندازی کی مشق کر رہا تھا کہ دور سے اڑتی ہوئی ریت کسی گھڑ سوار کی آمد کا پتہ دینے لگی۔ شیبۃ الحمد اور دوسرے بچے ٹھہر کر اسے دیکھنے لگے۔

گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز قریب آئی۔ گرد چھٹی اور ایک طویل القامت خوب صورت عرب نے ان کے پاس آکر گھوڑے کی باگ کھینچی اور غور سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے گھوڑے سے اترا ـــــ اور شیبۃ الحمد کو گود میں اٹھا کر بولا:

"بیٹا ـــــ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے ـــــ تم ہی ہمارے پیارے بھائی ہاشم کی یادگار ہو ـــــ تمہاری دمکتی ہوئی پیشانی نے اس کا یقین دلا دیا ہے کہ تم ہی ہمارے خاندان کی آبرو ہو ـــــ میں مُطّلِب ہوں ـــــ تمہارا چچا ـــــ اور تمہیں لینے آیا ہوں تاکہ تم اپنے لوگوں میں رہو اور اپنی وراثتوں

Marfat.com

کو سنبھالنے کے اہل ہو جاؤ۔"

شیبۃ الحمد نے فرطِ مسرت سے اپنی بانہیں مُطّلب کے گلے میں ڈال دیں۔۔۔ اور خوش ہو کر کہا۔۔۔ "چچا! میں ہر روز آپ کی راہ تکتا تھا۔ میرے والد بزرگوار نے میری والدہ کو بتایا تھا کہ ان کا جلیل القدر خاندان اپنی نشانی لینے ضرور آئے گا۔"

مُطّلِبؔ نے محبت سے شیبۃ الحمد کی روشن پیشانی کو بوسہ دیا۔۔۔ "آؤ بیٹے! تمہاری ماں اور قبیلے سے اجازت لے لیں" -

قبیلے والوں نے سنا تو غم واندوہ سے ان کے دل بیٹھ گئے۔ بعض جوشیلے نوجوانوں نے تلواریں نکال لیں۔۔۔ "ہم دیکھتے ہیں کہ شیبۃ الحمد کو کون ہم سے جدا کرتا ہے۔۔۔ یہ تو ایسا مبارک بچہ ہے جو اہل یثرب کے لیے خوشحالی کی نوید بن کر آیا ہے۔ اس کی پیدائش کے ساتھ ہی قبیلے والوں کی تقدیر پلٹ گئی ہے۔ انہیں تجارت میں فائدہ ہونے لگا ہے۔ ان کی زراعت پھلنے پھولنے لگی ہے۔ آفاتِ ارضی و سماوی نے ادھر کا رخ بھی نہیں کیا۔"

"نہیں۔۔۔ نہیں! ہم اس کی حفاظت میں اپنی جان کی پروا بھی نہیں کریں گے۔" کوئی دوسرا پرجوش لہجے میں بولا۔

"یہ ہمارے بزرگ مرتبہ بھائی کی نشانی اور ہمارے خاندان کا وارث ہے۔۔۔ اسے بالآخر اپنے لوگوں کی طرف لوٹنا ہے"۔۔۔ مُطّلِبؔ نے بردباری سے معاملہ سلجھانا چاہا۔

اسی وقت سلمٰی کی کنیز اس کے باپ کو بلا لے گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر آیا تو اس کے چہرے پر ملال تھا۔۔۔ "لوگو! شیبۃ الحمد پر ہمارا حق نہیں۔ مجھے میری بیٹی نے ہاشم کی وصیت دکھلائی ہے۔ اس نے بچے کو

اس کے ددھیال والوں کے سپرد کردینے کی وصیت کی ہے اور سلمیٰ اسے پورا کرنا چاہتی ہے"۔۔۔ اس نے گلوگیر لہجے میں بات ختم کی۔

قبیلے والوں کے سر جھک گئے ۔۔۔ اور مجبوری ان کی آنکھوں میں نمی بن کر تیرنے لگی۔ مُطّلِبؒ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور شیبۃ الحمد کو گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ سارا قبیلہ انھیں شہر سے باہر تک چھوڑنے آیا۔ مُطّلِبؒ نے گھوڑے کو مہمیز دی اور مکے کی جانب روانہ ہوگئے۔

بچے کی حفاظت کے خیال سے انہوں نے کسی پر ظاہر نہ کیا کہ وہ اپنے بھتیجے کو یثرب سے لے کر آئے ہیں۔ جس پر اہل مکہ نے سمجھا کہ مُطّلِبؒ کوئی غلام خرید کر لائے ہیں۔ جس سے شیبۃ الحمد کو لوگ عَبدُالمُطّلِبؒ کہنے لگے ۔۔۔ اور یہی نام زبان زدعام ہوگیا۔

عَبدُالمُطّلِبؒ کی تربیت اپنوں میں ہونے لگی۔ وہ جیسے جیسے جوانی کی حدود میں قدم رکھنے لگے ۔۔۔ ان کی معاملہ فہمی، دانشمندی، سخاوت اور تواضع کے باعث انہیں اپنے والد ہاشمؒ کی طرح مرکزیت حاصل ہوگئی۔ باپ کو لوگ اس کی نوازشات اور داد و دہش کے باعث فیض کہتے تھے ۔۔۔ تو بیٹے کو اس کی سخاوت اور دریا دلی کے سبب "فیاض" کے لقب سے یاد کرنے لگے۔

عَبدُالمُطّلِبؒ کی شادی ہوئی اور خدا نے انہیں سولہ بیٹے عطا کیے۔ ان میں حضرت عبداللہؓ، حضرت ابوطالبؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ جیسے جلیل القدر بیٹے شامل تھے ۔۔۔ ایک صبح عَبدُالمُطّلِبؒ نے اپنے بیٹوں کو سامانِ سفر اور کھدائی کے اوزار باندھنے کا حکم دیا۔ بیٹوں نے حیران ہوکر اس کا سبب دریافت کیا ۔۔۔ تو عَبدُالمُطّلِبؒ نے بتایا کہ انہیں رات خواب میں چاہِ زمزم کی طرف رہنمائی ملی ہے جو ایک عرصے سے غائب ہوچکا تھا

۲۲۷

Marfat.com

اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کا سرچشمہ کہاں ہے ـــ آج اسی کی تلاش کا ارادہ تھا۔

یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے مکے میں پھیل گئی۔ عَبدُالمُطّلِبؓ جب کھدائی کے لیے روانہ ہوئے تو لوگ بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔ ایک خاص جگہ کھدائی کے بعد عَبدُالمُطّلِبؓ نے ـــ "اللہ اکبر" ـــ کا نعرہ بلند کیا اور چاہ زمزم ایک مرتبہ پھر جاری ہو گیا۔

عبدالمطلبؓ معاشرے کے بگاڑ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ انہیں عربوں کی بدعادات و قباحتوں سے نفرت تھی ـــ انہوں نے سردار قوم کی حیثیت سے کچھ احکامات جاری کیے۔ جو "ضوابط مُطّلبی" کے نام سے مشہور ہو گئے۔ عَبدُالمُطّلِبؓ ان کے نفاذ میں اتنے شدید العمل تھے کہ انھیں "ابراہیمؑ ثانی" کہا جانے لگا۔

انہوں نے شراب و زنا کی حرمت و حدود کا نفاذ کیا۔ بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے کی ممانعت اور محرم عورتوں سے نکاح کو ناجائز قرار دیا۔ چوری کی سزا مقرر کی اور بدکار عورتوں کو حدود مکہ سے بے دخل کر دیا۔

انہی دنوں شاہِ یمن ابرہہ کی جانب سے مکہ میں عام اعلان کیا گیا کہ لوگ ہر سال شہر "صنعا" میں نو تعمیر شدہ گرجا گھر "قلیس" کی زیارت کی غرض سے اسی طرح آئیں جس طرح مکہ میں حج کی خاطر جمع ہوتے ہیں ـــ ورنہ ابرہہ اپنے عظیم الشان لشکر کے ساتھ خانۂ خدا پر حملہ کر دے گا۔

لوگ دوڑتے ہوئے عَبدُالمُطّلِبؓ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے بردباری سے انھیں تسلی دی اور بات آئی گئی ہو گئی ـــ حج کے موقعہ پر پھر ویسا ہی عظیم

Marfat.com

اجتماع دیکھنے میں آیا اور ابرہہ اس انتظار میں رہا کہ اس کا تعمیر شدہ گرجا گھر بھی ویسی ہی مرکزیت حاصل کرے گا ــــ جیسی خانہ کعبہ کو حاصل ہے۔ لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔

جس پر اس نے خانہ کعبہ کی جانب پیش قدمی کا آغاز کیا ــــ اہل مکہ کو خبر بھی نہیں ہوئی اور ابرہہ اپنے عظیم الشان لشکر کے ساتھ مکے کے باہر آبرا جمان ہوا ــــ مکہ کے لوگ گھروں کو چھوڑ چھوڑ کر جانے لگے۔ معززین گھبرائے ہوئے عَبدُالمُطّلِبؓ کی خدمت میں پہنچے اور لرزتے ہوئے انہیں بتانے لگے ــــ

"کیا آپ نے ابرہہ کا لشکر دیکھا ہے ــــ اس کی شان وشوکت دل پر اثر کرتی ہے ــــ اور اس کے ساتھ ایسے مہیب جانور ہیں جو دور سے پہاڑ کی مانند معلوم ہوتے ہیں؟"

عَبدُالمُطّلِبؓ کے چہرے کی طمانیت میں فرق نہیں آیا ــــ "لوگو! تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ــــ خدا اپنے گھر کی حفاظت خود کرے گا ــــ تم گھروں سے بھاگ کر دشمن کے لیے ہنسی کا سامان پیدا نہ کرو۔"

"لیکن اس کا حملہ شدید ہو گا ــــ وہ بڑی قوت کے ساتھ آیا ہے۔" کسی نے کہا۔

"خدائے بزرگ و برتر سے بڑی قوت کوئی نہیں" ــــ عَبدُالمُطّلِبؓ کا لہجہ قطعی تھا۔

اچانک شور بلند ہوا اور لوگ پریشان حال دوڑتے ہوئے آئے ــــ ان کے چہروں پر خوف کی لکیریں تھیں اور افراتفری سے سانس پھولے ہوئے تھے۔ عَبدُالمُطّلِبؓ کے روبرو پہنچتے ہی ان میں سے ایک چلایا ــــ "یا سیّدی

Marfat.com

ابرہہ کے لشکریوں نے چھوٹے موٹے حملوں کا آغاز کر دیا ہے ـــــ وہ ہمارے اونٹ ہنکا کرلے گئے ہیں ـــــ اس میں آپ کے اونٹ بھی تھے۔"

"اچھا ـــــ تو اس کی جرأتیں اس قدر بڑھ گئی ہیں" ـــــ عبدالمطلبؑ نے اٹھتے ہوئے کہا اور اپنی عبا اوڑھی ـــــ ردا دوش پہ ڈالی ـــــ "یہ سراسر دھاندلی ہے ـــــ میں ان سے ابھی اپنے جانور واپس لیکر آتا ہوں۔"

"سوچ لیجیے یا سیّدی! ـــــ وہ طاقت کے نشے میں چُور ہے" ـــــ کسی نے اپنے خدشوں کا اظہار کیا ـــــ "مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔"

عبدالمطلبؑ سیدھے مکہ سے باہر مغمس کے مقام پر پہنچے۔ جہاں ابرہہ اپنے لشکر کے ہمراہ پڑاؤ ڈالے تھا اور اسے اپنی آمد کی اطلاع کرائی ـــــ ابرہہ نے عبدالمطلبؑ کے چہرے کی بزرگی دیکھی تو تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور ان سے تشریف لانے کا سبب دریافت کیا۔

"دیکھو ـــــ تمہارے لشکری ہمارے جانور زبردستی ہانک لائے ہیں ـــــ میں ان جانوروں کو واپس لینے کے لیے آیا ہوں۔"

"آپ صرف اس لیے ہی آئے ہیں" ـــــ ابرہہ نے حیرت سے سوال کیا۔

عبدالمطلبؑ نے مسکرا کر سر کو اثبات میں جنبش دی۔

ابرہہ کی حیرت لفظوں میں ڈھلی ـــــ "کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں اس عمارت کو ڈھانے آیا ہوں، جسے خدا کا گھر کہتے ہیں ـــــ اور جس سے آپ کو بڑی عقیدت ہے ـــــ لیکن آپ کو فکر ہے ـــــ تو اپنے جانوروں کی"

عبدالمطلبؑ مسکرائے اور غیر متزلزل یقین کے ساتھ بولے ـــــ

Marfat.com

"جانوروں کا مالک میں ہوں ــــ اور اس گھر کا مالک ــــ "وہ" ــــ ہے"۔
انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا ــــ "وہ اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ وہی اس کی فکر کرے گا"۔

ابرہہ سکتے کی سی کیفیت میں دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا اور عَبدُالمُطّلِبؓ اپنے جانور لے کر واپس آ گئے ــــ لیکن مکہ تقریباً خالی ہو چکا تھا۔ عَبدُالمُطّلِبؓ صحنِ حرم میں داخل ہوئے اور غلافِ کعبہ تھام کر پُر سوز لے میں مناجات کا آغاز کیا۔

"خدایا! ــــ اب تیرے سوا کوئی نہیں ــــ تو ہی اپنے حرم کی حفاظت فرما ــــ خدایا! یہ رسوا ہو کر پلٹیں اور انہیں ہلاک کر دے۔ میں نے ایسی گندی ذہنیت کبھی سنی ہی نہیں کہ اب تجھ سے بھی جنگ ہو گی ــــ یہ اپنے وطن کا سارا اجتماع مع ہاتھیوں کے لیکر آ گئے ہیں تاکہ تیری پناہ والوں کو پکڑیں ــــ یہ تیرے حرم کا قصد کر کے آئے ہیں اور تیرے جلال کو بھول گئے ہیں۔ اگر آج تو نے انہیں چھوڑ دیا ــــ تو یہ تیری خاص مصلحت ہو گی"۔ ــــ

عَبدُالمُطّلِبؓ کا کہا سچ ہوا اور خدا نے اپنے گھر کی حفاظت خود کر کے ابرہہ اور اس کے لشکر کو کھائے ہوئے بُھس کی مانند کر دیا۔ ◻

Marfat.com

باب ۳

عَبدُالمُطَّلِبؑ جس نور کے امانت دار تھے ــــ وہ ان کے بیٹے عبداللہؑ کی پیشانی سے ظاہر ہونے لگا ــــ عبداللہؑ اپنے حسن و جمال اور پاکیزہ اطوار کے باعث اہل مکہ میں "مصباح حرم" کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ وہ خاموش طبع، ذہین اور شجاع تھے اور جہاں کہیں جاتے ابر اُنکے سر پر سایہ فگن ہوتا۔ اندھیرے راستے ان کی پیشانی کے نور سے فروزاں ہو جاتے۔ جس قافلے کے ہمراہ چلے جاتے اس کی تجارت کامیاب رہتی۔ خشک درخت کے نیچے سے گزرتے تو وہ سرسبز ہو جاتا۔

دُور دُور سے کاہن انہیں دیکھنے آتے۔ یہودیوں اور نصرانیوں میں چہ میگوئیاں ہوتیں اور وہ اپنی کتابوں میں وہ نشانیاں تلاش کرتے جو نورِ ازلی کے ظہور کا پتہ دیتی تھیں۔ عَبدُالمُطَّلِبؑ انکی حفاظت کی طرف سے غافل نہیں ہوتے تھے اور سرِ وقت بنی ہاشم انکی حفاظت میں کمربستہ رہتے تھے۔ انہیں کہیں تنہا نہیں جانے دیتے تھے۔

Marfat.com

لیکن پھر بھی کئی بار یہودیوں نے موقع پا کر انہیں گھیر لیا۔ مگر عبداللہ کی تلوار کی چمک نے انہیں اندھا کر دیا۔

عبداللہ کی شادی ایک نیک طینت دوشیزہ آمنہؑ بنت وہب سے ہوئی۔ آمنہؑ بھی متین و پاکیزہ کردار تھیں۔ عبداللہؑ اور آمنہؑ میں بڑی موانست اور یگانگت تھی ــــ ایک روز آمنہؑ نے عبداللہ سے کہا:

"میں آپ کو ایک عجیب امر سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں۔ جس نے مجھے حیران کر دیا ہے لیکن اس سے میرے دل کو تقویت ہوتی ہے۔"

"مجھے بھی اس امر سے آگاہ کرو ــــ شاید وہ میرے لیے بھی راحت کا باعث بنے۔" عبداللہ نے مسکرا کر استفسار کیا۔

"میں کچھ دنوں سے بڑی دلپذیر آوازیں سن رہی ہوں۔ کوئی میرے قریب آکر کہتا ہے: اے آمنہؑ! تجھے بہترین خلق کی ماں بننا مبارک ہو ــــ اے آمنہ تیری عظمت کو سلام! تو محبوب خدا کی ماں بننے والی ہے ــــ پھر یہ دلنشیں آوازیں جھاڑیوں سے، پھولوں سے، پتوں سے، سنگریزوں سے اور کائنات کے ذرّے ذرّے سے آنے لگتی ہیں کہ اے آمنہؑ! تجھے صالح فرزند کی ولادت مبارک ہو۔ جو وجہِ تخلیق کائنات ہے۔" آمنہؑ کے لفظوں میں خوشگوار حیرت بول رہی تھی۔

عبداللہ کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں ــــ "آمنہؑ! ہمیں اس خدائے بزرگ و برتر کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ جس نے ہمیں اس اعزاز کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ ہمارے آنگن میں وہ نور اترنے والا ہے جس کے لیے جدِ اعلیٰ ابراہیمؑ نے دعا کی تھی جس کے لیے صدیوں سے ہمارا خاندان چشم براہ ہے ــــ جس کا ذکر آسمانی صحائف میں مذکور ہے۔"

"وہ خدا کی خاص رحمت ہے عبداللہؑ!" آمنہؑ نے مامتا کے دلار سے کہا: "وہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ـــ وہ تنہائی میں مجھ سے باتیں کرتا ہے ـــ میں اس کی تسبیح کی آواز سنتی ہوں ـــ میں کوئی بوجھ یا گرانباری محسوس نہیں کرتی ـــ خدا اسے خیریت سے میری آغوش کی زینت بنائے اور ہم دونوں اس کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو منور کریں۔"

"آمنہؑ! وقت کا کیا بھروسہ؟ مستقبل کس نے دیکھا ہے؟ اگر میں اپنے دل کے ٹکڑے کو دیکھنے کے لیے زندہ نہ رہا تو تم میری طرف سے اس کی نورانی پیشانی کو چوم لینا اور جب وہ چلنے پھرنے لگے تو اسے میرے بارے میں بتانا" ـــ عبداللہؑ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"نہیں عبداللہؑ! خوشی کے ان خوبصورت دنوں میں ـــ غم کی باتیں نہ چھیڑو" ـــ آمنہؑ نے پریشان ہو کر کہا: "اگر خدا کو منظور ہوا تو ہم دونوں اس خوشی کو ایک ساتھ دیکھیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو" ـــ عبداللہؑ نے تمنّا کی ـــ "میں تو اس لیے ایسا کہہ رہا تھا کہ چند دنوں تک مجھے قافلۂ تجارت کے ساتھ جانا ہے۔ دُور دراز کا سفر ہے ـــ اگر واپسی نہ ہوئی ـــ تو تمہیں اپنے دل کی آرزو تو دکھلا دوں" ـــ

"نہیں عبداللہؑ اس طرح نہ کہو ـــ میرا انتظار تمہاری راہ تکے گا ـــ تم آؤ گے ـــ تو وہ ننھا پاکیزہ وجود بھی تمہارے استقبال کو میری آغوش میں مسکرا رہا ہو گا" ـــ آمنہؑ نے آنسوؤں سے بھیگے ہوئے لہجے میں کہا اور بڑی آس کے ساتھ عبداللہؑ کو رخصت کیا۔

لیکن خدا کو عبداللہؑ کا واپس لانا منظور نہ تھا۔ تھوڑے ہی عرصے بعد یہ دلدوز خبر مکے میں گردش کرنے لگی کہ اثنائے سفر عبداللہؑ، اللہ کو پیارے

ہو گئے ___ بیوگی کی سفید چادر نے آمنہ ؑ کو تنہائی کے چور چور کر دینے والے احساس میں ڈبو دیا۔ عبدالمطلبؑ بیٹے کے غم میں نڈھال ہو گئے۔ لیکن بیوہ بہو کی ہر طرح سے دلجوئی کرتے رہے اور عبداللہ ؑ کی نورانی نشانی آمنہ ؑ کی تنہائیوں کی مونس اور غم خوار بن گئی۔ بشارتوں کے لمحے قریب آنے لگے۔

ایک روز طلوعِ صبح سے پہلے خانۂ کعبہ کی دیواریں تعظیم کو جھک گئیں۔ مشرکوں کے بت منہ کے بل آ رہے ___ آمنہ ؑ کے حجرے سے ایک نور اس طرح طالع ہوا کہ اس کی چھوٹ آسمان تک گئی اور ایک مہیب آواز مکے کی پہاڑیوں میں گونج اٹھی ___ "حق آگیا ___ باطل مٹ گیا ___ بلاشبہ وہ مٹ جانے والا ہی ہے" ___

اہلِ مکہ گھبرا کر عبدالمطلبؑ کے گھر کی طرف دوڑے تو دیکھا کہ ان کی گود میں سفید کپڑے میں لپٹا ہوا ایک خوبرو بچہ ہے اور وہ اسے دیکھ دیکھ کر نہال ہو رہے ہیں ___ "دیکھو! یہ ہے میرے پیارے عبداللہ ؑ کی نشانی ___ وہ نور جو جدِ بزرگوار ابراہیمؑ کی دعاؤں کا ثمر ہے، یہ میرا پوتا ___ میرے قلب و نظر کی ٹھنڈک اور خدا کی خاص عنایت ہے۔"

لوگ جوق در جوق بچے کو دیکھنے کے لیے آنے لگے ___ جسے عبدالمطلبؑ نے ایک زرنگار پالنے میں لٹا دیا تھا۔ جس پر ریشمی پردے چھوٹے رہتے تھے۔ جب بھی کوئی بچے کی زیارت کرنے آتا تو عبدالمطلبؑ خود اس کے پردے ہٹاتے اور لوگ اپنی آنکھوں سے اس نورِ ازلی کی زیارت کرتے اور اس کے قدموں کو آنکھوں سے لگاتے ___ ہر طرف بچے کے حسن کے چرچے اور اس کی بزرگی کی دھوم مچ گئی۔

دور دراز کے سفر سے آنے والے مسافروں نے بتایا کہ ایوانِ کسریٰ کے بارہ برج خود بخود گر گئے ہیں اور آتش کدۂ فارس جو کئی صدیوں سے روشن تھا،

Marfat.com

اچانک سرد پڑ گیا۔ جس پر نجومیوں اور کاہنوں نے حساب لگا کر بتایا ہے کہ یہ سب علامتیں اس مبارک بچے کی پیدائش کی خبر دیتی ہیں جس کی بشارت آسمانی صحیفوں میں درج ہے۔ جو باطل قوتوں کو سرنگوں کر کے ایک خدا کی پرستش کا اعلان کرے گا۔

عبدالمطلبؓ نے بچے کا نام محمدؐ رکھا۔ آمنہؓ اپنے نورِ نظر کی عظمت دیکھتیں تو بیوگی کا غم بھول جاتیں ــــ عبداللہؓ کو خدا نے اپنے پاس بلا لیا تھا تو ان کی دلجوئی کے لیے انہیں اتنا مبارک بچہ عطا کیا تھا۔ جس کی شہرت ابھی سے دُور و نزدیک پھیل گئی تھی جس کی برکتیں اس کی پیدائش کے ساتھ ہی عام ہو گئی تھیں۔

اسی سال عرب کے مضافات سے عورتیں بچوں کو کھلائی کے لیے لینے آئیں۔ ان میں حلیمہ سعدیہؓ اپنی بیمار اونٹنی کی سست رفتاری کے سبب سے آخر میں پہنچیں اور کریم مکہ عبدالمطلبؓ کے دروازے پر اس امید پر دستک دی کہ وہ کریم ابنِ کریم ہیں ضرور اس کی مدد کریں گے۔

عبدالمطلبؓ نے مدعا پوچھا تو حلیمہؓ نے عرض کی ــــ "اے سردارِ قریش! میں عزت دار گھرانے کی شریف عورت ہوں ــــ قحط کے باعث ہماری زراعت خشک ہے اور جانور مر رہے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنا پوتا مجھے کھلائی کے لیے دیدیں تو ہماری گزراوقات سہولت سے ہو جائے گی ــــ آپ کی فیاضی اور کریمی کی شہرت نے مجھے یہ امید دلائی ہے کہ مجھے مایوس نہیں لوٹایا جائیگا۔"

عبدالمطلبؓ گویا ہوئے: "سن اے حلیمہ! ہم سوال کرنے والوں کو کبھی خالی نہیں لوٹاتے ــــ یہ میرا پوتا ــــ میرا پارۂ جگر، بنی ہاشم کی آبرو ہے۔ یہ ہمارے بیٹے عبداللہ کی نشانی ہے۔ اس کا مبارک وجود باعثِ خیر و برکت ہے ــــ ہم اسے جدا تو نہیں کرنا چاہتے ــــ لیکن تو نے سوال کیا ہے تو تجھے یہ سعادت مبارک

Marfat.com

ہو — مگر تجھے اس کی حفاظت جان سے بھی بڑھ کر کرنا ہوگی۔"

حلیمہؓ نے بچے کو اشتیاق سے گود میں لیا تو اس کے دل پر طمانیت و سرخوشی اترنے لگی — وہ اپنی بیمار و لاغر سست رو اونٹنی پر سوار ہوئی تو اونٹنی برق رفتاری سے سفر کرنے لگی۔ وہ بار بار سر گھما کر حلیمہؓ کی گود میں آسودہ بچے کو دیکھتی اور جھوم جھوم کر آگے بڑھنے لگتی — فضاؤں میں خوش الحانوں کی صدائیں گونجنے لگیں — "اے حلیمہؓ! یہ تیری قسمت کی یاوری ہے — خوش بختی تیرے ہمراہ ہے — تجھے یہ سعادت مبارک ہو۔ خدا کا شکر بجالا۔"

حلیمہؓ کے دل پر ہیبت طاری ہوئی۔ اس نے اپنی گود میں سوئے ہوئے معصوم حسن کو دیکھا تو اس کا خوف زائل ہو گیا۔ دل پر سکون و اطمینان کی آئیتیں اترنے لگیں — وہ اپنے گھر والوں کو اس انوکھی سعادت سے آگاہ کرنے کے لیے بیقرار ہو گئی — طویل اور دشوار سفر منٹوں میں بڑی سہولت سے سمٹ گیا اور سارا گھر خوشبو سے مہک اٹھا — حلیمہؓ نے فرطِ اشتیاق سے اپنے شوہر کو یہ خوشخبری سنائی — "خدا نے ہمارے مقدر کھول دیے ہیں۔ یہ باسعادت بچہ ہمارے لیے خوشحالی کی نوید لے کر آیا ہے۔ میں نے یہ پیغام غیبی آوازوں سے سنا ہے۔"

چند مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ حلیمہؓ کے شوہر دوڑتے ہوئے گھر میں داخل ہوتے اور حلیمہؓ سے کہا — "حلیمہ! سنتی ہو کہ سیدِ عربؑ سردار قریش عبدالمطلبؑ اپنے پوتے کو دیکھنے تشریف لائے ہیں۔ ان کے شایان شان اہتمام کرو" —

حلیمہؓ نے جلدی جلدی مسند بچھائی اور ان کا استقبال آگے بڑھ کر دروازے پر کیا۔ عبدالمطلبؑ نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں — "حلیمہؓ! کہاں ہے

Marfat.com

میرے دل کا چین، میری آنکھوں کی ٹھنڈک ــــ اس کی جدائی مجھے بہت شاق ہے"ـــ

"آپ درست فرماتے ہیں سردار! یہ مبارک بچہ تو ایک نگاہ میں دل موہ لیتا ہے ــــ آپ کا تو جگر کا ٹکڑا ہے ـــ اس کی جدائی آپ پر کیوں نہ بار ہوگی"ـــ حلیمہؓ نے عقیدت سے کہا ـــ "اس کے دم سے ہمارے گھر پر خیر و برکت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ درخت برگ و بار لے آئے ہیں ــــ بھیڑیں گوشت اور اُون سے پُر ہوگئی ہیں۔ یہ طیب و طاہر بچہ مجھے پریشان نہیں کرتا"

عَبدُالمُطّلِبؑ نے فرط محبت سے ننھے محمدؐ کو گود میں لے لیا اور آسمان کی کی طرف دیکھ کر شکر و امتنان سے چھلکتے ہوئے لہجے میں بولے: "شکر ہے اس معبود کا جس نے مجھے یہ طیب و طاہر بچہ عطا کیا ہے۔ خدایا! تو ہی اس کا محافظ ہے یہ تو گہوارے ہی میں آثار سعادت رکھتا ہے ــــ اللہ اسے ہر افترا پرداز سے بچانا ـــ اسے کامیاب بنانا ـــ اے خدا! اسے حاسدوں کے شر سے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھنا"ـــ پھر حلیمہؓ سے مخاطب ہوئے: "حلیمہؓ سنو! میرے بچے کے بارے میں کسی سے کوئی تذکرہ نہ کرنا۔ اس کے بابرکت آثار کو پوشیدہ رکھنا ـــ ایسا نہ ہو کہ کوئی سفلہ طبیعت اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے"

"نہیں، سردار عرب! یہ بچہ ہمیں اپنی اولاد سے بڑھ کر عزیز ہے کسی شرپسند کی ٹیڑھی نگاہ بھی اس تک نہیں پہنچ سکتی" حلیمہؓ کے شوہر نے عَبدُالمُطّلِبؑ کو یقین دلایا تو وہ بچے کو جی بھر کر پیار کر کے رخصت ہوگئے۔

بچہ حلیمہؓ کے گھر میں چلنے پھرنے لگا تو چاروں طرف بہار آگئی۔ اس نے بولنا شروع کیا ـــ تو حلیمہؓ کو اس کی مبارک زبان سے حمد و مناجات کی صدائیں

Marfat.com

سنائی دینے لگیں۔ وہ ہر وقت صاف ستھرا اور خوشبو میں بسا ہوا رہتا۔ اس کی روشن پیشانی سے حلیمہؓ کا گھر منور رہتا۔

معاہدے کے مطابق عبدالمطلبؓ نے تین سال بعد محمدؐ کو واپس بلوا لیا۔ ـــــ لیکن حلیمہؓ کے یہاں جو خوشحالی اور شادابی آچکی تھی وہ کبھی رخصت نہ ہوئی۔ عبدالمطلبؓ ننھے محمدؐ کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے۔ جب خانہ کعبہ کے قریب ان کی مسند بچھائی جاتی ـــــ تو کسی میں جرأت نہیں تھی کہ سردار عرب کے برابر بیٹھ سکے۔ لیکن جب محمدؐ ننھے ننھے قدم رکھتے ادھر آتے تو عبدالمطلبؓ اٹھ کر انہیں گود میں لے لیتے ـــــ کبھی پشت پر بٹھلاتے، کبھی محبت کے ساتھ چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے اور آنے والے دور کو چشم تصور سے دیکھتے ـــــ

"میرے بچے! ـــ میرے لعل! عنقریب دنیا تیری عظمت و حیثیت کو جان لے گی۔ تیرے قدم تو ابراہیمؑ کے قدموں سے مشابہ ہیں ـــــ خدا تیری حفاظت کرے میرے جگر کے ٹکڑے۔"

آمنہؓ اپنے نورِ نظر کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھ کر نہال ہوگئیں۔ بیٹے کے شرف و بزرگی نے انہیں مسرور کر دیا۔ بچہ سمجھ دار ہوا۔ آمنہؓ نے اسے اس کے باپ کے بارے میں بتایا جو 'مصباح حرم' اور 'چراغ کعبہ' کہلاتا تھا اور اسے اس کے باپ کی قبر پر لے جانے کی تیاریاں کرنے لگیں تاکہ قبر میں استراحت کرنے والے محبوب شوہر کو یہ نوید سنائیں کہ ان کا بیٹا ـــــ اس ننھے سے سن و سال میں بھی کتنی عظمت والا ہے۔

ایک روز محمدؐ آئے تو آمنہؓ سامان سفر کی تیاری کر رہی تھیں ـــــ "مادر گرامی! کس سفر کی تیاری ہے ـــــ؟ محمدؐ نے مؤدب لہجے میں پوچھا۔

"جان مادر ـــــ میں چاہتی ہوں کہ تجھے تیرے باپ کی قبر کی زیارت کراؤں

Marfat.com

—— عبداللہ تجھے دیکھنے کے لیے کتنے مشتاق تھے'، یہ کوئی مجھ سے پوچھے ——
لیکن مشیتِ ایزدی نے انھیں اس کی مہلت نہیں دی۔"

"بسروچشم والدہ گرامی! میں بھی دل سے چاہتا ہوں کہ ان کی قبر کی زیارت کروں، جنھیں لوگ آج بھی احترام سے یاد کرتے ہیں۔" محمدؐ نے عقیدت سے کہا۔

آمنہؑ انہیں لے کر مکہ روانہ ہوئیں —— لیکن جیسے جیسے مسافتیں بڑھتی گئیں، ان کی طبیعت بگڑتی گئی —— محمدؐ محبت کرنے والی ماں کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ الواء کے مقام پر انھوں نے قافلے کو روک دیا اور ماں کی تیمارداری میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ لیکن آمنہ کو مہلت نہیں ملی۔ ان کی حالت بگڑنے لگی تو انھوں نے غم سے نڈھال محمدؐ کو اپنے قریب بلایا۔ ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور ان کے چہرے پر الوداعی نگاہ ڈالتے ہوئے بولیں: "میرے بیٹے! میرے نورِ نظر! تم اس باپ کے فرزند ہو جو سردار اور شریف تھے۔ خدا تجھے بابرکت کرے —— تو بڑی عظمت والا ہے۔

میرے بچے! تو خدائے ذوالجلال کی طرف سے اہلِ عالم کے لیے نبی ہوگا —— گو میں اس دنیا سے جا رہی ہوں —— لیکن میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا۔ کیونکہ میں خیرِ محض چھوڑے جا رہی ہوں جو طیب و طاہر جنا گیا ہے۔"□

Marfat.com

باب ۴

محمدؐ کی ٹھنڈی چھاؤں الواء میں رہ گئی۔ وہ اپنی جنت کو مٹی کی گود میں سونپ کر اُمِ ایمنؓ کے ہمراہ چلے تو ان کے دل میں مادرِ مہربان کی شفقتوں سے محرومی کا غم پھل پھول رہا تھا اور وہ آنسو بھری آنکھوں سے مٹی کی اس ڈھیری کو دیکھ رہے تھے جہاں محبتوں کا ایک لازوال باب ختم ہو گیا تھا۔ الواء سے مکے تک کا سفر غم کی دھوپ اور محرومی کی لو میں طے ہوا لیکن جب وہ مکے میں وارد ہوئے تو عَبْدُالمُطّلِبؑ کی مہربان بانہوں نے محمدؐ کو اپنے محبت بھرے سینے میں سمیٹ لیا اور ان کی منور پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے عَبْدُالمطّلِبؑ نے مشفق لہجے میں کہا ــــ "میرے بیٹے، میرے قلب و جگر کی ٹھنڈک! ایسا خیال بھی کبھی دل میں نہ لانا کہ تمہارے لیے محبتوں کا جہاں سمٹ گیا ہے۔ تمہارے لیے جذبوں اور رشتوں میں کوئی کمی ہو گئی ہے ــــ بیٹے! ہم سب تمہارے ہیں۔ ہماری محبتیں، ہمارے جذبے، ہمارے احساسات، ہمارا سب کچھ تم پر نچھاور ہے

Marfat.com

بیٹے ___ دیکھو خود کو تنہا محسوس نہ کرنا۔
محمدؐ نے سید البطحاؑ کے لفظوں کی حدّت کو ان کے فراخ سینے کی گرمی میں محسوس کیا اور صادق جذبوں کے ساتھ بولے: "اے جدِّ بزرگوار! آپکی شفقتوں میں ساری محبتوں کے ذائقے ہیں۔ آپ جیسے مہربان بزرگوں کے دم سے ہر کمی کی تلافی ہو جاتی ہے۔"
عَبدُالمُطّلِبؑ نے مقدور بھر ہر کمی کی تلافی کرنے کی کوشش کی۔ محمدؐ کو اپنی آنکھوں کا تارا بنا کر رکھا۔ یہ محمدؐ کا بچپن تھا۔ لیکن ان کے ہم عمر ساتھیوں سے اتنا مختلف کہ ان کا امتیاز صاف نظر آتا تھا۔ بنی ہاشم انہیں دیکھ کر مسرور ہوتے اور فخریہ لہجے میں کہتے ___ "خدا عبداللہ کی نشانی کو چشم بد سے بچائے ___ اس کا حسین چہرہ تو چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہے۔ یہ کتنی دلپذیر عادات کا مالک ہے۔ اس کی گفتار دل موہ لیتی ہے اور اس کی معصومیت پر قربان ہو جانے کو جی چاہتا ہے۔"
اہل مکہ بھی آثار سعادت سے بہرہ مند ہوتے اور توصیفی لہجے میں کہتے: سید البطحاؑ کا پوتا یقیناً بنی ہاشم کا نام بلند کرنے والا ہو گا۔ یہ تو بچپن ہی سے دل پسند اطوار و خصائل رکھتا ہے۔ اس کی دانشمندی حیران کر دیتی ہے۔"
عَبدُالمُطّلِبؑ تمام اہل خاندان کو تلقین کرتے کہ دیکھو میرے بچے کی حفاظت میں کبھی اپنی جان کو عزیز نہ رکھنا۔ وہ ہر وقت محمدؐ کو نگاہوں کے سامنے رکھتے۔ اگر کبھی گلہ بانی کرتے ہوئے انہیں گھر پہنچنے میں دیر ہو جاتی تو عَبدُالمُطّلِبؑ بے چین ہو جاتے ہر طرف آدمی دوڑاتے اور جب تک محمدؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیتے، ان کو تسلی نہ ہوتی۔
مگر ایک دن وہ بھی آیا جب عَبدُالمُطّلِبؑ آنسو بھری آنکھوں سے محمدؐ کی

Marfat.com

طرف دیکھ رہے تھے اور بصد حسرت فرماتے تھے: "میرے بیٹے، میرے پارۂ جگر! تمہارا بوڑھا دادا تمہارے جوان ہونے کی حسرت دل میں لیے جاتا ہے۔ میرے بچے! خدا تجھے اپنے حفظ و امان میں رکھے اور اپنے صحائف کی پیشگوئیوں کو پورا کرے، بیٹے میں چاہتا ہوں کہ تیرے چچاؤں میں سے کسی ایسے کو تیرا ولی بناؤں جو تیری پشت پناہی کا حق ادا کر سکے۔"

"جد بزرگوار!" محمدؐ محزون لہجے میں گویا ہوئے: "شاید آج کے دن میرے ضبط کا ایک اور امتحان ہونے والا ہے۔ آپ کی شفقتوں نے ماں اور باپ دونوں کی محبتوں کی کمی پوری کی ہے۔ آپ کی مہربانیاں میری یادوں میں محفوظ رہیں گی۔ میں آپکی شفقتوں کا قرض دار ہوں۔"

"نہیں میرے بچے!" عبدالمطلبؑ نے دست شفقت محمدؐ کے سر پر رکھا۔ "یہ تیرا حق ہے تو ہمارے جد ابراہیمؑ کی دعا کا ثمر ہے۔ خدا کرے تو دشمنوں کے شر سے ہمیشہ محفوظ رہے۔ کسی کو بلا کر قرعہ اندازی کراؤ تاکہ میں تمہارے ولی کے بارے میں وصیت کر جاؤں۔"

خاندان کے معتبر لوگوں کے سامنے عبدالمطلبؑ کے تمام بیٹوں کے لیے قرعہ اندازی کی گئی۔ قرعہ نکالنے والوں نے بلند آواز میں نام پکارا تاکہ سب سن لیں۔ "ابوطالبؑ!!"

عبدالمطلبؑ کے متفکر دل پر سکون و اطمینان کی آیات اتریں۔ انہوں نے شکر پروردگار ادا کیا اور ابوطالبؑ کو اپنے قریب بلایا: "بیٹے عمران میری بات غور سے سنو! تم جانتے ہو کہ میرا پوتا، میرا رشتۂ حیات، میرا محمدؐ ایک عظیم شخصیت ہے۔ یہ میرے اس بیٹے کی یادگار ہے جو مجھے بے حد محبوب و عزیز تھا۔ دیکھو اس کی حفاظت کرنا۔ اسے تنہائی کا گرانبار احساس نہ ہونے دینا اسے ماں کی طرح پرورش کرنا اور

Marfat.com

کوئی ایسی بات نہ ہونے دینا جو میرے پارۂ جگر کو ناگوار گزرے۔"

"بسروچشم باباجان!" ابوطالبؑ نے سعادت مندی سے سر جھکایا۔"آپ نے مجھے لازم اور واجب کام کی وصیت کی ہے۔ میرا یہ بھتیجا میرے بھی قلب و نظر کی ٹھنڈک ہے۔ بڑے بڑے علماء نے اس کے بارے میں پیش گوئیاں کی ہیں۔ صحائف میں اس کا ذکر ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے ہم بنی ہاشم کو نوازا ہے۔ میں آپ کی وصیت پر دل و جان سے عمل کروں گا۔"

"بیٹا! اس نے نہ باپ کی شفقت کا لطف اٹھایا ہے، نہ ماں کی ممتا کا مزہ ہی چکھا ہے۔ یہ ہم سب کی آنکھوں کا نور ہے۔ مجھے تمہاری طرف سے اطمینان ہے۔ تم اس کے باپ کے حقیقی بھائی ہو۔ عنقریب اس کی عظمت کل عالم پر آشکار ہوگی۔ اسے وہ مرتبہ ملے گا جو ہمارے آباو اجداد میں سے کسی کو نہیں ملا۔ ہاں بولو بیٹے! تمہیں یہ ذمہ داری قبول ہے؟"

"دل و جان سے قبول ہے باباجان! یہ میرے لیے بڑے اعزاز کا باعث ہے۔" ابوطالبؑ نے اقرار میں سر کو جنبش دی۔"میں اس کے لیے اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتا ہوں۔"

عبدالمطلبؑ نے اطمینان کا سانس لیا اور اپنے خاندان کے تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے پراثر لہجے میں بولے: "میں تم سب کو اس یتیم بچے کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ دیکھو اس کی حفاظت تیروں کی بارش اور نیزوں کی باڑوں میں بھی کرنا۔ یہ بنی ہاشم کا وقار اور آل عبدالمناف کی عزت ہے۔ اس کے تحفظ میں کسی قربانی سے دریغ نہ کرنا۔"

سب نے سیدالبطحاء کے حضور سر جھکا کر اس عہد کو نبھانے کا عزم کیا۔ عبدالمطلبؑ نے نحیف لہجے میں کہا۔"لاؤ ___ میرے بچے کو میرے قریب لاؤ۔

Marfat.com

میں آخری بار اسے اپنے سینے سے تو لگا لوں۔"

ابوطالبؑ نے محمدؐ کو آگے بڑھایا۔ عَبدُالمُطّلِبؑ کے بازوؤں نے اپنے قلب کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں سمولیا۔ وہ کہہ رہے تھے: "میرے چاند! خدا تجھے اپنی پناہ میں رکھے۔ مجھے تجھ سے راحت ہے۔ تو تو خدا کا وعدہ ہے جو اس نے ہمارے جد ابراہیمؑ سے کیا ہے۔ شکر ہے اس پروردگار کا جس نے تیری وجہ سے ہمیں شرف و منزلت عطا کی ہے۔"

یہ ۸ عام الفیل کا زمانہ تھا۔ خانوادۂ بنی ہاشم سیاہ پوش تھا۔ اہل مکہ محزون تھے۔ مختلف قبائل کے وفود رنجیدہ و افسردہ ۔۔۔ مکے میں آجا رہے تھے۔ رئیس مکہ، سید العرب اس دنیا سے منہ موڑ گئے تھے۔ بنی ہاشم کے لیے یہ سانحہ بڑا دلدوز تھا۔ عَبدُالمُطّلِبؑ کا جنازہ مقام حجون میں دفن کے لیے لے جایا گیا تو اس کے پیچھے آٹھ سالہ محمدؐ بھی بوجھل قدموں سے چلے جا رہے تھے۔ دل گرفتگی و دل شکستگی ان کی اداس آنکھوں میں آنسو بن گئی تھی، جو قطرہ قطرہ رخساروں کو بھگو رہی تھی۔

ابوطالبؑ نے مفارقتوں میں بھیگے ہوئے ان آنسوؤں کو اپنے دامن میں جذب کر لیا اور محمدؐ کی پیشانی چوم کر بولے: "اے نور دیدۂ عم! بس اب اپنی آنکھوں کو آنسوؤں کی نمی نہ چکھانا۔ میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں، ہر دکھ، ہر مصیبت اور ہر تکلیف میں تمہارے لیے ڈھال بنوں گا۔"

عَبدُالمُطّلِبؑ کا جاہ و وقار ابوطالبؑ کے حصے میں آیا۔ اگرچہ بنوامیہ بھی اقتدار مکہ میں دخیل ہونے کی کوشش کرنے لگے تھے لیکن اپنے پاکیزہ کردار اور عمدہ اوصاف کی وجہ سے مرکزیت ابوطالبؑ کو ہی حاصل تھی۔ وہ اپنے

عظیم بزرگوں کی روایات کے امین تھے۔ انہوں نے دورِ جہالت کی مکروہ اور قبیح رسوم کے خلاف جہاد جاری رکھا اور ضوابط مُطلبی کے نفاذ میں برابر کوشاں رہے۔ وہ اپنے بزرگوں کی طرح خیر کا سرچشمہ، مصیبت زدوں کے مددگار، ناداروں کا سہارا، صلۂ رحم کے عامل، نیک سرشت قلب مطمئنہ کے حامل اور تعظیم و احترام کے خوگر تھے۔ اسی لیے وہ جلد ہی مکے میں شیخ بطحاء اور بیضیۃ البلد کے القاب سے معروف ہو گئے۔

ابوطالبؑ فصیح البیان اور قادر الکلام شاعر تھے۔ اپنے بھتیجے محمدؐ کی محبت بے نظیر اشعار کی صورت میں ان کے منہ سے پھولوں کی طرح جھڑتی تھی۔

" اگر قریش میں کوئی بات قابلِ فخر ہے تو وہ عبدالمناف ہیں اور اگر عبدالمناف میں کوئی بات ہے تو وہ بنی ہاشم ہیں اور اگر بنی ہاشم میں کوئی ہے تو وہ میرا بھتیجا محمدؐ ہے ــــ!" دوڑتے ہوئے گھوڑے اور علماء کے صحیفے گواہ ہیں کہ میں دل و جان سے محمدؐ کا نگران اور محافظ ہوں، آمنہؑ کا لال میرے نزدیک میری اولاد سے بڑھ کر ہے۔ یہ میرا بھتیجا، میرا رشتۂ حیات، میرا فیاض و کریم بیٹا، جس کے فیض سے آنے والی نسلیں بھی سیراب ہوں گی۔ یہ قصیّ کے خاندان کی آبرو ہے۔ اس کی پیشانی چمکتے ہوئے چاند کی مانند ہے۔

ان ہی دنوں مکے میں پھر قحط نے ڈیرے جماتے اور زراعت خشک ہو گئی۔ تپتا ہوا آسمان آگ برسانے لگا اور جانور مرنے لگے۔ لوگوں نے پریشان حالی سے اس تباہی کو دیکھا۔ خوراک کے ذخیرے رفتہ رفتہ کم ہونے لگے تو بھوک کا عفریت گھروں کی جانب پیش قدمی کرنے لگا۔

سورج کی جھلسا دینے والی کرنوں سے تانبہ بنا ہوا آسمان مہربان نہیں ہوتا تھا۔ لوگ پریشانی سے ایک دوسرے کی جانب تکنے لگے۔ اس مشکل میں بھلا

Marfat.com

کون پرسانِ حال تھا۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ جتنے منہ تھے اتنی ہی باتیں۔

کسی نے کہا "آؤ لات وعُزیٰ سے مانگتے ہیں۔ کوئی بولا ــــ شائد بارش کی دیوی ہمارے خشک ہونٹوں کو تر کر سکے۔"

"نہیں!" کوئی دوسرا بولا ــــ "منات خداؤں میں سے بڑا خدا ہے۔ اس کی خدمت میں کوئی نذرانہ پیش کرنا چاہیے۔"

"ٹھہرو!" سفید بالوں والے ایک بوڑھے کی آواز نے سب کو اس طرف متوجہ کر دیا۔ "تم لوگ کن مہمل خیالات میں الجھ گئے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ وارثِ خلیلؑ و ذبیحؑ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ وہ ہر مشکل میں اہلِ مکہ کی ڈھارس بنتے ہیں، تو کیوں نہ آج انہی سے اس مشکل کو حل کرنے کی درخواست کریں" ــــ

لوگوں کے ستے ہوتے مایوس چہروں پر نجات کی سرخی چمکی، انہیں ہاشم کی سخاوت اور کوہِ ابوقبیس پر عبدُالمُطّلِبؑ کی دعا یاد آئی۔ انہوں نے متشکر نگاہوں سے بزرگ کی طرف دیکھا اور سب کے سب اٹھ کر ایک وفد کی صورت میں حرمِ کعبہ کے سائے میں ایک چوکھٹ پر پہنچے۔ دستک کے جواب میں دروازہ کھلا اور دوش پہ ردا ڈالے ابوطالبؑ باہر نکلے۔ اپنے ہم قوموں کو پریشان حال دیکھ کر بولے ــــ "خوش آمدید اے اہل مکہ! تم لوگوں کی آمد کا سبب کیا ہے؟"

سفید ریش بزرگ آگے بڑھا ــــ "اے ابوطالبؑ! یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ قحط نے ہماری وادیوں اور نخلستانوں کی بہار لوٹ لی ہے۔ زراعت کی شادابی رخصت ہو گئی ہے اور چولھے ٹھنڈے پڑے ہیں۔ آپ کریم ابن کریم ہیں۔ آپ کی دعائیں مستجاب ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اپنے والد کی طرح خدا کے رحم و کرم

کو پکاریں تاکہ ہماری نجات کا سامان ہو جائے اور مردہ تنوں میں زندگی کی رمق دوڑے۔"

"شکر ہے اس خداوند عالم کا جس نے ہمارے جد ابراہیمؑ کے طفیل ہمیں یہ عزت و سرفرازی عطا کی ہے۔" ابوطالبؑ کی متشکر نگاہ سوئے فلک گئی اور وہ لوگوں سے مخاطب ہوئے ——"ٹھہر جاؤ! —— میں ابھی آتا ہوں" —— وہ پلٹ کر گھر کے اندر داخل ہوئے اور چند لمحوں بعد واپس لوٹے تو ان کے ہمراہ خاندان کے دوسرے بچوں کے جھرمٹ میں روشن چہرہ محمدؐ بھی تھے۔ لوگوں نے چمکتی ہوئی فراخ پیشانی کی طرف نگاہ کی تو ان کے دل میں یقین کا نور اترنے لگا۔ اب ابوطالبؑ کی دعا رد نہیں ہوگی۔ اب قحط کے لیے اس بستی میں قیام کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ اب آسمان سے رحمت برسے گی اور سبزہ جی اٹھے گا۔

ابوطالبؑ، محمدؐ کے ہمراہ سب سے آگے چلے۔ تمام اہل مکہ ان کے ساتھ ساتھ تھے۔ صحن حرم میں ابوطالبؑ نے محمدؐ کو دیوار کعبہ کے ساتھ کھڑا کیا اور محبت سے بولے —— "بیٹے! خدا سے ابر باراں کے لیے دعا کرو —— ہم سب آمین کہیں گے۔"

محمدؐ کے لبِ مقدس سے جیسے جیسے حرف دعا مس ہوتے تپتے آسمان پر ابر گھرنے لگا۔ کڑی دھوپ بادلوں کی گھنی چھاؤں میں کہیں کھو گئی اور لوگ ابھی گھروں کو بھی نہیں پہنچے تھے کہ مکے کی گلیاں برستی بوندوں سے نہال ہو گئیں۔ ابوطالبؑ نے فخر و انبساط سے محمدؐ کو گلے لگا لیا۔ دوسرے روز ان کا فصیح و بلیغ قصیدہ بچے بچے کی زبان پر تھا۔

"میرا بیٹا، میرا بھتیجا محمدؐ حسب و نسب کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے۔ بادل اس کے نام پر پانی برساتے ہیں۔ یہ سید ابن سید اور یگانۂ روزگار ہے۔

Marfat.com

یہ امرِ عظیم کا حامل اور کریم الاصل ہے۔"

محمدؐ، ابوطالبؑ کی محبتوں میں پروان چڑھنے لگے۔ ابوطالبؑ کی زوجہ فاطمہ بنت اسدؑ نے ابوطالبؑ کی محبتوں میں ممتا کی آمیزش کر کے محبت کے ان رشتوں کی تلافی کرنے کی کوشش کی جو محمدؐ سے بچپن میں چھن گئے تھے۔ وہ بالکل ایک ماں کی طرح سے ان کا خیال رکھتیں اور اپنے بچوں پر انہیں ترجیح دیتیں۔ کھانے کا وقت ہوتا تو وہ سب سے پہلے محمدؐ کے سامنے کھانا رکھتیں اور ابوطالبؑ سے کہتیں: "خدا اسے نظر بد سے بچائے۔ میرا بچہ جس کھانے میں کھا لیتا ہے اس میں برکت ہوتی ہے۔ اس کے دم سے ہمارا صحن ہرا بھرا ہو گیا ہے اور کھجوروں کے درخت سارا سال پھل دینے لگے ہیں۔"

"کیوں نہ ہو!" ابوطالبؑ مسرور لہجے میں جواب دیتے ــــ "محمدؐ خاندان کی امانت اور بزرگوں کی دعا ہے۔ اس کے آثارِ سعادت کو ہر کس و ناکس پر ظاہر نہ کرنا۔ خدا اسے اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ہمیں بھی وہ وقت دکھائے جب اس کے سر پہ تاجِ سعادت ہوگا۔"

"خدا وہ روزِ مبارک ہمیں بھی دکھائے۔ ہم اسے اپنی آنکھوں سے پھلتے پھولتے دیکھیں۔" فاطمہؑ ہزاروں تمناؤں اور آرزوؤں سے مہکتے لہجے میں کہتیں اور دونوں میاں بیوی محمدؐ کی دلجوئی میں مصروف ہو جاتے۔

محمدؐ کے لڑکپن سے مکے کی گلیاں سجنے لگیں۔ ان کی خوش گفتاری سے فضائیں مہک اٹھیں۔ انہوں نے جو کہا وہ میزانِ صداقت پر بالکل پورا اترا۔ جو کیا وہ عدل کی کسوٹی پر کھرا نکلا۔ غیر خاندان بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ بنی ہاشم کی ساری عمدہ خصوصیات اور پیغمبرانہ خصائل عبداللہؑ کے یتیم بیٹے اور عبدالمطلبؑ کے پوتے میں جمع ہو گئے ہیں۔ یہ اپنی عمر کے تمام بچوں سے کتنا مختلف اور کتنا ممتاز ہے۔

بارہ سالہ محمدؐ اپنے ہم عمروں کے بہترین دوست اور انہیں ناپسندیدہ شرارتوں سے روکنے والے تھے۔ بزرگوں کی صحبت میں وہ سنجیدہ، متین اور سعادت مندی سے ان کی گفتگو سننے والے تھے۔

ابوطالبؑ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ وہ سال میں ایک مرتبہ قافلہ تجارت کے ہمراہ مختلف ممالک میں جایا کرتے تھے۔ محمدؐ اب سن شعور کو پہنچ چکے تھے۔ لیکن ابوطالبؑ نے سفر کی صعوبتوں کے خیال سے محمدؐ کو اپنے ہمراہ نہ لے جانے کا فیصلہ کیا۔ فاطمہ بنت اسدؑ نے سامانِ سفر تیار کیا اور فرداً فرداً سب سے رخصت ہوتے ہوئے ابوطالبؑ، محمدؐ کے قریب آئے تو دیکھا چاند سے چہرے پر دل شکستگی اور افسردگی کے آثار ہیں۔ ابوطالبؑ بے چین ہوگئے ــــ "جانِ عم! افسردگی سے رخصت کرکے مجھے دل شکستہ نہ کرو۔ تم سے جدا ہونا مجھے بھی شاق ہے۔ لیکن بیٹے! میں تمہیں سفر کی صعوبتوں کے حوالے بھی تو نہیں کرسکتا"

محمدؐ نے چند قدم آگے بڑھ کر اپنے بازو ابوطالبؑ کے گرد حمائل کردیے اور ان کی آواز رندھ گئی ــــ "عم بزرگوار! آپ سے جدائی کا یہ عرصہ محمدؐ پر بار ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ مجھے بھی ہمراہ لے چلیں؟"

ابوطالبؑ نے محبت سے محمدؐ کی روشن پیشانی چومنا چاہی تو یہ دیکھ کر بیقرار ہوگئے کہ حسین و سرمگیں آنکھوں میں آنسو ہیں "محمدؐ! ــــ میرے پارۂ جگر رنجور ہوکر اپنے چچا کے دل کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو۔ بھلا میں تمہاری خواہش کو کس طرح ٹھکرا سکتا ہوں ــــ جاؤ اپنی چچی سے کہو کہ تمہارا سامانِ سفر تیار کردیں۔ تم ہمارے ساتھ شام چل رہے ہو۔ قافلہ تمہاری خاطر چند گھڑیاں اور انتظار کرے گا۔"

محمدؐ کے حسین چہرے پر اطمینان و خوشی کی سرخی جھلکی اور وہ اپنی چچی فاطمہؑ کی کی طرف گئے تاکہ سامان سفر تیار کروائیں۔

Marfat.com

قافلہ چلا اور ابوطالبؑ کے ساتھ محمدؐ بھی شاداں و فرحاں روانہ ہوئے۔ ہوائیں گنگنانے لگیں اور موسموں کی مہربانیاں قافلے کے ہمراہ چلیں۔ جہاں جہاں سے محمدؐ گزرے سبزے، شادابی اور نخلستانوں نے ان کا استقبال کیا۔ جانوروں میں کبھی ایسی سبک رفتاری نہیں دیکھی گئی تھی جو اس وقت نظر آرہی تھی۔ وہ مست خرامی سے جھومتے ہوئے اس طرح چلتے تھے، جیسے انہیں اپنی گرانباری کا احساس نہیں۔

راہ میں جہاں کہیں پڑاؤ کیا، توقع سے بڑھ کر مہمانداری ہوئی۔ خرید و فروخت ہوئی تو سب منافع کا سودا ہوا۔ قافلے والے اس حیرت انگیز تبدیلی کو دیکھ کر حیران ہوتے تھے اور ابوطالبؑ مسرور ہو کر اشعار نظم کرتے تھے لیکن نظر بد کے خوف سے کوئی لفظ ہونٹوں تک نہیں لاتے تھے۔

سفر سہولت سے کٹتا گیا اور کارواں بصریٰ کے مقام پر اترا۔ جانوروں کو چارہ ڈال کر ایک جانب باندھ دیا گیا۔ کوئی سفر کی تھکاوٹ دور کرنے کو آرام کرنے لگا۔ کسی نے لباس تبدیل کیا تو کوئی کھانا پکانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ کچھ بستی کی سیر کو نکل گئے۔ جہاں قافلے نے قیام کیا اس کے سامنے ہی نصرانیوں اور یہودیوں کی مذہبی خانقاہیں تھیں۔

جب سے قافلہ یہاں اترا تھا، ایک بوڑھا راہب اپنی خانقاہ کی کھڑکی کھولے قافلے کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اچانک اس نے اپنے ایک خدمتگار کو بدحواسی میں پکارا۔ اس کے آنے میں دیر ہوئی تو وہ خود ہی اپنی لکڑی کی کھڑاویں کھٹکھٹاتا، بلندی پر سے اترا اور تیز قدم اٹھاتا، ابوطالبؑ کے پاس آ رکا —— "خدا اور خداوند یسوع مسیحؑ کی سلامتی ہو آپ پر" —— وہ اپنی بھاری آواز میں بولا۔

"بس اس مسافری کے عالم میں تمہاری طرف سے ان نیک جذبات کے اظہار پر

Marfat.com

تمہارا ممنون ہوں اور تمہارے لیے ایسے ہی جذبات رکھتا ہوں۔" ابوطالبؑ نے عربوں کی مخصوص فصاحت سے خوبصورت لفظ چنے۔

محمدؐ بھی ان کے قریب ہی کھڑے تھے اور اس نصرانی راہب کی نگاہ بار بار محمدؐ کے روشن چہرے کا طواف کر رہی تھی ——— "میرا نام بحیرا ہے" ——— وہ گویا ہوا ——— "میں کئی سال سے اسی خانقاہ میں علائق دنیا سے علٰحدہ ہو کر خدا کی پرستش میں مصروف ہوں۔"

"ہمیں آپ سے شرف ملاقات حاصل کر کے خوشی ہوئی۔" ابوطالبؑ کا لہجہ متواضع تھا۔

"میں اگر آپ سے ایک سوال کروں تو آپ کو ناگوار تو نہیں گزرے گا۔" بحیرا نے محتاط لہجے میں پوچھا۔

"بحیرا! ہم وہ لوگ ہیں جو زیادتی کرنے سے زیادہ درگزر کو پسند کرتے ہیں۔" ابوطالبؑ کے لہجے میں سچ تھا۔

"بے شک میں ایسے ہی آثار دیکھ رہا ہوں۔" وہ زیر لب بڑبڑایا ——— اور ابوطالبؑ سے بولا: "آپ کے ہمراہ جو یہ بچہ ہے، اس سے آپ کی کیا رشتہ داری ہے؟"

"ہاں! یہ میرا بھتیجا محمدؐ ابن عبداللہ ہے" ——— ابوطالبؑ نے مختصراً محمدؐ کا تعارف کرایا اور قریب کھڑے ہوئے محمدؐ کو کچھ اور قریب کر لیا۔

"کیا اس بچے کے والدین زندہ ہیں؟" اس نے بے چینی سے سوال کیا اور اس کی نگاہیں محمدؐ کے رخِ زیبا کی بار بار بلائیں لینے لگیں۔

"یہ اپنی پیدائش سے پہلے ہی والد کی شفقت سے محروم ہو گیا تھا۔ اس کی والدہ بھی چند سال ہوئے اللہ کو پیاری ہو گئی ہیں۔ اب میں اس کا سرپرست

Marfat.com

اور ولی ہوں اور اسے اپنی جان اور اپنی اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتا ہوں۔"
"آپ کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں؟" اس نے ایک اور بے چین سوال کیا۔

"ہم ذریتِ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ ہیں۔ مکہ ہمیں بنی ہاشم کے نام سے جانتا ہے اور ہمیں اس سے زیادہ تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کہ صحائف سلف میں ہمارا تذکرہ ہے اور قادر الکلام شعراء کے قصیدوں میں معنیٰ آفرینی ہمارے ہی دم سے ہے۔" ابوطالبؑ کی سخنوری نے حقیقت کو واشگاف کیا۔

بحیرا کا چہرہ فرطِ مسرت سے تابناک ہو گیا اور وہ بارہ سالہ محمدؐ کے سامنے دوزانو ہو کر بولا: "شہزادے! مجھے اپنا ہاتھ دیجیے کہ میں اسے بوسہ دینے کی سعادت حاصل کروں۔ میں نے ان سب نشانیوں کی تصدیق کر لی ہے جو آسمانی کتابوں اور صحائف میں آپ کے بارے میں درج ہیں۔"

محمدؐ بردباری سے مسکرائے اور ابوطالبؑ نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "بحیرا! کیا تم ان پیشین گوئیوں سے ہمیں آگاہ نہیں کرو گے؟"

"بسر و چشم!" بحیرا کے لہجے میں احترام سمٹ آیا ــــ "میں نے اسی لیے شہر سے باہر اپنی خانقاہ بنائی ہے تاکہ آنے والے قافلوں کا مشاہدہ کر سکوں۔ کیونکہ میں نے اپنی مقدس کتابوں میں دیکھا تھا کہ اس نورِ ازلی کے ظہور کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ جس کی نوید خداوند یسوع مسیحؑ نے دی تھی۔ آج وہ وقت آ گیا ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے اس نور کا دیدار کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ یہ خداوند یسوع مسیحؑ کی خاص عنایت ہے۔ شاید اسے میری ریاضت پسند آئی ہے۔" بحیرا نے محمدؐ کے دستِ مبارک کو بوسہ دینے کی سعادت حاصل کی اور احترام سے سر جھکائے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

ابوطالبؑ نے اشتیاق سے سوال کیا ——— "لیکن بحیرا! تم نے اسے کس طرح شناخت کیا ہے؟"

"میں مسیحؑ و مریمؑ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب سے اس قافلے نے یہاں پڑاؤ کیا ہے، سوکھی زمین سرسبز ہو گئی ہے اور خشک درخت ہرے بھرے نظر آتے ہیں۔ ایک بادل کا ٹکڑا اس پر سایہ فگن ہے۔ یہاں بنی اسرائیل کا ایک چشمہ ہے۔ جس کے بارے میں میں نے کتاب شمعون میں پڑھا ہے کہ وہ آخری نبی کی آمد پر از خود ہی جاری ہو جائے گا۔ آج میں دیکھتا ہوں کہ اس چشمے میں آب شیریں ابل رہا ہے۔ بس اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہی وہ خوش قسمت قافلہ ہے جس کے ساتھ وہ مبارک بچہ ہے جو آخری نبی ہو گا۔ میں انہی قدموں سے قافلے کی طرف دوڑ پڑا اور یہاں لوگوں کی اس بھیڑ میں اس چاند چہرے کو تلاش کرنا کوئی مشکل تو نہیں تھا کہ اس کا نہ کوئی مثل ہے نہ ہو گا۔"

ابوطالبؑ مسرت سے کھل اٹھے ——— "بحیرا! تم عالم ہو اور علم ہمیشہ مقدم اور قابل قدر ہوتا ہے۔ تم اس لیے بھی قابل تحسین ہو کہ تم نے اپنے علم کو جاننے اور پہچان کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس نے تمہارے قلب کو وسعت دی ہے۔ تم دل تنگ نہیں ہوئے۔"

بحیرا نے ادب سے سر جھکایا ——— "میں کیوں نہ اس شہزادے کے حضور سر جھکاؤں، جس کا نام آسمانوں میں احمدؐ اور زمین پر محمدؐ ہے۔ جس کی آمد کی بشارت خداوند یسوع مسیحؑ نے دی ہے۔ جو خدا کا نور اور تمام پیغمبروں کا سردار ہے۔ جس کے نام سے عبادت گاہیں فروزاں ہوں گی، جس کے زیر نگیں عرب و عجم کی ریاستیں ہوں گی اور جو خدا کی رحمت کا سایہ ہے۔ یہ مقدس مطہر اور پاک و پاکیزہ ہے۔ میں اس خدا کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے اس کی زیارت کا شرف عطا کیا ہے۔

Marfat.com

میں چاہتا ہوں کہ تمام اہل کارواں کی خدمت کروں اور آپ سب کے لیے کھانا مہیا کروں۔" حضرت ابوطالبؑ نے دعوت قبول فرمائی۔ اہل کارواں جب دعوت سے فارغ ہو چکے تو ابوطالبؑ نے متشکرانہ لہجے میں کہا: "تمہاری اس تواضع نے ہمیں ممنون کیا۔" بحیرا کی پرتکلف دعوت نے اہل کارواں کو غریب الوطنی میں شادکام کیا۔ رخصت ہونے لگے تو بحیرا نے بصد ادب کلام کیا: "اے ابوطالبؑ! آپ ذی حشم اور دانشمند ہیں۔ آپ فضیلتوں کا تحفظ کرنا جانتے ہیں۔ لیکن میں پھر بھی آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنے کی گستاخی کروں گا کہ آپ "محمدؐ" کی حفاظت میں غفلت نہ کریں۔ یہود و نصاریٰ، کفار و مشرکین سب ہی اس کے دشمن ہوں گے اور اسے نقصان پہنچانے کا کوئی لمحہ ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔"

ابوطالبؑ نے قبضۂ شمشیر پہ ہاتھ رکھا اور بہادروں کے تیوروں کے ساتھ بولے: "سنو بحیرا! جب تک ابوطالبؑ کا سر اس کے تن پر سجا ہے، کوئی ٹیڑھی نگاہ بھی میرے پارۂ جگر کو نہیں چھو سکتی۔ میں تمہارے نیک جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ خدا تمہیں اس کی جزا دے گا۔"

بحیرا کی قافلے میں آمد اور گفتگو جلد ہی سارے قافلے میں عام ہو گئی۔ لوگ بار بار آکر ابوطالبؑ سے استفسار کرتے اور جمال محمدؐ اور ان کی خیر و برکات ان کے استفسارات کا جواب آپ ہو جاتیں۔ ابوطالبؑ، محمدؐ کی نگرانی میں زیادہ سعی و شدت کا مظاہرہ کرنے لگے اور اس تمام سفر تجارت میں انہوں نے ایک لمحے کے لیے بھی انہیں اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔

شام سے واپسی کا سفر بھی کامیابی کا سفر تھا۔ ابوطالبؑ اتنا کچھ فراہم کر لائے تھے کہ خاندان بھر کی کفالت اور ایام حج میں حاجیوں کی مقدور بھر خدمت و تواضع

Marfat.com

ہو سکے ۔ ابوطالبؑ نے تمام بنی ہاشم کو سفر کے حالات سے آگاہ کیا اور سب کو تاکید کی کہ محمدؐ کی حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے پائے۔

ہر نیا دن جمالِ محمدیؐ میں اضافے کا موجب بنتا تھا۔ ہر نئی ساعت محمدؐ کے کردار کو ممتاز کرتی تھی۔ وہ اپنے سے چھوٹے بچوں کے ساتھ انتہائی شفقت کا برتاؤ کرتے اور انہیں بڑی محبت سے اخلاق و آداب کی تربیت دیتے۔ کوئی بیمار پڑتا تو اس کی عیادت کو جاتے اور ہر طرح سے اس کا خیال رکھتے۔ کوئی بے سہارا، نادار یا ضعیف نظر آتا تو اس کی ہر ممکن امداد کرنے کی کوشش کرتے۔

اہل مکہ محمدؐ کی یہ اٹھان اور یہ دلپذیر عادات دیکھ کر انہیں توصیفی نگاہوں کا مرکز بناتے اور مختلف مسائل میں ان سے مشورہ لیتے۔ بعض لوگ اپنی امانتیں محمدؐ کے پاس رکھوا کر ہی محفوظ خیال کرتے۔ کسی واقعے یا مسئلے میں جب بھی صداقت کی تلاش ہوتی تو لوگ عبداللہ کے یتیم اور ابوطالبؑ کے بھتیجے کو ڈھونڈتے نظر آتے۔ محمدؐ نے جیسے جیسے شباب کی حدود میں قدم رکھا، ان کی صفات ان کا نام بن گئیں۔ لوگ انہیں صادق اور امین کہنے لگے۔ برائیوں، جہالتوں اور افعال قبیحہ کی تاریکیوں میں محمدؐ کا شباب مثلِ آفتاب روشن ہو گیا۔ بڑے بوڑھے نوجوانوں کو محمدؐ کی مثال دیتے۔ والدین اپنے نوخیز بچوں کو محمدؐ کی صحبت میں بیٹھنے کی تلقین کرتے تاکہ ان کی سرشت میں بھی محمدؐ کے پاکیزہ خصائل اور عمدہ اطوار منعکس ہو جائیں۔ فرصت کے لمحوں میں محمدؐ تنہا شہر سے باہر نکل جاتے اور ایک صاف ستھری غار میں پہروں بیٹھے اپنے مالک حقیقی سے راز و نیاز کرتے۔

انہی دنوں جب محمدؐ بیس برس کے تھے تو عکاظ کے میلے کی دھوم مچی۔ ہمیشہ کی طرح لوگ دور دور سے اس میلے کی مسرتوں میں حصہ بٹانے آتے۔ مکے کی فضائیں خوشبوؤں اور رونقوں سے چھلکنے لگیں۔ انہی میں ایک شخص نعمان بن منذر بھی تھا،

Marfat.com

جو اونٹوں کی تجارت کے لیے میلے میں آیا تھا۔ اس نے ایک شخص عروہ کو جانوروں کے پانی پلانے پر ملازم رکھا اور کاروبار کرنے لگا۔ ایک روز میلے کی رونقیں اپنے عروج پر تھیں۔ خرید و فروخت ہو رہی تھی کہ ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور بدحواسی میں پکارنے لگا ــــ "اے اہل مکہ سنتے ہو کہ ایام حرام میں بنی قیس والوں نے خون بہایا ہے"ــــ

"کہاں ــــ؟ کس نے بہایا ــــ کس کا خون ــــ کیوں بہایا؟" چاروں طرف سے سوالوں کی بوچھار ہونے لگی۔

"نعمان ابن منذر کہاں ہے؟" اس نے پریشانی سے ادھر اُدھر دیکھا۔

"تم پہلے ہم سے تو بات کرو۔ نعمان کو بعد میں پوچھتے رہنا" کسی نے تجسس سے بے تاب ہو کر اسے پھٹکارا۔

"نعمان ہی کا غلام تو قتل ہوا ہے، عروہ! میں اسے اس کی خبر دینے آیا ہوں" وہ بھی تیز لہجے میں بولا۔

"قاتل کا کچھ پتہ چلا؟" ــــ کسی نے پوچھا۔

"ہاں! کچھ لوگوں نے دیکھا ہے کہ اسے براص بن قیس نے قتل کیا ہے" اس نے وثوق سے اطلاع دی۔

"اچھا تو یہ بنی قیس کی شرارت ہے" کوئی آواز آئی۔

"اچھا تو یہ بنی قیس اب اتنے دیدہ دلیر ہو گئے ہیں کہ ایام حرام کا تقدس بھی ان کے دل سے جاتا رہا ہے۔ بنی قیس سے اس کا قصاص لیا جائے گا" نعمان کے حلیفوں نے خبر دینے والے کو گھیر لیا ــــ "ہاں ــــ ہاں ــــ اس کا قصاص ہر قیمت پر لیا جائے گا" ــــ بنی کنانہ اور دوسرے قبائل بھی یک زبان ہو کر انکی طرفداری کرنے لگے۔

Marfat.com

بنی قیس نے قصاص دینے سے انکار کیا اور بات بڑھ گئی۔ زبانی جھڑپوں کے بعد ہتھیار نکل آئے۔ یہ ایک اصولی بات تھی۔ اس لیے بنی ہاشم نے بھی کنانہ کی حمایت کی اور ایک عام لڑائی کا آغاز ہو گیا۔

زبیر ابن عَبدُالمُطّلِبؓ نے بنی ہاشم کا علم اٹھایا اور اپنے بھائیوں اور بھتیجوں کے ہمراہ اس جنگ میں شریک ہوئے۔ نوجوان محمدؐ بھی ان کی صفوں میں شامل تھے۔ یہ لڑائی "حرب الفجار" کے نام سے مشہور ہوئی۔ کیونکہ فجار کے معنی حدود کی خلاف ورزی کے ہیں۔ اس کی وجہ ایام حرام میں قتل کا ارتکاب تھا۔

جنگ تو ختم ہو گئی لیکن اس کی تباہیاں باقی رہ گئیں۔ کئی گھرانوں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ کئی بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ ہر دردمند دل پر تباہ کاریوں کا بڑا اثر ہوا۔ امن پسند لوگ یہ سوچنے لگے کہ پرسکون زندگیوں کو طوفان کے حوالے کر دینے والی جنگ کو صلح و آشتی سے شکست دی جائے تو آنے والی نسلوں کے لیے امن و سکون محفوظ رہ سکتا ہے۔

ایسے ہی خیالات ہر امن پسند دل میں امنڈتے تھے لیکن انہیں زبان زبیر بن عَبدُالمُطّلِبؓ نے دی۔ انہوں نے معززین قریش کی محفل میں سب کے سامنے یہ تجویز رکھی۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اختلافات گفتگو سے طے کر لیے جائیں اور مکے کی پُرامن فضا جنگ و جدل سے مکدر نہ ہونے پائے ـــــ اس شہر کا احترام برقرار رہے"

"بیشک زبیر! تم نے درست کہا ہے۔ اس سے بڑھ کر معقول بات کوئی نہیں ہو سکتی لیکن اس پر عمل ہونا خاصا دشوار ہوگا" کسی نے اپنے اندیشوں کا اظہار کیا۔

Marfat.com

اس سلسلے میں میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ اگر سب اتفاق کریں تو"
زبیر بولے۔

"کیا ___ کیا؟" کسی نے اشتیاق سے سوال کیا۔

"ہم سب کو آپس میں ایک معاہدہ کرنا چاہیے۔ اس بات پر سب سے حلف لینا چاہیے کہ سب حرم محترم کی حرمت کا پاس کریں۔ مکے میں کسی ظالم کو ٹکنے نہیں دیں گے اور ہر مظلوم کی حمایت و اعانت کی جائے گی۔" زبیر نے وضاحت کی۔

"یقیناً ___ یقیناً! یہ تجویز تو سراسر خیر ہے۔ اس کے تسلیم کرنے پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اگر ہماری سعی سے امن جیسی نعمت عظمیٰ عام ہو جائے تو یہ سودا مہنگا نہیں" کسی نے بھرپور تائید کی۔

"اگر سب کو یہ منظور ہے تو ہم سب کو کسی ایک جگہ جمع ہو کر باقاعدہ حلف اٹھانا چاہیے تاکہ سب اخلاقی طور پر بھی اس کی پابندی کرنے پر مجبور ہوں۔" زبیر نے زور دے کر کہا۔

"اس کے لیے میرا مکان حاضر ہے۔" عبداللہ ابن جدعان نے پیشکش کی جس پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

بنی ہاشم جب زبیر ابن عبدالمطلبؑ کے ہمراہ عبداللہ ابن جدعان کے مکان پر پہنچے تو محمدؐ بھی ان کے ہمراہ تھے جو اس معاہدے کی تکمیل پر بڑی مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ خود بھی حلف لینے والوں میں شامل ہوئے۔ اس معاہدے میں فضیل بن حرث، فضیل ابن واعتہ اور فضل بھی شریک تھے۔ انکے ناموں میں "فضل" کے مشترک ہونے سے اس معاہدے کو "حلف الفضول" کا نام دیا گیا۔ محمدؐ نے اس معاہدے کی شرائط کا ہمیشہ پاس کیا۔ وہ اکثر کہتے کہ اس معاہدے کی رو سے جو بھی مجھے آواز دے گا، میں اسے لبیک کہوں گا۔

Marfat.com

خانہ کعبہ کی عمارت امتدادِ زمانہ سے بہت خستہ ہو چکی تھی۔ قریش نے اس کی از سرِ نو تعمیر کا ارادہ کیا اور تمام قبائل دل و جان سے اس میں شریک ہوئے۔ اس وقت بنی ہاشم نے عام اعلان کیا کہ کعبے کی بنیادوں میں وہی شخص داخل ہو جس کا ذریعہ معاش حلال ہو، جو ظالم نہ ہو، نہ سود خوار ہو اور نہ ہی اس پر مہر کی ادائیگی واجب ہو" ــــ اس کسوٹی پر بہترین لوگوں کو منتخب کیا گیا۔ جنہوں نے تعمیر کعبہ میں حصہ لیا۔

نوجوان محمدؐ بھی اپنے شانوں پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور تعمیر کعبہ میں مدد کرتے۔ یہاں تک کہ تعمیر کے تمام مراحل مکمل ہو گئے۔ صرف "حجر اسود" کا نصب کرنا باقی رہ گیا۔ اس شرف کے حصول کے لیے سب ہی بیتاب تھے۔ کوئی اپنی بہادری کے زعم میں خود کو اس کا حقدار ٹھہراتا تو کسی کو اپنے اعلیٰ حسب نسب کا دعویٰ آواز اٹھانے پر مجبور کرتا۔ کوئی وہیں پر زورِ بازو آزمانا چاہتا تو کوئی قبضۂ شمشیر پر ہاتھ ڈال کر للکارنے لگتا۔ کسی نے قسم کھانے کے لیے خون میں انگلیاں ڈبو لیں۔

بات بڑھ کر خون ریزی تک پہنچنے کی نوبت آئی تو ایک بزرگ ابن مغیرہ نے سب کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ "اے اہل مکہ! دیکھو، حرم محترم میں تلوار بازی اور خون ریزی کا خیال بھی دل میں نہ لانا۔ اگر تم میری اس تجویز پر اتفاق کرو کہ آنے والی صبح کو جو بھی صحن حرم میں سب سے پہلے نظر آئے گا، وہی اس فیصلے کا ثالث ہو گا تو میرا خیال ہے کہ کسی کو بھی شکایت نہیں ہو گی۔"

بپھرے ہوئے قبائل نے اس تجویز کو سنا۔ اس کی معقولیت پر غور کیا اور آہستہ آہستہ ان کے سر اقرار میں ہلنے لگے۔ سب نے کام وہیں سمیٹ دیا اور اپنے اپنے گھروں کی سمت روانہ ہو گئے۔

اگلے دن ابھی صبح صادق کی ملگجی روشنی سورج کی آمد کا اعلان ہی کر رہی تھی

کہ معززین قریش صحن حرم میں پہنچے۔ دیکھا کہ نو تعمیر شدہ کعبے کی دیوار کے قریب روشن چہرہ محمدؐ کھڑے ہیں۔ محمدؐ کے دلنواز چہرے پر نگاہ پڑتے ہی سب کے دل اطمینان سے بھر گئے۔ بڑے بوڑھوں نے کہا ـــــ "یہ اہل مکہ کی آبرو، سچا اور امانتدار نوجوان ہے۔ معلوم ہوتا ہے خدا نے خود اسے یہاں بھیجا ہے۔ اس کا نورانی چہرہ ہمارے لیے نیک شگون ہے۔"

دوسرے سردار قریب آئے ـــــ "محمدؐ ہم تمہیں صادق کے نام سے بھی جانتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ تم حق فیصلہ کرو گے۔ تم امین ہو اور ہمارا اعتماد تمہارے پاس امانت ہے" ـــــ کسی دوسرے نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"اگر تم چاہو تو خود بھی اس پتھر کو اس جگہ پر نصب کر سکتے ہو۔ کیونکہ تمہاری بلند کرداری اس کی اہل ہے" کسی نے مشورہ دیا۔

محمدؐ مسکرائے ـــــ "میں آپ کے اچھے جذبات کی قدر کرتا ہوں" ـــــ وہ ملائمت سے کہتے ہوئے آگے بڑھے اور سب کی نگاہیں ان پر مرکوز ہو گئیں۔ محمدؐ نے اپنے دوش سے ردا اتاری، اسے زمین پر بچھایا اور اپنے ہاتھوں سے حجر اسود اٹھا کر اس چادر پر رکھا۔ پھر مڑ کر تمام لوگوں کی طرف دیکھا اور بردباری سے مخاطب ہوتے: "تمام قبائل کے معزز سردار آگے بڑھ کر اس چادر کے گوشے تھام لیں اور اسے نصب کرنے کی جگہ پر لے چلیں۔ یہ ایک مقدس اور بابرکت فعل ہے۔ جسطرح تعمیر کعبہ میں سب نے شرکت کی سعادت حاصل کی ہے۔ اسی طرح حجر اسود کے نصب کرنے کے اعزاز میں بھی شریک ہونا سب کا حق ہے۔"

قبائل کے بوڑھے دانشمند نوجوان محمدؐ کے اس فیصلے پر انگشتِ بدنداں رہ گئے۔ اتنی عمر اور تجربے کے ہوتے ہوئے بھی ان کے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا تھا بڑے بوڑھوں نے محمدؐ کی پشت تھپک کر مرحبا مرحبا کہا۔ تمام سردار خوشی خوشی اس اعزاز

Marfat.com

کو حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھے جو محمدؐ نے بڑی فراخدلی سے ان کی جھولی میں ڈال دیا تھا۔ پتھر اپنی جگہ پر پہنچ گیا تو نوجوان محمدؐ نے پھر ایک بار سب کو مخاطب کیا:
"اب اگر میں اسے اپنے ہاتھوں سے نصب کر دوں تو کسی کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟"

"نہیں ــــ نہیں بیٹے! ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ تم تو ہو ہی اس اعزاز کے مستحق" ــــ سب نے یک زبان ہو کر کہا تو محمدؐ نے اپنے ہاتھوں سے حجر اسود نصب کر دیا۔

پتھر اپنی جگہ پر نصب ہو گیا اور ایک شدید تنازعہ خوش اسلوبی سے طے پا گیا۔ محمدؐ کے اس دانشمندانہ فیصلے کی شہرت سارے مکے میں خوشبو کی طرح پھیل گئی۔ ابوطالبؑ نے محمدؐ کی بلائیں لیں، اور شعر و سخن کی سوغات محمدؐ پر سے وار دی۔
"کیوں نہ ہو مکے بھر میں میرے بھتیجے کے فیصلے کی دھوم ــــ یہ تو عبدالمناف کے خاندان کا امتیاز اور فخر ہیں۔ جو لوگوں کے پردیس جانے پر ان کے پیچھے رہ جانے والے بچوں کی تربیت کر کے انہیں نیک و صالح بناتے ہیں"□

Marfat.com

باب ⑤

محمدؐ اب تجارتی قافلوں کے ہمراہ بغرضِ تجارت جانے لگے تھے۔ وہ لین دین میں ترازو کے تول کے کھرے تھے اور ان کی خوش معاملگی نے اکثر لوگوں کو ان کے ذریعے اپنے مال کی تجارت کی ترغیب دیدی تھی۔

کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کا مال ایک امین کے ہاتھوں میں جارہا ہے جو صداقت کا معیار ہے۔ جن کی طرف سے نہ کوئی کھٹکا ہے نہ اندیشہ ـــــ محمدؐ جس قافلے کے ہمراہ جاتے وہ شادکام لوٹتا۔ یہی نیک نامی اور شہرت مکے میں خوشبو کی طرح پھیل گئی۔

ایک روز ایک غلام محمدؐ کے پاس آیا اور اپنی آمد کا سبب بیان کرتے ہوئے بولا: "میرا نام میسرہ ہے۔ میں ملیکۃ العرب خدیجہؓ بنت خویلد کا فرستادہ ہوں۔ وہ اپنے کاروانِ تجارت کی نگرانی کے لیے آپ کی خدمات حاصل کرنا چاہتی ہیں۔"

"میں بخوشی ان کے کاروانِ تجارت کی نگرانی کروں گا۔ اس کے لیے انہیں

Marfat.com

جو شرائط طے کرنا ہوں، بہتر ہے وہ پہلے سے کرلیں۔" محمدؐ نے صاف گوئی سے کہا۔

"سارا مکہ آپ کو صادق اور امین کے لقب سے جانتا ہے۔ ہمیں آپ کی تمام شرائط منظور ہونگی۔ کیوں کہ آپ معاملے کے صاف اور کھرے ہیں۔" میسرہ نے پوری سچائی سے کہا۔

محمدؐ مسکرائے ——— "یہی انسان ہونے کا مقصد ہے میسرہ! سب ہی کو یہ شعار اپنانا چاہیے۔ تم اپنی مالکہ کے پاس ہمارا پیام لے جاؤ کہ ہمیں ان کی پیش کش قبول ہے۔" —

اس مرتبہ محمدؐ، خدیجہؓ کے کاروان تجارت کے ہمراہ روانہ ہوئے اور معاملات کو خوش اسلوبی سے طے کیا۔ ان کے ہمراہ خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی گیا۔ قافلہ بخیریت واپس آگیا اور معمول سے زیادہ منافع ہوا۔ میسرہ واپس پلٹ کر آیا اور خدیجہؓ سے سفر کے حالات بیان کرتا ہوا بولا: "محمد ابن عبداللہؐ کے بارے میں جو کچھ سن رکھا تھا انہیں اس سے بھی بڑھ کر پایا ہے۔ ان کے ہمراہ سفر کرنا ایک بڑا ہی خوشگوار تجربہ ہے۔ موسم موافقت کرتا ہے۔ مشکلیں راستہ دیتی ہیں اور راہوں میں نخلستان ملتے ہیں۔ لین دین میں ان کی دانشمندی اور دیانتداری خوش اسلوبی سے معاملات نپٹاتی ہے اور ان کی محبوب رفاقت دل موہ لیتی ہے۔"

"تم مبالغہ کرنے لگے ہو میسرہ!" خدیجہؓ نے پر وقار لہجے میں کہا۔

"نہیں مالکہ یہ مبالغہ نہیں۔ یہ بیان تو اس کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ جو کچھ میں نے دیکھا ہے، شاید میں اسے لفظوں میں بیان بھی نہیں کرسکتا۔" میسرہ عاجزی سے کہنے لگا۔

"تو پھر یہ طے ہے کہ آئندہ ہماری تجارت کی نگرانی محمد ابن عبداللہؐ کے سپرد ہی ہوگی۔ تم انہیں اس کی اطلاع دیدو۔" خدیجہؓ کے انداز میں تحکم تھا۔

Marfat.com

میسرہ کا چہرہ کھل اٹھا۔ "ملیکۃ العرب آپ کا فیصلہ دانشمندانہ ہے۔"

"ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو۔" خدیجہؓ نے تمکنت سے کہا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گئیں۔

وہ عرب کی مُتَموِّل ترین خاتون تھیں۔ والد کا انتقال بچپن میں ہو گیا تھا۔ جس کے بعد خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد نے تمام کاروبار سنبھال لیا تھا۔ لیکن جب خدیجہؓ سن شعور کو پہنچیں تو انہوں نے اپنی ذاتی قابلیت سے تمام انتظام تجارت خود اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اسے اس طرح خوش اسلوبی سے سنبھالا کہ جلد ہی ملیکۃ العرب کے نام سے معروف ہو گئیں۔ اُن کے تجارتی قافلے سارا سال حرکت میں رہتے تھے۔ وہ سفر کرتیں تو بے شمار کنیزیں ان کے جلو میں ہوتیں۔ قیام کرتیں تو ریشمی خیمے سونے کے ٹھوس کھونٹوں سے باندھے جاتے۔

دور جاہلیت کی قباحتوں کے دور میں بھی خدیجہؓ اپنی پاکیزہ فطرت اور عظمتِ کردار کے سبب طاہرہ اور عذرا کے لقب سے مشہور تھیں۔ یہ وہ لقب تھا جو حضرت مریمؑ مادرِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ہے۔ جس کے معنی "دوشیزہ ناسفتہ" کے ہیں۔ عرب میں یہ لقب پاکباز کنواری لڑکیوں کے لیے مخصوص تھا۔ خدیجہؓ اس وقت تک کنواری ہی تھیں۔ عرب و عجم کے بڑے بڑے عالی وقار لوگوں کی نگاہیں ان کی طرف لگی ہوئی تھیں لیکن ان کی بلندئ فطرت اور اعلیٰ معیار کسی کو اہمیت نہیں دیتا تھا اور ان کی عمر تقریباً اٹھائیس برس ہو چکی تھی۔"

اب بنی ہاشم کی آبرو محمد ابن عبداللہؐ، خدیجہؓ کے کاروبار تجارت کے نگران ہوئے تو ان کے مال میں اور بھی وسعت و کشائش ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی محمد ابن عبداللہؐ کی دلآویز شخصیت کا عکس جمیل خدیجہؓ کے آئینۂ قلب میں جھلکنے لگا۔ ہر بار جب قافلۂ تجارت واپس آتا تو ہمراہ جانے والے جمالِ محمدؐ کے کچھ اور دلنشیں عکس

لے کر واپس آتے اور ہر وقت انہی کا ذکر ہوتا رہتا۔ خدیجہؓ خاموشی سے ان کا تذکرہ ہائے شیریں کو سنتیں اور آئینہ قلب میں جھلکنے والا عکس اور واضح ہو جاتا۔

ایک دن خدیجہؓ کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل ملنے کے لیے آئے۔ اثنائے گفتگو انہوں نے پھر وہی تذکرہ چھیڑ دیا۔ جس پر وہ اکثر زور دیتے تھے۔

"خدیجہؓ! ہم لوگ تمہارے بارے میں اکثر متفکر رہتے ہیں۔ تمہارے والدین کے بعد اب تمہاری ذمہ داری ہم پر ہے۔ معززین قریش میں سے ناموروں نے تمہاری خواستگاری کی ہے لیکن تم نے کسی کو اہمیت نہیں دی۔ آخر تم کس کے انتظار میں ہو اور کس معیار کی خواہاں ہو، جو کوئی تمہاری نگاہ میں جچتا ہی نہیں۔ تم خود بھی جانتی ہو کہ تمہاری عمر ان حدود سے آگے نکل آئی ہے جس میں عموماً لڑکیوں کی شادی ہو جاتی ہے۔"

"آپ کا فرمانا بجا ورقہ بھائی!" — خدیجہؓ سنجیدگی سے گویا ہوئیں — "قریش کے ناموروں کے کردار آپ کی نظروں سے بھی پوشیدہ نہیں۔ ان میں سے کوئی بھی تو ایسا نہیں جسے زندگی میں شریک کیا جائے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ میں دولت کو اہمیت نہیں دیتی۔ مجھے کردار کی تلاش ہے جو کسی کے پاس نہیں تو پھر میں کس طرح کسی فیصلے پر پہنچوں۔"

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے خدیجہؓ!" ورقہ نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔ "لیکن میں ایک ایسا نام لے سکتا ہوں۔ جس کے جواب میں تمہارے پاس اقرار کے لفظ کے سوا کوئی اور لفظ نہیں رہے گا۔"

خدیجہؓ کے دلنواز چہرے پر گلابی رنگ اترا اور حیا بار نگاہوں کے خاموش تکلم نے وہ نام پوچھا۔

ورقہ مسکرائے — اس کی پیشانی سے نور چھلکتا ہے۔ اس کے جمال کا کوئی مثل

Marfat.com

نہیں۔اس کا شباب آئینہ ہے۔اس کا خلق دلوں کو جیت لیتا ہے اور اس کے کردار کی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔

خدیجہؓ کی آنکھوں کے اشتیاق نے کچھ پوچھنا چاہا لیکن وفورِ حجاب نے اُسے سوال نہیں بننے دیا۔انھوں نے ایک نگاہ ورقہ پر ڈالی اور خاموش رہیں۔ورقہ اس بیتاب خاموشی میں مچلنے والے سوالوں کی تسکین کو بولے ـــــ "وہ شریف ترین لوگوں کا امتیاز ہے۔سید القریش نے تو اسے محمدؐ کا نام دیا تھا لیکن اس کے کردار کی رفعتوں نے اس کا نام صادق اور امین بھی رکھا ہے۔خدیجہؓ! وہ تمہارے کاروبارِ تجارت کا نگران ہے۔کیا تم تک اس کے تذکرے نہیں پہنچے ؟"

خدیجہؓ کے خوبصورت چہرے پر طمانیت چمکی۔انھوں نے قلب کی دھڑکنوں میں اس نام کو بارہا سنا تھا۔یہ نام اکثر ان کی سوچوں کا محور تھا۔اس کے نام کی خوشبو سانسوں کو معطر کرتی رہی تھی۔خدیجہؓ کا سر اقرار میں جھکنے لگا اور وہ شرمگیں لہجے میں بولیں: "آپ نے مجھے لاجواب کر دیا ہے ورقہ بھائی"

"خدیجہؓ! تم نے میرے دل کو مطمئن کر دیا ہے" ـــــ ورقہ خوشی سے بولے: "میں نے صحائفِ سلف میں جتنی بھی پیش گوئیاں دیکھی ہیں، محمدؐ ان کی مجسم صورت ہیں۔ وعدہ کرو کہ ان سے تعلقِ خاطر کے بعد تم ہمیں بھول تو نہیں جاؤ گی ؟"

خدیجہؓ نے نفی میں سر کو جنبش دی اور ورقہ شاداں و فرحاں روانہ ہو گئے۔

انھوں نے اس تزویج کے لیے کوششیں تیز کر دیں۔محمدؐ اور ان کے سرپرست ابوطالبؓ کو کسی ذریعے سے کہلوایا کہ اگر وہ ملیکتہ العرب کے لیے خواستگاری کریں تو ان کا اکرام کیا جائیگا۔ابوطالبؓ کو بھی یہ تجویز معقول معلوم ہوئی اور انھوں نے محمدؐ کی رضامندی سے خدیجہؓ کے سرپرست اور چچا عمر بن اسد سے بات چیت کے جملہ مراحل طے کیے۔ جب یہ نسبت قرار پاچکی تو ورقہ بن نوفل حرم کعبہ میں پہنچے اور اکابرین قریش کی محفل

میں اس پیام کی منظوری کا اعلان کیا۔

"تمام اہل مکہ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ملیکۃ العرب عذرا و طاہرہ خدیجہ بنت خویلدؓ کی نسبت فخر بنی ہاشم صادق و امین محمد ابن عبداللہؐ سے ٹھہرا دی گئی ہے۔ نکاح کے لیے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ جملہ قریش کو دعوت دی جاتی ہے۔"

ہر طرف سے مبارک، سلامت اور مرحبا کی صدائیں بلند ہوئیں اور سب ہی نے اس نسبت پر خوشی کا اظہار کیا۔

دونوں جانب شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ابو طالبؑ دلہن کے لیے تحائف خریدنے لگے اور مہر میں بیس اونٹ، چار سو مثقال سونا اور پانچ سو درہم نقد کا انتظام بھی کیا۔ بنی ہاشم کے لیے یہ بےحد مسرت کا موقع تھا۔ وہ اس شادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ معززین قریش کے ہمراہ جب پچیس سالہ محمدؐ دولہا بن کر خدیجہؓ کے مکان پر پہنچے تو بنی ہاشم بلند آواز میں قصیدہ خوانی کر رہے تھے اور جمال محمدیؐ کی چھوٹ سے در و بام روشن تھے۔ بارات کا شایانِ شان استقبال ہوا۔ نوجوان محمدؐ کی طرف سے خطبۂ نکاح ابو طالبؑ نے پڑھا۔

"حمد و ثناء اللہ کے لیے مخصوص ہے جس نے ہم کو ذریتِ ابراہیمؑ و اولاد اسمٰعیلؑ میں قرار دے کر کعبہ کا محافظ اور اپنے حرم کا منتظم اور متولی بنایا۔ جہاں خلقِ خدا حج کے لیے آتی ہے۔

اے حاضرین! میرا بھتیجا محمد ابن عبداللہؐ وہ ہے جو اپنے فضل و شرف اور عالی ہمتی میں سب سے بڑھ کر ہے۔ میری قرابت محمدؐ کے ساتھ معلوم و معروف ہے۔ میں نے محمدؐ کا مہر اپنے مال سے ادا کیا ہے اور محمد ابن عبداللہؐ، خدیجہؓ بنت خویلد کو نکاح میں لیتے ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمدؐ کے لیے ایک عظیم الشان خوشخبری اور مفید ترین بشارت کا اظہار ہونے والا ہے۔"

Marfat.com

خدیجہؓ کے سرپرستوں میں سے ورقہ بن نوفل اٹھے اور سچے لفظوں میں گویا ہوئے:
"اے ابوطالبؓ! آپ نے جن فضائل و کمالات کا تذکرہ کیا ہے، وہ ایسے ہیں جن کا انکار کوئی قبیلہ نہیں کر سکتا۔ ہمیں خوشی ہے کہ آپ کے خاندان سے ہمارا تعلق پیدا ہو گیا ہے۔ قبیلۂ قریش آپ سب گواہ رہیں ہم نے خدیجہؓ بنت خویلد کو محمد ابن عبداللہؐ کی زوجیت میں دے دیا ہے۔"

ابوطالبؓ نے عمرو بن اسد کی طرف دیکھا۔ "عمرو! آپ بھی اس خطبے کو دوہرا دیں تو مناسب ہوگا۔"

"بسر و چشم یا سیدی ـــــ عمرو بخوشی اٹھے اور خطبۂ نکاح کو دوہرایا۔ سردارانِ قریش نے گواہیاں دیں اور یہ شادی پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ دلہن خدیجہؓ، ابوطالبؓ کے گھر میں اتریں۔ دوسرے روز ولیمہ ہوا۔ جس میں تمام اہل مکہ کو عمدہ کھانا کھلایا گیا۔ اس دعوتِ ولیمہ کا انتظام بھی ابوطالبؓ نے کیا۔

چند روز بعد محمدؐ نے علاحدہ مکان کا بندوبست کر لیا۔ محلوں میں رہنے والی دلہن بخوشی کچے گھر میں رہنے لگی۔ اس نے محبت و یگانگت سے گھر کے در و دیوار کو سنوارا۔ و اطاعت شعاری سے آراستگی کی، خلوص و خدمت سے جنت کو اپنے کچے آنگن میں اتار لیا۔ اس رشتے، اس تعلق نے محمدؐ کو اطمینان و سکون دیا۔ شادی کے چند دن بعد خدیجہؓ نے ورقہ بن نوفل کو بلوایا، ورقہ آئے اور خدیجہؓ کو خوش و مطمئن دیکھ کر بولے: "خدیجہؓ! تمہارا انتظار رنگ لایا ہے۔ تم نے اتنا عرصہ جس کی آرزو میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا وہ آخر تم تک پہنچ ہی گیا۔

خدیجہؓ مسکرائیں ـــــ "بھائی ورقہ! میں اس کے لیے خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ میرے شریکِ حیات کا کوئی مثل اس روئے زمیں پر نہیں۔ میں اس جنت میں خوش اور مطمئن ہوں۔ ورقہ بھائی میں آپ کی ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے میری منزل تک

Marfat.com

پہنچانے میں مدد کی ہے۔"

" خدیجہؓ! تم مکہ کی عورتوں میں سے خوش قسمت ترین ہو۔ آنے والی نسلیں بھی تمہارے شرف پر رشک کریں گی ــــ تم نے مجھے کس کام سے بلوایا تھا؟"

خدیجہؓ نے سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھا ــــ " میں اپنی جانب سے ایک اعلان حرم کعبہ میں کروانا چاہتی ہوں اور میرا خیال ہے کہ آپ میری طرف سے یہ کام بخوبی انجام دیں گے۔"

"یقیناً ــــ یقیناً! مجھے خوشی ہوگی" ــــ ورقہ بولے۔

" تو پھر آپ جائیں اور اہل مکہ کو گواہ بنا کر یہ اعلان کر دیں کہ میں نے اپنا سب مال، تمام غلام اور جو کچھ میرے تصرف میں ہے، وہ سب کا سب اپنے عظیم المرتبت شوہر کو ہبہ کر دیا ہے۔ میرا سب کچھ محمدؐ کا ہے۔ وہ جس طرح چاہیں اسے استعمال میں لائیں" ــــ خدیجہؓ کے لہجے میں محبت کی انتہائی منزلوں کی نشاندہی تھی۔

" خدیجہ! تمہارا یہ ایثار!" ورقہ نے متاثر ہو کر کہا: " یقیناً محمدؐ ایسے ہی ہیں کہ ان پر سب کچھ نچھاور کرنے کو جی چاہتا ہے۔ تمہارا یہ فیصلہ تمہارے جذبات کی گہرائی کا پتہ دیتا ہے۔"

" ان کی رفاقت کے سامنے کائنات کی ہر شے ہیچ ہے ورقہ بھائی! میں ہر شے سے بری الذمہ ہو کر انہیں پانا چاہتی ہوں۔ خدا کرے میرے قدم صحیح سمت میں اٹھیں اور میں ان کی توقعات پر پوری اتر سکوں" ــــ خدیجہؓ کے انداز میں چاہت کی شدت تھی۔

ورقہ ستائش کرتے ہوئے اٹھے اور آ کر حرم کعبہ میں اسی طرح اعلان کر دیا جس طرح خدیجہؓ نے کہا تھا۔ اہل مکہ نے محمدؐ کو رشک سے دیکھا اور زنان مکہ

Marfat.com

محبت کے اسرار سمجھنے کی سعی کرنے لگیں ۔ خدیجہؓ کا ایثار محمدؐ کے قلب پر نقش ہو گیا۔ آسائش میں بسر کرنے والی خدیجہؓ نے اپنا سب کچھ محمدؐ کو سونپ کر انھیں اس طرح اپنا لیا کہ وہ محمدؐ سے الگ معلوم نہیں ہوتی تھیں۔ سادگی سے سنورے ہوئے گھر میں محبت اور چاہت کے رنگ ہی رنگ تھے اور خدیجہؓ بالکل ویسی ہی تھیں جیسی محبت کی تمناؤں میں شریک حیات کے تصور کی عکس ریزی تھی

محمدؐ اور خدیجہؓ کا یہ چھوٹا سا گھر روئے زمین پر سب سے آسودہ گھر تھا۔ جہاں دنیاوی آسائش تو شائد اتنی نہیں تھی لیکن مہر و محبت کی فروانی سے در و دیوار پہ بہار کا سا سماں تھا۔ گھر کے اس سُکھ نے ملیکۃالعرب کو عالیشان محلوں کے بجائے کچی چار دیواری کا گرویدہ بنا دیا تھا جہاں محمدؐ کی بے مثال رفاقت خدیجہؓ کی بہترین تمناؤں کا حاصل تھی۔ انتظار کے گزرے ہوئے بے آب و گیاہ ماہ و سال کا حسین ثمر جس نے خدیجہؓ کو اپنی خوش بختی پر نازاں کر دیا تھا۔ زنانِ مکہ انھیں رشک کی نگاہوں سے دیکھتیں اور محمدؐ سے نسبت کی بدولت ان کی تعظیم و اکرام میں اضافہ ہونے لگا۔

جہاں بھی مکہ کی دو عورتیں اکٹھی ہوتیں یہی باتیں ہوتیں۔ خدیجہؓ اور محمدؐ کی شادی ضرور زیرِ بحث آتی۔ مال و دولت کو حاصلِ حیات سمجھنے والے ظاہردار لوگوں کو اس نسبت پر تعجب ہوتا۔ کوئی عورت حیران ہو کر کہتی ـــ "مجھے خدیجہؓ پر حیرت ہے کہ اس نے اپنی ساری دولت اور آسائش کتنے مطمئن دل کے ساتھ محمدؐ کے قدموں میں ڈال دی ہے۔ اس نے اپنی وہ پہلے والی شان و شوکت بالکل فراموش کر دی ہے۔ وہ محمدؐ کے گھر میں اتنی خوش نظر آتی ہے کہ اسے کبھی اتنا مسرور نہیں دیکھا گیا۔"

"وہ کیوں نہ مسرور ہو اہل مکہ میں بنی ہاشم ہی تو ممتاز ہیں اور محمدؐ ان بنی ہاشم کا فخر و امتیاز ہیں۔ ان کے نورانی چہرے پر نظر نہیں ٹھہرتی۔ ان کی سیر چشمی اور استغنا

کی جو قسمیں کھائی جاتی ہیں وہ حقیقت ہیں۔ تم نے دیکھا کہ محمدؐ نے خدیجہؓ کی دولت و آسائش کے بجائے صرف خدیجہؓ کو چاہا ہے۔ اسے اتنی خوشیاں دی ہیں کہ وہ دنیاوی آسائش سے بے نیاز ہو کر ان کی زندگی میں شریک ہو گئی ہے۔ کوئی دوسری رشک سے کہتی: ہاں خدیجہؓ کی دولت نے محمدؐ کے رہن سہن میں ذرہ برابر فرق پیدا نہیں کیا۔ بلکہ خدیجہؓ کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے۔ اب اس کی دولت اپنی ذات کے لیے نہیں۔ اب تو وہ ناداروں اور ضرورت مندوں کا حصہ ہے۔ کوئی تیسری کہتی: محمدؐ تو ہیں ہی کریم ابن کریم ـــــ ان کی جود و سخا تو پہلے بھی ناداروں کا سہارا تھی۔ اب خدیجہؓ بھی اس میں ان کی شریک ہو گئی ہے ـــــ کوئی اور کہتی اور وہ اپنے اپنے دلوں میں رشک و حسد کے جذبات لیے خدیجہؓ کی زندگی میں برپا ہونے والے انقلاب کے بارے میں قیاس آرائیاں کرتیں، سوچتیں ـــــ اپنے اپنے گھروں کی راہ لیتیں۔

محمدؐ اور خدیجہؓ کی رفاقتوں کا یہ سفر بڑا ہی دلآویز اور خوشگوار تھا۔ خدیجہؓ اپنے دل کے فیصلے پر مسرور اور مطمئن تھیں اور اپنے تمام جذبوں کے ساتھ محمدؐ کو راحت اور آسودگی پہنچانے میں منہمک تھیں ـــ محمدؐ کی بھرپور توجہ اور محبت نے خدیجہؓ کو رفیق زندگی کا بلند رتبہ دے رکھا تھا۔ ابھی ان کے چھوٹے سے آنگن میں کوئی ننھا منا پھول نہیں کھلا تھا۔

مصروفیتوں کا سال گزارنے کے بعد جب محمدؐ یہ سمجھتے کہ انہوں نے اپنے قرابت داروں کے حقوق پورے کر دیے ہیں اور ان کے ذمے کوئی فرض باقی نہیں رہا تو وہ قرب الی اللہ کی جستجو کرتے۔ وہ خدیجہؓ سے کہتے ـــــ "کچھ اسبابِ خورد و نوش کا انتظام کر دو۔ میں چند روز زندگی کے ہنگاموں سے دور گزارنا چاہتا ہوں۔ تم میرے لیے متفکر نہ ہونا۔"

"میرا دھیان تو بس آپ ہی میں لگا رہتا ہے کہ آپ آسائش میں تو ہیں۔ ہر طرح سے محفوظ و مامون ہیں۔ کچھ کھایا ہے یا نہیں؟" خدیجہؓ محبت آمیز فکرمندی سے کہتیں۔

"تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں مکہ سے تین میل کے فاصلے پر ہی تو ہوتا ہوں، غارِ حرا میں —— اپنے خالق، اپنے مالک کی پرستش میں مجھے راحت ملتی ہے۔ اس کے تصور میں وقت گزارنے سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی آسائش نہیں ہے۔ میں اپنے خدا کی امان میں ہوں خدیجہؓ۔ مجھ سے زیادہ محفوظ کوئی اور نہیں۔ تم اپنے دل سے وسواس دور کر دو۔" محمدؐ بردباری سے وضاحت کرتے۔

"جس میں آپ کو راحت ملے وہی میرے لیے بھی ذریعۂ راحت ہے۔ جہاں آپ کے لیے آسائش ہے وہ میرے دل کے لیے ڈھارس ہے۔ میں دعا کرتی ہوں کہ صحائف کی پیشین گوئیاں پوری ہوں اور آپ اپنے رب کے سب سے زیادہ محبوب ہوں۔" خدیجہؓ کے لہجے میں ان کے بہترین جذبے بولتے۔ وہ محمدؐ کے لیے اسبابِ خورد و نوش خوب احتیاط سے باندھ دیتیں اور محمدؐ آگہی اور قربِ الٰہی کے سفر پر روانہ ہو جاتے۔ وہ ہر سال غارِ حرا میں مہینہ بھر قیام کرتے اور اپنے دن رات رجوع الی اللہ سے نکھارتے۔ جب وہ اپنے اس روحانی سفر سے واپس آتے تو خدیجہؓ کے لیے بہار آجاتی۔ وہ چمکتی آنکھوں اور مسرور دل کے ساتھ محمدؐ کا استقبال دہلیز پہ کرتیں اور محمدؐ اپنے تجربات و مشاہدات سے خدیجہؓ کے قلب و روح کو گرماتے۔

رفاقتوں کے ان شاداب زمانوں میں خدیجہؓ کی گود میں پہلا پھول کھلا۔ محمدؐ نے مسرور ہو کر بیٹے کو گود میں لیا اور قاسم نام رکھا۔ اب محمدؐ ابوالقاسم کہلانے لگے۔ کوئی انھیں اس کنیت سے پکارتا تو خوشی محسوس کرتے لیکن اس خوشی نے زیادہ دنوں تک محمدؐ کے دامن میں قیام نہیں کیا۔ خدیجہؓ کی گود جلد ہی اجڑ گئی اور ان کا آنگن

Marfat.com

سونا ہو گیا۔

محمدؐ نے اس صدمے کو بڑے صبر و سکون کے ساتھ برداشت کیا اور غم زدہ خدیجہؓ کی ڈھارس بنے رہے۔ اپنے پروردگار کی رضا میں ہی محمدؐ کی رضا تھی۔ انہوں نے بڑے ضبط اور حوصلے سے اس مشکل وقت کو نبھایا اور اپنے خدا کی مشیت میں راضی رہے۔ اس کڑی آزمائش نے خدیجہؓ کو اداس اور محزون کر دیا۔

۳۰ عام الفیل کا زمانہ تھا اور رجب کی تیرہ تاریخ عباس اور ابان بن تغلب بدحواسی میں دوڑتے ہوئے آئے اور راستے میں جو کوئی بھی ملا انھوں نے اس کو یہ عجیب خبر گھبرائے ہوئے لہجے میں سنائی ــــ "ابو طالبؑ کی زوجہ فاطمہ بنت اسدؑ طواف میں مشغول تھیں کہ اچانک خانہ کعبہ کی دیوار پھٹ گئی، اس طرح کہ اس میں راستہ بن گیا۔ فاطمہؑ اندر داخل ہو گئیں تو وہ اپنی اصل حالت پر واپس آ گئی۔ فاطمہؑ حاملہ بھی ہیں، ہم نے سوچا کہ وہ کسی مصیبت میں نہ پھنس گئی ہوں اس لیے ہم دروازے کی طرف دوڑے کہ اسے کھول کر فاطمہؑ کی کچھ خبر لیں لیکن دروازہ ہزار کوشش کے باوجود نہیں کھلا ــــ سو ہم نے خیال کیا کہ یہ خدا کا کوئی امر عظیم ہے۔ ہمیں اس میں دخل نہیں دینا چاہیے۔

جس نے سنا وہ ورطۂ حیرت میں گم ہو گیا۔ جس کو معلوم ہوا وہ حیران رہ گیا۔ جس کو پتہ چلا اس پر ہیبت طاری ہو گئی۔ سماعت و گویائی میں سفر کرتی یہ خبر تمام مکے میں پھیل گئی۔ جس پر فضا میں ہیبت سی چھا گئی۔ حرم محترم میں یہ واقعہ اپنی نوعیت کا پہلا اور ایسا عجیب واقعہ تھا کہ لوگ قیاس آرائیاں کرنے سے بھی گھبراتے تھے۔ ہر زبان پر یہی فقرہ تھا کہ ضرور اس میں کوئی امر عظیم پوشیدہ ہے۔ بات محمدؐ تک بھی پہنچی تو انھوں نے کسی تردّد کا اظہار نہیں کیا اور لوگوں سے کہا کہ وہ انتظار کریں۔

تیسرے روز محمدؐ نے خود خانۂ کعبہ کا دروازہ کھولا تو وہ سہولت سے کھل گیا۔

فاطمہ بنت اسدؑ ایک خوش رو مولود کو ہاتھوں میں لیے ہوئے باہر آئیں ـــــ محمدؐ کا چہرہ مسرت سے گلنار ہو گیا ـــــ "پچی جان! آپ کو بیٹا مبارک ہو" محمدؐ کا لہجہ مسرور تھا۔

"جانِ مادر! تمہیں بھی مبارک ہو" فاطمہؑ نے کہا اور پھر قدرے فکرمندی سے بولیں ـــــ "بیٹے محمدؐ! میں ننھے کی طرف سے بہت فکرمند ہوں۔ یہ آنکھیں نہیں کھولتا۔"

"پچی جان!" محمدؐ مسکرائے ـــــ "وہ آنکھیں کیسے کھول دیتا اسے وہ چہرہ جو نظر نہیں آیا جس کا وہ متلاشی ہے، لائیے اسے مجھے دید یجیے" ـــــ محمدؐ نے ننھے کو آغوش میں لے لیا۔ بچے نے آنکھیں کھول دیں اور جمال محمدؐ میں محو ہو گیا۔

ابوطالبؑ نورِ نظر کو دیکھ کر پھولے نہیں سمائے۔ ہاتفِ غیبی کی صدا پر اس کا نام علیؑ رکھا۔ کچھ ہی عرصہ بعد محمدؐ نے ابوطالبؑ کی رضامندی سے ننھے علیؑ کو گود لے لیا۔ خدیجہؑ کے آنگن میں رونق ہو گئی اور محمدؐ بھی اپنا غم بھول گئے۔

انہی دنوں خدیجہؑ کی بہن ہالہ بیوہ ہو گئیں۔ غمگساری کے خیال سے خدیجہؑ محمدؐ کی رضامندی سے انہیں ان کی تین بیٹیوں زینب، رقیہ اور ام کلثوم سمیت اپنے یہاں لے آئیں۔ محمدؐ ان کی برابر دلجوئی کرتے اور بچیوں سے اتنی شفقت اور محبت کا برتاؤ کرتے کہ بچیوں کو مکہ میں "بنات محمدؐ" کے لقب سے پکارا جانے لگا۔

محمدؐ کے گلستان میں ایک اور پھول کھلا۔ جس کا نام محمدؐ نے اپنے والد کے نام پر عبداللہ رکھا لیکن اسے طیب و طاہر کے نام سے بھی پکارا گیا۔ مگر یہ خوشی بھی پائیدار نہیں تھی۔ خدیجہؑ کی گود اور محمدؐ کا دامن پھر ایک مرتبہ خالی ہو گئے۔ محمدؐ نے اس صدمے کو بھی وقار سے جھیل لیا اور خدیجہؑ کو بھی دل تنگ نہیں ہونے دیا۔ ننھے منے علیؑ نے ان تنہائیوں کی تلافی کر دی تھی۔ محمدؐ ان پر بہت توجہ دیتے۔ انہیں ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے۔ بستر پر اپنے ساتھ لٹاتے اور اپنے کھانے میں اپنے چباتے ہوئے

Marfat.com

نوالے انہیں کھلاتے۔ علیؑ بھی محمدؐ سے بہت مانوس ہو گئے اور محمدؐ کے ساتھ اس طرح رہنے لگے جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ ابو طالبؑ اپنے جگر گوشے سے محمدؐ کی اس غیر معمولی محبت کو خوشی کی نظر سے دیکھتے۔

مکہ کے چھوٹے بڑے محمدؐ کی خوش اطواری، بلند اخلاق اور عمدہ اوصاف کے خوگر سے ہو گئے تھے۔ مصیبت زدوں کو اطمینان تھا کہ ایک آواز دینے پر ہی محمدؐ قریب ہوں گے۔ کوئی بیمار ہوتا تو محمدؐ اتنی اپنائیت سے عیادت کرتے کہ اسے اپنا مرض پیارا ہو جاتا۔ کوئی مشکل درپیش ہوتی تو محمدؐ سب سے پہلے ہاتھ تھامنے کو آگے بڑھتے۔ ان کے مشورے مسائل حل کر دیتے۔ ان کا خلق جھگڑوں کو ٹال دیتا اور ان کا حلم رنجشوں کو رفع کر دیتا۔ امانتیں ان کے پاس محفوظ رہتیں اور صداقت کی تلاش میں لوگ ان کے در تک آتے۔ شباب محمدؐ آئینہ تھا۔ صاف، شفاف اور پاکیزہ چراغ تھا، روشن، تاباں اور رخشندہ، پھول تھا۔ شبنم سے دھلا، خوشبو سے مہکا ہوا مکہ اور مکہ کے باہر کے وہ تمام لوگ جو چند لمحوں کے لیے بھی محمدؐ سے ملے یا ان سے سامنا ہو گیا یا تجارت میں کوئی لین دین ہوا وہ سب کے سب محمدؐ کے گرویدہ ہوتے ۔ مکہ محمدؐ کے نام سے پہچانا جانے لگا اور محمدؐ اسی تابناکی اور علیحدہ شناخت کے ساتھ عمر کی منازل سے سرخرو گزرتے ہوئے چالیس برس کے ہو گئے ◻

Marfat.com

باب ⑥

محمدؐ عبادت وریاضت کی غرض سے غارِ حرا میں قیام پذیر تھے۔ خدیجہؓ کو بھی انکے معمولات کی خبر تھی کہ وہ پورا مہینہ وہیں گزارتے ہیں لیکن ایک دن خلاف معمول جلد ہی گھر لوٹ آئے۔ خدیجہؓ نے خوشگوار حیرت کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور چہرے پر نگاہ ڈالی تو ایک ایسا جمال نظر آیا جس کا مشاہدہ اس سے قبل نہیں ہوا تھا۔ محمدؐ تو پہلے ہی پورے چاند کی طرح روشن چہرہ تھے لیکن اس روز عالم ہی کچھ اور تھا۔ نگاہ بھر کر دیکھا بھی تو نہیں جا رہا تھا۔ خدیجہؓ نے جب بھی اس دلنشیں چہرے پر نظر ڈالی تھی۔ اپنی خوش بختی پر ناز ہی کیا تھا لیکن آج تو اپنے آپ پر ہی رشک آنے لگا تھا۔ ان کی حیرت سوال بن گئی۔

"میں آج آپ کے چہرے سے ایک عظیم نور کا مشاہدہ کر رہی ہوں۔ آپ حرا سے جلدی لوٹ آئے ہیں، کیا کوئی خاص بات ہے؟"

Marfat.com

محمدؐ کی مسکراہٹ بڑی بلیغ تھی ـــــ "خدیجہؓ! میں حرا سے تمہارے لیے اور کُل جہان کے لیے ایک عظیم خوشخبری لے کر آیا ہوں ـــــ یہ نور جو آج تم میرے چہرے پر دیکھ رہی ہو، اس سے کل سارا جہان منور ہو گا۔ مجھے چادر اوڑھا دو اور اطمینان سے میری بات سنو۔ تمہارے لیے وہ پیغام ہے جس کو بنی نوع انسان میں سب سے پہلے تم تک ہی پہنچا رہا ہوں۔"

"بسر و چشم!" ـــــ خدیجہؓ نے چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ محمدؐ کی طرف دیکھا۔ پھر آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائیں اور اپنے چھوٹے سے آنگن میں چاروں طرف ایک متحیّر نظر ڈال کر بولیں: "آج فضاؤں کا رنگ ہی کچھ اور ہے۔ جب سے آپ گھر میں داخل ہوئے ہیں، ہواؤں میں تحسین و مرحبا کی سرگوشیاں سنائی دیتی ہیں۔ آفتاب کے چکا چوند اجالے میں بھی وہ نور پہچانا جا رہا ہے جو آپ کی ہمراہی میں یہاں تک پہنچا ہے۔ مجھے اپنی خوش بختی پر کامل بھروسہ ہے۔ کیونکہ میں آپ سے وابستہ ہوں۔ میرا شرف میرا یقین ہے۔ جو مجھے آپ کی ذات پر ہے۔ میں اس پروردگار کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے آپ کے ذریعے سے میری حیات کو بالیدہ کر دیا ہے۔"

محمدؐ نے چادر اوڑھی، خدیجہؓ نے یقین آمیز اشتیاق سے ان کی طرف دیکھا۔ محمدؐ کے دلآویز لبوں پر حیات آفریں لفظ جاگے ـــــ "حمد ہے اس پروردگار عالم کے لیے جس نے اپنے وعدوں کو ایفا کیا ہے۔ جس نے اپنے صحائف کی پیش گوئیوں کی تکمیل آج کے دن کی ہے ـــــ شکر ہے اس پروردگار کا جس نے مجھے اپنے لافانی پیام کا امین بنایا ہے۔ جس نے مجھے روح الامین کے ذریعے سے شرفِ تخاطب بخشا ہے۔ آج حرا کی فضا میں وفورِ انوار کی حد نہیں تھی۔ آج سردار ملائکہ جبرئیلؑ ایک نسخۂ کیمیا لے کر مجھ تک آئے۔ آج کے دن میرے عہدِ رسالت کا آغاز ہوتا ہے۔"

"مبارک ہو، میری تہنیت قبول کیجیے۔ آپ کو یہ تاج سعادت مبارک ہو۔" ـــــ

خدیجہؓ عالمِ بے خودی و سرشاری میں بے ساختہ کہہ اٹھیں ـــــ "میں کس زبان سے اس پروردگارِ عالم کا شکر ادا کروں جس نے مجھے آپ کے دامن سے وابستہ کر دیا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری روح کی پیاس بھی اس الوہی پیغام سے بجھا دیں"۔ـــــ

"کیوں نہیں خدیجہؓ! یہ اس ذاتِ والا صفات کا پیغام ہے جو اس خطۂ ارض کے ہر ذی روح کے لیے ہے۔ یہ صرف آج میں محدود نہیں۔ یہ آنے والے زمانوں، صدیوں اور اس وقت تک کے لیے ہے، جب تک کہ یہ وقت ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اس معبودِ برحق نے اپنے ذمے لی ہے"۔ محمدؐ نے اعلانِ رسالت کا آغاز کیا۔

"آپ نے میری بیتابیوں کو سوا کر دیا ہے۔ میں ان لفظوں کو اپنی سماعت میں اتار لینا چاہتی ہوں جو اس خدائے بزرگ و برتر کا کلام ہے۔ جس نے ہمارے جد ابراہیمؑ کی دعا کو آپ کی صورت میں مجسم کیا ہے"۔ محمدؐ سنبھل کر بیٹھے اور پرعظمت لہجے میں گویا ہوئے ـــــ "خدیجہؓ! خوشا نصیب تمہارے کہ تم وہ پہلی ہستی ہو جو اس پیغام سے شرف یاب ہو گی۔ آج جبرائیل امینؑ کے ذریعے وحی الٰہی کا آغاز ہو گیا ہے۔ یہ خدائے عزوجل کا وہ کلام ہے جس کی نظیر لانے میں فصحاء و بلغاء کی عقلیں عاجز ہوں گی۔ جس کی تاثیر سیاہ قلوب میں نور کے نقطے جگائے گی۔ جس میں روئے ارض کے تمام علوم سمو دیے گئے ہیں۔ وہ علم و آگہی کی دعوت اور علم کا منشور ہے۔ جبرائیلؑ نے وحی الٰہی کے یہ کلمات مجھ تک پہنچائے ہیں:

"پڑھیے! اس خدا کے نام سے جس نے کائنات کو پیدا کیا۔ پڑھیے کہ آپ کا خدا کریم ہے۔ وہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں، جو اسے معلوم نہ تھیں"۔ (العلق ۱ - ۵)

Marfat.com

میں نے اس سے قبل ایسا کلام کسی فصیح و بلیغ کی زبان سے نہیں سنا اس کی عظمت و جلالت اسکے کلام کے الٰہی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ میرا قلب اس کے سرور کو محسوس کر رہا ہے۔ اس کی چاشنی میری روح میں گھلی جاتی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے اور آپ اس کے چنے ہوتے پیامبر ہیں۔ اسی لیے تو آپ نے صداقت کے سوا کوئی ذائقہ نہیں چکھا اور آپ کی امانتداری کی شہادت مکے کا ذرّہ ذرّہ دیتا ہے۔" خدیجہؓ کے لہجے میں قلب کی گہرائیاں اور روح کی سچائی تھی۔

محمدؐ متبسم ہوتے ——" اس پیام لم یزل نے ابلیس کو مایوس کر دیا ہے کہ اب لوگ اس کے بجائے ایک رب کی پرستش کریں گے۔ جب وحی الٰہی کا نور پھیلا تو میں نے اس کی چیخ کی صدا سنی —— خدیجہؓ! اپنے دل میں اترے ہوئے ایمان کو اقرار میں ڈھالو اور اپنی زبان پر اس شہادت کو جاری کرو جو کلمہ طیبہ ہے۔"

"میری رہنمائی کیجئے کہ میں اس شرف و سربلندی کو حاصل کرلوں۔ مجھے کلمہ طیبہ سے روشناس کیجیے کہ میں اپنے دل کی گواہی کو ان میں سمو دوں۔" خدیجہؓ کے لفظوں میں امنگ اور بیتابی تھی۔

"خدیجہؓ! میرے ساتھ ان کلمات کو دہراؤ — کوئی معبود نہیں مگر ایک اللہ اور محمدؐ اس کے رسولؐ ہیں۔" محمدؐ نے رہنمائی کی۔

خدیجہؓ نے وفور یقین و ایمان سے بھیگی پلکوں کے ساتھ ان کلمات کو دوہرایا۔

محمدؐ مسرور لہجے میں گویا ہوئے: " خدیجہؓ! تمہیں یہ شرف مبارک ہو کہ تم امت مسلمہ میں داخل ہونے والی پہلی فرد ہو۔"

"آپ کے ساتھ وابستگی میں شرف ہی شرف ہے، عز و سعادت ہے۔" خدیجہؓ نے تعظیم میں سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"علیؓ کہاں ہیں؟ انہیں میرے پاس لے کر آؤ تاکہ اس سعادت میں

Marfat.com

ان کا حصہ ان کو مل جاتے"۔ محمدؐ نے خدیجہؓ سے کہا اور وہ انہیں بلانے کے لیے اٹھ گئیں۔

علیؑ کی عمر اس وقت تقریباً نو دس برس تھی۔ زید بن حارثہؓ جنہیں محمدؐ نے غلامی سے آزاد کر دیا تھا لیکن انہوں نے محمدؐ کے دامنِ کریمی سے علیحدگی قبول نہیں کی تھی، انہیں بھی نورِ رسالت پہچاننے میں دیر نہیں لگی اور ان کے ہونٹوں نے ان مقدس کلمات کو مس کیا جو ایمان کو تازگی اور روح کو بالیدگی عطا کرتے تھے۔

ابو طالبؑ نے سنا تو سجدۂ شکر بجالائے اور محمدؐ کو سینے سے لگاتے ہوئے بولے — "میری روح کی تمنا — میرے قلب کی آرزو — میرے بیٹے! تمہارے جدِ بزرگوار، میرے والدِ محترم نے تمام کتبِ سماوی اور صحائفِ الٰہیہ کا مطالعہ کیا تھا۔ انہیں تیرے اس شرف کا یقین تھا۔ وہ اس کی آرزو کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیں ایمان لانے کی وصیت کی ہے تو حکمِ الٰہی کے بموجب اپنا کام کر، میں تیرے ساتھ ہوں اور ہر حالت میں تیرا ہی ساتھ دوں گا۔"

محمدؐ نے از سرِ نو ملک و معاشرہ پر نظر کی اور اپنے ہم قوموں کی ذہنی پستی پر رنجور ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ عرب کے ہر گھر میں لکڑی یا پتھر سے تراشا ہوا ایک خدا موجود تھا اور لوگ اسے اپنا معبود مان کر اس کی بارگاہ میں تضرع و زاری کرتے تھے۔ سفر کے موقع پر سب سے آخر میں اسے الوداع کہا جاتا تھا اور آمد پر سب سے پہلے اس کی زیارت ہوتی تھی۔ اس سے سب کچھ چاہا جاتا تھا۔ جس کو خود اپنے ہاتھوں سے تراشا تھا اور جس کے پاس نہ حس تھی نہ اختیار — جس سے نہ اچھائی کی توقع ہو سکتی تھی، نہ بگاڑ کا اندیشہ — لیکن فکری انحطاط اور عقلی کمزوری نے ناممکن کو ممکن بنا کر مجسم عقیدتوں کا مظہر بنا رکھا تھا۔

کثافتیں، گمراہیاں اور پستیاں یوں معاشرے میں پھیلی ہوئی تھیں کہ خوب و زشت کے تصورات بدل گئے تھے۔ محمدؐ نے اپنے پیغام کی حقانیت پر غور کیا۔ پھر معاشرے کی پستی پر نگاہ کی اور وحی الہٰی میں پوشیدہ حکمتوں کو ذہن میں رکھا سب کچھ اسی کی رضا پر منحصر تھا۔ ابھی عام اعلان کا حکم نہیں ہوا تھا۔ نہ فضا سازگار تھی، نہ ہاتھ اتنے مضبوط تھے کہ مخالفتوں کا رخ موڑ سکیں۔

اسی لیے محمدؐ نے دوستوں اور قریبی ملنے والوں تک یہ پیغام جانفزا پہنچایا۔ محمدؐ کے لب اعجاز تھے اور حکمت و صداقت سے چمکتے ہوئے لفظ، دلوں کے مقفل در کھلے، روح کے دریچے وا ہوئے اور یہ لازوال پیغام نسیم صبح کے جھونکوں کی طرح ایمان و یقین کو تر و تازہ کر گیا۔ کچھ ہی عرصہ کی کوششوں سے ابوبکرؓ، عمارؓ، یاسر اور ان کا خاندان، صہیب رومیؓ، عثمان بن مظعونؓ وغیرہ محمدؐ پر ایمان لے آئے۔ رشتہ داروں میں سے بھی کچھ نے لبیک کہا۔

لیکن ابھی یہ سرگرمیاں رازداری کے دائرے میں محدود تھیں۔ محمدؐ، خدیجہؓ اور علیؑ باقاعدگی سے عبادات الہٰیہ بجالانے لگے تھے۔ اکثر کسی پہاڑی کی اوٹ، کسی گھاٹی پر یا کسی غار کے دھانے پر محمدؐ، علیؑ کے ہمراہ نماز پڑھتے۔ ابوطالبؑ اتفاقاً وہاں سے گزرتے تو رک کر مسرور نظروں سے ان کی طرف دیکھتے اور ان کے ہمراہ ان کے بیٹوں عقیلؓ و جعفرؓ میں سے کوئی ہوتا تو اسے بھی محمدؐ کے ہمراہ کھڑا کرتے ہوئے مسکرا کر کہتے: "بیٹے! تم بھی اپنے بھائی کا قوت بازو بنو اور میں تم سب کی حفاظتی دیوار ہوں۔"

قبیلہ بنی غفار کی گزراوقات چوری اور ڈاکے پر منحصر تھی۔ اکثر ریگستانوں میں سے گزرنے والے غیر مسلح قافلے ان کا نشانہ بنتے اور لوٹ کا مال آپس میں تقسیم کر لیا جاتا۔ اس ذریعہ معاش پر کبھی کسی نے انگلی نہیں اٹھائی تھی۔ اس فعل قبیح

کو برا کہنے کا خیال کسی شعور میں نہیں جاگا تھا۔

لیکن بنی غفار کے ہی ایک نوجوان جندب کو خود بخود اس ذریعۂ معاش سے نفرت ہو گئی۔ وہ جیسے ہی سنِ شعور کو پہنچا، اس نے اپنی گزراوقات گلہ بانی میں تلاش کی اور جہاں تک ممکن ہوا اس نے دوسروں کو بھی اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کی۔ وہ اپنے دل میں ایک عجیب سی بے چینی محسوس کرتا تھا۔ کوئی جستجو اسے بیقرار رکھتی تھی۔ اس کی طلب کی تسکین نہیں ہوتی تھی۔

ایک صبح وہ نیند سے بیدار ہوا تو اس کی آنکھوں میں کسی ان دیکھی بشارت کی چمک تھی۔ اس کی سوچوں کو ایک محور مل گیا اور اس کے اندر کی طلب میں فراوانی کے آثار پیدا ہوئے۔ اس نے سامانِ سفر باندھا اور پاپیادہ اس ان دیکھی منزل کی جانب کشاں کشاں روانہ ہو گیا۔ اس کے دل کی آواز اس کی راہبری کر رہی تھی۔ اس کا جذبۂ شوق اس کا ہمراہی تھا۔ وہ حدودِ مکہ میں داخل ہوا تو اس کے بالوں میں ریت کے ذرے چمک رہے تھے اور اس کے پاؤں سفر کی گرد میں اٹے ہوئے تھے۔

مسافروں کے لیے ابوطالبؑ کا گھر تلاش کر لینا مشکل نہیں تھا۔ مکے کے درو دیوار جانتے تھے کہ غریب مسافر کہاں آزوقۂ سفر پا سکتے ہیں۔ کہاں انہیں ٹھنڈک اور آرام میسر آسکتا ہے۔ جندب کو بھی کسی نے ابوطالبؑ کا پتہ دیا۔ دستک کے جواب میں خود ابوطالبؑ باہر نکلے۔

جندب نے چہرے پر سیادت و بزرگی کے آثار دیکھے تو اس کا رواں رواں طمانیت و سرخوشی میں ڈوب گیا۔ اس کے دل کی امید یقین میں بدل گئی۔ اس نے صحیح دروازے پر دستک دی تھی۔ یہاں اس کی منزل کا سراغ مل سکتا تھا۔

Marfat.com

ابوطالبؓ نے مسافر کے کھانے اور آرام کا بندوبست کیا اور اس کی دلدہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ جندب کو اطمینان ہوگیا تو اس نے مدعا بیان کیا۔

ابوطالبؑ مسکرائے اور بردباری سے بولے ــــ "تم جس بشارت کا تذکرہ کررہے ہو، وہ میرے بھتیجے محمد ابن عبداللہ کے دامن سے طلوع ہوئی ہے۔ جو مجھے اپنی جان اور اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر عزیز ہے۔ تمہیں اپنی خوش بختی پر ناز کرنا چاہیے کہ تم نجات کے دروازے پر آن پہنچے ہو۔ لیکن وعدہ کرو کہ تم اس کا تذکرہ ابھی عام نہیں کرو گے کہ یہاں دشمن زیادہ ہیں اور دوست کم"ــــ

"بسروچشم!" جندب نے سر جھکایا ــــ "آپ مجھے اس درِنجات تک تو لے جائیے۔ میری آنکھیں اس نور کو دیکھنے کے لیے بیقرار ہیں۔ جس سے سورج، چاند ستاروں نے ضیا پائی۔ رہا اس راز کے افشا کا معاملہ تو اس باب میں آپ مجھے قوتِ گویائی سے محروم سمجھیں۔"

ابوطالبؑ نے جعفرؓ سے کہا کہ وہ جندب کو محمدؐ کے پاس لے جائیں۔ جندب اپنی آنکھوں میں بشارتوں کی روشنی لیے اس دروازے پر پہنچا۔ جہاں ملائیکہ بھی دست بستہ کھڑے ہوتے تھے۔ سعادتوں نے اس کا چوکھٹ پر استقبال کیا اور جب وہ پلٹ کر کھلے آسمان تلے آیا تو کائنات کا ذرہ ذرہ اسے تحسین و مرحبا کہہ رہا تھا۔

جندب ابوذر غفاری بن کر نکلا تھا۔ محمدؐ سے وابستگی نے اسے ایک نیا اعزاز بخش دیا تھا۔ وہ اس دہلیز سے جدا نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن محمدؐ نے اسے ہدایت کی کہ وہ اپنے قبیلے کی طرف لوٹ جائے اور طلب کیے جانے پر حاضر ہو □

Marfat.com

باب ۷

لمحہ لمحہ وقت آگے بڑھا اور یہ خاموشی اور رازداری تین برسوں پر محیط ہو گئی۔ محمدؐ کے رابطے بارگاہِ احدیت میں استوار ہوتے چلے گئے۔ بندگی کے سلیقے محبوبیت کے درجے بڑھاتے رہے۔ عبدیت کے قرینوں نے رابطوں کو اور نکھارا۔ پھر ایک روز رازداری کا پردہ چاک کر دینے کا حکم آیا۔ فرستادۂ خدا ایک پیام تازہ لے کر درِ محمدؐ پر آیا، اجازت طلب کی، اذن ملا تو کلام الٰہی کی امانت محمدؐ کے سپرد کی — آج اندازِ تخاطب بہت دلنشیں تھا۔ آج تو محمدؐ کو ایک نئے نام سے پکارا گیا تھا۔

"اے مدثرؐ! (چادر اوڑھنے والے) اٹھیے اور لوگوں کو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرائیے اور اپنے رب کی کبریائی بیان کیجیے۔"

محمدؐ ایک نئے دور کے آغاز کے لیے ایک تازہ عزم کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ محبوب کے لفظوں کی تکمیل ہی محمدؐ کا مقصود و منتہٰی تھا۔ جسے ادائیگی کے سلیقے سے سنوارنے کو وہ پُر اعتماد قدموں سے کوہِ صفا کی جانب بڑھتے چلے گئے۔

مکے کے عام دستور کے مطابق یہی وہ جگہ تھی جہاں سے ضروری اعلانات واطلاعات دوسروں تک پہنچائی جاتی تھیں۔

"یا معشر القریش!" کوہ صفا کی بلندیوں سے محمدؐ کی یہ صدا ہوا کے دوش پہ چلی۔ یقین و اعتماد کی پختگی کے لیے وہ دور و نزدیک اس طرح پھیلی کہ حرف حرف واضح تھا۔ جس کی سماعت میں اتری اس کے قدم کوہ صفا کی جانب بڑھتے چلے گئے۔ جس نے سنی وہ کھنچتا چلا آیا اور تھوڑی ہی دیر میں ایک بڑے ہجوم کی منتظر آنکھیں محمدؐ کے چہرے پر لگی تھیں اور ذہنوں میں بار بار یہ تصور اٹھتا تھا کہ آج محمدؐ کے جمال کے تیور ہی کچھ اور ہیں۔ خورشید خاور کی موجودگی میں بھی، دن کے اجالے میں بھی اس چہرے کا نور چہار جانب پھیلتا محسوس ہوتا تھا۔

چہروں کی بڑی تعداد کو جمع دیکھ کر محمدؐ نے اس پہلی گفتگو کا آغاز کیا جس نے ذہنوں کو سوچنے اور غور و فکر کرنے پر مجبور کر دیا۔

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر تم پر حملہ آور ہونے کے ارادے سے بڑھا چلا آ رہا ہے تو کیا تم یقین کرو گے؟"

ایک لمحہ سوچے بغیر اقرار میں سر ہلنے لگے۔ کچھ لوگ اس بڑے ہجوم کی زبان بن گئے — "ہاں ... ہاں کیوں نہیں، ہم اس پہ آنکھ بند کر کے یقین کر لیں گے۔ کیونکہ کہنے والا محمد ابن عبداللہؐ ہے — جس کی زبان کے سچ نے اسے صداقت کا معیار بنا دیا ہے۔"

"تو پھر میری صادق زبان سے وقت کی سب سے بڑی سچائی سنو، خدا ایک ہے اور اس نے مجھے مبعوث بر رسالت کیا ہے۔ اگر تم ایمان نہ لائے تو ایک شدید عذاب کا مزہ چکھو گے۔"

Marfat.com

مجمعے پر ایک لمحے کو سکوت چھا گیا۔ جس کی صداقت کا چند لمحے پیشتر اپنی ہی زبان سے اقرار کیا ہے۔ ان ہی قدموں پر اسے جھٹلانے کی کیا صورت ہو؟ ان کی اتنی بڑی تعداد کے مقابل سربلند کھڑے ہوئے تنہا پُر اعتماد محمدؐ پر انکار کی یلغار کس طرح کی جائے؟

مکے کے بہترین خانوادے کے شرف و امتیاز سے کم مایہ لوگ جسارت کا ارتکاب کس طور کریں؟

اس تامل اور تذبذب کو ابولہب نے اپنی دریدہ دہنی سے دور کر دیا کہ وہ محمدؐ کے قرابت داروں میں سے تھا۔ اس کا مخالفت میں ایک ناسزا کلمہ کہہ دینا تمام اہل مکہ کی مخالفت سے زیادہ کارگر تھا۔ اس نے اپنے رشتے اور بزرگی کا رعب جمایا اور مجمعے کو تتر بتر کر دیا۔

پہلی ناکامی و نارسائی نے قلبِ محمدؐ کو محزون کیا۔ اس سے بڑھ کر اپنے ہی چچا کی مخالفت نے راہ کی مشکلات کو واضح کر دیا۔ محمدؐ رنجیدہ ہوئے۔ ذہنِ انسانی کی پستی پر جو پتھر کے ٹکڑوں کے مقابلے میں ایک صادق کے قول کو کم مایہ سمجھ رہا تھا۔ محمدؐ کو دکھ ہوا۔ اپنے ہم قوموں کی جہالت پر جو شعور کی منزلوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اولوالعزم انبیاء کی مشکلات ان کی نگاہ میں تھیں اور یہ تو ابھی آغاز تھا۔ معبودِ حقیقی سے دل ہی دل میں راز و نیاز کرتے، اپنے عزم اور حوصلوں کو جگاتے محمدؐ گھر آتے تو خدیجہؓ دلدہی کے لیے چشم براہ تھیں۔

چند روز گزرے اور پھر بارگاہِ ایزدی سے رہنمائی ہوئی: "اپنے قرابتداروں کو خدا سے ڈرائیے۔"

محمدؐ ایک نیا عزم لے کر اٹھے۔ تیرہ سالہ علیؓ سے کہا کہ وہ دعوت کا اہتمام کریں جس میں تمام بنی ہاشم کو مدعو کیا جائے گا۔ علیؓ نے "دعوت ذوالعشیرہ" کے

Marfat.com

لیے بھنے ہوئے گوشت، روٹی اور دودھ کا انتظام کیا اور معززین بنی ہاشم کو اطلاع دیدی۔

وقت مقررہ پر مکے کے اشراف بیت الشرف میں جمع ہونے لگے۔ آپس میں چہ میگوئیاں کرتے ہوئے کہ اس دعوت کا سبب کیا ہے۔ ابولہب اور اس کے ہمنواؤں کو کوہِ صفا پر محمدؐ کا برملا اعلان ابھی بھولا نہیں تھا۔ ان کے سیاہ قلوب میں یہی اندیشے سر اٹھا رہے تھے کہ ابھی محمدؐ اپنے اسی پیغام کو دوہرائیں گے تو وہ ان سچے لفظوں کے گرد جھوٹے اور بدنما لفظوں کا حصار کس طرح کھینچیں گے۔

علیؑ بڑی سرگرمی سے مہمان نوازی میں مصروف تھے اور ہر ایک کی عزت و تکریم حسب مراتب کر رہے تھے۔ کھانا ختم ہوا۔ دستر خوان بڑھا دیا گیا اور محمدؐ سروقد کھڑے ہوئے کہ اظہار مدعا کریں۔

ابولہب کی کوتاہ بینی زبان درازی میں بدلی ــــ "بھتیجے! اگر تم وہی کچھ کہنے کا قصد رکھتے ہو، جو تم نے کوہِ صفا سے کہا تھا تو اپنی زبان روک لو۔ ہم اس گفتگو کو پھر نہیں سنیں گے۔"

محفل میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔ خوش خلق اور مؤدب محمدؐ اس سوچ میں تھے کہ اس کی زبان درازی کو خلق و محبت کی کس ادا سے پلٹ دیں کہ ابوطالبؑ کی آواز گونجی، لہجہ بے حد درشت تھا ــــ "ابو عتبہ! اپنی زبان کو لگام دیکر اپنی جہالت پر پردہ ڈالو۔ اس بارے میں قیاس آرائیاں کرنے سے گریز کرو۔ جو ابھی تمہارے علم میں نہیں" ــــ پھر پلٹ کر محمدؐ سے مخاطب ہوئے: "میرے بیٹے، میرے پارۂ جگر، میرے سید و سردار! تمہاری منزل بلند اور تمہارا نسب بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ تم جو کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو۔ تم صادق بھی ہو اور صدیق

بھی۔ خدا کی قسم اگر کسی زبان سے ایک ناسزا کلمہ بھی نکلا تو پھر بات چمکتی ہوئی تلواروں کی زبان سے ہو گی۔"

محفل پر ایک مرتبہ پھر گہرا سناٹا چھا گیا۔ ابوطالبؑ کے درشت لہجے اور قطعی انداز نے تند و تیز زبانوں اور حسد آمیز نگاہوں پر بند باندھ دیا۔ ان کی بزرگی اور دبدبے نے چالیس افراد کے مجمع کو خاموش کر دیا۔ محمدؐ اپنی نشست سے اٹھے اور فصیح لہجے میں خطاب کرنا شروع کیا۔

"اے فرزندانِ عبدالمطلبؑ!

میں نہیں سمجھتا کہ عرب میں کوئی شخص اپنی قوم کے لیے مجھ سے بہتر کوئی چیز لے کر آیا ہو۔

میں تمہارے واسطے دنیا و آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں۔"

غور و فکر میں ڈوبے ہوئے لوگوں نے اثبات میں جواب دیا تو محمدؐ نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جوڑا۔

"یاد رکھو! کسی کا خیرخواہ اس سے جھوٹ نہیں بولا کرتا اور خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں سب سے پہلے اپنے عزیزوں اور قرابت داروں کو اس کے دین کی دعوت دوں اور عذابِ آخرت سے ڈراؤں۔ تم سب میں سے کون ہے جو اس کارِ خیر میں میرا ساتھ دے گا، میرا مددگار بنے گا، میرے نزدیک اس کی وہی منزلت ہو گی جو ہارونؑ کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی، تو اب تم میں سے کون خیر کی جانب سبقت کرتا ہے؟"

دفعتاً سناٹا بہت گہرا ہو گیا۔ آنکھوں کی پتلیوں میں حرکت ہوئی۔ تیز و تند متحیر، استعجاب آمیز اور برہم نگاہوں کے تبادلے ہوئے لیکن ہونٹ چپ رہے شکن آلود پیشانیاں سوچتی رہیں۔ مگر ایک نوخیز پُرعزم آواز

نے سب کو چونکا دیا۔

"گو مجھے آشوبِ چشم ہے۔ گو میری ٹانگیں دبلی ہیں اور میں سب سے کم عمر ہوں، تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا یا رسول اللہؐ ہر اس شرط پر جو آپ فرمائیں گے۔ آپ جو حکم دیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا۔ میں آپ کے دشمنوں کی آنکھیں نکال لوں گا اور پیٹ پھاڑ دوں گا۔"

عمر رسیدہ بزرگوں نے پلٹ کر دیکھا۔ ان کا میزبان تیرہ سالہ نوخیز علیؑ سینہ تانے کھڑا تھا۔ شجاعت کے تیکھے تیور اس کے لفظوں میں بول رہے تھے۔

"تھوڑا توقف کرو علیؑ!" محمدؐ نے ملائمت سے کہا۔ "شاید تم سے عمر میں بڑے لوگوں میں سے کوئی میری اس دعوت کو قبول کرلے۔"

علیؑ خاموش ہو گئے اور محمدؐ کی نگاہوں نے اپنے سوال کے جواب کی جستجو میں سارے چہروں کی طرف دیکھا۔ لیکن ہر چہرے پر تامل بر ہمی انکار اور ہچکچاہٹ لکھی ہوئی تھی۔ صرف ابو طالبؑ کے لبوں پر حوصلہ افزا طمانیت آمیز مسکراہٹ تھی۔ علیؑ نے خاموشی کے طویل وقفے کو پھر اپنے پختہ عہد سے پارہ پارہ کیا اور اپنے لفظوں کو عزم و ارادے سے دہرایا۔

محمدؐ نے پھر انہیں انتظار کرنے کو کہا اور اپنی دعوت کو تیسری مرتبہ دہرایا۔ اس بار بھی جواب علیؑ کی جانب سے ہی آیا۔ محمدؐ نے علیؑ کو قریب بلایا اور گلے سے لگا لیا۔ علیؑ سے بیعت لی اور مجمعے سے مخاطب ہو کر بولے:

"یہ میرا بھائی علیؑ میرا مددگار ہے۔ تم سب اس کی بات ماننا اور اس کی اطاعت کرنا۔"

مجمعے میں بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا۔ جس میں نمایاں آواز ابولہب کی

Marfat.com

تھی۔ اپنی ہنسی ضبط کرکے وہ ابوطالبؑ سے تمسخر آمیز لہجے میں بولا: "لو سن لو عمران، بہت خوب! تم نے سنی بھتیجے کی بات۔ تم اس کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر بولتے ہو۔ اب اسی کے کہنے پر اپنے ہی بیٹے کی اطاعت کرو، اسے سلام کرو، اس کی بات مانو، کل کے بچے کی!"

اس کی آواز اہل محفل کے قہقہوں میں گم ہوگئی۔ لیکن فوراً ہی یہ قہقہے بھی ڈوب گئے۔ ابوطالبؑ کے گرجتے ہوئے لفظ ابولہب کی طرف بڑھے: "او کانے! اپنی زبان کو بند رکھ۔ تجھے بھلا اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ جہالت نے تو تیری عقل و شعور کو دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے۔"

"ہم اس ننگ و عار کو یہیں پر روک دیں گے۔ محمدؐ آج کے بعد اس بات کو دہرانے نہیں پائے گا۔" ابولہب کے مکروہ چہرے کے نقوش بگڑے۔

"کیا کہا۔" ابوطالبؑ برافروختہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور شیر نر کی طرح دھاڑے۔ "تمہاری تو ٹیڑھی نگاہ بھی محمدؐ کو نہیں چھو سکتی۔ بنو امیہ والوں نے لڑکی دے کر تمہارے عقل و شعور کو خرید لیا ہے۔ تم ان سے رشتہ گانٹھ کر انہی جیسے ہو گئے ہو۔ تمہاری حیثیت ہی کیا ہے کہ تم صحائف کی پیشگوئی کو جھٹلاؤ اور والدِ بزرگوار کی وصیت سے روگردانی کرو۔ خدا کی قسم! تمام عرب محمدؐ کا اتباع اس طرح کریں گے جس طرح پالتو جانور اپنے پرورش کرنے والے کا کرتے ہیں، اور میں اس کی ڈھال بنوں گا۔ اسے بچاؤں گا۔ اس کا ساتھ دوں گا اور ہر حال میں اس کی حفاظت کروں گا۔ یہ تو بچپنے سے ہی صادق اور امین ہے۔ خدا کی قسم نہ میں اسے چھوڑ سکتا ہوں اور نہ میری اولاد میں سے کوئی شریف اس کا ساتھ چھوڑے گا۔"

ابوطالبؑ کی جرأت، خاندان میں ان کی منزلت اور شجاعانہ تیوروں نے

Marfat.com

ابولہب اور اس کے ہمنواؤں کو خاموش کر دیا اور تلواریں میان سے باہر نہیں آئیں۔ شرپسندوں نے طنز و تمسخر کو ہتھیار بنایا۔ ہنستے مذاق اڑاتے ابوطالبؑ کو طعنے دیتے ہوئے سب کے سب رخصت ہو گئے۔

ابوطالبؑ نے تشفی آمیز لفظوں سے محمدؐ کی ڈھارس بندھائی: "میرے بیٹے! تم میرے حقیقی بھائی کی یادگار ہو، جو خود بھی بڑا باعظمت تھا۔ قصیٰ کے خاندان کی آبرو تم سے ہی قائم ہے۔ میں تمہیں بچاؤں گا، تمہاری حفاظت کروں گا اور ہر حال میں تمہارا ہی ساتھ دوں گا۔ اب چاند ایسے چہرے سے اداسی کے بادلوں کو ہٹا دو۔ تم میرے دل کی ٹھنڈک ہو۔ میں تمہیں رنجور دیکھ ہی نہیں سکتا۔"

پھر علیؑ سے مخاطب ہوئے: "بیٹے! اپنے بھائی کی متابعت کرو۔ یہ ہر دکھ اور سختی میں اطمینان و سکون کا باعث اور خیر ہی خیر ہے۔"

"بابا جان! میں آپ ہی کا تو بیٹا ہوں اور اپنے عظیم المرتبت بھائی کے پیچھے اس طرح چلتا ہوں جس طرح اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے۔" علیؑ نے لڑکپن کے جوش سے لبریز ہو کر کہا۔ ابوطالبؑ کے چہرے پر سکون و اطمینان کے آثار نظر آئے۔ ہمت افزائی کے لیے انہوں نے علیؑ کی پشت تھپتھپائی اور رخصت ہو گئے۔

محمدؐ جو اہل مکہ میں محبوب چلے آتے تھے۔ اب معتوب ہو گئے۔ نفرتیں اور کدورتیں چاروں طرف سے یلغار کرنے لگیں۔ طعنے ملتے، زبان درازیاں ہوتیں، ہنسی اڑتی اور مذاق بنایا جاتا۔ سردارانِ قریش میں سے بد باطن نفرتوں کا اظہار کرتے۔ کچھ نیک سرشت محبت سے محمدؐ کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کرتے لیکن کسی ایک میں بھی یہ جرأت نہیں تھی کہ محمدؐ کے کردار پر حرف گیری کرے۔ کسی برائی کو ان کی طرف منسوب کر دے یا محمدؐ کی صداقت میں کوئی شبہ کر سکے۔ بے پناہ

مخالفت کے باوجود امانتیں اب بھی محمدؐ کے پاس ہی رکھوائی جاتیں۔

لعن طعن کے باوجود محمدؐ کی صداقت بے عیب تھی۔ اسی لیے جب انھیں جھٹلانے کا کوئی جواز نہ ملتا تو اکثر لوگ انہیں دیوانہ یا مجنون کہنے لگے تاکہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہنے کو کوئی بہانہ ہاتھ آسکے اور مکے کے بچوں کو ان کے پیچھے لگا دیتے کہ انہیں تنگ کریں۔ ہر طرف انہیں دیوانہ مشہور کر دیں اور ان کے شور و غل میں محمدؐ کے زندہ لفظ دب کر رہ جائیں۔

اگر علیؑ محمدؐ کے ساتھ ہوتے تو شریر بچوں کی خبر لیتے اور انہیں ان کے گھروں تک پہنچا کر آتے۔ لیکن جب بھی علیؑ اِدھر اُدھر ہوتے بچے اپنے کھیل میں مشغول ہو جاتے کہ محمدؐ کے پیچھے دیوانہ دیوانہ کہتے ہوئے بھاگتے چلے جائیں۔

محمدؐ کے لفظ روح پر اثر کرتے تھے۔ قلب کو تسخیر کر لیتے تھے۔ اگر کوئی محمدؐ سے براہِ راست بات کر لیتا تو ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے جاتا۔ اسی لیے اہل مکہ انہیں ساحر کہنے لگے تاکہ اس پیغام کی وقعت کو گھٹایا جا سکے، جو محمدؐ پر خدا کی جانب سے نازل ہوا تھا۔

لیکن محمدؐ کے لیے یہ مشکلات، یہ رکاوٹیں اور یہ طعنے کوئی وقعت نہیں رکھتے تھے۔ عبد و معبود میں دلآویز رابطہ بحال تھا۔ محبوب حقیقی سے ہمکلامی کا شرف بذریعہ وحی حاصل ہوتا تھا۔ اعتماد و یقین کے سوتے قلب محمدؐ میں جاری تھے۔ اور وہ کارِ رسالت میں ہر آن آگے بڑھتے جا رہے تھے۔

وہ عرب کے بہترین خاندان کے افضل ترین فرد تھے جن کی فصیح البیانی اور قادر الکلامی کا شہرہ چہار جانب تھا۔ جب محمدؐ وحی کے ترجمان اپنے لب کھولتے تھے تو سماعت میں رس گھول دیتے تھے۔ شیریں لب و لہجہ پکار کر متوجہ کر لیتا تھا۔ جو آواز سن لیتا تھا، اس کے اٹھتے قدم رک جاتے تھے فصاحت اور

بلاغت پر ناز کرنے والے عرب حیرت سے پکار اٹھتے کہ ایسا کلام کبھی سننے میں نہیں آیا۔ ایسا لہجہ تو بنی ہاشم کے یہاں بھی نہیں ہے جو مانے ہوئے قادر الکلام ہیں۔ پھر زنگ آلود لفنس چلاتے — ضرور محمدؐ کے پاس کوئی سحر ہے کہ یہ مسحور کر لیتا ہے کوئی جادو ہے جو مطیع کر لیتا ہے، اس کی بات سننے سے اجتناب برتو۔

لیکن محمدؐ اس اجتناب کو اپنے خلق سے التفات میں بدلنے کی محبت آمیز کوشش جاری رکھتے۔ نفرت کو الفت کی دلآویز اداؤں سے جیتنے کی سعی کرتے۔ طعنوں کو خندہ پیشانی سے جھیل لیتے اور اپنی نبوت کی دلیل مانگنے والوں سے سر اٹھا کر کہتے: "میں نے تم میں ایک طویل عرصہ گزارا ہے۔ یہی میری نبوت کی بین دلیل ہے۔ بولو، کیا میری زبان کبھی جھوٹ سے آلودہ ہوئی؟"

بدترین مخالفوں کے سر بھی نفی میں جنبش کرنے لگتے۔

"کیا کبھی کسی نے کوئی کج روی دیکھی؟" محمدؐ سوال کرتے۔

طعنہ دینے والی زبانیں انکار کے سوا کچھ نہ کہتیں۔

"تو پھر دنیا کی عظیم ترین صداقت پر ایمان لاؤ کہ خدا ایک ہے جس نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ لکڑی اور پتھر کے ٹکڑے تمہیں کیا دے سکتے ہیں۔ جو گونگے، بہرے اور بے حس ہیں۔ افسوس کہ تم ان سے نفع و ضرر کی امید لگاتے ہو جو خود تم نے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہیں۔ بتوں سے کنارہ کرو اور خدا کی طرف رجوع ہو جاؤ۔ اپنے اخلاق درست رکھو اور بدکرداری سے اپنا دامن پاک کرو۔"

حج کا موسم آتا تو دور دراز سے مختلف قبیلے حج کی غرض سے آتے اور مکے میں پڑاؤ کرتے۔ محمدؐ ایک ایک قبیلے کی جائے قیام پر پہنچتے اور ان تک اپنا پیغام پہنچاتے، بعض کو قریش پہلے سے ہی بدظن کر دیتے، بعض کی ہٹ دھرمی حوصلہ افزائی

Marfat.com

نہ کرتی، کچھ پذیرائی سے ہی منکر ہو جاتے لیکن ان میں کچھ ایسے بھی ہوتے جو خود دوڑ کر محمدؐ تک پہنچتے۔ ان کا پتہ پوچھتے پوچھتے گھر تک آتے، صحائف کی نشانیوں کی تصدیق کرتے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے۔

مکے میں کچھ ایسے قلوب جو پہلے ہی اصنام پرستی سے متنفر تھے اور دین ابراہیمی کو مشعل راہ بنائے ہوئے تھے، وہ آستانۂ محمدؐ پر جھک گئے اور کچھ ایسے غریب اور غلام جو معاشرتی اونچ نیچ میں پس چکے تھے محمدؐ کے پیغام میں اپنے لیے برابری کی سطح محسوس کرکے اسے لبیک کہنے کو آگے بڑھے۔ یثرب کے قبائل اوس و خزرج کے بعض وفود بھی اس پیغام کو لے کر یثرب کی جانب چل پڑے تو قریش چونک گئے۔ غم و غصے نے انگڑائی لی اور کوتاہ بین لوگ سمجھے کہ محمدؐ کا دعویٰ رسالت کہیں بنی ہاشم کے اعزاز و سرداری کو مستحکم نہ کردے۔ ابوجہل جیسے بدفطرت پکار پکار کر کہنے لگے۔

"ہم اور بنی ہاشم برابر کے حریف رہے۔ انہوں نے مہمان داریاں کیں تو ہم نے بھی کیں۔ انہوں نے خون بہا دیے تو ہم نے بھی دیے۔ انہوں نے فیاضیاں کیں تو ہم نے ان کے کاندھے سے کاندھا ملا دیا۔ اب بنو ہاشم نے پیغمبری کا دعویٰ کر دیا ہے۔ خدا کی قسم ہم اس پر کبھی ایمان نہیں لا سکتے۔"

ابوطالبؑ کا رعب و جلالت انہیں محمدؐ کی جانب بڑھنے سے روکتا تھا۔ لیکن غریب، غلام اور نادار اس کا نشانہ بن جاتے جس کے بارے میں ذرا سی بھی خبر ہو جاتی کہ وہ جادۂ نجات پر رواں دواں ہے، اس پر مشکلات کے در کھل جاتے۔ بدترین اذیتیں انہیں گھیر لیتیں۔ کہیں حبابؓ تپتے ہوئے انگاروں پر لٹائے جاتے، کہیں بلالؓ کو گرم ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری سل رکھ دی جاتی تو کہیں عمار یاسرؓ کو مارتے مارتے بیہوش کر دیا جاتا۔ لیکن اس کے باوجود جو ایک بار دامن محمدؐ سے وابستہ ہو گیا اس نے جسم و جان میں فراق

Marfat.com

قبول کرلیا۔لیکن دامن محمدؐ سے جدا ہونا گوارا نہیں کیا اور یہی بات قریش کے سیاہ دلوں کی کھٹک بن گئی۔ شائد محمدؐ نے ان پر جادو کردیا ہے۔ جو بدترین اذیتیں بھی انہیں محمدؐ سے لاتعلق کرنے میں ناکافی ثابت ہوتی ہیں۔ اگر محمدؐ اسی طرح ایک ایک دل کو فتح کرتے رہے تو آنے والے زمانے میں ہمارا ساتھ دینے والے کتنے رہ جائیں گے۔ آباؤ اجداد کے دین کی بقاء کی کیا ضمانت ہوگی۔ لات و عزیٰ کا نام لینے والے کتنے رہ جائیں گے۔

اسی سوال نے قریش کو آتش زیرپا کردیا۔ آپس میں صلاح مشورے ہوئے اور معززین قریش کا ایک وفد ابوطالبؑ کے پاس پہنچا۔لیکن ابوطالبؑ نے دانشمندی سے معاملہ سنبھال لیا اور انہیں سمجھا بجھا کر واپس بھیج دیا۔

مگر محمدؐ کی سرگرمیوں میں فرق نہیں آیا۔ وہ اپنے فرض کی بجا آوری میں اسی طرح مصروف رہے اور قریش کے بے حس لوگوں کو خیر کی طرف بلاتے رہے۔

"دیکھو انسانیت کی توہین نہ کرو۔ بے جان پتھر کے ٹکڑوں کے سامنے سرجھکا کر بشریت کو مغلوب نہ کرو۔ ایک خدا کو مانو جو مشرق و مغرب کا خدا ہے۔ جس کی بارگاہ میں سجدہ گزاری سے شعور کی وقعت بڑھ جاتی ہے اور آگہی کے در کھلتے ہیں۔"

لوگ پھر پلٹ پلٹ کر دیکھنے پر مجبور ہو جاتے اور قریش کے دل کانپ کانپ جاتے۔ آخر معززین قریش کا ایک وفد غصے میں بھرا ہوا پھر ابوطالبؑ کے پاس پہنچا۔ جس میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، ابوسفیان عاص، ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل سب ہی شامل تھے۔ ابوطالبؑ نے اپنی خاندانی روایات کے مطابق ان کا استقبال کیا۔ سب کو حسب مرتبہ بیٹھنے کو جگہ دی اور متواضع لہجے میں بولے: "کیا بات ہے آج قریش کی ساری جمعیت یہاں پر

Marfat.com

جمع ہے۔"

"یا سیدی! ہم آپ کا احترام کرتے ہیں لیکن اب معاملہ ہماری برداشت سے باہر ہو چکا ہے۔" وفد کے قائد نے درشت لہجے کو شعوری طور پر نرم بنانے کی کوشش کی۔

"جب تک بات واضح نہیں ہو گی، میں کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔" ابوطالبؑ نے بردباری سے جواب دیا۔

"آپ بزرگ اور باشرف ہیں۔ ہم نے آپ کے قول پر اعتماد کیا تھا۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اپنے بھتیجے کو سمجھائیں گے۔ لیکن آپ نے اسے نبھایا نہیں۔ اب ہم آپ کے بھتیجے کی وہ حرکتیں برداشت نہیں کریں گے جو وہ تبلیغ کے نام پر کر رہا ہے۔ ہم اپنے خداؤں کی توہین پر صبر نہیں کر سکتے۔ وہ تو ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ اور احمق کہتا ہے۔ اگر آپ اس کو روک سکتے ہیں تو روک دیں۔ ورنہ مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں۔" وفد کے ایک شریک نے غم و غصے سے تپ کر کہا۔

ابوطالبؑ نے قریش کے اجتماع کو دیکھا۔ ان کے خطرناک تیور اور بگڑے ہوئے نقوش سے ان کی نیتوں کو پڑھا اور محمدؐ کو آواز دی۔

"بیٹے محمدؐ ــــ یہاں آؤ ــــ!"

روشن چہرہ محمدؐ اعتماد و سربلندی سے قریب آئے۔

"بیٹے! دیکھو یہ لوگ کیا شکایت لے کر آئے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ تم انہیں اذیت دیتے ہو۔" ابوطالبؑ نے وضاحت کی۔

"عم محترم! مجھے دین حق کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔ مجھے اس مالکِ حقیقی کی جانب سے اسکی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے جس کے قبضے میں ہم سب کی جان ہے۔

Marfat.com

اس خالقِ حقیقی کے مقابلے میں کسی مخلوق کی بات کو اہمیت نہیں دی جا سکتی"۔ محمدؐ کے لہجے میں برقِ تپاں کوند رہی تھی۔

غصے سے کھولتے ہوئے قریش کو محمدؐ کے تیوروں میں نہ جانے کیا نظر آیا کہ وہ نرم پڑ گئے۔ ان میں سے ایک معاملہ فہم نے رعب و داب کے بجائے مصلحت بینی اور ترغیب دہی سے کام نکالنا چاہا۔ اس کے لہجے میں مفاہمت کا انداز ابھر آیا ــــــ "ابن عبداللہ! اگر تمہیں مال کی ضرورت ہو تو ہم دینے کو تیار ہیں۔ اگر کہیں شادی کا ارادہ ہو تو حسین ترین دوشیزہ تمہارے قدموں میں ہوگی، اور اگر سرداری کی خواہش ہے تو ہم تمہیں سردار بھی مان لیں گے۔ لیکن تم اپنے اس دعوے سے دستبرداری اختیار کرو اور ہمارے خداؤں کو جھٹلانا چھوڑ دو"۔

ابو طالبؓ نے بھتیجے کی طرف دیکھا اور پھر قریش کے اجتماع کی ظاہری نرمی میں پوشیدہ طوفان کا اندازہ کیا۔ عربوں کی وحشی فطرت اور جہالت کو نگاہ میں رکھا اور محمدؐ سے دو ٹوک سوال کیا تاکہ انکی استقامت کا صحیح اندازہ ہو سکے ــــــ

"محمدؐ! تم نے ان کی باتیں سن لی ہیں۔ بولو اب تمہارے کیا ارادے ہیں؟"

محمدؐ کے پُر اعتماد چہرے سے نہ عزم کی پختگی رخصت ہوئی نہ ان کے لہجے کے ثبات میں فرق آیا، نہ ان کے یقین کی صدا ہی دھیمی پڑی، نہ ان کے استقلال میں تھکاوٹ کے آثار نظر آئے۔ انہوں نے قطعی انداز میں اپنا آخری فیصلہ سنا دیا۔

"عمِ محترم! اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر چاند اور بائیں ہاتھ پر سورج رکھ دیں تو بھی میں اس پیغام کو ترک نہیں کروں گا، یہاں تک کہ پیغامِ الٰہی غالب آجائے یا میں خود اپنے اس فرض کی ادائیگی میں اپنی جان نثار کر دوں"۔ قلب کی صداقت اور جذبوں کے گداز نے محمدؐ کی آنکھوں کو نم کر دیا۔

Marfat.com

ابو طالبؑ بے تاب ہو کر اُٹھے ـــــ "بیٹے! میرے پاس آؤ" انھوں نے بیقرار ہو کر صدا دی، محمدؐ قریب آئے۔ ابو طالبؑ نے مضبوطی سے ان کا بازو تھاما اور نپے تلے لہجے میں لفظ تول کر بولے:

"نورِ نظر! جو چاہو کہو، جس طرح چاہو اپنا پیغام پہنچاؤ ـــــ خدا کی قسم! میں تمہیں ان کے حوالے نہیں کروں گا۔"

سردارانِ قریش کی پیشانیوں پر بل آئے تو ابو طالبؑ نے محمدؐ کو مخاطب کر کے جوش و جذبے سے فی البدیہہ شعر کہنے شروع کیے۔

"خدا کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچ سکتی۔
تم نہایت ہی اطمینان کے ساتھ اپنے امر کا اظہار و اعلان کرو۔
تمہاری دعوت صادق، تم خود ناصح کامل اور امینِ معتمد ہو۔
میں جانتا ہوں کہ تمہارا دین تمام ادیان سے بہتر ہے۔"

قریش جانتے تھے کہ ابو طالبؑ کا یہ عہد محض لفظوں کی گھن گرج نہیں۔ موت اور زندگی کا سوال ہے۔ اس خاندان نے تو "ایفائے عہد" کو "ضوابطِ مطلبی" کی صورت میں قانون کا درجہ دیا ہے۔ ان کے قول تو اپنے لہو کی قیمت پر نبھائے جاتے ہیں اور ابو طالبؑ کے ہاتھ قبضۂ شمشیر پر پہنچنے میں دیر نہیں لگاتے۔ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے، بگڑتے، بڑبڑاتے ـــــ اور آنکھوں ہی آنکھوں میں دھمکیاں دیتے وہ اٹھ گئے۔ ابو طالبؑ کی شخصیت کے اکرام اور کھلم کھلا محمدؐ کے پیغام کو قبول کرنے سے بظاہر اجتناب نے انہیں براہِ راست سامنے آنے سے روک دیا تھا۔ اپنے ذہنوں میں کسی نئے منصوبے کو ترتیب دیتے ہوئے وہ رخصت ہو گئے۔

Marfat.com

محمدؐ کے حوصلے تو پہلے بھی تھکے ہوئے نہیں تھے۔ وہ تبلیغ رسالتؐ کے لیے ہر مشقت خندہ پیشانی سے قبول کرتے تھے۔ لیکن ابوطالبؑ کی اعانت کے یقین نے ان کے دل کے اطمینان کو اور بڑھا دیا۔ خداوند ذوالجلال نے اس راہِ استقلال میں انہیں تنہا نہیں رہنے دیا تھا۔ ابوطالبؑ جیسا مشفق اور خدیجہؑ جیسی غمگسار انہیں دائیں بائیں محبتوں کے حصار میں لیے ہوتے تھے۔ وہ گھر کی دہلیز پر قدم رکھتے تو ایک مترنم و شیریں آواز ملائمت سے پذیرائی کرتی ـــــ "السلام علیکم یارسول اللہؐ!"

محمدؐ اس تصدیق کرنے والی صدا کو سنتے اور اسے خدیجہؑ کے روپ میں چشم براہ پاتے تو ساری کلفتیں پل بھر میں دور ہو جاتیں، ناکامی کی تھکن زائل ہو جاتی۔ اس دلربا چہرے کا یقین محمدؐ کے دل میں ولولہ بن کر اتر جاتا۔ سلیقے سے سنورے ہوئے گھر میں محمدؐ کو آسائش ہی آسائش محسوس ہوتی۔

خدیجہؑ قریب آتیں اور محمدؐ کے روشن چہرے پر عارضی ناکامی کا دکھ لکھا ہوا دیکھتیں تو رسان سے کہتیں ـــــ "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یارسول اللہؐ! ان عارضی ناکامیوں سے اپنے دل کو غمگین نہ کریں، خدا آپ کے ساتھ ہے۔ آنے والا وقت اور زمانے آپ کی خوشبو کے پیاسے ہیں۔ آپ کے چچا درست کہتے ہیں کہ تمام اہل عرب آپ کی اس طرح پیروی کریں گے جس طرح پالتو جانور اپنے پرورش کرنے والوں کی کرتے ہیں۔"

محمدؐ کے لیے گھر کا مفہوم خدیجہؑ کے ہونے سے محبت اور عافیت میں محدود ہو گیا تھا۔ گھر کی دہلیز سے یاران کے لیے سکون و طمانیت کی سوغات کے لیے خدیجہؑ منتظر رہتی تھیں □

Marfat.com

باب ۸

بعثت کا پانچواں سال تھا اور جمادی الثانی کی ۲۰ رتاریخ تھی کہ ایک روشن صبح نے محمدؐ کے آنگن میں گھونگھٹ اٹھایا۔ گھر کے در و دیوار جگمگا اٹھے۔ محمدؐ اور خدیجہؑ نے اس معصوم خوشی کو چمکتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ چاند ایسے چہرے والی پھول سی بچی نے محمدؐ کو نہال کر دیا۔ وہ سرزمین جہاں بیٹی کی پیدائش باپ کا سر جھکا دیتی تھی، وہیں پر محمدؐ نے اپنی بیٹی کو بڑے فخر سے گود میں لیا اور اپنی محبتوں کو اس پر نچھاور کر دیا "یہ میری بیٹی ہے فاطمہؑ! میری نورِ نظر، میرا پارہ جگر، میرا ٹکڑا۔ میں اس کی خوشی میں خوش ہوں، اس کی ناخوشی مجھے ناخوش کرتی ہے۔"

ایک طویل عرصے بعد خدیجہؑ کی گود میں مہکتا ہوا پھول کھلا تھا۔ گھر کا آنگن معصوم آوازوں سے شاداب ہو گیا۔ خاندان بھر محمدؐ کی خوشی میں خوش تھا۔ بڑی بوڑھیاں ہر وقت ننھی فاطمہؑ کے ناز اٹھاتیں اور خدیجہؑ اسے دیکھ کر

Marfat.com

خوشی سے پھولے نہیں سماتی تھیں۔

قریش میں ہر طرف یہ خبر عام ہو گئی کہ محمدؐ بیٹی کے باپ بن گئے ہیں۔ زندہ درگور کر دی جانے والی ہستی کو زینتِ آغوش بناتے ہیں۔ اس کے ناز اٹھاتے ہیں۔ دس دس بیٹیوں کو زندہ دفن کر دینے والے سیاہ چہرہ لوگوں کو محمدؐ کے دین سے نفرت کرنے کا ایک اور بہانہ ہاتھ آ گیا۔

قریش کی ہٹ دھرمی قائم تھی۔ وہ اپنی ٹیڑھی روش سے ہٹے نہیں تھے۔ کوئی نہ کوئی ایسا حربہ استعمال کرتے رہتے تھے جو محمدؐ کی راہ کی رکاوٹ بن سکے جو محمدؐ کو دل شکستہ اور پست حوصلہ کر سکے۔ انکی بدفطرتی اور گھٹیا ذہنیت انہیں گھٹیا افعال پر ابھارتی اور وہ نفرت کی انتہا میں شرفِ انسانیت کو بھول جاتے۔

محمدؐ اب حرم کعبہ میں بھی نماز پڑھنے لگے تھے۔ عبد و معبود میں یہ راز و نیاز قریش کو بہت گراں گزرتا۔ وہ دور کھڑے قہقہے لگاتے، تالیاں بجاتے، ہنسی ٹھٹھا کرتے کہ عبادتِ محمدؐ میں خلل اندازی واقع ہو۔ لیکن محمدؐ کے خشوع و خضوع میں کوئی فرق نہ آتا۔ یہ لگاؤ، یہ استغراق اور یہ رجوع الی اللہ انہیں حیرت میں ڈبو دیتا۔ باشعور اذہان یہ سوچنے لگتے کہ محمدؐ کا خدا یقیناً کوئی ایسی ہستی ہے جس کے عشق نے محمدؐ کو ہر طرف سے بے نیاز کر دیا ہے۔ یہی بات قریش کے لیے سوہانِ روح تھی کہ محمدؐ کے خشوع و خضوع میں بھی ایک پیغام کی خوشبو اور اعلان تھا۔ ان کی نفرتیں اسکے تسلسل کو توڑنے کے لیے حیلہ سازیاں کرتیں، گندی ذہنیتیں اس کی بے ہودہ راہیں اپنائیں۔

ایک روز محمدؐ حسب معمول نماز کی ادائیگی کے لیے حرمِ محترم میں داخل ہوئے۔ اردگرد موجود قریش کی آنکھوں سے ابلیس جھانکنے لگا۔ محمدؐ نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ بدفطرتی اشارے بازیاں کرنے لگی۔ محمدؐ سراپا بندگی ہیں

Marfat.com

ڈھل کر رجوع الی اللہ ہو گئے۔ خباثتیں موقع تلاش کرنے لگیں۔ محمدؐ سجدے میں گئے۔ گھٹیا پن ابن زبعریٰ کے نام سے دبے پاؤں محمدؐ کے عقب میں آیا اور سجدے میں مشغول محمدؐ کے سر پہ غلاظت الٹ دی۔

چاروں طرف قہقہے ابلنے لگے۔ فقرے کسے جانے لگے۔ ہنس ہنس کر لوگ ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ ہاتھ پر ہاتھ مار کر اس قبیح فعل کی داد دی جانے لگی۔ ہر طرف سے طنز و تمسخر کے تیر برسنے لگے۔ پاکیزہ و طاہر محمدؐ کے قلب اطہر کو اس فعل قبیح نے پارہ پارہ کر دیا۔ انسانی ذہن کی پستی نے انہیں صدمے سے چور چور کر دیا۔ مذاق اڑاتے ہوئے لوگوں کے درمیان سے وہ مضطرب اٹھے اور اسی عالم میں ابوطالبؑ کے پاس پہنچے۔ خوبصورت چاند سے چہرے پر غم کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ دلکش آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔

ابوطالبؑ یہ حالت دیکھ کر بے قرار ہو اٹھے۔ آنکھوں میں خون اتر آیا۔ "بیٹا! میرے ہوتے ہوئے کس کی جرأتیں اتنی بڑھ گئی ہیں" — آگ بگولا ہو کر انہوں نے ننگی تلوار ہاتھ میں کی اور شیر غضبناک کی طرح گھر سے نکلے۔ حمزہؓ بھی ساتھ ہو گئے۔

رقص ابلیسی میں مصروف بدباطن لوگ اپنی پیشانیوں پر ٹھٹھے مارتے ہوئے ٹھٹھک کر خاموش ہو گئے۔ ابوطالبؑ کے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر کچھ نے فرار کا ارادہ کیا۔ لیکن ابوطالبؑ کی کڑکتی للکار ان سے پہلے پہنچی — "اگر کسی نے فرار کو قدم بڑھایا تو سمجھو سر نہیں۔"

ابوطالبؑ کے رعب و جلالت نے اٹھے ہوئے قدموں کو روک لیا۔ اب سے کچھ دیر پہلے ہنستے ہوئے ماحول پر سناٹا چھا گیا۔ ابوطالبؑ محمدؐ کا بازو تھامے ہوئے قریش کے مجمعے میں پہنچے۔

Marfat.com

"محمدؐ ــــ میرے نورِ نظر ــــ بتاؤ اس گستاخی کا مرتکب کون بدبخت ہوا ہے"ــــ ابوطالبؑ نے غیظ و غضب سے سرخ آنکھوں کے ساتھ سب کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

محمدؐ نے ابن زبعریٰ کی طرف اشارہ کیا۔ ابوطالبؑ ضبط نہ کر سکے۔ فرطِ غضب میں اس کی جانب بڑھے اور اس کی ناک کو نشانہ بنا کر اس کے فخر و غرور کو توڑ دیا۔ پھر حمزہؓ کو آواز دی۔

"حمزہؓ! ــــ اس ملعون کا ظاہری حلیہ اس کے باطن کی طرح گندہ اور پلید کر دو"ــــ

ابوطالبؑ کے تحکم آمیز لہجے پر قریش کے چہرے پیلے پڑ گئے۔ ابن زبعریٰ لرزنے لگا۔ حمزہؓ نے آگے بڑھ کر اس کے سر پہ غلاظت الٹ دی۔

ابوطالبؑ نے پلٹ کر محمدؐ کی طرف دیکھا "کیوں جانِ پدر اب تو خوش ہو نا! میرے بیٹے۔ تم عبداللہ کی یادگار، شریف النسب اور عظیم المرتبت ہو"۔ پھر بدحواس قریش پر ایک پُرجلال نگاہ ڈالی اور شجاعانہ تیوروں سے انہیں للکارا۔

"اچھا، اے قریش والو! اپنی جرأتیں آزمانا چاہو تو آزما لو۔ میں یہیں موجود ہوں اور تم! مجھے اچھی طرح پہچانتے ہو"۔

خباثتوں کی زبان گنگ ہو گئی، گندی نگاہیں فرش ہو گئیں اور سر جھکتے چلے گئے۔ ابوطالبؑ کے اندر کے شاعر نے انگڑائی لی اور شعر و سخن کی برسات نے قریش کو شرابور کر دیا۔ ابوطالبؑ مدحیہ انداز میں محمدؐ کا تعارف کرانے لگے، تاکہ ان کی عظمت و شرف کا احساس قریش کو اس گندے فعل پر شرمسار کر دے۔

"تم نبی محمدؐ ہو ــــ! میرے بزرگ مرتبہ، روشن جبین سردار بیٹے تمہارے بزرگ بھی طیّب و طاہر اور باعظمت تھے۔

Marfat.com

تمہارے خاندان کے اصل ہاشمؑ بھی تو یگانۂ روزگار تھے۔
انہوں نے مکہ کی زبوں حالی میں لوگوں کو روٹیاں توڑ کر کھلائی تھیں۔ان
کے بعد سے تو یہ طریقہ سنتِ مستمرہ بن گیا ہے۔
تمہارا ہی خاندان حاجیوں کی سقایت کے لیے زمزم میں کشمش ڈالتا
ہے۔
عرفات، مشعر اور منیٰ کے درمیان کی بستیاں اس وقت مطمئن ہیں۔
جب تک مجھ ایسا زور آور زندہ ہے۔
اب مکہ کی وادیوں میں سیاہ گھاس کی روئیدگی ممکن نہیں۔
بیٹے! تمہارے خاندان میں تو سب ہی شجاعت میں شیر ہیں۔
اور تم سب سے زیادہ صادق القول ہو۔
یہ آج کی بات نہیں تم تو بچپنے سے ہی سچے ہو۔"

گو ابو طالبؑ فتح مند ہو کر گھر لوٹے تھے لیکن دل کو چین نہیں تھا۔تفکرات چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔قریش کی غلیظ ذہنیت اور گندی جرأت نے سوطرح کے خدشات کو جگا دیا تھا۔آنے والے وقت کے بارے میں وہ بار بار سوچنے لگے۔انہیں ہر آن محمدؐ کی طرف سے دھڑکا لگا رہنے لگا۔انہوں نے بہت کچھ غور و فکر کے بعد جوانانِ بنی ہاشم کو بلایا اور ان سے مخاطب ہوئے:

"تم نے قریش کی جرأتوں کو دیکھا۔اب یہ اس پر دست درازی کرنے لگے ہیں۔جو عرب کے افضل ترین خاندان کا شرف و امتیاز ہے۔کیا تمہاری غیرت و حمیت یہ برداشت کرتی ہے کہ خاندان بنی ہاشم کا چشم و چراغ قریش کے ہاتھوں اذیت اٹھائے یا اس بزرگ و مرتبہ نوجوان کو کوئی گزند پہنچے؟" گرم خون میں ابال اٹھا اور جوش و حمیت سے کھولتی ہوئی آوازوں نے عہد کیا کہ جب بھی

Marfat.com

ابو طالبؓ آواز دیں گے جوانانِ بنی ہاشم لبیک کہیں گے۔

ابو طالبؓ کا دل کشادہ ہوا۔ انہیں قدرے اطمینان ہوا تو عزیز بھائی حمزہؓ کی طرف متوجہ ہوئے :

" حمزہؓ ! دین احمد کا اعلان کر دو۔

خدا تمہیں صبر کی توفیق دے گا

پھر شریعت حق لانے والے کی صدق دل سے حفاظت کرو۔ فی سبیل اللہ محمدؐ کی نصرت کرو۔

جاؤ اور قریش کو بتا دو کہ ہمارا محمدؐ ساحر یا جادوگر نہیں۔"

سپہ گری اور تیر اندازی میں مشاق حمزہؓ اٹھے اور سیدھے حرم کعبہ میں پہنچے۔ قریش میں سے کچھ لوگ ابوجہل کے ساتھ مل کر اس واقعے پر چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ حمزہؓ کو دیکھ کر یکدم خاموشی چھا گئی اور دُزدیدہ نگاہیں ان کی طرف دیکھنے لگیں۔ ابوجہل نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا ــــ " حمزہؓ ! کس ارادے سے آئے ہو؟"

" میں تمہارے غلیظ ارادوں کو فسخ کرنے آیا ہوں۔ میں نے محمدؐ کا دین قبول کر لیا ہے۔ انہیں رسولِؐ برحق مانتا ہوں اور اب دیکھتا ہوں کہ تم میں سے کون بدبخت ہے جو مجھے میرے اس ارادے سے باز رکھ سکتا ہے۔" حمزہؓ نے تیکھے تیوروں سے سینہ تان کر کہا۔

" اچھا ــــ تو تم بھی اس دیوانے، جادوگر کی باتوں میں آ گئے ہو حمزہ" ــــ ابوجہل نے بدصورت چہرے کو اور بگاڑا ــــ " تم فکر نہ کرو۔ ہم تم سب کو چٹکی میں مسل دیں گے" ــــ

" اس کا فیصلہ تو میں ابھی کر دیتا ہوں" ــــ حمزہؓ غصے میں بھرے ہوئے کمان تول کر آگے بڑھے اور ابوجہل کے سر کو نشانہ بنایا۔

Marfat.com

اس نے جھکائی دے کر پیچھے ہٹ جانا چاہا۔ لیکن بلند و بالا حمزہؓ کا نشانہ خطا نہیں گیا۔ ابوجہل نے وار سہہ کر جھپٹنا چاہا۔ حمزہؓ نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور زمین پر دے مارا۔ اس نے اٹھ کر ان سے گتھم گتھا ہونا چاہا لیکن دوسرے لوگ درمیان میں آ گئے اور بمشکل معاملہ رفع دفع کروا دیا گیا۔

حمزہؓ جیسے شیر پیشہ کی حمایت نے قریش کو متردد کر دیا۔ ابوطالبؓ انہیں ان کے منہ پر للکارتے تھے لیکن کسی میں ہمت نہیں تھی کہ کوئی پلٹ کر جواب دے سکے۔ محمدؐ کارِ رسالت میں سعی پیہم سے نہیں تھکتے تھے۔ آہستہ آہستہ ان کا حلقۂ اثر وسیع ہو رہا تھا۔ مکے کے مضافات اور یثرب کے قبائل میں ان کی آواز پہنچنے لگی تھی۔ اہل مکہ میں سے جو ایک بار پیغام محمدیؐ کو سینے سے لگا لیتا۔ اس کا رواں رواں اس کی گواہی بن جاتا۔ تمام اذیتیں، ساری سختیاں بے کار ثابت ہوتیں اور ان کا محاذ کچھ اور کمزور پڑ جاتا۔

ان کے ذہن تیزی سے گردش کرنے لگے۔ حیلہ جو دماغ نئی تجویزوں کی کھوج میں رہنے لگے۔ جو کام سختی سے نہیں نکل سکتا اسے ملائمت سے انجام دینا بہتر ہوگا۔ موقف میں تھوڑی سی لچک پیدا کر لی جائے تو پانسہ پلٹ سکتا ہے۔ ابوطالبؓ کو محمدؐ کی حمایت سے منفی کر دیا جائے تو مقابلہ سہل ہو جائے گا۔ اس پہلو پر بہت دنوں تک غور ہوتا رہا اور ایک وفد ترتیب دے لیا گیا۔ ولید بن مغیرہ نے مقصد کی خاطر قربانی دینے کا فیصلہ کیا اور اپنے وجیہہ و شکیل فرزند عمار کو نذر کر دیا۔

معززین قریش کا یہ وفد شیخ بطحا سید القریش ابوطالبؓ کے دروازے پر پہنچا۔ ابوطالبؓ نے گھر آئے مہمانوں کو اعلیٰ روایات کے ساتھ خوش آمدید کہا۔ پذیرائی کی اور تعظیم و اکرام سے بٹھا کر آمد کا سبب دریافت کیا۔ وفد کے قائد نے اظہار مدعا کیا۔

"یا سیدی ہماری بات غور سے سنیے اور کوئی دانشمندانہ راہ اپنا کر ہم سے

Marfat.com

تعاون کیجیے۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ معاملہ فہم اور متین ہیں۔"

"کسی بھی احسن اقدام میں میرے قدم پیچھے نہیں ہٹے اور سارا مکہ جانتا ہے کہ ہمارا سارا خاندان ہی خیر کی جانب سبقت و پہل کرنے میں مثل و نظیر رہا ہے۔"

ابوطالبؓ نے بردباری سے جواب دیا۔

"تو ابوطالبؓ! عمار کی طرف دیکھیے۔ ہم اسے اپنے ساتھ لائے ہیں۔ یہ کتنا خوبصورت وجیہہ و شکیل ہے۔ اس کا ذہن بھی اس کی طرح حسین اور شاعرانہ ہے۔ ہم اسے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ آپ اسے اپنا بیٹا بنالیں اور اپنے بھتیجے محمدؐ ابن عبداللہ کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم ان کا قصّہ پاک کر دیں۔ اس لیے کہ انہوں نے ہمارے دین کی مخالفت کی ہے۔ ہمارے خداؤں کی مذمت کو شعار بنا لیا ہے اور اپنی سرگرمیوں سے جماعت میں تفرقہ ڈال رہے ہیں۔"

ابوطالبؓ نے تحمل سے ان کی گفتگو سنی۔ موقع کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی اشتعال کے بغیر، بڑی متانت سے گویا ہوئے: "خدا کی قسم! یہ تو تم بڑا خراب معاملہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ میں تو تمہارے بچے کی پرورش کروں اور تم میرے نورِ نظر پارۂ جگر کو تہہ تیغ کرو۔ خدا کی قسم! یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔"

مطعم بن عدی گویا ہوا۔ "ابوطالبؓ! قوم نے تمہیں محمدؐ سے جان چھڑانے کا ایک اچھا موقع فراہم کیا ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں اسے قبول کر لینا چاہیے۔"

ابوطالبؓ نے پہلو بدلا اور لہجے کو بھی بدل دیا—— "خدا کی قسم! قوم کی ناانصافی ایک طرف اور تمہارا یہ غضب ایک طرف۔ اگر ایسا ہی معاملہ ہے تو پھر یونہی سہی۔ جس نے جو کرنا ہے کر گزرے۔ میں محمدؐ کو کبھی تمہارے حوالے نہیں کروں گا

Marfat.com

اور کبھی اس کی پشت پناہی سے دست کشی اختیار نہیں کروں گا۔"

ابو طالبؓ کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر قریش ناکامی کا بھاری بوجھ سنبھالے، بادل نخواستہ واپس پلٹے۔ لیکن ابھی اپنے گھروں تک بھی نہیں پہنچے تھے کہ ابو طالبؓ کے اشعار ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان تک پہنچ گئے۔

"کوئی عمرو، ولید اور مطعم تک میرا یہ پیغام پہنچا دے۔
کاش میرے ساتھ تمہاری ہمدردیاں اتنی ہی مقدار میں ہوتیں کہ جس طرح وہ اونٹ کا لاغر و پستہ قد بچہ ہوتا ہے۔
جو قافلے کا ساتھ دینے سے عاجز ہو جاتا ہے اور لاغری میں بلی کے برابر نظر آتا ہے۔
افسوس تم سب لوگ انسانیت کے درجے سے اس طرح گر چکے ہو،
جس طرح پہاڑوں سے پتھر لڑھک جاتے ہیں۔
اب بے شرف لوگوں کو ہمارے برابر کیا جانے لگا ہے۔
وہ بنی تیم و مخزوم و زہرہ تو کل تک ہمارے خدام تھے
اللہ نے ہمیں سرداری دے کر قابلِ فخر بنا دیا ہے،
تو یہ ہم سے حسد کرنے لگے ہیں۔
یہ ولید خود کو کیا سمجھتا ہے،
اس کا باپ مغیرہ تو ہمارے جدّ کا غلام تھا۔"

ابو طالبؓ کے کلام کے آئینے میں اپنے مکروہ چہرے اور اپنی پست حیثیت کے عکس دیکھ کر قریش بپھر گئے۔ ابو طالبؓ کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فکر دامنگیر رہنے لگی۔ وہ محمد کا خیال اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر رکھنے لگے۔ ذرا نگاہوں سے اوجھل ہوتے تو ابو طالبؓ بے چین ہو اٹھتے اور بار بار ان کے بارے میں

Marfat.com

استفسار کرنے لگتے۔

قریش کا محمدؐ پر بس نہ چلتا تو وہ محمدؐ کے دین کی طرف سبقت کرنے والوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے لگتے۔ جو شخص جس کے ہاتھ لگ جاتا، اذیتوں میں ڈوب جاتا۔

بنی عدی کا تند خو جوان عمر بن الخطاب بھی انہی اذیت رسانوں میں پیش پیش تھا۔ طبیعت کی سختی ظلم و تعدی کی راہ پہ دور تک لے جاتی۔ کسی اور پر بس نہ چلتا تو اپنے گھر کی کنیز لبینہ کو ہی تختۂ مشق بنا لیتا۔ اونچا لمبا جوان کمزور عورت کو مارتے مارتے تھک جاتا تو سانس لینے کو رکتا اور ہانپتے ہوئے کہتا:

"ذرا دم لے لوں تو تجھے محمدؐ کا دم بھرنے کا مزہ چکھاؤں گا۔" لیکن لبینہ اذیت سے بے حال اپنے ظالم مالک کو سر پر موجود پا کر بھی ہمت نہ ہارتی اور مضبوط لہجے میں پکارتی ـــــ "مالک! محمدؐ کا دین ہم کنیزوں اور غلاموں کے لیے نجات کا پیغام لے کر آیا ہے۔ اس نے ہمیں برابری کا درجہ دیا ہے تو ہم کیوں نہ اسے لبیک کہیں۔"

"میں ابھی تمہیں برابری کا درجہ دیتا ہوں۔" عمر غرا کر اس پر جھپٹ پڑتا۔

سبھی دین احمدؐ کے پیروں سے عمر کا یہی سلوک تھا۔ لیکن ان مظلوموں کے پائے استقامت میں مطلق لرزش نہیں آتی تھی، جس سے تند خو فطرت اور چڑ جاتی۔

آخر ایک روز وہ تلوار سونت کر محمدؐ کے مقابل آنے کا عزم لے کر نکلا کہ اس جڑ کو ہی کاٹ دیا جائے جو ایسے برگ و بار لا رہی ہے۔

ابھی درِ دولت تک نہیں پہنچا تھا کہ راہ میں نعیم بن عبد اللہ سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

"کیوں عمر! کدھر کا ارادہ ہے جو یوں تلوار حمائل کر کے چلے ہو؟" نعیم نے پوچھا۔

Marfat.com

عمر نے قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھا ــــ "آج فیصلہ ہو ہی جائے گا۔"
"کیسا فیصلہ؟" نعیم نے تشویش سے پوچھا۔
"محمدؐ کا فیصلہ ــــ آج اسی تلوار سے ہو گا" ــــ عمر نے دانت پیس کر کہا۔
"محمدؐ کا فیصلہ بعد میں کرتے رہنا۔ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔" نعیم کے انداز میں طنز تھا۔
"کیوں؟ اس وقت میرے گھر کا کیا ذکر" ــــ عمر نے بگڑ کر پوچھا۔
"تمہارے گھر میں بھی محمدؐ کے دین نے سیندھ لگالی ہے ــــ تمہاری بہن فاطمہؓ اور بہنوئی سعیدؓ دونوں مرتد ہو گئے ہیں اور تمہیں خبر بھی نہیں!"
"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" عمر نے بے یقینی سے چلا کر کہا۔
"اگر میری بات پر یقین نہیں تو خود جاکر معلوم کر لو۔" نعیم نے اعتماد سے مشورہ دیا۔
عمر پیچ و تاب کھاتا بہن کے گھر پہنچا اور دھڑّانہ اندر گھستا چلا گیا۔ فاطمہؓ قرآن پاک پڑھ رہی تھیں۔ عمر کو غصے میں دیکھ کر گھبرا گئیں اور قرآن پاک کے اجزا چھپانے لگیں۔
"یہ تم کیا پڑھ رہی تھیں؟" عمر نے غضبناک ہو کر سوال کیا۔
"میرے پاس کچھ نہیں تھا۔" فاطمہ نے لاعلمی کا اظہار کرنے کی کوشش کی ــــ
"میں نے ابھی تمہاری آواز سنی ہے۔ تم کچھ پڑھ رہی تھیں۔" عمر نے بگڑ کر کہا۔
"نہیں ــــ نہیں! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" فاطمہؓ نے گھبراتے ہوئے مدد کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھا۔ سعیدؓ قریب آئے ــــ "عمر! کیوں اپنی بہن

Marfat.com

کو خوف زدہ کر رہے ہو۔ اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو تم مشتعل ہو رہے ہو۔"

"میں سب جانتا ہوں خبیث انسان! یہ تم ہی ہو جس نے میری بہن کو باپ دادا کے دین سے برگشتہ کر دیا ہے۔ میں ابھی تمہارا حساب بے باق کرتا ہوں"۔۔۔۔ عمر نے لپک کر بہنوئی کے گریبان پر ہاتھ ڈالا۔

سعیدؓ نے اپنے دفاع میں عمر کو دھکیلنے کی کوشش کی۔ لیکن غصے اور طیش نے اسے کئی گنا زیادہ طاقت ور بنا دیا تھا۔ چند ہی لمحوں میں سعیدؓ بالکل بے بس ہو چکے تھے لیکن عمر کے غصے کی آگ سرد نہیں ہوئی تھی۔ فاطمہؓ نے دوڑ کر دونوں کے درمیان حائل ہو جانا چاہا کہ کسی طرح سعیدؓ کی جان بخشی ہو جائے۔ لیکن عمر نے بہن کی بھی پروا نہیں کی۔ انہیں بازو سے پکڑ کر زوردار دھکا دیا۔ فاطمہؓ لڑھکتی ہوئی دیوار سے جا لگی۔ عمر نے انہیں ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ سعیدؓ نے دھائی دی۔۔۔۔

"عمر! اس ظلم سے ہاتھ اٹھاؤ"

فاطمہؓ چلائیں۔۔۔۔ "نہیں! ۔۔۔ نہیں! سعیدؓ! اسکو اپنی سی کوشش کر لینے دو۔ یہ ہماری جان تو لے سکتا ہے۔ لیکن ہمارے دلوں سے محمدؐ اور ان کے دین کو نہیں نکال سکتا۔"

فاطمہؓ کے لفظوں میں سچائی کی ایسی چمک تھی کہ لمحے بھر کو عمر چندھیا گیا۔ اس نے بہن کی طرف نگاہ کی۔ اس کے اپنے لگائے ہوئے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ اپنے ہی خون کا رنگ دل پر جا لگا۔ بہن کی استقامت نے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ زبان سے یہ حرف نکلے:

"جو تم پڑھ رہی تھیں، ذرا مجھے بھی سناؤ۔"

فاطمہؓ متذبذب سی اٹھیں اور ڈرتے ڈرتے قرآن پاک کے اجزا کھولے اور ایک آیت کی تلاوت کی۔

Marfat.com

"زمین و آسمان میں جو کچھ ہے، خدا کی تسبیح کرتا ہے اور خدا ہی غالب اور حکمت والا ہے۔" کلام خدا کی ہیبت نے عمر کو سرنگوں کر دیا۔ چپ چاپ اٹھا اور اسی دروازے کی طرف چلا جس کی طرف پہلے قتل کا ارادہ دل میں رکھ کر چلا تھا۔ دستک دی، دروازہ کھلا ــــ کھولنے والے نے دیکھا عمر کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہے۔ محمدؐ کے خیال سے تردد ہوا پلٹ کر بولا:

"دستک دینے والا خطاب کا بیٹا عمر ہے۔ لیکن اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہے۔"

"عمر ہے تو کیا ہوا؟ یہ تو جانتا ہی ہو گا کہ ننگی تلواروں کی آب اتارنی ہمیں خوب آتی ہے، اسے اندر آنے دو۔ اگر اچھا ارادہ لیکر آیا ہے تو خیر۔ ورنہ اس کی تلوار اس کا سر اڑانے کے تو خوب کام آئے گی۔" ــــ حمزہؓ نے شجاعانہ بے نیازی سے پکار کر کہا۔

دروازہ کھولنے والا چوکھٹ سے پرے ہٹ گیا۔ عمر نے اندر قدم رکھا۔ محمدؐ کی نگاہ اٹھی اور پُرجلال لہجے نے سوال کیا ــــ "خطاب کے بیٹے کس ارادے سے آئے ہو؟"

عمر لرز گیا ــــ تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی اور کپکپاتی آواز میں بمشکل ہونٹوں سے یہ لفظ نکلے:

"ایمان لانے کے لیے آیا ہوں۔"

حمزہؓ نے بے ساختہ تکبیر بلند کی تو گرد و پیش گونج اٹھا۔

جوانی کے جوش اور مزاج کی تندی نے راہ سعادت کو پا لیا تو سرنگوں دل اس کے اظہار کے لیے بیتاب ہو گیا۔ وہی زبان جو محمدؐ اور ان کے ماننے والوں کے لیے زہر اگلتی تھی۔ محمدؐ کی رسالت کی گواہی حرم محترم میں اعلانیہ دینے لگی ــــ

"لوگو! سن لو کہ میں محمدؐ پر ایمان لایا ہوں۔ بے شک وہ خدا کے رسولؐ ہیں۔"

فضا میں بکھرے ہوئے یہ لفظ قریش کے بگڑے ہوئے سرداروں کو ہمراہ لیے ہوئے آئے۔ پیشانیوں پر بل پڑ گئے۔ نفرت سے چہرے سیاہ ہو گئے۔ ابوجہل، ابوسفیان اور کئی دوسرے دوڑے اور عمرؓ کو چاروں طرف سے گھیر لیا ___ نوبت ہاتھاپائی تک پہنچی اور ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔

اتفاقاً عاص بن وائل کا اس طرف سے گزر ہوا۔ اس نے شور و ہنگامہ دیکھا تو دور ہی سے سوال کیا ___ "یہ کیسا ہنگامہ ہے"___ "خطاب کے بیٹے پر بھی محمدؐ کا جادو چل گیا ہے۔ وہ مرتد ہو گیا ہے" ___ کوئی غصے سے چلایا۔

"جیسا بھی ہے لیکن ایسا غضب تو نہ کرو کہ ایک شخص پر ٹوٹ پڑو۔"

عاص کے ان الفاظ کے باوجود جب وہ فساد پر تلے رہے تو عاص بن وائل نے حضرت عمر بن خطاب کے مخالفوں کو مخاطب کر کے کہا: "ہم اس وقت حرم شریف میں کھڑے ہیں اور میں اس مقدس گھر میں خطاب کے بیٹے کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں" ___ عاص بن وائل کے اس اعلان پر سرداران قریش مجبور ہو کر پیچھے ہٹ گئے □

Marfat.com

باب ۹

محمدؐ کی کامیابیاں بڑی آہستگی سے عروج کی جانب سفر کرتی رہیں۔ قریش کی پراگندہ ذہنیت راہ میں کانٹے بچھانے پر تلی رہتی۔ کوئی موقع ہاتھ سے نہ جاتا۔ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہوتا۔ وہ اسی خیال میں رہتے کہ کوئی نہ کوئی ایسا ستم ایجاد ہوتا رہے جس کی زد محمدؐ تک پہنچے۔ لیکن ابوطالبؓ ہر بار راہ میں آجاتے۔ وہ ایک آن بھی محمدؐ کی طرف سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

ایک روز محمدؐ کسی کام سے دور نکل گئے۔ بہت دیر تک نظر نہ آئے۔ نہ ان کی آواز ہی کہیں سنائی دی۔ ابوطالبؓ کو تشویش ہوئی۔ اٹھ کر بار بار دیکھا۔ یہاں وہاں سے معلوم کروایا لیکن کوئی تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔ ابوطالبؓ کا اضطراب بڑھنے لگا۔ بے چینی سے پہلو بدلنے اور اٹھ اٹھ کر ٹہلنے لگے۔ بار بار دل میں یہی اندیشہ سر اٹھاتا تھا کہ محمدؐ کو کسی نے تنہا پاکر گھیر نہ لیا ہو۔ ادھر اُدھر آدمی دوڑائے لیکن سب ہی ناکام لوٹے —— ابوطالبؓ کی بے چینی سوا ہوگئی۔ انھوں نے انتظار نہیں

کیا اور نوجوانوں کو بلا بھیجا جنہوں نے نصرت کا وعدہ کیا تھا ــــــ ابوطالبؑ کی پکار میں فرض کی صدا سن کر وہ سب کے سب لبیک کہتے ہوئے دوڑے ابوطالبؑ نے بڑے تحمل اور ضبط سے انہیں مخاطب کیا ــــــ "تمہیں معلوم ہے کہ محمدؐ کا کچھ پتہ نہیں"

"اچھا! تو بات یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ ہمیں پہلے ہی خدشہ تھا" ان میں سے کسی نے کڑے تیوروں سے کہا۔

"اسی لیے میں نے تمہیں پکارا ہے کہ اپنے فرض کی جانب تقدم کرو" ابوطالبؑ نے احساس ذمہ داری ابھارتے ہوئے کہا۔

"ہم ہر طرح تیار ہیں" ــــــ پرعزم لہجوں نے یقین دلایا ــــــ "آج قریش بھی جان لیں گے کہ بنی ہاشم کی رگِ حمیت پر کس طرح ہاتھ ڈالنے کی جرأت کی جاتی ہے"

"مرحبا بہادرو!" ابوطالبؑ نے حوصلہ بڑھایا ــــــ "اپنے عزم و شجاعت کی قبا اوڑھ لو، ہتھیاروں کو اپنے لباسوں میں پوشیدہ رکھو اور قریش کی محفل میں پہنچ کر بڑی رازداری سے ایک ایک سردار کے قریب رہو۔ اب میں خود محمدؐ کی تلاش میں نکلتا ہوں۔ اگر خدانہ کردہ کوئی ناروا بات ہوئی تو تمہیں میرے اشارے پر سرداران قریش کو آبِ شمشیر چکھانا ہے۔ بات یہاں سے شروع ہوگی اور کہاں تک جائے گی، یہ تو خدا ہی جانتا ہے" ابوطالبؑ کا لہجہ مستحکم تھا۔

سب جوانانِ بنی ہاشم اپنے اپنے مقام کی سمت چل پڑے ــــــ ابوطالبؑ گوہرِ مقصود کی تلاش میں سرگرداں ہوئے۔ روح کی جستجو، دل کی طلب رنگ لائی۔ ایک جگہ محمدؐ بخیریت مل گئے۔ بیقراری سے سینے سے لگایا اور ان کا بازو پکڑ کر بولے ــــــ "میرے چاند! تم نے تو ہمیں جیتے جی مار دیا تھا۔ اب آؤ میرے ساتھ

Marfat.com

میں قریش کو بتانا چاہتا ہوں کہ ان کی کوئی حماقت کیا نتائج پیدا کرسکتی ہے۔"

محمدؐ ہمراہ ہولیے۔ ابوطالبؑ مجمعِ قریش میں آئے اور ان سے مخاطب ہوکر کہا: "خدا کا شکر ہے کہ میرے دل کا چین، میرا نورِ نظر مجھے صحیح و سالم مل گیا ہے، ورنہ تم جانتے ہو کہ میرا قصد کیا تھا!"

قریش والوں نے ماتھے پر بل ڈال کر ابوطالب کی طرف دیکھا۔ ابوطالبؑ نے اپنے جوانوں کو اشارہ کیا۔ چمکتے ہوئے ہتھیار ہر ایک سردار کے سر پر اپنی آب دکھانے لگے۔ چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ محمدؐ کی حمایت میں اتنی تلواروں کو فرزاں دیکھ کر قریش ہکا بکا رہ گئے۔ موقع کی نزاکت نے گویائی سلب کرلی۔ ابوطالبؑ کی للکار گونجی ـــــ "اگر آج تم نے محمدؐ کو کوئی نقصان پہنچایا ہوتا تو تم میں سے ایک بھی باقی نہ رہتا"ـــــ پھر محمدؐ کی طرف شفقت و محبت کی نگاہ کی اور دل کی آواز شعر و سخن میں ڈھل کر فضائے مکہ کو گرمانے لگی۔

"قریش جہاں کہیں بھی ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے سب ارادے محض دھوکا اور فریب ہیں۔

تمہاری جان کی قسم، یہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ نہ ہی ان کا ارادہ کوئی معقول بات ہے۔

ہم نے کبھی ظلم برداشت نہیں کیا۔ جب کبھی کسی نے تکبّر سے کام لیا ہم نے فوراً اسے سیدھا کردیا۔

ہم فضیلتوں کے محافظ اور ان کی طرف سے دفاع کرنے والے ہیں۔

خزاں دیدہ شاخوں میں بہار ہم سے ہے۔

جڑوں کی نشو و نما ہمارا شیوہ ہے۔

تم اپنی تبلیغ میں نہ کسی بات کا خیال کرو نہ کسی ہاتھ کا۔

میں تمہارے ساتھ ہوں۔
اگر کوئی فائدہ ہے تو تمہارے لیے۔
اور اگر قربانی کی ضرورت ہے تو وہ میری ذمہ داری ہے۔"

قریش کے لیے ابوطالبؑ کی یہ حمایت محمدؐ تک پہنچنے میں سدِ سکندری تھی۔ ابوطالبؑ کی ایک آواز ان سب پر بھاری تھی۔ وہ بھتیجے کی ڈھال تھے، کوئی وار بھی تو کاری نہیں ہونے دیتے تھے۔ محمدؐ انہیں ہر روز ایک نئی آزمائش میں ڈال دیتے تھے۔ وہ جو تجویز ان کے خلاف سوچتے وہ الٹی ان پر آپڑتی تھی۔

انہوں نے آیات قرآنی کا مذاق اڑایا۔ اسے محمدؐ کی تصنیف قرار دیا تو محمدؐ نے فصاحت و بلاغت پر ناز کرنے والوں کو قرآن پاک کی چند آیتوں کے مماثل کلام ایجاد کرنے کی دعوت دی تھی اور ایک روز سورۂ کوثر کو خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا کہ اس مختصر سی سورہ کے مقابل ہی کچھ کلام لکھ سکیں تو لکھ دیں۔ قریش کے فصحاء، بلغاء ورطۂ حیرت میں گم ہو گئے۔ قادرالکلام شعرأ نے حتی المقدور کوشش کی۔ لیکن ان کی فکریں خطا کر گئیں۔ ان کی فصاحت وبلاغت جواب دے گئی۔ قادرالکلامی عاجز آ گئی۔ جب بھی خانہ کعبہ میں جاتے محمدؐ کا چیلنج انہیں شکست تسلیم کر لینے پر مجبور کرتا۔ جس طرف نکل جاتے لوگ اسی فکر میں غلطاں و پیچاں نظر آتے لیکن کوئی راہ نہ سوجھتی اور محمدؐ کی فتح کا اعلان سورۂ کوثر کی صورت میں دن رات ان کے پیش نگاہ ہوتا۔ وہ اس سے نظریں بھی تو نہیں چرا سکتے تھے۔ بالآخر شکست تسلیم کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تو ایک روز ہار کا عرق انفعال چہرے پر لیے ــــ وہ محمدؐ کے چیلنج کے جواب میں ایک فقرہ لکھ گئے۔ بنی ہاشم آئے تو انہوں نے دیکھا کہ قافیہ پیماؤں نے اپنی سی

کوشش کر دیکھی ہے۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ.
فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ
إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ

کے بعد انہوں نے اپنا اعتراف شکست اس فقرے میں رقم کیا ہے:

"لَيْسَ هٰذَا بِكَلَامِ الْبَشَرِ"

یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔

انہوں نے معجزہ طلب کیا تو محمدؐ نے زمین پر پڑے ہوئے چند سنگریزے اٹھائے اور اپنی ہتھیلی ان کی جانب بڑھا کر بولے، دیکھو یہ بھی خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور میری نبوت کی گواہی دیتے ہیں۔ انہوں نے چاند کو دو ٹکڑے کرنے کی فرمائش کی تو محمدؐ کی انگلی کا اشارہ ہی کافی ہو گیا۔ ان کے مادی ذہن اسی سوچ میں رہنے لگے کہ کوئی ایسا مشکل مرحلہ درپیش آجائے جہاں محمدؐ بے بس نظر آئیں اور انہیں یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ محمدؐ کا دعویٰ صادق نہیں۔ لیکن محمدؐ کو خود ہی صادق کا لقب دیکر ان کی صداقت کا اعتراف کرنے والے انہیں جھوٹ ثابت کرنے میں ناکام رہتے اور کسی نئی کوشش کے لیے تیار ہو جاتے۔

ایک روز قریش کا ایک وفد محمدؐ کے پاس ایک نیا سوال لے کر آیا۔ اس وقت علیؑ بھی موجود تھے اور محمدؐ کے داہنی جانب کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک نے تمہید اٹھائی۔

"محمدؐ! تمہارا دعویٰ بہت بڑا ہے۔ ایسا دعویٰ تو تمہارے باپ دادا اور خاندان میں سے کسی نے بھی نہیں کیا۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ہمارا ایک مطالبہ پورا کر دو۔ اگر تم نے یہ کر دکھایا تو ہم مان لیں گے کہ تم نبی اور رسولؐ ہو اور اگر تم اس میں

Marfat.com

ناکام رہے تو سب کو معلوم ہو جائے گا کہ تم ساحر اور جھوٹے ہو اور تمہارا دعویٰ باطل ہے۔"

"بولو ـــــ تمہاری کیا آرزو ہے؟" محمدؐ نے خندہ پیشانی سے رضا مندی دے دی۔

"وہ درخت جو سامنے ہے ـــــ" اس نے شاطرانہ مسکراہٹ کے ساتھ دور ایک درخت کی جانب اشارہ کیا۔ "اسے اس طرح اپنے قریب بلاؤ کہ وہ اپنی جڑوں سمیت اکھڑ کر آجائے اور تمہارے سامنے کھڑا ہو جائے۔" اپنی بات ختم کر کے اس نے اپنے ساتھیوں کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا اور وہ سب اس خیال سے محظوظ ہونے لگے کہ ابھی محمدؐ اس بظاہر ناقابل عمل مطالبے کے سامنے ہار تسلیم کر لیں گے جو ان سب کی جیت بن جائے گا۔

محمدؐ کے دلنشیں چہرے پر کسی تردّد کے آثار نظر نہیں آئے۔ انہوں نے بردباری سے نیلے آسمان کی طرف نگاہ کی اور مضبوط لہجے میں بولے ـــــ "بے شک میرا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر خدا نے تمہاری یہ عجیب وغریب فرمائش پوری کر دی تو کیا تم ایمان لے آؤ گے۔ حق کی گواہی دو گے؟"

"ہاں.... ہاں.... کیوں نہیں.... ہم ایمان لے آئیں گے۔" انہوں نے ایسے لہجے میں کہا جو تمسخر کا آئینہ دار تھا۔

محمدؐ مسکرائے ـــــ "جو تم نے چاہا ہے وہ میں تمہیں ابھی دکھا دوں گا لیکن مجھے معلوم ہے کہ تمہارے دل میں کیا ہے ـــــ تم میں وہ لوگ بھی ہیں جن کا خاتمہ بدر کے کنوئیں میں ہو گا اور وہ بھی ہیں جو میرے مقابل لشکروں کے جتھے جمع کریگا۔"

قریش نے چونک کر ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ دل ہی دل میں مسکرائے اور ان کی پست ذہنیتوں میں یہ گھٹیا سوچ ابھری کہ شاید محمدؐ اس مطالبے کو ٹالنے

کے لیے غیر متعلق باتیں کر رہے ہیں۔

محمدؐ کے نورانی چہرے پر یقین کا سورج چمکا اور ان کے پراعتماد لفظ تحکم میں ڈھل کر اس درخت تک پہنچے۔ "اے درخت! اگر خدا اور قیامت پر ایمان ہے اور مجھے رسولؐ سمجھتا ہے تو اپنی جڑوں سمیت اکھڑ کر حکم خدا سے میرے سامنے آجا"۔

ابھی لفظ محمدؐ کے لب اعجاز سے پوری طرح علٰحدہ بھی نہیں ہوتے تھے کہ زمین ہلنے لگی۔ قریش کے چہرے فق ہو گئے۔ وہ درخت اپنی جڑوں سمیت اکھڑا اور جب محمدؐ کے حکم کی تعمیل میں ان کی طرف بڑھا تو پرندوں کے پروں کی سی زناٹے دار آواز اس کے ساتھ ساتھ سفر کر رہی تھی۔ قریش دوڑ کر پیچھے ہٹے اور وہ درخت عین محمدؐ کے قریب اس طرح آن کھڑا ہوا کہ اس کی ٹہنیاں اقرار میں ہلنے لگیں، اور اونچی شاخوں نے محمدؐ پر سایہ کر دیا۔ کچھ شاخیں علیؑ کے بازوؤں سے چھونے لگیں۔ جو محمدؐ کے داہنے ہاتھ کھڑے تھے۔

قریش چند لمحے سکتے کے عالم میں دم بخود کھڑے درخت کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر ان کے اندر ابلیس نے کروٹ لی اور وہ سنبھل کر ڈھٹائی سے بولے:

"اچھا محمدؐ! اگر تم رسولؐ ہو تو پھر اس درخت کو حکم دو کہ آدھا تمہارے پاس رہے اور آدھا واپس اپنی جگہ پر چلا جائے"۔

محمدؐ نے ان کی ہٹ دھرمی اور خودسری کو بے نیازی کی نظر سے دیکھا اور درخت کو حکم دیا کہ ان کی رسالت کی گواہی میں دو ٹکڑے ہو جائے ——— محمدؐ نے جیسے ہی اپنا جملہ تمام کیا، ایک کڑک سنائی دی اور درخت عین درمیان سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک حصہ وہیں ایستادہ رہا اور دوسرا اپنی جگہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

"اب اس نصف کو بھی حکم دو کہ واپس اپنی جگہ پر جائے اور درخت مکمل

Marfat.com

ہو جائے۔" ابلیس نے ان کے کان میں نیا نکتہ پھونکا اور وہ چلا اٹھے۔

محمدؐ نے ان کے اس بے جا مطالبے کی تکمیل کر دی، تاکہ ان کے جاہلانہ عذر ختم ہو جائیں۔ لیکن جہالت کی حدود کہیں ختم نہیں ہوتیں۔ ہٹ دھرمی کے لیے نیا عذر تلاش کر لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ وہ اپنی خودسری پر ڈٹے رہے۔

"محمدؐ! ہم جانتے ہیں کہ تم ساحر ہو۔ یہ جو کچھ تم نے ظاہر کیا ہے، سب جادو کا کھیل ہے۔"

ان کی اس ڈھٹائی کو دیکھ کر علیؑ آگے بڑھے اور ان سب کو مخاطب کر کے قوت ایمانی سے لبریز لہجے میں بولے ـــــ "یا رسول اللہؐ! میں اسکا گواہ ہوں کہ آپ کے حکم سے، خدا کی رضا سے آپ کی رسالت کی گواہی دینے کے لیے درخت نے سب کچھ کیا ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ آپ خدا کے رسولؐ ہیں اور یہ ساحری یا جادوگری نہیں ہے آپ کا معجزہ ہے۔"

علیؑ کی آواز میں ابوطالبؑ کا لہجہ پہچان کر قریش بکتے جھکتے رخصت ہو گئے۔ لیکن ان کی جہالت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ ان کی ناکامیوں نے انہیں اور مشتعل کر دیا۔ جب وہ محمدؐ کی صداقت کا کوئی جواب نہ پاتے تو چڑ کر تشدد پر اتر آتے اور جو کوئی کمزور اور بے سہارا ان کی دسترس میں آ جاتا اس پر اپنا غصہ اتار لیتے۔

اپنے جانثاروں پر عرصۂ حیات تنگ دیکھ کر محمدؐ رنج والم میں ڈوب جاتے۔ جہاں تک ممکن ہوتا ان کی مدد کرتے۔ اگر کوئی غلام ہوتا تو اسے خرید کر آزاد کر دیتے۔ اسے معاشی طور پر مستحکم کرنے کے لیے مالی امداد کرتے۔ خدیجہؑ نے اپنا مال و دولت ترویج اسلام کے لیے وقف کر دیا تھا جس سے یہ کام لیا جاتا تھا۔ کوئی بے سہارا ہوتا تو اسے اپنے یہاں پناہ بھی دیتے۔

Marfat.com

عثمانؓ ابن مظعون جمحی نے اسلام قبول کرلیا تو قریش ان کی جان کے درپے ہوگئے۔ جس پر ابو طالبؑ نے عام اعلان کیا:

"اے قریش والو! خدا تمہیں ذلیل کرے۔ کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم عثمانؓ کے ساتھ ہیں۔"

"ہم تو ہر پناہ گزین کی کمک کرتے ہیں۔
کبھی لچکتے ہوئے دھاردار نیزوں سے
اور کبھی چمکتی ہوئی نمک آلود تلواروں سے
تاکہ حماقتوں کا صحیح علاج ہو سکے۔
اور تشدد پسند، بے عقل لوگ نرمی کی راہ پر آجائیں۔"

ابو سلمہ بن عبدالاسد المخزومی قریش کے قبضے میں دن رات اذیتیں اٹھا اٹھا کر بے حال ہو چلے تھے۔ ایک روز موقع پا کر محمدؐ کے پاس چلے آئے۔ ابو طالبؑ نے انہیں پناہ میں لے لیا۔ بنی مخزوم پتہ چلاتے ہوئے ابو طالبؑ کے دروازے پر آن پہنچے اور احتجاج کرتے ہوئے بولے:

"یا سیدی! آپ اپنے بھتیجے کی حمایت تو کرتے ہیں اور ہر بار ہمارے ہاتھوں سے نکال لے جاتے ہیں اور ہم خاموش رہتے ہیں لیکن آپ کو ہمارے قبیلے کے معاملات میں دخل دینے کا تو حق نہیں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو" ـــــ ابو طالبؑ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "لیکن مادرِ گرامی کے تعلق سے یہ میرا بھانجا ہوتا ہے۔ اس نے پناہ مانگی ہے تو یہ ہماری کریمی سے بعید ہے کہ ہم انکار کریں اور پھر بھانجے اور بھتیجے دونوں ہی کا حق فائق ہے۔"

ابو طالبؑ کے اس عذر نے انہیں لاجواب کر دیا۔ وہ شور و ہنگامہ

Marfat.com

کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔

محمدؐ نے حالات کا جائزہ لیا۔ قریش کی اذیت رسانیاں عام مسلمانوں پر بڑھتی جا رہی تھیں۔ ان کے دن رات اسی میں بسر ہونے لگے تھے۔ کسی نئے افق کی تلاش میں محمدؐ نے اپنے پیروکاروں کو حبشہ چلے جانے کا حکم دیا تاکہ زندگی ان پر سہل ہو جائے اور آفتابِ رسالتؐ کی کچھ کرنیں ان کے ہمراہ سفر کرتی حبشہ جا پہنچیں۔

گیارہ مرد اور تین عورتیں حبشہ کے لیے روانہ ہوئے۔ جن میں عثمانؓ بن عفان، ان کی زوجہ رقیہؓ، عثمان بن مظعونؓ، ابو سلمہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ شامل تھے۔ قریش کو معلوم ہوا کہ محمدؐ کے ماننے والے حبشہ کا رخ کر رہے ہیں اور اپنے ہمراہ اپنا ایمان اور جذبہ بھی حبشہ کی سرزمین پر لے جائیں گے تو انہیں تشویش ہوئی اور وہ ان لوگوں کو روک لینے کے لیے ان کے تعاقب میں دوڑے لیکن وہ جہاز میں سوار ہو چکے تھے۔

یہ لوگ حبشہ میں پہنچے اور پناہ حاصل کر لی لیکن حبشہ کے لوگوں پر کوئی اثر نہ ڈال سکے۔ نہ ہی شاہ حبشہ نجاشی تک ان کی پہنچ ہوئی۔ مکہ میں ان کے عزیزوں کو بھی ان کی غریب الوطنی پر رحم آیا تو ان میں سے ہر ایک کو اس کے بارسوخ عزیز نے اپنی امان میں لے لیا۔ جس سے وہ دو ماہ بعد ہی واپس مکے آ گئے۔

محمدؐ نے اپنی دور اندیشی سے یہ اندازہ کر لیا کہ حبشہ میں مسلمانوں کے لیے قابل عزت مقام حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مکے میں زندگی اجیرن ہو جانے کی صورت میں حبشہ ایک پناہ گاہ کا کام دے سکتا ہے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے محبوب چچا ابو طالبؓ کے بیٹے جعفر ابن ابی طالبؓ کو بہتر افراد کا سالار قافلہ مقرر کر کے حبشہ کی سمت روانہ کر دیا۔ یہ اسلام کی پہلی سفارت تھی جو مکہ سے باہر کسی غیر

Marfat.com

علاقے میں روانہ کی گئی۔

قریش کو بھی اس سفارتی قافلے کی روانگی کی خبر ہوئی تو فوراً ہی اپنے ترکش کے تیر سیدھے کرنے لگے۔ غور و فکر ہوا اور یہ طے پایا کہ ایک ایسی ہی سفارت ان کی جانب سے بھی شاہِ حبشہ کے دربار میں بھیجی جائے تاکہ محمدؐ کے پیروؤں سے نجاشی کو بدظن کیا جا سکے اور اگر وہ انہیں ان کے حوالے کرنے پر رضامند ہو جائے تو فتح ہی فتح ہے۔

اس سفارت کے لیے عمر بن العاص، عبداللہ بن ربیعہ اور نوجوان شاعر عمارہ ابن ولید منتخب ہوئے۔ تحفے تحائف اور نذرانے جمع کر لیے گئے اور شان و شوکت سے حبشہ کی سمت روانگی ہوئی۔

قریش کے اس سفارتی وفد نے ابو طالبؑ کی تشویش بڑھا دی، وہ بار بار سوچتے کہ کہیں ان کی مکاریاں نجاشی کو مسلمانوں سے بدظن نہ کر دیں ــــ کہیں نجاشی انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ حبشہ سے اتنی دور بیٹھ کر وہ ان کے لیے کیا کر سکتے تھے؟ ابو طالبؑ اسی ادھیڑ بن میں رہے۔ آخر ایک تجویز ان کے ذہن میں آئی۔

بنی ہاشم کی سرداری اور بزرگی کا اکرام مکے سے باہر بھی کیا جاتا تھا۔ ابو طالبؑ اور محمدؐ کا نام اب اجنبی نہیں رہا تھا۔ اسی بات کو ذہن میں رکھ کر ابو طالبؑ نے اپنے سرمایۂ شعر و سخن کی آزمائش کی اور کچھ شعر نجاشی کو مخاطب کر کے لکھے اور اس کی جانب روانہ کر دیے۔ قاصد قریش سے بڑھ کر تیز گام ثابت ہوا اور نجاشی کو مکے کے عالی نسب لوگوں کے خیر سگالی کے جذبات پہنچا کر سانس لیا۔

”اے نجاشی، شاہ حبشہ، اے اصحمہ! تو نیک فطرت اور کریم ہے۔
تجھے اللہ نے کشائش بخشی ہے۔

Marfat.com

تمام اسبابِ خیر تیرے پاس موجود ہیں۔
ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ بد بخت و بدمعاش تجھے ہم لوگوں سے بدظن نہ کر دیں۔
کیا تجھے خبر نہیں کہ محمدؐ بھی عیسیٰؑ ابن مریمؑ کی طرح نبی ہیں۔
ان کا ذکر تو تم نے اپنی کتابوں میں بھی پڑھا ہو گا۔
یہ کوئی فرضی قصہ تو ہے نہیں۔
یہ تو راہِ حق ہے جو بالکل واضح ہے۔
دیکھو! جب ہمارے لوگ تمہاری طرف آئیں۔
تو اپنی بلند فطرت کو ثابت کرتے ہوئے ان کا احترام کرنا۔"

قریش کا وفد منزلیں مارتا ــــــ تحائف سے لدا پھندا حبشہ اترا اور پہلے نجاشی کے دربار میں اچھی حیثیت رکھنے والے پادری کی خدمت میں پہنچے اور تحفے نذر کیے۔ پادری اس عزت و اکرام پر مسرور ہوا اور ان کی آمد کا سبب دریافت کیا۔

یہ بولے ــــــ "اے عظیم پیشوا! ہمارے ملک میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جو نہ صرف ہمارے آباؤ اجداد کے دین کو جھٹلاتا ہے بلکہ عیسائیت کا بھی مخالف ہے۔ اب اس نے کچھ لوگوں کو تمہاری طرف روانہ کیا ہے تاکہ وہ تمہارے لوگوں کو تمہارے دین سے منحرف کر سکیں۔ کل ہم ان کے خلاف دربار میں درخواست پیش کریں گے تو آپ بھی ہماری تائید کریں تاکہ شاہ حبشہ ان گمراہ لوگوں کو پناہ دینے سے انکار کر کے ہمارے حوالے کر دے۔"

"اگر تمہارا بیان درست ہے تو میں پوری طرح سے تمہارا ساتھ دوں گا۔ آخر دینِ عیسیٰؑ کو بچانا تو ہمارا بھی مذہبی فریضہ ہے۔" پادری نے زوردار لہجے

Marfat.com

میں حمایت کا یقین دلایا۔

"بیشک ہمیں آپ کی دانشمندی سے یہی امید تھی"۔۔۔۔۔ قریش نے خوشامدانہ لہجے میں کہا ۔۔۔ اور دربار کے دوسرے عہدہ داروں سے ملاقاتیں کرنے میں مصروف ہو گئے۔

تمام اہل دربار کی حمایت حاصل کرنے کے بعد قریش کا وفد دربار میں پیش ہوا۔ تحائف دینے اور نذر گزارنے کے بعد درخواست پیش کی گئی۔

شاہ حبشہ نے شاہانہ تمکنت سے کہا ۔۔۔۔ "تم لوگ اپنا اعتراض پیش کر چکے ہو۔ اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُن لوگوں کو بھی اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیا جائے جن کو تم گمراہ کہتے ہو۔ کیونکہ انصاف کا تقاضا اس کے بغیر پورا نہیں ہوگا اور ترازو کے پلڑے برابر نہیں ہوں گے"

درباریوں نے ہاں میں ہاں ملائی اور اسلامی وفد کے قائد جعفر ابن ابیطالب رض کو دربار میں طلب کیا گیا ۔۔۔۔ جعفر رض آئے اور اسلامی طریقے پر بادشاہ کو تعظیم دی اور اس سجدہ تعظیمی کو ترک کر دیا جو عموماً قریش اختیار کرتے تھے۔ نجاشی جعفر رض سے مخاطب ہوا:

"ہم نے سنا ہے کہ تم لوگوں نے کوئی نیا دین ایجاد کیا ہے، جو بت پرستی کا مخالف تو ہے ہی لیکن اس نے نصرانیت کی بھی توہین کی ہے"

جعفر رض سروقد کھڑے ہوئے اور فصیح لہجے میں شاہ حبشہ اور اہل دربار کو مخاطب کیا:

"اے شہنشاہ اور اے اہل دربار! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔ قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے۔ اس اثنا میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا۔ جس کی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم لوگ پہلے ہی واقف تھے۔ اس نے ہم

Marfat.com

کو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خونریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسایوں کو آرام دیں۔ عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں۔ ہم اس پر ایمان لائے، شرک و بت پرستی چھوڑ دی اور تمام اعمال بد سے باز آگئے۔ اس جرم پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہو گئی ہے اور ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اسی گمراہی میں واپس چلے جائیں۔"

جعفرؓ کا کلام نیک سرشت نجاشی کے دل میں اتر گیا۔ جعفرؓ نے جو کچھ بھی کہا تھا۔ وہی عمدہ صفات اور اعلیٰ اطوار تھے جن کی تعلیم خدا کے ہر پیغمبر نے دی ہے۔ نیکی اور خیر کی طرف راغب ہونا کوئی جرم نہیں ہے۔ لیکن کوئی فیصلہ سنانے سے پہلے نجاشی نے اپنا اطمینان کر لینا ضروری خیال کیا اور جعفرؓ سے استفسار کیا:

"اے جعفرؓ! آپ نے جو کچھ بیان کیا، وہی ہمارے پیغمبر عیسیٰؑ کی تعلیم بھی ہے۔ اب آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے پیغمبرؐ، عیسیٰ ابن مریمؑ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔"

جعفرؓ نے سر جھکایا ——"اے شہنشاہ! ہمارا مذہب خدا کے تمام سچے پیغمبروں پر ایمان رکھتا ہے۔ کلام پاک کی یہ آیات آپ کے سوال کا شافی جواب ہوں گی۔" جعفرؓ نے اپنی بات مکمل کی اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ مریمؑ کی تلاوت شروع کر دی۔ دربار میں سناٹا چھا گیا۔ کلام الٰہی کی تاثیر اور بنی ہاشم کے لہجے سے چاروں طرف ایک ایسی گونج پیدا ہوئی کہ ہر ذی روح دم بخود رہ گیا۔ سچے لفظوں نے روح پر دستک دی، دلوں کے در کھولے اور آنکھوں میں آنسوؤں کے سفیر بھیجے۔ نجاشی اور اہل دربار پر رقت طاری ہو گئی۔ نجاشی نے

Marfat.com

قریش کے سفراء کی طرف دیکھا اور شاہانہ وقار سے فرمان شاہی جاری کیا۔

"ان لوگوں میں سے ایک شخص کو بھی تمہارے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ خاموشی کے ساتھ حبشہ سے نکل جاؤ۔ تمہارے نذرانے تمہیں واپس کر دیے جائیں گے۔" □

Marfat.com

باب ⑩

دربارِ نجاشی میں اس ذلت و خواری سے قریش کو اس قدر پشیمانی ہوئی کہ وہ شدتِ غضب سے اپنی انگلیاں چبانے لگے۔ ان کے لیے یہ خیال ہی سوہانِ روح تھا کہ مسلمانوں کو ایک محفوظ پناہ گاہ میسر آگئی ہے۔ جعفرؓ جیسے خاندانی فصیح و بلیغ کے وہاں رہ جانے سے اس اندیشے کو بھی تقویت ہوتی تھی کہ وہ بھی محمدؐ کے پیغام کو حبشہ میں عام کرنے کی سعی کریں گے اور محمدؐ کا دین مکے سے نکل کر دور دراز علاقوں کی جانب سفر کرنے لگے گا۔

اس اندیشے نے انہیں پاگل کر دیا۔ انہوں نے اپنی مزاحمتوں کو تیز کر دیا۔ ایذار رسانیوں کا سلسلہ دراز ہو گیا۔ وہ اکثر ایک مقام پر اکٹھے ہو کر صلاح مشورے کرتے کہ محمدؐ پر وار کرنے کا کیا ذریعہ ہو جو کارگر ثابت ہو سکے۔

کسی نے پریشان ہو کر کہا ـــــ "میں ان احمقوں پر حیران ہوں کہ یہ مُسرت پر عُسرت کو خوشی پر غم کو، آسائش پر ایذا کو ترجیح دیتے ہیں۔ نہ جانے محمدؐ نے

Marfat.com

ان پر کیا جادو کر دیا ہے؟"

"اس نے غلاموں کو اشراف کے برابر کر دیا ہے ۔۔۔ وہ حقیر لوگوں کو اپنے پاس بٹھاتا ہے ۔۔۔ ان سے جھک کر ملتا ہے۔ اگر اسے یہیں پر نہ روک دیا گیا تو کل کو ہماری عزت و امارت کی خیر نہیں" ۔۔۔ کسی اور نے اپنے اندیشوں کا اظہار کیا۔

"اس نے تو لذات دنیا کو ہی ہم سے چھین لیا ہے۔ ہمارے افعال پر وہ تنقید کرتا ہے۔ ہمارے خداؤں کی وہ توہین کرتا ہے۔ اگر اس کو اور کھل کھیلنے کا موقع ملا تو ہمارے سامنے سر جھکانے والا تو ایک بھی نہیں رہے گا"۔ کسی تیسرے نے احتجاج کیا۔

"اس کے چاہنے والوں کو تو نہ رشتوں کا خیال ہے، نہ قرابت داری کا لحاظ ۔۔۔ انہوں نے وطن چھوڑ دیا ہے، آبائی مکان خالی کر دیے ہیں اور بس محمدؐ کے ہو کر رہ گئے ہیں"۔ ایک اور آواز سنائی دی۔

"محمدؐ نے ہمیں مکے میں بھی شکست دی ہے اور حبشہ میں بھی اس نے ہمیں نیچا دکھایا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سب مل کر ان پر حملہ کر دیں اور محمدؐ کو اپنے قبضہ میں لے آئیں ۔۔۔ نہ یہ ساحر ہو گا نہ لوگ مسحور ہوں گے"۔ کسی دشمن کی کپکپاتی آواز نے کہا۔

"اس بھول میں نہ رہنا کہ بنی ہاشمؓ محمدؐ کو آسانی سے ہمارے حوالے کر دینگے۔ ابوطالبؑ تو محمدؐ کے سامنے ڈھال بنے کھڑے ہیں۔ تمہیں یاد ہے کہ ان کی ایک آواز پر کتنی تلواریں برہنہ ہو گئی تھیں۔ علیؑ اور حمزہؓ، محمدؐ کے ساتھ سائے کی طرح لگے رہتے ہیں۔ ان سے مقابلہ کرنا تو ایک خون ریز جنگ کی بنیاد ڈالنی ہے۔ ہمیں تو کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ یہ سب گھبرا کر محمدؐ کو ہمارے

Marfat.com

حوالے کر دیں"۔ نفرت نے مشورہ دیا۔" تو پھر ان کو اقتصادی مار مارو۔ ان کی زندگیاں تلخ کر دو۔ ان سے رشتے ناطے توڑ لو' ان کا دانہ پانی بند کر دو۔ بھوک تو بڑے بڑوں کی پشت لگا دیتی ہے۔ یہ بھی کتنے دن بھوک سے لڑیں گے۔ محمدؐ کو ہمارے حوالے کرنے کے سوا ان کے پاس کوئی چارۂ کار نہیں ہو گا۔ ہمارا مقصد بھی حل ہو جائے گا اور خون کے دریا میں سے بھی گزرنا نہیں پڑے گا"۔ کسی ابلیس نے تجویز رکھی۔

" واہ' واہ! کیا کہنے ــــ لات و عزیٰ کی قسم یہ نہایت مناسب بات ہے"ــــ ہر طرف سے تائیدی صدائیں سنائی دینے لگیں۔

پھر ایک سردار نے سب کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ جب خاموشی چھا گئی تو وہ بولا" اس وقت یہاں قریش کے تمام معزز سردار موجود ہیں۔ کاغذ اور قلم لاؤ' تاکہ سب کی موجودگی میں یہ معاہدہ لکھ لیا جائے اور کوئی شرکت سے محروم نہ رہ جائے ــــ کیا یہ تجویز سب کو قبول ہے؟"

" ضرور ــــ ضرور! اس سے بہتر کوئی حل نہیں ــــ ہم متفق ہیں اور اسے نبھائیں گے"۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

کاغذ اور قلم لایا گیا اور منصور بن عکرمہ نے سرداران قریش کے ایماء پر اپنی سیاہ فطرت کی سب سیاہی اس کاغذ پر عہد نامے کی شکل میں الٹ دی۔

" تمام قبائل عہد کرتے ہیں کہ کوئی شخص بنی ہاشم سے قرابت نہیں کرے گا۔

ان سے ہر طرح کی خرید و فروخت کی ممانعت ہے۔ ان سے کوئی میل جول نہیں رکھے گا۔

ان تک کوئی کھانے پینے کا سامان نہیں جانے دیا جائے گا"۔

تمام ابلیس اپنی سیاہ بختی کے پروانے کو لے کر حرم محترم میں پہنچے اور اسے

Marfat.com

در کعبہ پر آویزاں کر دیا۔

جب ابلیس کے مشورے پر سیاہ باطن لوگوں نے اپنے اندر کی تمام سیاہی قرطاس پر بکھیر کر اس پر اپنی اپنی خاندانی مہر لگا دی تو ان کے خبیث چہروں پر شیطانی مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔ سب ہی اس بے مثال اتحاد پر شاداں و فرحاں تھے اور اکثر کج فہموں کے وحشی دلوں میں یہ پچھتاوہ آگ لگا رہا تھا کہ انہوں نے یہ طریق کار اب سے کچھ عرصہ پہلے ہی اختیار کیوں نہیں کر لیا تھا۔ اگر وہ محمدؐ کے خلاف اوائل ہی سے اس طرح متحد ہو جاتے تو آج محمدؐ کا نام بھی کہیں سننے میں نہ آتا۔ بنی ہاشم مضبوط اور بلند مرتبہ خاندان سہی مگر تمام اہل مکہ کے اتحاد کے سامنے پاؤں نہیں جما سکتا تھا۔ لیکن اب بھی بہت دیر نہیں ہوئی تھی۔ اب بھی فیصلہ صحیح وقت پر ہو گیا تھا۔

تمام سردار مسرور و مطمئن گھروں کو لوٹے۔ ان کے اہل خاندان چشم براہ تھے کہ داناؤں نے کیا فیصلہ کیا ہے ـــ دانشمندوں نے کونسی حکمتِ عملی اختیار کی ہے۔ انہوں نے سب احوال بیان کیا تو لوگ عش عش کر اٹھے اور اس حکمتِ عملی پر اپنے سرداروں کو داد دینے لگے۔ انہوں نے مذہب اور ملت کے تحفظ کی خاطر بہترین تدبیر اختیار کی تھی۔

تمام خاندانوں میں پھیلی تو یہ بات مکے میں عام ہو گئی۔ جہاں دو آدمی اکٹھے ہوتے تو یہی تذکرہ چھڑ جاتا۔ بعض ہمدردوں، امن پسند لوگوں اور بیدار ضمیر والوں کو افسوس بھی ہوا۔ کچھ نے دبے لفظوں میں اس ناانصافی کے خلاف احتجاج بھی کیا۔ لیکن سرداروں کی بلند بانگ آوازوں کے شور میں یہ خوف سے دبی ہوئی لرزتی، کانپتی صدا ـــ صدا بہ صحرا ثابت ہوئی اور ہر طرف اس معاہدے پر عمل پیرا ہونے کی تیاریاں ہونے لگیں۔

Marfat.com

بنو ہاشم کے ہمدرد یہ خبر لے کر ان تک پہنچے تو بنو ہاشم کی نگاہیں ابو طالبؓ کی جانب تکنے لگیں۔ وہی سردار بنی ہاشم تھے، وہی محمدؐ کے نگران و محافظ تھے۔ قریش کا دھیان بھی ابو طالبؓ کی طرف لگا ہوا تھا۔ اپنے ترکش کا سب سے زہریلا تیر چھوڑ کر وہ اپنے ہدف کی جانب دُزدیدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ نشانہ کتنا صحیح بیٹھا ہے۔ ان کے زہر آلود پیکان نے بزرگ ہاشمی کو کس حد تک لرزیدہ کر دیا ہے۔ اس ابتلاء کے وقت میں ہاشمی اپنے سربراہ کا ساتھ دیتے ہیں یا آنے والے وقت کی سختی کا تصور انہیں منتفرق کر دیتا ہے۔

کوئی یہ خبر لے کر ابو طالبؓ تک پہنچا اور پریشانی اور افراتفری میں انہیں تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ ان کے لبوں پر ایک طمانیت آمیز مسکراہٹ نکھر آئی ــــ تو گویا مخالفتوں نے گھبرا تنگ کر دیا ہے۔ نفرتوں کا اجتماع یکجا ہو گیا ہے۔ آزمائش کا لمحہ مقابل آن پہنچا ہے جو بہادروں کی شان ہے اور اپنے قول پر پورا اترنے والوں کی نشان وہی کرتا ہے۔ کوئی حکمتِ عملی تیار کرنے سے پہلے ہی شاعر ابو طالبؓ نے اپنے جذبوں کی بلندی اور ارادوں کے استقلال کو قریش تک پہنچانے کے لیے شعر و سخن کا لبادہ پہنانا شروع کیا اور خبر لانے والے سے بولے: "ٹھہرو! قریش کی اس تواضع اور شجاعت کی داد تو ہم سے لیتے جاؤ اور ہمارے ان لفظوں کو صرف ان تک پہنچا دو۔ کیونکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ہمیں اپنے لفظوں کو سچا کر دکھانے کا ہنر آتا ہے۔"

"قریش کا مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ شمشیر و نیزہ درمیان میں نہ آ جائیں۔

خدا کے گھر کی قسم! یہ خیال غلط ہے۔ جب تک کہ سر شگافتہ نہ ہو جائیں اور قرابت کا خیال خواب نہ ہو جائے۔ عورتوں اور شوہروں میں دائمی مفارقت

Marfat.com

نہ ہو جائے اس وقت تک یہ کچھ نہیں ہو گا۔
یہ سب کیوں ہو گا ؟
ان عداوتوں، نافرمانیوں اور مکاریوں کی بنا پر
کہ جس کے ذریعے سے صاحبِ ہدایت انسان پر ظلم کیا جا رہا ہے۔
بھلا کوئی قوم محمدؐ ایسے انسان کو بھی موت کے منہ میں دے سکتی ہے۔"

ابو طالبؓ اپنی سمت اور ارادے کا اعلان کر چکے تو ان کا ذہن کوئی ایسی محفوظ تدبیر سوچنے میں محو ہو گیا جس کے ذریعے اس نفرت بھری دشمنی کا وار پلٹایا جا سکے۔ انہیں سب سے زیادہ فکر محمدؐ کی تھی۔ قریش کے اس طرح کھل کر سامنے آجانے سے یہ خدشہ پیدا ہو چلا تھا کہ وہ ہر کمزور لمحے سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اسی بات نے ابو طالبؓ کی تشویش بڑھا دی تھی۔ بہت کچھ غور و فکر کے بعد انہوں نے بنو ہاشم کے سرکردہ لوگوں کو مشورے کے لیے بلایا۔

ان میں سے زیادہ تر اولاد عبدالمطلب تھی جو اس اچانک افتاد سے متفکر ہو گئے تھے۔ ابو طالبؓ نے سب کو موجود پا کر بردباری سے گفتگو کا آغاز کیا:

"اے آلِ عبدالمطلبؓ اور جوانانِ بنی ہاشم! تم نے دیکھا کہ قریش نے نفرتوں کے نقاب پہن لیے ہیں اور ان کی عداوتیں کھل کر ہمارے خلاف صف آرا ہو گئی ہیں۔ اس اقتصادی مقاطعے سے ان کی منشا یہی ہے کہ ہم ہتھیار ڈال دیں اور محمدؐ کو ان کے انتقام کا نشانہ بننے کے لیے ان کے حوالے کر دیں۔ لیکن ان کا یہ گمان ایک خوابیدہ انسان کے لایعنی خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ ہمارا تو سرمایۂ حیات، ہمارا فخر اور ہماری عظمت کی نشانی محمدؐ ہی تو ہے۔ اس باعظمت اور نورانی بیٹے کے بغیر تو زندگی ایک تہمت اور حیات ننگ و عار ہے۔"

Marfat.com

"آپ درست فرماتے ہیں — بنی ہاشمؓ میں حمیت کے سوتے خشک نہیں ہو گئے کہ وہ اپنے ہی فرزند کو اپنے ہاتھوں غیروں کے حوالے کر دیں"— ابوطالبؓ کی حمایت میں کئی آواز بس ایک ساتھ گونجیں۔

"عمرانؓ! تم بزرگِ خاندان ہو۔ تمہیں محمدؐ کو سمجھانا چاہیے لیکن تم محمدؐ کو شہ دے رہے ہو اور کل کے بچے کی خاطر سارے خاندان کو مبتلائے آزار کر دینا چاہتے ہو"— ابولہب اپنی خباثت کا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکا۔

"ابوعتبہ! امیہ والوں کی دامادی نے تم میں ان کی خصلتیں اس طرح راسخ کر دی ہیں کہ تمہیں نہ اپنے خاندان کی عظمت کا احساس ہے نہ بابا کی وصیت کا کوئی اکرام ہی تمہارے دل میں باقی ہے۔ بہتر ہے کہ تم اپنی رائے اپنے تک ہی محدود رکھو" ابوطالبؓ نے سختی آمیز مقاہمت سے کہا کہ اس نازک موقع پر اپنے ہی خاندان میں پھوٹ نہ پڑ جائے کہ دشمنوں کو شماتت کا موقع ملے۔

ابولہب نے جواباً کوئی اور سخت جملہ کہنا چاہا۔ لیکن ابوطالبؓ نے اس کا موقع نہیں دیا اور قطعی لہجے میں بولے — "اگر ہم اپنے اپنے گھروں میں بکھرے ہوئے رہے تو نہ صرف ہم غیر محفوظ ہوں گے بلکہ دشمنوں کے لیے ہم میں سے ہر ایک کو نشانہ بنا لینا مشکل نہیں ہو گا اور انہیں یہ تاثر ملے گا کہ شائد ہم میں اتحاد نہیں ہے۔ اسی لیے میں نے سوچا ہے کہ ہم لوگ ایک جگہ متحد ہو کر رہیں، تاکہ کڑے وقت میں ہمیں ایک دوسرے کے وجود سے ڈھارس ہو اور ہمارے دشمن بھی کھلے بندوں ہم پر وار کرنے کی جرأت نہ کر سکیں"۔

"آپ کی رائے صائب اور تجویز بہت معقول ہے لیکن ہم سب کس طرح ایک جگہ اکٹھے رہ سکتے ہیں"۔ کچھ آوازوں نے استفسار کیا۔

"میں ایک جگہ کا انتخاب کر لیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس مشکل موقع پر

Marfat.com

اس سے محفوظ جگہ کوئی نہیں ہو سکتی۔ تم سب نے وہ پہاڑی درّہ تو دیکھ رکھا ہے نا جو میری ملکیت ہے۔ ہم سب وہاں پناہ لے سکتے ہیں اور اللہ نے چاہا تو ہم اس آزمائش میں سرخرو نکلیں گے"۔۔۔ ابو طالبؓ نے وضاحت کی۔

"آپ کا فیصلہ دانشمندانہ ہے۔ ہم آپ کا ساتھ دینے پر تیار ہیں" سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

یہ صریحاً خودکشی ہے۔ میں اس میں تمہارا ساتھ کبھی نہیں دوں گا۔ ابو طالبؓ کی آنکھوں پر تو محمدؐ کی محبت نے پٹی باندھ دی ہے۔ اسے نہ حالات کی خبر ہے، نہ مشکلوں کا اندازہ! میں حیران ہوں کہ اس عمر میں بھی یہ ہوش کی بجائے جوش سے کام لے رہا ہے"۔۔۔ ابولہب کی زبان سے پھر ابلیس کی آواز سنائی دی۔

"مجھے تمہارے ہاشمی ہونے پر افسوس ہے کہ تم عزت و نجابت پر مال و دولت کو ترجیح دینے لگے ہو۔ تمہارے منہ میں غیروں کی زبان ہے۔ اپنوں کا دست و بازو بننے کے بجائے تم بیگانوں کا ساتھ دینے کی باتیں کرتے ہو۔ اگر تم اپنی روش نہیں بدلو گے تو ہمیں بھی تمہاری پروا نہیں۔ تم شوق سے علٰحدگی اختیار کرو اور اپنی نیت کا پھل پاؤ۔ اور یہ سن لو اور اپنے ہم خیالوں کے بھی ذہن نشین کر دو کہ ہمارے لیے کل بھی محمدؐ ہی ہمارا سب کچھ تھا اور آج بھی وہی ہمارا گوہر مقصود ہے۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ ہاشمی محمدؐ کے لیے اپنا خون پانی کی طرح کیوں کر بہاتے ہیں"۔

ابو طالبؓ کے لفظ ابھی ختم نہیں ہوئے تھے کہ ابولہب ساتھ چھوڑ کر چلا گیا۔

انہوں نے باقی لوگوں کو چلنے کی تیاری کرنے کا حکم دیا اور قطعی لہجے میں بولے "اے بنی ہاشم! میں کعبہ و حرم، رکن و مقام کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر محمدؐ کا

Marfat.com

بال بیکا ہوا تو پھر تم سب کے لیے موت اور تباہی ہے۔"

سب نے پُرعزم لہجے میں ساتھ دینے کا یقین دلایا اور ابو طالبؓ کے ساتھ اس پہاڑی درّے میں منتقل ہو گئے جو شعب ابی طالبؓ کے نام سے معروف تھا۔ اس کے دونوں طرف کے دروازے بند کر دیے گئے۔ □

Marfat.com

باب (11)

یہ بعثت کا ساتواں برس اور محرم کا مہینہ تھا۔ قریش کو بنی ہاشم کی جانب سے اس استقلال اور جرأت مندی کی امید نہیں تھی۔ ابو طالبؑ کی یہ تدبیر دیکھ کر وہ جھنجھلا اُٹھے اور ایک ایک کر کے اپنے ترکش کے سارے تیر آزمانے پر تیار ہو گئے۔ انہوں نے درّے کے دونوں جانب پہرہ بٹھا دیا۔ تاکہ کوئی آمد و رفت نہ ہو سکے یا کوئی رسد کسی ذریعے سے پہنچائی نہ جا سکے۔

مکہ کے بیشتر لوگوں نے خود اس عہد پر دستخط کیے تھے کہ بنی ہاشم سے کسی طرح کا لین دین نہیں کیا جائے گا۔ جو لوگ اس معاہدے میں شریک نہیں تھے، وہ اگر ایسی کوئی کوشش کرتے تو مخالفین مل جل کر ان کے گھر بار لوٹ لیتے۔ ابو جہل، عاص بن وائل، حارث اور عقبہ بن ابی معیط جیسے قریش کے نمایاں لوگ مکہ معظمہ میں داخل ہونے والے راستوں اور شعب ابی طالبؑ کی جانب جانے والے راستوں پر گشت کرتے پھرتے۔ جب کوئی مال تجارت لے کر مکہ میں داخل ہوتا تو اسے پہلے

Marfat.com

ہی تاکید کردی جاتی کہ بنی ہاشم کے ساتھ لین دین کرنے کی صورت میں وہ اپنے جان مال کا آپ ذمہ دار ہو گا۔

قریش کے سر پہ انتقام سوار تھا۔ ان کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ اس لیے وہ لوگ جو مسلمان ہو چکے تھے۔ اپنے اپنے قبیلوں کی پناہ بیس چلے گئے۔ ان میں ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور سعدؓ جیسے لوگ بھی تھے جو اس زیادتی پر کڑھتے تھے لیکن کچھ کر نہیں پاتے تھے۔

بنی ہاشم پر درے کے دروازے بند نہیں ہوئے تھے۔ خوشحالی، مسرت اور تازہ ہوا ان پر حرام ہو گئی تھی۔ چاروں طرف دشمن گھات لگائے بیٹھے تھے۔ اس اچانک افتاد کی وجہ سے خوراک کے خاطر خواہ ذخیرے بھی موجود نہیں تھے۔ چالیس انسانوں پر حیات تنگ ہو گئی تھی۔

بڑی احتیاط سے گزر بسر کی جاتی لیکن خوراک کے محدود ذخائر جواب دینے لگے۔ خوف و ہراس اور بے یقینی، تذبذب کی کیفیتیں اعصاب کو شل کرنے لگیں۔ لیکن ان تمام کلفتوں کے ہوتے ہوتے جب بنی ہاشم محمدؐ کے روشن و پُر نور چہرے پر نگاہ ڈالتے تو ان کے دل جی اٹھتے اور حوصلے جوان ہو جاتے۔ اس نورانی پیکر کے لیے اتنی سی قربانی اور فداکاری کوئی گھاٹے کا سودا نہیں تھا۔ دنیا کی تمام آسائشوں اور مسرتوں کو اس ایک فخر پہ قربان کیا جا سکتا تھا کہ خدا کے رسول محمدؐ خدا کے محبوب محمدؐ ان میں سے ایک تھے۔ وہ خدا کے اس نور کی حفاظت کے لیے اس تنگی ترشی اور ناگفتہ بہ حالت کو ہنستے ہوئے چہروں کے ساتھ جھیل سکتے تھے۔

ابو طالبؓ کے لیے آزمائشوں کا سلسلہ دراز ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اُن کی عمر اسی برس کے لگ بھگ ہو چلی تھی۔ خاندان کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے

Marfat.com

تمام ذمہ داری کا بوجھ ان کے بوڑھے شانوں پر آپڑا تھا۔ ہر آنے والا دن ایک نئی آزمائش لے کر آتا تھا۔ انہیں خاندان کو متحد و متفق رکھنا تھا۔ تنگدستی اور کلفت سے لبریز دنوں کو گوارا بنانا تھا اور سب سے بڑھ کر محمدؐ کی حفاظت کرنی تھی۔ ابوطالبؓ کی راتیں آنکھوں میں بسر ہوتی تھیں۔ تلوار ہر وقت حمائل رہتی اور محمدؐ پر نگاہیں لگی رہتیں۔

جیسے جیسے رات بھیگتی، تاریکی بڑھتی، سناٹا گہرا ہوتا، ابوطالبؓ کی تشویش میں اضافہ ہونے لگتا۔ وہ اپنے بستر سے اٹھتے، احتیاط سے قدم رکھتے، اپنے بیٹے علیؑ کے بستر کے قریب پہنچتے ـــ چپکے چپکے علیؑ کا شانہ ہلا کر انہیں نیند سے بیدار کرتے ـــ علیؑ آنکھ کھول کر باپ کو سرہانے کھڑا دیکھتے۔ ابوطالبؓ جھک کر رازداری سے کہتے:

"اٹھو بیٹے علیؑ! میں نے تمہیں سختیوں اور مشکلوں میں اپنے محبوب بھائی کے لال کا فدیہ قرار دیدیا ہے۔

اس راہ میں اگر تمہیں موت بھی آجائے تو پروا نہیں۔ تیروں کا تو یہ خاصہ ہے کہ بعض نشانوں پر بیٹھتے ہیں اور بعض خطا کر جاتے ہیں۔

بیٹے انسان کسی قدر بھی کیوں نہ زندہ رہے، آخر تو اسے موت کا مزہ چکھنا ہی ہے۔"

علیؑ اٹھ کھڑے ہوتے اور ابوطالبؓ ان کا بازو تھامے ہوئے محمدؐ کے بستر کے قریب پہنچتے۔ خاموشی کی زبان میں محمدؐ کو جگاتے، علیؑ کو ان کے بستر پر سلا دیتے اور محمدؐ کو علیؑ کے بستر پر لے آتے ـــ رات کا دوسرا پہر گزرتا تو عقیل کے ساتھ بستر تبدیل کر دیتے۔ اکثر بستروں کی جگہ بھی بدلتے رہتے۔ قریش کی ہٹ دھرمی، دیدہ دلیری جن اندیشوں کو ہوا دیتی، ابوطالبؓ

Marfat.com

ان کا تدارک ایسی ہی تدابیر سے کرتے رہتے۔

گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ بنی ہاشم کا غیر متزلزل عزم و ثبات قریش کو جھنجھلا دینے کے لیے کافی تھا۔ ان کے لیے یہ امر حیرت کا باعث تھا کہ تمام کا تمام کنبہ یہ سختیاں، یہ کلفتیں اور خوف و پریشانی سے بھرے ہوئے یہ دن خندہ پیشانی سے گزار رہا تھا۔ وہ اپنی نگرانی میں اور زیادہ شدت پیدا کردیتے اور ہر وقت اسی کوشش میں رہتے کہ بنی ہاشم کسی طرح کوئی فائدہ یا سہولت حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔

لیکن بنی ہاشم میں سے کچھ بہادر جوان خصوصاً علیؑ راتوں کے پچھلے پہر چوری چھپے نکلتے اور اپنے چاہنے والوں سے کچھ اسباب خورد و نوش خرید لاتے لیکن غیر معمولی سختی کی وجہ سے اجناس اصل قیمت سے کئی گنا زیادہ مہنگی ملتیں اور ملیکۃ العرب کے خزانے رفتہ رفتہ خالی ہونے لگے۔

اپنے ہم قوموں کی بے اعتنائی اور زیادتی دوستوں اور ملنے والوں سے علیحدگی اور بے یقینی کی بے اطمینان فضا ابوطالبؑ کے شاعرانہ مزاج کو گرما دیتی۔ ابوطالبؑ اپنے جذبوں کو شعر و سخن میں پروتے اور احساس سے تپتے ہوئے یہ لفظ قریش کے سرکشوں کو آئینہ دکھاتے۔

"میرا یہ پیغام لؤی اور بنی کعب تک پہنچا دو۔

کیا تمہیں نہیں معلوم کہ محمدؐ بھی موسیٰؑ کی طرح نبیؐ ہیں اور ان کا ذکر سابقہ کتب میں موجود ہے۔

تم نے جو معاہدہ لکھا ہے، یہ ایک دن تمہارے لیے ہی سخت مصیبت بن جائے گا۔

ہوش میں آؤ ـــــ ہوش میں آؤ!

Marfat.com

ایسا نہ ہو کہ گنہگاروں کے ساتھ بے گناہ بھی پس جائیں۔
خدا کی قسم! ہم محمدؐ کو زمانے کے مصائب کے ہاتھوں میں نہیں دینگے۔
ابھی نہ تو گردنیں کٹی ہیں ــــ نہ چمکتی تلواروں کے اٹھانے والے ہاتھ اٹھے ہیں۔

ہمارے جد ہاشم نے ہمیں حرب و ضرب کی وصیت کی ہے۔
یاد رکھو! ہم نہ تو جنگ کرنے سے خستہ ہوتے ہیں، نہ زمانے کی مشکلات کی شکایت کرتے ہیں۔

ہماری فکر اس وقت بھی کام کرتی ہے، جب پہلوانوں کے ہوش اڑے ہوئے ہوتے ہیں۔"

حج کا زمانہ آیا تو محصور بنی ہاشم باہر نکلے۔ محمدؐ بھی دور دراز سے آتے ہوئے حجاج کے پاس اپنا پیغام جان افروز لے کر پہنچے۔ لیکن ابولہب ہر جگہ ان کا تعاقب کرتا ہوا پہنچ جاتا اور ہر ایک سے کہتا پھرتا کہ یہ تو میرا بھتیجا ہے۔ اس کی بات نہ سننا ــــ یہ تو ساحر ہے۔ تم پر بھی سحر پھونک دیگا

لیکن بلند ہمت محمدؐ کے لیے یہ مخالفتیں اور سختیاں کوئی معنی نہیں رکھتی تھیں۔ محرم کے ایام سے ذوالحجہ تک کا عرصہ جو عوام سے دور رہ کر محصور گزارنا پڑا تھا۔ محمدؐ اس کی تلافی کر لینا چاہتے، زیادہ کو نہ سہی چند ایک کو وہ سوچنے سمجھنے اور مان لینے کی منزل پر لے آتے۔

دور دراز سے آنے والے لوگ جب اس معاشرتی مقاطع کا حال سنتے تو بعض کے دلوں میں ہمدردی کا احساس جاگتا اور وہ محمدؐ کو دیکھنے کے لیے بے چین ہو جاتے جن کی خاطر ایک بھرا پڑا کنبہ ہنسی خوشی مشقت بھرے ایام گزار رہا تھا۔ یہی شوق اور تجسس انہیں خود محمدؐ کے پاس لے آتا اور جب کوئی اس محبوب ازلی کے

Marfat.com

قریب چلا آتا تو صاف باطن اور نیک سرشت لوگوں کو جیسے گوہر نایاب مل جاتا۔ پھر ان کے لیے دور ہونا مشکل ہو جاتا۔

قتل و غارت گری کی حرمت کے دن پلک جھپکتے میں گزر گئے اور محصوری کا دوسرا سال شروع ہو گیا اور ہر آن مشکلوں اور مصیبتوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ خوراک کے ذخائر بالکل ہی ختم ہو گئے۔ کئی کئی دن فاقے سے گزرنے لگتے تو مائیں طلح کے پتے توڑ توڑ کر پکاتیں اور بچوں کی بھوک کی تسکین کرنے کی کوشش کرتیں۔ لیکن یہ ناکافی اور بدمزہ غذا پیٹ کی آگ کو کہاں سرد کر سکتی تھی۔ معصوم بچے بھوک سے بلبلانے لگتے تو ان کی آوازیں درے سے باہر سنائی دیتیں۔ درندہ صفت قریش بھوک سے بلکتی ہوئی معصوم آوازیں سن سن کر ٹھٹھے مارتے اور بنی ہاشم کی کسمپرسی پر خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ یہ ننھی منی آوازیں فتح مندی کا نشہ بن کر ان کے اعصاب میں اتر جاتیں اور وہ اس آس میں نہال ہو جاتے کہ شائد جگر کے ٹکڑوں کی بھوک نرم دل رکھنے والے بزرگوں کے سر جھکا دے گی۔ لیکن یہ آس جھوٹی ثابت ہوتی۔ ہر نیا دن اس آس کے شعلے کو بھڑکا دیتا اور چھا جانے والی تاریک رات اسے سیاہ پوش کر دیتی۔

ابوالعاص بن ربیع جو خدیجہؓ کی بھانجی سے منسوب تھا کبھی کبھی چھپ کر تھوڑا بہت غلہ اور کھجوریں کسی نہ کسی طرح درے میں پہنچا دیتا۔ خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے بھی اسی طرح مدد کرنے کی کوشش کی تو ابوجہل نے اسے راستے میں گھیر لیا۔ بات بڑھتے بڑھتے ہاتھاپائی تک پہنچی لیکن بیچ بچاؤ ہو گیا۔

چھپی چھپی سی یہ کوششیں چالیس افراد کے کنبے کے لیے ناکافی تھیں،

Marfat.com

پے در پے فاقوں سے اکثر کے چہرے زرد ہو گئے تھے اور پیٹ کمر سے جا لگے تھے۔ دن رات کی نظر بندی اور ہمہ وقت فکر و تردد اور فاقوں سے بوڑھے ابو طالبؓ کی صحت خراب رہنے لگی تھی۔ خدیجہؓ جن کی زندگی شادی سے پہلے بڑی سہولت میں بسر ہوتی تھی اور شادی کے بعد بھی محمدؐ جیسے شریک حیات نے حیات کو ایک خوش کن لمحے میں ڈھال دیا تھا۔ اس ابتلاء کے دور میں بڑی اذیت اور پریشانی میں مبتلا تھیں۔ ننھی منی معصوم بچی فاطمہؓ کا ساتھ اگرچہ دل کو تسکین بخشتا تھا لیکن اس کی بھوک اور محرومی محبوب شوہر کی مشکلات اور پریشانی خدیجہؓ کو متفکر رکھتے۔ مگر وہ اپنے کسی لفظ یا اشارے سے بھی اس کا اظہار نہ ہونے دیتیں اور ہر لحظہ محمدؐ کی ڈھارس بنی رہتیں۔

محاصرے کا دوسرا سال بھی تمام ہوا۔ حج کے موسم میں تازہ ہوا کے کچھ جھونکے آئے اور گزر گئے اور بائیکاٹ کا تیسرا سال شروع ہو گیا۔ بنی ہاشم سربلندی کے ساتھ تیسرے مرحلے میں داخل ہوئے۔ قریش پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ انہیں بنی ہاشم کی استقامت مارے دیتی تھی۔ وہ سارے ہی دکھوں، سختیوں اور مصیبتوں کو اس درے میں محصور چالیس آدمیوں تک لے گئے تھے۔ لیکن کوئی آزمائش بھی تو انہیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نہیں کر سکی تھی۔ محمدؐ آج بھی ان کی آنکھوں کے تارے تھے۔

ایام حج میں گو ہتھیار نیاموں میں چلے جاتے۔ لیکن بنی ہاشم ایک لمحے کے لیے بھی محمدؐ سے غافل نہ ہوتے۔ سائے کی طرح ان کے ساتھ ساتھ لگے رہتے۔ ان کے خوبصورت رنگ کو فاقوں نے زرد کر دیا تھا۔ مصیبتوں اور تکلیفوں سے ان کا حسن ماند پڑ گیا تھا لیکن آنکھوں میں عزم کی جوت اسی طرح جلتی۔ ان کے انداز میں ارادوں کی مضبوطی اسی طرح بولتی۔ وہ محمدؐ کے دائیں بائیں رہتے

Marfat.com

اور چوکتے ہو کر ہر طرف کا جائزہ لیتے رہتے۔ تیسرا سال بھی تمام ہوا اور قریش کی مکروہ آرزو بار آور ثابت نہ ہو سکی۔ بنی ہاشم ہتھیار ڈالنے اور محمدؐ کو ان کے حوالے کرنے پر کسی طرح رضامند نہ ہوئے ـــــ نہ ہی انھوں نے اصولوں سے ہٹ کر کوئی سمجھوتہ یا صلح کرنے کی پیشکش کی۔ فاقے پر فاقے گزرتے رہے، بچے بھوک سے بلکتے رہے لیکن شکست کو اس دروازے پر دستک دینے کی جرأت نہ ہوئی ◻

Marfat.com

باب (۱۲)

لیکن اچانک ایک روز ایک حیرت خیز واقعے نے قریش کو چونکا دیا۔ اس ناقابلِ یقین منظر کو دیکھ کر انھوں نے ٹھٹھک کر انگلیاں دانتوں میں دبالیں لیکن دوسرے ہی لمحے ابلیس ان کی آنکھوں میں ہنسنے لگا اور وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر اشارے بازیاں کرنے لگے۔ کسی نے دور درے کی طرف اشارہ کیا:

"وہ دیکھتے ہو ـــــ ہاشمیوں کے جھرمٹ میں ابو طالبؓ چلے آرہے ہیں۔ ایام حج بھی نہیں ـــــ تو پھر درے سے باہر آنے کا کیا مقصد ہے؟" کسی نے سوال اٹھایا۔

"بھوک تو بڑے بڑے شجاعوں کی پشت لگا دیتی ہے۔ ہاں کوئی فوراً ہی مدافعت ترک کر دیتا ہے اور کسی میں کچھ دیر دم خم باقی رہتا ہے۔ ابو طالبؓ نے بھی تین سال محاصرے میں گزار لیے ہیں کہ یہ ان جیسے شجاعت پیشہ کو زیبا تھا۔ لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ ان کے بس میں نہیں رہا۔ جب ہی تو اکس

طرف چلے آتے ہیں" ۔۔۔ کسی اور نے قیاس آرائی کی۔

" یہ یقیناً ہمارے مطالبات مان لیں گے۔ آخر کار ہمارا صبر و تحمل رنگ لے آیا۔ یہ وار خوب کارگر ثابت ہوا ہے۔ اب تو ہاشمیوں کو ہتھیار ڈال دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہو گا" ۔۔۔ کوئی اور فتح مندی کی ترنگ میں لہرایا۔

تب تک ابو طالبؓ ہاشمیوں کے جھرمٹ میں مسجد حرام کے قریب آ پہنچے۔ اہل قریش نے چمکتی ہوئی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا۔ وہ اپنی شکست کا اعتراف کس طرح کرتے ہیں۔ ابلیس نے ان کے کان میں کہا کہ ابھی چند ہی لمحوں میں محمدؐ تمہارے ہاتھوں میں ہوں گے۔ تم جیسا چاہو گے ان کے ساتھ معاملہ کرو گے۔

ابو طالبؓ کے اکرام نے انہیں اٹھ کر تعظیم دینے پر مجبور کر دیا۔ ان میں سے کسی نے استفسار کیا ۔۔۔ " کہیے ابو طالبؓ! کس طرح آنا ہوا؟"

ابو طالبؓ کے لہجے میں سکون اور متانت تھی ۔۔۔ " اے قریش والو! تم نے تو اپنی سی کر دیکھی اور ہم نے بھی اپنی خاندانی روایات پر آنچ نہیں آنے دی۔ اب میرا خیال ہے کہ صلح کی کوئی صورت نکال لی جائے" ۔۔۔

قریش کے سرکردہ لوگوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔

فتح و فیروز مندی کا لمحہ خود ان کے پاس چل کر آ گیا تھا۔ ابو طالبؓ جس صلح پر آمادہ نظر آتے تھے وہ تو اسی صورت میں ممکن تھی کہ محمدؐ ان کے حوالے کر دیا جاتا۔

ان میں سے کسی نے ہاں میں ہاں ملانی ضروری سمجھی ۔۔۔ " ہاں ابو طالبؓ! آپ نے درست فیصلہ کیا ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ دیر ہو گئی ہے لیکن اب بھی

Marfat.com

یہ آپ کی دانشمندی ہے کہ آپ نے مفت میں تکلیفیں اٹھانے کی روش ترک کر دی ہے۔"

ابو طالبؑ کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ اُبھری۔"ہاں اب وہ وقت آگیا ہے کہ زیادتی کرنے والوں کو اپنے ظلم و تعدی سے ہاتھ کھینچنا پڑے گا ---- تم لوگ ذرا وہ دستاویز تو لے کر آؤ جس میں اس مُقاطعے کی شرائط لکھی گئی تھیں، تاکہ گفتگو کو آگے بڑھایا جا سکے۔"

دستاویز کو لے آنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ ان میں سے کوئی گیا اور جوف کعبہ میں آویزاں سر بہ مہر دستاویز لے کر واپس آگیا۔ ابو طالبؑ نے ایک نگاہ اس دستاویز پر ڈالی اور پر وقار لہجے میں گویا ہوئے ---- "میں تمہارے درمیان انصاف کی طلب میں آیا ہوں۔ میرے بھتیجے محمدؐ نے خبر دی ہے کہ اللہ نے تمہاری اس ظالمانہ دستاویز پر دیمک کو مسلّط کر دیا ہے اور اس نے خدا کے نام کے سوا تمہاری تمام بزدلانہ شرائط کو چاٹ لیا ہے۔ میرا بھتیجا محمدؐ صادق ہے۔ اس نے آج تک کوئی غلط بات نہیں کی۔ لہٰذا اگر اس کا کلام صحیح ہے تو پھر ہوش میں آجاؤ۔ ہم میں سے جب تک ایک بھی ہاشمی زندہ ہے ---- محمدؐ کو تمہارے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر یہ بات غلط ثابت ہو جائے تو میں خود اسے تمہارے حوالے کر دوں گا ---- پھر چاہے اسے قتل کر دو یا زندہ رکھو"

قریش ساکت ہو گئے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ابو طالبؑ ایک نئی صورتِ حال پیدا کر دیں گے۔ اب ان کے پاس کوئی عذر نہیں تھا۔ نہ انکار کر سکتے تھے نہ اقرار ---- اکثر دور اندیشوں کو ابو طالبؑ کے دو ٹوک لہجے نے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ابو طالبؑ کا کہنا یقیناً درست ہو گا۔ ورنہ وہ

Marfat.com

یہ بات اتنے وثوق سے نہ کہتے ـــــ لیکن زیادہ تر کوتاہ بین اس شرط پر مسرور تھے کہ محمدؐ تک پہنچنے کا کوئی راستہ تو دکھائی دیا۔ ورنہ تین سال کے طویل عرصے نے ان کے اعصاب کو چکنا چور کر دیا تھا اور ان کی جھنجھلاہٹ کو بڑھا دیا تھا۔

ابو طالبؓ کے مسجدِ حرام میں آنے کی خبر تمام مکے میں پھیل جانے سے لوگ جوق در جوق مسجد حرام کی جانب چلنے لگے تھے تاکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ سردار بنی ہاشم اور قریش میں کیا معاملہ ہونا ہے۔

قریش میں سے کسی نے کہا ـــــ "ابو طالبؓ آپ نے انصاف کی بات کی ہے۔ ہم ابھی دستاویز دیکھ لیتے ہیں۔ لیکن اسے کھولنے سے پہلے تمام سردار اپنی اپنی مہر جانچ لیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس میں کسی کی سازش تو شامل نہیں۔"

"بیشک ـــــ تم اپنا اطمینان کر لو" ـــــ ابو طالبؓ نے فراخدلی سے کہا۔

تمام سرداروں نے باری باری اپنی مہر کو جانچا۔ کوئی بھی کسی شک و شبہے کا اظہار نہ کر سکا۔ اب مہروں کو سب کے سامنے توڑا گیا تو سوائے اسمِ الٰہی کے سب کچھ خاک ہو چکا تھا۔

فتح مندی کی امید میں چمکتی ہوئی آنکھیں ششدر رہ گئیں۔ بڑھ بڑھ کر بولنے والی زبانوں پر قفل پڑ گئے اور غرور سے اٹھی ہوئی گردنوں میں خم آنے لگے لیکن ہٹ دھرمی یہ کھلی ہوئی شکست قبول کرنے میں مانع ہوئی۔ ابلیس نے پھر کسی کی ہمت بندھائی اور وہ ڈھٹائی سے چلایا ـــــ "ابو طالبؓ! یہ تو آپ کے بھتیجے کا کھلا ہوا جادو ہے۔"

ابو طالبؓ بغض و عداوت کی یہ کھلی ہوئی صورت دیکھ کر برافروختہ ہو اٹھے

اور بگڑ کر بولے:

"آخر ___ تم لوگوں نے کس جرم کی پاداش میں ہمیں محصور کر رکھا ہے۔ اب تو حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے۔ اب تو تم لوگوں سے قطع تعلق ہونا چاہیے۔ جو کچھ ہم پر گزری ہے وہ تم پر بیتنی چاہیے۔"

ابوطالبؓ کا لہجہ پہچان کر مجمعے میں سناٹا چھا گیا۔ وہ پُروقار قدموں سے آگے بڑھے اور غلافِ کعبہ تھام کر آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی، دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور حرفِ دعا میں اپنے ہم قوموں کے ظلم و زیادتی کی شکایت آمیز ہونے لگی:

"خدایا! ہماری مدد کر ___ ہمیں ان سرکشوں کے خلاف غلبہ عطا کر دے۔ انہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے ___ ہماری قرابت کے حقوق کو ضائع کیا ہے اور ہم سے وہ سلوک روا رکھا ہے جس کے ہم مستحق نہیں تھے ___ اب تو ہم تیری نصرت کے امیدوار ہیں" ___ ابوطالبؓ کے دعائیہ لفظ حرم کعبہ میں بلند ہوئے تو چاروں طرف ایک ہیبت چھا گئی۔ ابوطالبؓ کے ہمراہ آنے والے ہاشمیوں کو ضبط کا یارا نہیں رہا۔ خانہ کعبہ سے بچھڑے ہوئے زمانے گزر گئے تھے۔ وہ دوڑ دوڑ کر اس کی دیواروں سے لپٹ گئے اور آنسوؤں کی نذریں گزارنے لگے۔ چند لمحے یہی کیفیت رہی ___ پھر ابوطالبؓ نے سب کو اکٹھا کیا اور جس وقار سے آئے تھے، اسی تمکنت سے درے کی طرف واپس چلے گئے۔ ابوطالبؓ جیسے ہی نگاہوں سے اوجھل ہوئے قریش ہوش میں آ گئے۔ عرصے سے سوئے ہوئے ضمیروں نے کچوکے لگائے۔ ابوطالبؓ کی صداقت نے دلوں پر اثر کیا۔ ذہن سوچنے پر مجبور ہو گئے ___ ان میں سے کوئی انصاف پسند بول اٹھا: "ابوطالبؓ درست کہتے ہیں۔ ہاشمیوں کو اس طرح نظربند کرنے کا کوئی جواز نہیں۔"

Marfat.com

"تین سال کا عرصہ کسی کے صبر و استقامت کو جانچنے کے لیے کافی ہے۔ اب ہمیں مزید زیادتی نہیں کرنی چاہیے" ــــ حق نے کسی کے لبوں پہ ظہور کیا۔

"یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہم تو کھائیں پئیں اور ہر طرح کا لطف اٹھائیں اور بنی ہاشم کو ایک دانہ بھی نصیب نہ ہو" ــــ ہشام عامری نے بھی حمایت کا علم اٹھایا۔

"ہشام کے لبوں سے ہاشمیوں کی قرابت داری بول رہی ہے۔ یہ شخص تو پہلے بھی انہیں غلہ اور اجناس چوری چھپے بھیجتا رہا ہے" ابوجہل حسب عادت مخالفت پر کمربستہ ہو گیا۔

"اگر ہاشمیوں کی قرابت داری کا لحاظ ہوتا تو ہم پہلے ہی اس معاہدے کی حمایت نہ کرتے۔ لیکن اب یہ سراسر ناانصافی اور ظلم ہے۔ ابوطالبؓ کی بات سچ ثابت ہو چکی ہے۔ اب ہم اس معاہدے کے پابند نہیں ہیں" ــــ زہیر بن ابی امیہ نے کہا جو رشتے میں ہاشمیوں کا نواسہ تھا۔

"میں دیکھتا ہوں کہ کون معاہدے سے روگردانی کرتا ہے" ــــ ابوجہل نے ہونٹوں سے کف گراتے ہوئے کہا۔

"ہم زہیر کا ساتھ دیں گے ــــ جس میں ہمت ہے وہ ہمیں روک لے" زمعہ بن اسود، مطعم بن عدی، ابوالبختری، ہسام عامری اور کئی دوسرے بیک زبان چلا اٹھے ــــ "ہم روکیں گے تلواروں کی چمک سے، نیزوں کی انیوں سے" ــــ ابوجہل کی زبان میں بولنے والوں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

ابلیس انگشت بدنداں کھڑا رہ گیا اور قریش والوں ہی میں پھوٹ پڑ گئی۔ ان کے نمایاں لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے اور بحث و تکرار ہونے لگی۔ مخالفت کرنے والے اس شدت کا مظاہرہ نہ کرسکے، جو ان کا خاصہ تھا۔

Marfat.com

کیونکہ ابو طالبؓ کی سچائی نے انہیں دل ہی دل میں اپنے کمزور ہونے کا یقین دلا دیا تھا۔ ہٹ دھرمی انہیں اقرار نہیں کرنے دیتی تھی۔ لیکن اتنا وہ بھی جان گئے تھے کہ ابو طالبؓ اور محمدﷺ اپنے مقصد سے سر مو جنبش نہیں کریں گے۔

بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی کہ ابھی ابو طالبؓ درے میں پہنچے ہی تھے کہ قریش کی ایک جماعت دروازے پر آکر پکارنے لگی ـــــ "اے بنی ہاشم! بس اب اس محاصرے کو ختم سمجھو اور چل کر اپنے اپنے گھروں میں آزادانہ رہو۔ جس طرح اس کی شرائط کو دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ اسی طرح ہم نے بھی ان سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔"

بنی ہاشم نے فتح و نصرت میں ڈوبا ہوا نعرہ بلند کیا ـــــ ابو طالبؓ شکر خداوندی بجا لائے۔ محمدﷺ کو گلے سے لگایا اور مسرور لہجے میں بولے:

"میرے روشن چہرہ بیٹے! تو نے غلط بات کبھی کہی ہی نہیں۔ تیری صداقت نے اس ظالمانہ محاصرے کے بند توڑ دیے ہیں۔ بلاشبہ تو بچپن ہی سے صادق و صدیق ہے۔"

یہ بعثت کا دسواں سال تھا ـــــ حصار ٹوٹ گیا تھا، ماندگی پلٹ گئی گئی تھی اور گرسنگی و تشنگی کا دور گزر گیا تھا۔ بنی ہاشم کا قافلہ بڑی شان کے ساتھ شعب سے باہر آیا۔ وہ اپنے عہد پر پورے اترے تھے۔ انہوں نے اپنے شرف و امتیاز کو دوسروں کے حوالے نہیں کیا تھا۔ صبر و استقامت کے ساتھ اپنے موقف پر ڈٹے رہے تھے۔ اسی لیے وہ سربلندی اور وقار کے ساتھ چمکتے ہوئے چہرے لیے اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ آئے۔

قریش کی ندامت نے انہیں نگاہیں اوپر اٹھانے سے محروم کر دیا تھا۔ اپنا

Marfat.com

ظالمانہ معاہدہ اپنے ہی ہاتھوں سے چاک کرتے ہوئے ان کے سر جھک گئے تھے۔ محمدؐ اپنی تمام تر عظمت و جلالت کے ساتھ پھر مکے کی فضاؤں میں اپنے پیغام کی خوشبو عام کرنے کے لیے آزاد تھے اور ان کی صداقت کی گواہی ابوطالبؓ کے وہ اشعار دے رہے تھے جو انہوں نے شعب سے نکلتے نکلتے کہہ ڈالے تھے۔ یہ لفظ مکے کی ہواؤں کے ساتھ اڑتے پھرتے تھے کہ ندامت سے منہ چھپانے والوں کو ان کی اوقات یاد دلاتے رہیں:

"یہ دستاویز کا قصہ بھی عبرت انگیزی کے لیے خوب ہے۔

قوم کو اس خبر غیب پر بڑا تعجب ہوا۔

لیکن اللہ نے ان کے کفر، نافرمانی اور ظلم کے کلمات کو مٹا کے رکھ دیا۔ ان کی بات باطل ہو کر رہ گئی۔

کیوں نہ ہو!

جو کوئی حق بات کے خلاف کہے گا جھوٹا بنے گا۔"

اس یادگار واقعے اور کھلی ہوئی فتح نے ابوطالبؓ کے فکر و خیال میں ہلچل سی بپا کر دی۔ ان کے اندر کے شاعر نے اسے کئی طرح سے نظم کیا تاکہ یہ بچے بچے کی زبان پر چڑھ کر زبان زد عام ہو جائے اور حبشہ کی جانب ہجرت کر جانے والے عزیز اور ہم مسلک قریش کی اس ہزیمت سے آگاہ ہو کر اپنے دل کو تقویت دے سکیں۔

"کاش! کوئی حبشہ کے دور افتادگان کو خدائی کرم کی اطلاع کر دے۔ خدا تو بڑا ہی کریم ہے۔

کوئی انہیں بتا دے کہ دستاویز کا کیا حشر ہوا۔

اللہ کی مرضی کے خلاف جو بھی کام ہو گا وہ اسی طرح فاسد ہو گا۔

Marfat.com

وہ دستاویز جعلسازی اور جادوگری کا مجموعہ تھی۔
ظاہر ہے کہ جادو ہمیشہ نہیں چلتا۔
یہ لوگ تو مکہ میں اب عزت دار بنے ہیں لیکن ہماری عزت تو قدیمانہ ہے۔
ہم یہیں پیدا ہوئے اور ہمیشہ سربلندی کے ساتھ پھلے پھولے۔ ہم تو اس وقت بھی داد و دہش کرتے ہیں۔
جب اچھے اچھے کریموں کے ہاتھ لرز جاتے ہیں۔"
ابو طالبؓ اسی برس کے ہو چکے تھے۔ شعب کی سختیوں اور شدائد نے انہیں بے حد کمزور اور لاغر کر دیا تھا۔ صحت جواب دے گئی تھی ضعف غالب آنے لگا تو انہوں نے اپنی وصیت تحریر کروائی جس کے دو حصے تھے۔ ایک مجموعی طور پر قریش کے نام اور دوسری اپنے خاندان کے نام!
"اے گروہِ قریش! تمہارا فریضہ ہے کہ خانہ کعبہ کی حفاظت و تعظیم کرو۔ صلہ رحم میں اضافہ کرو اور ظلم و نافرمانی کو ترک کرو کہ اس میں قوموں کی ہلاکت ہے۔
سچ بولو ___ امانت داری سے کام لو کہ یہ محبت میں فراوانی کا باعث ہے۔ میں تمہیں محمدؐ کے لیے نیکی کی وصیت کرتا ہوں۔ جیسا کہ تم جانتے ہو کہ وہ صادق بھی ہیں اور امین بھی۔ اس کا ساتھ دو کہ یہ نیک بختی کی دلیل ہے۔ اگر اب بھی میری حیات میں کسی اضافے کی توقع ہوتی تو میں محمدؐ کے لیے تمام مصائب و شدائد کا مقابلہ کرتا۔"
"اے بنی ہاشم! محمدؐ کی بات مانتے رہنا کہ اس میں خیر و بھلائی ہے۔ ان کی پیروی و متابعت کرتے رہنا کہ یہ کامیابی و کامرانی کی دلیل ہے۔"

۱۵ شوال ۱۰ نبوی کو ابو طالبؓ کا جنازہ اٹھا اور محمدؐ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں بہہ نکلا۔ غم و اندوہ سے پاش پاش دل لیے محمدؐ جنازے کے پیچھے پیچھے بلند آواز میں پردرد مرثیہ پڑھتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔

"چچا — آپ نے صلۂ رحم کیا۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔

آہ — عم محترم آپ نے مجھے پالا — میری ذمہ داری لی — جوان ہونے پر بھی میری نصرت کی اور میری خاطر دکھ برداشت کیے — آہ! چچا!! میں کس طرح صبر کروں!

میں نے تو آپ کی شفقت بچپنے سے ہی دیکھی ہے۔

بڑے ہونے کے بعد بھی آپ کا سلوک اس سے خالی نہیں تھا۔

میں تو آپ کی آنکھوں کا نور اور آپ کے لیے روح رواں تھا۔

آہ! اے چچا! آپ سے مفارقت مجھ پر شاق ہے"۔

Marfat.com

باب (۱۳)

محمدؐ کے زخم زخم دل کی ڈھارس خدیجہؑ کے محبت بھرے وجود نے بندھائی یا پھر ننی منھی بیٹی فاطمہؑ کی معصومانہ ادائیں غم کے اس بوجھ کو ہلکا کر دیتی تھیں۔ لیکن قلب و روح پر چھائے ہوئے غم و الم کے بادل چھٹتے نہیں تھے محبت کرنے والے چچا کی شفقت ہر لحظہ یادوں میں ابھر کر محزون کر دیتی تھی۔ محمدؐ سے بڑھ کر رضائے الٰہی کا خوگر کوئی اور نہیں تھا۔ انہوں نے غم و الم کے امنڈتے جذبوں اور دل کو گداختہ کر دینے والے احساسات پر بڑے تحمل سے قابو پایا اور خدا کی رضا میں راضی ہو کر اپنے فرائض تبلیغ کی جانب متوجہ ہو گئے۔

محمدؐ کا یہ صبر و ضبط رضائے الٰہی کے حصول میں یہ انہماک اور مفارقتوں اور آزمائشوں سے سربلند گزرنے کا یہ انداز بارگاہ خداوندی میں اس قدر پسندیدہ ٹھہرا کہ ایک بار پھر ایسی ہی کڑی آزمائش محمدؐ کے راستے میں آن کھڑی ہوئی۔ محمدؐ جو پہلے ہی محبتوں اور شفقتوں سے محروم ہو کر تنہا رہ گئے تھے، اکیلے پن

Marfat.com

کے دل گداز تجربے سے پھر ایک بار گزرے۔

دکھ اور سکھ کی ساتھی ـــــ زندگی میں محبتوں کا رس رنگ بھرنے والی، یقین کو اعتماد اور ولولوں کو حوصلہ دینے والی خدیجہؓ کے زندگی کے دن پورے ہوگئے ـــــ محبتوں کی ایک پوری کائنات محمدؐ سے بچھڑ گئی۔ ایک ہی سال کے مختصر عرصے میں محمدؐ نے خود کو بالکل تنہا پایا۔ ایسی ہستیاں جن کا کوئی نعم البدل نہیں تھا، محمدؐ کی زندگی ان سے یکسر خالی ہوگئی۔

کبھی چچا کی شفقت یاد آتی تو کبھی خدیجہؓ کی محبت اور اطاعت دل کو تڑپا دیتی ـــــ ماں کی شفقت سے محروم بیٹی کو دیکھتے تو بچپن میں اپنی جنت سے بچھڑنا یاد آجاتا اور وہ کم سن بیٹی کی محرومی کو خود پر بیتتا محسوس کرتے۔ پے در پے صدمے محمدؐ کے قلب حزیں میں اس طرح چبھ گئے کہ انھوں نے اس سال کو ہی عام الحزن" یعنی غم کا سال قرار دیدیا۔

غم کے اس کڑے سال میں سے بھی محمدؐ سرخرو گزرے اور اپنے رنج و الم کو، مفارقت کے زخموں کو رضائے الٰہی کے حصول کی جستجو میں مدغم کر کے مطمئن اور سرشار ہوگئے۔ اپنے شب و روز کو بنی نوع انسان کے لیے دین اسلام کے چراغ روشن کرنے میں بسر کرنے لگے۔ گھر میں چھ سالہ فاطمہؓ کی دیکھ بھال کے لیے چچی فاطمہ بنت اسدؓ اور ان کی بیٹی ام ہانی اور پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلبؓ باری باری موجود رہتیں۔

اب قریش کے حوصلے بلند ہوئے۔ بدفطرت دشمن موقع دیکھ کر ہوشیار ہوگئے۔ محمدؐ کو بے سائباں پاکر ان کے سیاہ دلوں کی نفرتیں ان کی زبانوں اور ہاتھوں میں ظہور کرنے لگیں، ان کی بے مہر مخالفتوں کا رخ محمدؐ کی جانب ہوگیا کہ اب محمدؐ کے سامنے تحفظ کی دیوار نہیں رہی تھی۔ اذیت رسانوں

Marfat.com

نے اپنی سمت کا تعین کر لیا کہ اب بنی ہاشم کو متحد کر کے سیسہ پلائی دیوار بنا دینے والا موجود نہیں تھا۔ ابو طالبؓ کے دنیا سے اٹھتے ہی سارا لحاظ، ساری مروت جاتی رہی۔ اب راستہ خالی، زمین ہموار اور فضا سازگار تھی۔ مختلف طرح کی اذیتیں، طرح طرح کی اہانتیں اور تمسخر کے تیر و نشتر سبھی کا رخ محمدؐ کی جانب ہو گیا۔

محمدؐ حرم کعبہ میں نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تمسخر اڑانے والے چاروں طرف آموجود ہوتے۔ ان کی مکروہ آوازوں اور شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی۔ وہ قدم قدم آگے بڑھتے اور اپنی پست ذہنیتوں کی عکاسی اپنی پست حرکتوں سے کرتے ــــ محمدؐ کے خشوع و خضوع میں کوئی فرق نہ آتا وہ کسی حرکت یا تاثر سے اپنی تکلیف کا اظہار نہ ہونے دیتے ــــ نہ ہی کم ظرف لوگوں کی طرف ان کا کوئی فقرہ ہی لوٹاتے۔ اکثر نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے ــــ نماز ختم کرتے اور چپ چاپ اپنے گھر کی راہ لیتے۔

اپنی حد سے بڑھنے والوں کو محمدؐ کی یہ خاموشی اذیتیں سہنے کا یہ حوصلہ اور اپنی بات پر قائم رہنے کا استقلال جھنجھلا کر رکھ دیتا۔ وہ اپنے قبیح افعال کے نتائج میں سوا ناکامی کے کچھ نہ پاتے تو کچھ اور پستی میں گرتے اور ذلالت کی آخری حدوں کو چھونے لگتے ــــ ایک روز جیسے ہی محمدؐ گھر سے نکلے، مشرکین میں سے کسی سیاہ بخت نے آگے بڑھ کر خاک اور کوڑا کرکٹ سر پہ اچھال دیا۔ طیب و طاہر محمدؐ کے قلب مطہر کو اس حرکت نے پارہ پارہ کر دیا۔ گرد زلفوں میں بھر گئی اور آنکھوں کی پلکوں کو بوجھل بنانے لگی۔ صاف و شفاف لباس آلودہ ہو گیا ــــ محمدؐ کا دلنشیں چہرہ متغیر ہوا۔ لیکن لبوں سے کوئی شکایت مس نہیں ہوئی۔ روشن آنکھوں سے خاک دھول صاف کرتے محمدؐ پلٹ آئے۔

Marfat.com

دہلیز پر قدم رکھا تو خدیجہؓ کا پرخلوص پیکر نگاہوں میں پھر گیا۔ جس کے ہونے سے یاس و ناامیدی کے کاری زخموں کی جراحت محبتوں اور چاہتوں سے ہو جاتی تھی لیکن اب مصیبت تو ویسی ہی تھی، لیکن حوصلہ دینے والا کوئی نہیں تھا۔ مشکلیں دوچند تھیں لیکن ان میں شرکت کرنے والا کہیں نہیں تھا۔

دل شکستگی نے محمدؐ کو چور چور کر دیا۔ انہوں نے آنگن میں قدم رکھا تو خدیجہؓ کا چاہتوں سے چھلکتا لہجہ سنائی دیا۔ محمدؐ نے خوشگوار حیرت کے ساتھ دیکھا ــــ خدیجہؓ کی نشانی ننھے منے قدموں سے دوڑتی ہوئی قریب آ گئی، اور ایڑیاں اٹھا کر رندھے ہوئے لہجے میں بولی :

"بابا! یہ کیا ہو گیا؟ کس نے یہ گستاخی کی؟"

محمدؐ نے چھ سالہ فاطمہؑ کے انداز میں خدیجہؓ کے محبت آمیز لہجے کو سنا تو نہال ہو گئے۔ خدیجہؓ نے گھر کا آنگن سونا نہیں چھوڑا تھا۔ محبتوں کا حاصل فاطمہؑ کے پیکر میں ان کے پیش نگاہ تھا۔ محمدؐ نے فاطمہؑ کی آنسو بھری آنکھوں میں خدیجہؓ کی محبت کو عکس ریز دیکھا۔ جھک کر پیار سے ان کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

"بیٹی! صبر کرو ــــ ان پیاری آنکھوں میں آنسو بھر کر اپنے بابا کو دکھی نہ کرو ــــ ہم کتنے ہی تنہا کیوں نہ ہو جائیں لیکن خدا تو ہمارے ساتھ ہے۔"

فاطمہؑ نے اپنے آنسو اپنی اوڑھنی کے پلو میں جذب کر لیے اور ایک عزم سے پلٹیں۔ پانی لے کر آئیں اور اس دھول اور خاک کو دھونے لگیں۔ جو محمدؐ کے نورانی چہرے پر یہاں وہاں بکھر گئی تھی۔ محمدؐ کو وہ لمحے یاد آئے جب ابوطالبؑ کی ایک ہی للکار نے قریش کی گندگی ان ہی کی جانب

Marfat.com

اچھال دی تھی۔ فاطمہؓ کی آنکھوں میں پھر آنسو چھلکے اور محمدؐ نے آہ سرد کھینچی:
"ہائے چچا! کتنی جلدی آپ سے جدائی ہو گئی۔"

اب تو یہ روز کا معمول ہو گیا۔ محمدؐ گھر سے باہر قدم رکھتے اور فاطمہؓ اندیشوں میں گھر جاتیں۔ ان کی روح سمٹ کر آنکھوں میں آجاتی اور منتظر آنکھیں دروازے پر لگی رہتیں۔ نہ جانے کس وقت؟ ___ کب؟ ___ اور کس حال میں؟ ___ بابا گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ سوچیں کم سن بچی کا احاطہ کر لیتیں۔ دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلتیں اور لبوں پر مچلتیں کہ خدا انھیں خیریت سے گھر لائے جو دشمنوں کے درمیان تنہا نکل گئے ہیں۔

لیکن آزمائشوں کا سلسلہ دراز ہوتا چلا جاتا ___ دعا کی قبولیت عزم و حوصلے میں فراوانی کی صورت میں ظاہر ہوتی ___ محمدؐ گھر آتے تو کبھی پاؤں میں کانٹے چبھے ہوتے تو کبھی سنگ زنی سے لہولہان ہوتے اور کبھی پاک و صاف لباس پر گندگی کے چھینٹے بدفطرتوں کی دست درازیوں کا حال کہتے۔ فاطمہؓ پورے عزم اور حوصلے سے باپ کی اذیتوں اور مشکلوں میں شریک ہو جاتیں ___ پیروں سے کانٹے چنتیں ___ زخموں پر مرہم رکھتیں ___ اور لباس سے گندگی صاف کرتیں۔ باپ کی محبت خوبصورت آنکھوں میں آنسو بھر دیتی لیکن لب حوصلے اور ڈھارس کے کلمات کہتے۔ محمدؐ بیٹی کی اپنائیت میں کھو کر اپنے دکھ بھول جاتے۔

بیٹیوں کو زندہ درگور کر دینے والی سرزمین پر انھوں نے اپنی بیٹی کو گلے لگایا تھا تو اس کا وجود ان کے لیے فخر و انبساط کا سرمایہ بن گیا تھا۔ نفرتوں کی تاریکی میں محبت کے اس چاند کا اجالا راہ کے اندھیروں کو سمیٹ دیتا تھا۔ مشکلات کا یہ دشوار گزار سفر چاہت کے اس شجر سایہ دار کی گھنی

Marfat.com

چھاؤں میں گوارا ہو جاتا تھا۔ یہ چاند چہرہ دیکھ کر جینے کو دل چاہتا تھا۔ اس کی شیریں آواز روح کو سرشار کر دیتی تھی۔

ذات احدیت سے رابطے ویسے ہی سہانے تھے۔ اس کی بندگی کی لذت رگ و پے میں حلاوت بن کر دوڑتی تھی۔ اس کی رضا کا حصول زندگی بن گیا تھا۔ اس کے پیغام کی اشاعت حیات کا مقصد و مدعا تھا۔ محمدؐ اپنے ارادوں میں پختہ اور اپنے قدموں پر جمے ہوئے تھے۔ وہ دل شکستہ ہوتے تھے تو لوگوں کی کم فہمی پر ___ انہیں صدمہ پہنچتا تھا ___ تو ان کی ہٹ دھرمی پر انہیں افسوس تھا تو ان کی جہالت پر وہ کائنات کا بہترین تحفہ ان کی جھولی میں ڈال دینا چاہتے تھے ___ لیکن ان کی جہالت بار بار دامن جھٹک دیتی تھی۔

انہیں اس طرح متنفر دیکھ کر محمدؐ نے سوچا کہ چند روز ان کی نگاہوں سے اوجھل رہا جائے، تاکہ ان کا جوشِ مخالفت کچھ ٹھنڈا پڑ جائے ___ کچھ روز انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ خود سوچنے پر مجبور ہو جائیں ___ تھوڑا عرصہ منظر سے ہٹ کر بھی دیکھا جائے کہ کہیں ان کی کمی محسوس ہوتی ہے یا نہیں ___ اس دوران کوئی اور سرزمین تلاش کی جائے جہاں شاید کچھ ایسے ذہنوں سے واسطہ پڑ جائے جن میں جہالت نے اس حد تک گھر نہ کیا ہو۔ شائد وہ کشادگی کی جانب پیش قدمی کرنے پر تیار ہو جائیں۔ شائد کچھ ایسی روحوں کا سراغ ملے جن میں قبول حق کی صلاحیت موجود ہو ___ اور پھر محمدؐ کو اپنا پیغام اس کرۂ ارض پر سانس لینے والے ہر ذی روح تک پہنچانا تھا۔ مکے کی سرزمین اس کے لیے مخصوص نہیں تھی۔

خوش کن امید کے سہارے، خدائے بزرگ و برتر سے لو لگائے محمدؐ مکے

Marfat.com

کی ایک نزدیکی بستی طائف کی سمت روانہ ہوئے۔ زید بن حارثہؓ ہمراہی میں تھے۔ چالیس میل کا یہ سفر امید و بیم اور مقصد کی لگن کا سفر تھا۔ زیدؓ راستہ بھر محمدؐ کے آرام اور آسائش کا خیال رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن محمدؐ کی مہربانیاں پھر بھی زیدؓ پر سایہ فگن رہیں۔ ایک پاکیزہ فطرت ہستی کی ہمسفری زیدؓ کو تھکاوٹ کے احساس سے بے نیاز بنا رہی تھی۔

فاصلے سمٹ رہے تھے اور محمدؐ کا عزم پھیل رہا تھا۔ اس کی حدیں کائنات کی وسعتوں پر چھا رہی تھیں۔ کچھ دیر طائف سے باہر آرام کرنے کے بعد محمدؐ بستی میں داخل ہوئے۔ یہ خوبصورت اور زرخیز علاقہ تھا۔ ہریالی، سبزے خوشگوار ہوا نے محمدؐ کو خوش آمدید کہا۔ ریت کے ذرے دھوپ میں چمک کر اپنی خوش نصیبی پر ناز کرنے لگے۔ فضا میں ایک نور پھیل گیا۔ یہاں کے قبائل کی سرداری خاندان عمیر کے ہاتھوں میں تھی۔ یہ کنبہ تین بھائیوں پر مشتمل تھا۔ جو عبدیا لیل، مسعود اور حبیب کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ محمدؐ جیسے سیّد سردار کے لیے سرداروں سے گفتگو ہی مناسب تھی کہ عوام عموماً اپنے سرداروں اور رئیسوں کی تقلید ہی کرتے ہیں۔ جب کسی معاشرے کے اچھے ذہن اور بڑے لوگ کسی تبدیلی کو قبول کر لیتے ہیں تو عوام الناس میں وہ آہستہ آہستہ از خود راسخ ہو جاتی ہے۔

اسی لیے محمدؐ پہلے سرداروں کے پاس پہنچے ــــــ لیکن محمدؐ سے پہلے ابلیس ان تک رسائی حاصل کر چکا تھا۔ روز الست اس نے زندگی بھر خواری اور دائمی لعنت کے عوض جو کچھ چاہا تھا اس کے آزمانے کا لمحہ یہی تو تھا۔ اس نے دلوں پر تسلط جمایا اور روحوں کو کیل دیا۔ محمدؐ نے کھل کر اظہار مدعا بھی نہیں کیا تھا کہ ان کے نقوش بگڑ گئے اور ان کی زبانیں ابلیس کی زبان بولنے لگیں:

Marfat.com

ایک نے کہا ـــــ "اگر تجھے خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو تُو کعبے کا پردہ چاک کر رہا ہے"۔

دوسرے نے زہر اُگلا ـــــ "خدا کو تیرے سوا کوئی اور نہیں ملتا تھا"۔

محمدؐ نے ان کی آنکھوں میں سے جھانکتے ہوئے بدی کے علمبردار کو پہچان کر انہیں اس کے تسلّط سے آزاد کرانے کے لیے از سرِ نو آغاز کیا اور ملائمت سے گویا ہوئے ـــــ "لیکن بات کر لینے میں کیا حرج ہے۔ اس طرح ایک دوسرے کو سمجھنے میں سہولت ہوتی ہے"۔

"لیکن ہم اس میں حرج سمجھتے ہیں ـــــ اگر تُو سچّا ہے تو تجھ سے گفتگو کرنا خلافِ ادب ہے اور جھوٹا ہے تو گفتگو کے قابل بھی نہیں"۔ ان لفظوں میں شیطان کا قہقہہ سنائی دیا۔

محمدؐ صورتِ حال کو ناسازگار دیکھ کر وقتی طور پر اٹھ گئے کہ ان سے کسی دوسری نشست میں اطمینان سے بات کرنے کا موقع ملے گا تو کسی نہ کسی نتیجے پر پہنچنا آسان ہو گا۔ ان کے یہاں سے اٹھ کر محمدؐ بازار کی سمت ہو لیے کہ خواص کے بعد عوام سے بھی ملاقات کی جائے تاکہ روشن چہروں اور اجلے دلوں کی شناخت کی جا سکے۔ محمدؐ، زیدؓ کے ساتھ قدم بہ قدم آگے بڑھے اور لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر کے اپنی بات کہنی شروع کی:

"سنو اے اہلِ طائف! میں مکہ سے ایک لمبی مسافت طے کر کے تم تک پہنچا ہوں کہ تمہارے لیے دین و آخرت میں فلاح کے راستے کی نشاندہی کر سکوں ـــــ اے لوگو! میری بات غور سے سنو کہ میں خدا کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔ جو تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے۔ پتھر کے ٹکڑوں سے امیدیں لگانا چھوڑ دو اور مالکِ حقیقی کی جانب متوجہ ہو جاؤ"۔

Marfat.com

لوگوں کی نگاہیں رُخِ محمدؐ پر مرکوز تھیں۔ ان کے ذہن محمدؐ کی گفتگو کو سوچ رہے تھے کہ اچانک بازار میں غلغلہ بپا ہو گیا۔

"نکالو! ــــ نکالو! ــــ اس شخص کو اپنی سرزمین سے نکال دو۔"

محمدؐ کی گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جمع ہو جانے والے لوگوں نے پلٹ کر دیکھا ــــ ایک بڑا گروہ ہاتھوں میں پتھر لیے اسی طرف لپکا چلا آ رہا ہے۔ ان کے شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی طائف کے رئیسوں نے اپنے شہر میں وارد ہونے والے غریب الوطن کے استقبال کے لیے اپنے نمک خواروں کو ہاتھوں میں پتھر دیکر بھیجا تھا۔

"پکڑو! ــــ پکڑو! ــــ جانے نہ پائے ــــ اسے ایسا سبق دو کہ پھر کبھی اس طرف کا رُخ نہ کرے۔" کسی نے درندوں ایسی غراہٹ میں صدا دی۔

اس صدا کے ساتھ ہی چند پتھر محمدؐ کی طرف آئے ــــ زیدؓ لپک کر ڈھال بنے۔ لیکن نفرت کے کچھ وار کاری پڑے۔ بازار میں جمع ہو جانے والے لوگوں نے اپنے رئیس کے کارندوں کی تقلید بلا سوچے سمجھے کی گھروں سے لوگ نکل آئے اور ان ہی میں شامل ہو گئے ــــ خوش خلق اور پاکیزہ اطوار محمدؐ شیطانوں میں گھر گئے۔ سارا شہر تھا اور ایک غریب مسافر لوگوں کا ہجوم تھا اور ایک تنہا مظلوم ــــ شقاوت اور درندگی کا اجتماع اور اکیلی رحمت!

کسی طرف سے پتھر آتا تھا تو کسی جانب سے پتھر ایسے الفاظ ــ کوئی بیہودہ گوئی کرتا تھا تو کوئی اسے تماشہ سمجھ کر تالیاں پیٹتا اور سیٹیاں بجاتا تھا ــ محمدؐ کے لیے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ زیدؓ اپنی سی کوشش کر کے ہار گئے۔ لیکن وہ کس کس کا وار اپنے جسم پر لیتے۔ کس کس پتھر کو اپنے وجود پر سہتے۔

Marfat.com

مکے کے بہترین خاندان کا فرد، جس کی زبان سے کبھی کوئی درشت لفظ آشنا نہیں ہوا تھا۔ جسے نباتات و جمادات بھی تعظیم دیتے تھے طائف میں آکر یوں رسوا ہو رہا تھا۔ لیکن آسمانوں پر یہی ادائے محبوبیت ان کی عظمتوں میں اضافہ کر رہی تھی کہ وہ اپنے خالق و مالک کے نام کو بلند کرنے کے لیے ہر پتھر کو پھول سمجھ کر سہہ رہے تھے۔

کسی طرف نہ تو کوئی سائباں تھا ـــــ نہ کوئی جائے پناہ ـــــ کھلے آسمان تلے تو کڑی دھوپ اور برستے پانی سے امان نہیں ہوتی۔ یہ ہر لحظہ امنڈتے ہوئے پتھروں سے بچاؤ کیونکر ہو سکتا تھا۔ محمدؐ نے اس ظلم و زیادتی کے عوض ایک نا سزا لفظ بھی ان کی طرف نہیں لوٹایا اور کسمپرسی کے عالم میں سوچا کہ شہر سے باہر نکل جائیں تاکہ ان کے جنون و وحشت کو تسلی ہو جائے کہ وہ ان کے علاقے میں نہیں رہے۔ وہ زیدؓ کے ساتھ پتھر، بُرے لفظ اور بیہودہ طعنے سہتے ہوئے شہر سے نکل جانے والے راستے کی طرف چلے تو لہولہان تھے اور ان کی پاپوش خون سے بھر گئی تھی۔

یہ کڑی آزمائش وہاں ختم ہوئی جہاں معبودِ حقیقی کے سایۂ رحمت نے اپنی رحمت کے مظہرِ اتم کو اپنی پناہ میں لے لیا اور راہ میں انگوروں کا ایک سرسبز باغ نظر آیا۔ محمدؐ نے انگوروں کی گھنی بیلوں کے سبز سائے تلے پناہ لی اور اپنے زخم بھول کر زیدؓ کے زخموں کی فکر کرنے لگے۔

اسی وقت ایک غلام طشت میں انگور کے رسیلے خوشے سجائے قریب آیا اور متاسف آنکھوں سے ان کی طرف دیکھ کر ندامت سے بولا ـــــ "اس باغ کا مالک عتبہ بن ربیعہ اپنے ہم قوموں کے اس بُرے سلوک پر بے حد شرمندہ ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر میرے ہم قوم مہمان نوازی کے تقاضے

فراموش کر چکے ہیں تو میں اس کی تلافی کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میری جانب سے یہ انگور قبول فرمائیے۔"

دشمنوں کے شہر میں دوستی کے اس لہجے نے محمدؐ کو شاداں و فرحاں کر دیا۔ انھوں نے آسمان کی جانب متشکر نگاہ اٹھائی اور ممنون دل نے اپنے مالکِ حقیقی سے خاموشیوں کی زبان میں اس عنایت پر اظہار تشکر کیا۔ زیدؓ نے انگور قبول کر لینے کا اذن لیا اور اٹھ کر غلام کے ہاتھ سے طشت لے لیا۔

اس جائے پناہ نے محمدؐ کے دل کو ڈھارس دی۔ اس غریب الوطنی میں زخموں پر مرہم رکھنے کو کوئی اپنا نہیں تھا لیکن فخرِ مسیحا سے مسیحائی کچھ دور بھی نہیں تھی۔ ایک ہی نگاہِ رحمت سے زخم مندمل ہو گئے اور غربت کے اس عالم میں شفا کا تحفہ ملا۔ محمدؐ نے اس احسان کے عوض میں طائف میں کچھ روز مزید قیام کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ اس بے مہر شہر میں ایمان کی کوئی تو کرن باقی چھوڑ جائیں۔ دس روز تک محمدؐ بلند ہمتی اور جرأت کے ساتھ اپنے لافانی پیام کو طائف کے درندہ صفت وحشیوں تک پہنچانے کی سعی کرتے رہے لیکن کامیابی کی کوئی صبح طلوع نہ ہوئی۔

پردیس میں دھیان گھر کی طرف بھی لگا رہتا تھا جہاں علیؓ کو نگران چھوڑ آئے تھے۔ ننھی بیٹی اس دکھ اور مصیبت میں اور بھی زیادہ یاد آتی تھی۔ ہر صبح باندھی ہوئی امید کی ڈور شام کو کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ جاتی تھی۔ اب اس شہر بے مہر سے کوچ کر جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ محمدؐ نے رختِ سفر باندھا اور ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ روانہ ہونے لگے تو ایک شخص ہاتھ باندھ کر روبرو آن کھڑا ہوا۔ محمدؐ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ انگوروں کے باغ میں کام

Marfat.com

کرنے والا غلام عدّاس سر جھکائے کھڑا تھا۔

"میں ایک بے بس غلام ہوں ___ نہ گردن سے طوق اتار سکتا ہوں نہ کان سے گوشوارہ ___ طائف کے وحشیوں کو بھلا مجھ سے بہتر کون جانتا ہے۔ اسی لیے میں نے اپنے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگالی ہے۔ لیکن میرے دل میں صحائف کی پیش گوئیوں سے روشنی ہے۔ میں نے اس روشنی کو آپ کے رخِ انور پہ نثار ہوتے دیکھا ہے۔ میں طائف کی فضاؤں اور ہواؤں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آپ خدا کے فرستادہ اور آخری نبی ہیں۔ میں آپ پر ایمان لانے کی سعادت سے بہرہ مند ہوتا ہوں۔"

محمدؐ کے حرماں نصیب دل میں طمانیت اتری۔ ان کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔ ناکامیوں کے اس چٹیل صحرا میں کامرانی کی کونپل پھوٹی تو سہی تھی۔ طائف کی ساری ناخوشگوار یادوں پر اس دل خوش کن لمحوں نے پردہ ساڈال دیا تھا۔ محمدؐ نے عداس کو کلمہ پڑھوایا اور اسلام کے ضروری احکامات تعلیم کیے اور طائف سے نکل آئے۔ نخلہ میں ٹھہرتے ہوئے کوہِ حرا تک پہنچے جس کی مانوس فضائیں محمدؐ کے قدموں کی آہٹ سے آشنا تھیں۔

حالات میں کشیدگی جس حد تک بڑھ چکی تھی، اس نے محمدؐ کو محتاط کر دیا تھا۔ ہر طرف خون کے پیاسے لوگ آنکھوں میں وحشت لیے پھرتے تھے۔ اتنے دنوں کی غیر حاضری میں نہ جانے مکے کی فضاؤں نے کتنے رنگ بدل لیے تھے۔ مزاجوں کی تندی کتنی بڑھ گئی تھی۔ سازشوں کے جال کہاں کہاں پھیل گئے تھے۔ یوں درانہ مکے میں جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

اسی لیے محمدؐ نے عربوں کے عام طریقے کے مطابق سرداران قریش میں سے کسی کی حمایت حاصل کر لینا ضروری خیال کیا۔ ابو طالبؓ کی یاد نے دل کو

Marfat.com

یکبارگی پھر چھلنی کر دیا۔ ان کے ہوتے ہوئے کسی اور کی حمایت کی ضرورت ہی کیا تھی۔ لیکن اب حالات نے یوں پلٹا کھایا تھا کہ اپنے ہی شہر میں تنہا داخل ہونا ممکن نہیں رہا تھا۔ معاً معطم بن عدی کا خیال آیا۔ وہ ابوطالبؓ کے مخلص دوستوں میں سے تھا اور خاندان کے ساتھ مربیانہ برتاؤ کرتا تھا۔ محمدؐ نے اسے پیغام بھیجا کہ اگر وہ ان کی ذمہ داری لینے پر تیار ہو اور حمایت کا اعلان کرے تو وہ حرم محترم کی زیارت سے مشرف ہوں اور سلامتی کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہو جائیں۔

معطم مسلمان تو نہیں ہوا تھا لیکن انسانیت کی قدروں سے واقف تھا۔ وہ راضی ہو گیا اور اپنے عزیزوں اور بیٹوں کو ہتھیار لگانے کا حکم دیا۔ وہ حرم کے چاروں طرف پھیل گئے۔ خود معطم محمدؐ کو اپنے ہمراہ لے کر آیا اور حرم میں داخل ہو کر اعلان کیا کہ محمدؐ میری پناہ میں ہیں۔ لہٰذا کوئی ان سے تعرض کرنے کی جرأت نہ کرے۔

قریش دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے محمدؐ کو اپنی آنکھوں سے حرم کعبہ میں دو رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے رہے لیکن کچھ کر نہ سکے۔ اپنے خالق سے راز و نیاز کے بعد اپنے گھر روانہ ہوئے تو معطم کا سارا خاندان انہیں جھرمٹ میں لیے ہوئے تھا۔ گھر کی دہلیز پر پہنچ کر محمدؐ پلٹے اور متشکر لہجے میں بولے: "میں آپ کی اس حمایت کے لیے ممنون ہوں۔ بس آپ کی ذمہ داری ختم ہوتی ہے، مجھے اپنی پناہ کے بارے میں سبکدوش کر دیجیے۔"

"جیسی تمہاری مرضی بھتیجے!" معطم نے کہا اور رخصت ہو گیا۔

محمدؐ نے دہلیز کے اندر قدم رکھا تو فاطمہؓ دوڑی ہوئی آئیں۔ ترسی ہوئی نظروں کو قرار مل گیا ــــ خوبصورت آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ محمدؐ نے

Marfat.com

چاندسی پیشانی کو چوم کر تسکین حاصل کی اور اپنی ساری کلفتوں کو بھول گئے۔

مکہ میں طلوعِ صبح کے ساتھ محمدؐ اپنے فرائض کی تکمیل میں اٹھ کھڑے ہوتے اور روز وہی ایک کہانی دہرائی جانے لگی ——— جس کا ہر باب پہلے سے بڑھ کر شدید اور نا قابل برداشت تھا۔ کہیں پتھروں کی بارش کہیں کانٹوں بھرے رستے ——— کہیں گندگی اور نجاست ——— اور کہیں جور و تشدد۔ اولوالعزم انبیاء پر گزری ہوئی ساری اذیتیں تنہا محمدؐ پر بیت رہی تھیں۔ مگر محمدؐ نے کبھی پلٹ کر جواب نہیں دیا۔ کبھی سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، مڑ کر نظر تک نہیں کی۔ کوئی درشت کلمہ ان کے مہربان لبوں سے مس نہیں ہوا۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو کبھی بد دعا کا خیال بھی ذہن میں نہیں آیا۔ ہر روز امیدوں کو یکجا کرتے۔ آس کے چراغ جلاتے اور ہاتھ اٹھا کر حرفِ دعا کے سفیر بارگاہِ خداوندی میں قلب کی گہرائیوں سے روانہ کر دیتے:

"اے اللہ! ان لوگوں کو معاف کر دے۔ یہ جاہل ہیں۔ کچھ نہیں جانتے۔ انہیں روشنی دے دے ——— انہیں علم عطا کر ——— انہیں پہچان بخش دے۔"

محمدؐ نے باری باری تمام قبائل کا دورہ کیا لیکن کہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ صبر و استقامت، حسنِ کردار اور خلقِ عظیم کے جواب میں ناسزا کلمے اور بدصورت لفظ ہی سننے کو ملے۔ ایامِ حج آئے تو ہتھیار نیاموں میں چلے گئے اور محمدؐ کو دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں سے ملنے کا موقع ملا۔ وہ حاجیوں کے پڑاؤ پر خود چل کر پہنچے اور انہیں پیغامِ توحید پہنچایا۔ لیکن کثرت کو ماننے والوں کیلئے یہ صدائے وحدت اجنبی اور نامانوس ہی رہی۔

انکار اور مسلسل انکار تو ناامیدی کا باعث ہوتا ہی تھا۔ لیکن مروت و اخلاق کے پیکر محمدؐ کے لیے بد کلامی، بدتمیزی اور ذلالت مزید اذیت اور

Marfat.com

دلآزاری کا باعث بنتی ـــ انسانی ذہن کی پستی، اخلاق کی گراوٹ اور شعور کا گھٹیا پن شرف انسانیت کے خوگر محمدؐ کے لیے شدید کوفت کا باعث ہوتا۔ کسی محرم راز، کسی غم بانٹنے والے، کسی دکھ درد میں شریک ہونے والے کی طلب ہوتی تو محمدؐ اس محبوب حقیقی سے راز و نیاز کرتے۔ جسکے عشق نے، جس کی لگن نے انہیں مقصد کی لگن عطا کی تھی۔

محمدؐ کے دلی جذبات متکلم ہوتے تو ان میں امید و رجا، صبرو استقامت اور جستجوِ حصولِ رضائے الٰہی کے لہجے بولتے:

"خدایا! میری قوت کم، میری تدبیریں کمزور اور میں لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوا جا رہا ہوں۔ خدایا! اے رحم کرنے والے! تو ضعیفوں کا پروردگار اور میرا مالک ہے۔ تو غضبناک نہیں تو مجھے کسی اور کی پروا نہیں ہے۔ تیری عافیت ہی میرے لیے کافی ہے ـــ اے ظلمات کو روشن کرنے والے، اے عالمین کی اصلاح کرنے والے، اپنے عذاب اور ناخوشی سے صرف تو ہی پناہ دے سکتا ہے۔ مجھے تیری رضامندی سے ڈھارس ہے بھلا تیرے علاوہ قوت و اقتدار اور کس کے پاس ہے۔"

محمدؐ کی یہ سعی و کاوش، یہ اولوالعزمی، یہ ثبات قدم، یہ صبرو استقلال اور تن تنہا اذیتوں کو جھیل کر راضی برضا رہنے کی ادا ذات احدیت میں پسندیدہ ٹھہری اور محمدؐ کے جلاتے ہوئے چراغوں کی لو بڑھنے لگی۔

محمدؐ کی ریاضتوں کو اکرام عطا کرنے کو ایک اور شرف نے در دولت پر دستک دی۔ ۲۷ رجب کی شب جب تاریکی نے اس جہانِ رنگ و بُو کو اپنی آغوش میں لے رکھا تھا۔ پیام لانے والا ایک اور بشارتوں کے سفر کی نوید لایا ـــ محمدؐ نیند سے بیدار ہوئے تو سواری تیار تھی۔ جبرئیل امینؑ نے رکاب تھام کر سوار کرایا اور

رسول اللہؐ بلندیوں کے سفر پر روانہ ہوئے۔ جہاں جہاں براق کے قدم پڑتے تھے اس کی راہوں میں ستارے بکھرتے اور کہکشاں بچھتی چلی جاتی تھی۔ سات آسمانوں میں دُور دُور تک ایک ہی صدا تھی کہ آج وہ آسمانوں کا مہمان بننے والا ہے۔ جس کی خاطر یہ رفیع الشان افلاک بنائے گئے ہیں —— جس کے لیے زمین کا فرش بچھایا گیا ہے —— جس کے نور سے آفتاب روشن اور ماہتاب ضیاء بار ہے —— جس کے نام پر ستارے گردش کرتے ہیں۔ سمندر جاری و ساری ہیں اور کشتیاں ان کے سینے پر سبک خرام ہیں —— جو آسمانوں پر احمدؐ کے نام سے پہچانا جاتا ہے —— جس کا نام زمینوں میں محمدؐ ہے۔ جس کی سب سے زیادہ توصیف کی گئی ہے اور جو سب سے زیادہ حمد کرنے والا عبد خاص ہے۔

حاملانِ عرش چونک اٹھے —— حوریں چشم براہ ہوئیں —— ملائکہ اور مقربین سراپا انتظار میں ڈھل گئے۔ وہ جس کی اولوالعزمی کی شان، جس کے عشق کی سرمستی، جس کی بندگی کے قرینوں، جس کی عبادت کے خشوع و خضوع، جس کی مناجات کی خوشبو، جس کے سجدوں کی کثرت کے قصیدے آسمانوں پر پڑھے جاتے تھے —— وہی آج آسمانوں پر مہمان ہوا تھا تاکہ وہ شرف حاصل کرے، جو کسی پیغمبر، کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا —— اور وہاں قدم رکھے جہاں کسی ذی روح کا قدم نہیں پہنچا۔

اپنے خالقِ حقیقی کی اس عنایت پر محمدؐ کے لبوں سے حمد کے پھول جھڑنے لگے۔ جبرئیل امینؑ کے ہمراہ وہ عرش پر جہاں جہاں سے گزرے، حاملانِ عرش نے شایانِ شان استقبال کیا۔ فرطِ اشتیاق سے ہاتھوں ہاتھ لیا اور محمدؐ معراج کی منزلیں طے کرتے چلے گئے —— لیکن اچانک ایک مقام پر جبرئیلؑ

Marfat.com

رُک گئے ــــ محمدؐ نے پلٹ کر دیکھا ــــ

"کیوں جبرئیلؑ ــــ رُک کیوں گئے" ــــ ؟

"حضورؐ! میری رسائی بس یہیں تک ہے" ــــ جبرئیلؑ نے عاجزی سے اس معذوری کا اظہار کیا ــــ "آگے سدرۃ المنتہیٰ کی منزل ہے۔ جہاں نور کی فراوانی ہے ــــ یہ آپ کا شرف ہے ــــ بس اگر ایک قدم بھی آگے بڑھا ــــ تو گرمیِ بازارِ نور سے جل کر خاکستر ہو جاؤں گا" ــــ

محمدؐ آگے بڑھ گئے اور اس مقام پر پہنچے، جو عقل انسانی سے ماوراء ہے اور ان نظاروں کا مشاہدہ کیا جس کی تاب کوئی انسانی آنکھ نہیں لا سکتی ــــ محمدؐ نے معراج کا شرف حاصل کیا اور انسانیت اس شرف و سربلندی پر نازاں ہوئی۔

محمدؐ زمان و مکان کی حدود سے بالاتر ہو گئے تھے۔ وہ وہاں پہنچے تھے جہاں وقت کی اپنی حدود تھیں ــــ جہاں فاصلوں کی اپنی اکائیاں تھیں ــــ جہاں اس جہانِ فانی کا کوئی تصور نہیں ملتا تھا۔ اسی لیے جب وہ واپس ہوئے تو رات ویسی ہی تاریک تھی ــــ بستر اسی طرح گرم تھا اور زنجیر در ہل رہی تھی ــــ مگر آسمان پر کہکشاں اس راستے کی گواہی دے رہی تھی ــــ جو معراج کا راستہ اور محمدؐ کی گزرگاہ تھی۔ □

باب (۱۴)

انہی ایام میں یثرب سے بھی لوگ حج کے لیے آئے ہوئے تھے، جو محمدؐ کا ننھیال تھا اور مکے کے شمال میں تین سو میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ وہاں دو مشہور قبیلوں اوس اور خزرج میں کشیدگی اس حد تک تھی کہ وہ دن رات ہتھیار لگائے رکھتے تھے۔ ان دو قبیلوں کے علاوہ یہودیوں کی ایک بڑی تعداد بھی یہاں مقیم تھی۔ جو کتب سماوی اور صحائفِ سلف کا بے پناہ علم رکھتے تھے اور اکثر اس نورازلی کا ذکر کرتے رہتے تھے جو ظہور میں آنے والا تھا۔ یثرب کے دیگر قبائل جو انصار کہلاتے تھے۔ ان کے لیے آخری نبی کا نام نامانوس نہیں تھا۔ بعض عقل وشعور رکھنے والے اس کے تذکروں پر آپس میں بحث کیا کرتے تھے اور اندازے لگاتے تھے کہ اس نورازلی کا ظہور کس خطے میں ہوگا اور کون لوگ اس کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔

اوس اور خزرج میں ایک تازہ لڑائی حال ہی میں تھمی تھی 'بعاث'

Marfat.com

نامی اس لڑائی میں اوس کو خزرج پر فتح حاصل ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے خزرج کسی ایسے حلیف کی جستجو کرنے لگے تھے جس کی مدد سے وہ اوس والوں سے یہ فتح مندی چھین سکیں۔

موسم حج میں خزرج کے دو سردار اسعد بن زرارہ اور زکوان بن قیس مکہ میں آئے اور عتبہ بن ربیعہ سے رابطہ قائم کر کے اپنا مدعا بیان کیا۔ عتبہ نے کوئی مدد دینے سے معذوری کا اظہار کرتے ہوئے کہا "تمہارا علاقہ اتنا دور ہے کہ ہمارے لیے تمہارا ساتھ دینا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے اور پھر آج کل ہم خود ایک ایسی مشکل میں مبتلا ہیں کہ کسی اور مہم میں ہاتھ ڈالنا ہمارے لیے بار ہے۔"

"کیسی مشکل؟ کچھ ہم سے بھی کہو!" اسعد نے پوچھا۔

"تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ کس مصیبت میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہمارے باپ دادا کا دین خطرے میں پڑ گیا ہے۔ یہاں بنی ہاشم میں سے محمد ابن عبداللہ ؐ خود کو نبی کہتا ہے۔ اس نے ایک نئے دین کی بنیاد رکھی ہے اور لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ ہم نے ہر ظلم اس پر آزما لیا ہے، ہر طرح کی اذیت اسے دے کر دیکھ لی لیکن وہ اپنی بات سے نہیں ٹلتا اور اس کا ذکر ہی کیا، اس پر ایمان لانے والا کوئی بھی، اس کی راہ سے نہیں ہٹتا۔" عتبہ نے غصے اور نفرت سے بتلایا۔

اسعد چونک گیا۔ یہود کی زبان سے سنی ہوئی پیش گوئیاں اس کے ذہن میں گونجنے لگیں ـــــ "وہ کہاں ہے؟ ہم بھی تو ذرا دیکھیں وہ کتنے پانی میں ہے؟" اسعد نے اپنا اشتیاق چھپاتے ہوئے کہا۔

"وہ تمہیں یہیں کہیں حرم کے آس پاس ہی مل جائے گا۔ مگر اس کے

Marfat.com

پاس جانے کی غلطی نہ کرنا۔ وہ اپنے کلام سے تم پر سحر کر دے گا۔ پھر تم کہیں کے نہیں رہو گے۔" عتبہ نے حاسدوں کے سے جلتے ہوئے لہجے میں متنبہ کیا۔

اسعد نے بظاہر اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور اسے یقین دلا دیا کہ وہ محمد ابن عبداللہؐ سے نہیں ملے گا۔ لیکن وہ اسی جستجو میں رہا کہ کسی طرح ان کا دیدار حاصل ہو جائے۔ کسی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ محمدؐ حجر اسماعیل کے پاس بیٹھے ہیں۔ اس نے جمالِ محمدؐ پر نگاہ کی تو وہ گرمی نظارہ سے گلنار ہو گئی۔ روشن پیشانی نے راہ سجھائی اور وہ اسی جانب کھنچتا چلا گیا۔

"انعم صاحبا!" اس نے عربوں کے طریقہ پر آداب کیا۔

محمدؐ نے نورانی چہرہ اٹھایا: "اے رفیق! اللہ نے ہمیں اس سے بہتر سلام کا طریقہ عنایت کر دیا ہے۔ جو اہل بہشت کا سلام ہے۔ میں اس کے ذریعہ سے تم پر سلامتی بھیجتا ہوں ـــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ!"

اسعد کے لیے سلامتی کا یہ طریق انوکھا اور دل میں اتر جانے والا تھا۔ وہ قریب ہی بیٹھ گیا اور مشتاق لہجے میں بولا: "سنا ہے آپ نے دعوئ نبوت کیا ہے، آپ کن امور کی طرف دعوت دیتے ہیں؟"

محمدؐ مسکرائے اور ایک متشکر نگاہ سوئے فلک ڈالی، اس رب مہربان نے کچھ ایسے دل بھی بھیج دیے تھے جو کشادہ اور فراخ تھے۔ دل ہی دل میں شکر پروردگار کے بعد محمدؐ نے خدا کے پیغام کی امانت اس کے سپرد کی۔

"یہ دین امن وسلامتی کا دین ہے۔ یہ اس کی گواہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ـــــ اور یہ کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں اور میں اسکی دعوت دیتا ہوں کہ کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کرو ـــــ ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور فکر و فاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ـــــ اللہ

Marfat.com

ہی تمہیں اور انہیں رزق پہنچانے والا ہے۔ فحش کاموں کے پاس بھی نہ پھٹکو چاہے وہ کھلم کھلا ہوں یا خفیہ اور کسی بے گناہ کو ناحق قتل نہ کرو۔ یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسی صورت میں جو اس کے حق میں بہتر سے بہتر ہو۔ یہاں تک کہ وہ بلوغ کی حد تک پہنچ جائے۔

ناپ تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ جب بات کہو انصاف کے ساتھ کہو چاہے کسی رشتہ دار کا معاملہ ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ سب ہدایتیں اس کی جانب سے ہیں جو بذریعہ وحی مجھ تک پہنچی ہیں۔ جو بلاشبہ کلام خدا ہے۔"

جیسے جیسے محمدؐ کلام کرتے تھے اسعد کو اس میں اپنے ہی دل کی آواز سنائی دیتی تھی۔ نیک طینت لوگوں اور اولوالعزم پیغمبروں کا شیوہ ان کے لفظوں میں بول رہا تھا۔ یہ ایسی باتیں تھیں جن کے سامنے ہر پاکیزہ نفس جھک جاتا ہے اور ایسی زبان سے ادا ہو رہی تھیں جس کی حق گوئی میں بدترین دشمنوں کو بھی کلام نہیں تھا۔ اسعد کو خود پر اختیار نہیں رہا۔ وہ اپنے سارے جذبوں کے ساتھ بے ساختہ پکار اٹھا ——"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور آپ اس کے رسولؐ ہیں۔"

محمدؐ کے نورانی چہرے کی دلآویزی ایک فتح مند مسکراہٹ سے اور بڑھ گئی ——"اسعد! تمہیں یہ سعادت مبارک ہو۔"

اسعد کو ان الفاظ سے اپنے آپ پر فخر ہونے لگا۔ اس نے سر جھکا کر کہا ——"آپ کا یہ پیغام بہت سے منتظر دل اور مشتاق روحیں ہاتھوں ہاتھ لیں گی۔ میں یثرب میں آپ کا سفیر بنوں گا اور اپنے سارے عزیزوں کو اس نعمتِ عظمیٰ میں شریک کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی برکت سے

ہمارے آپس کے جھگڑے بھی سلجھ جائیں گے۔ ہماری آنکھیں آپ کو یثرب میں دیکھنے کی مشتاق رہیں گی۔"

"تمہاری یہ محبت میری ڈھارس ہے اسعد! اگر خدا نے چاہا تو یثرب کی سرزمین ایک بڑے شرف سے مشرف ہو گی۔" محمدؐ نے مستقبل میں دور تک نظر کرتے ہوئے کہا۔

اسعدؓ کے ساتھی ذکوانؓ بھی ایمان لے آئے اور دونوں سعادتوں کی عظیم سوغات لیے ہوئے یثرب پہنچے اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کو اس میں شرکت کی دعوت دی۔ اکثر کو ان کی گفتگو دل سے قریب معلوم ہوئی اور اگلے سال حج کے موقع پر بارہ اشخاص مکے کی سمت شوق دیدار میں چلے۔

محمدؐ تک رسائی حاصل کر لینے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ ہزار چہروں کے درمیان بھی چمکتی ہوئی پیشانی کو شناخت کر لینا مشکل نہیں تھا۔ رازداری کے خیال سے یہ ملاقات "عقبہ" کے مقام پر ہوئی۔ یہ اس بلند جگہ کا نام تھا، جہاں عبدالمطلبؓ کا آبائی مکان تھا۔ وہ بارہ جیسے ہی محمدؐ کے مقابل آئے، فرطِ اشتیاق سے ہاتھ چومنے لگے۔ بار بار نصرت و حمایت کا یقین دلانے لگے۔ ان کے قلب و نظر دیدارِ محمدؐ سے منور ہو گئے۔ اپنی وفاداریوں کے اظہار میں انہوں نے باقاعدہ بیعت کی جسے "بیعتِ عقبہ اولیٰ" کا نام دیا گیا۔

چلتے چلتے انہوں نے درخواست کی کہ ان کے ہمراہ کسی ایسے معلم کو بھیج دیا جائے جو احکامات اسلامی کی تعلیم و تبلیغ کا کام کر سکے۔ محمدؐ کی نگاہِ انتخاب مصعب بن عمیرؓ پر پڑی اور انہیں وفد کے ہمراہ یثرب جانے کا حکم دیدیا گیا۔

مصعب بن عمیرؓ کو یثرب والوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور انھیں

Marfat.com

اسعد بن زرارہ کے مکان پر ٹھہرایا گیا۔ مصعبؓ عالم اور حافظ قرآن تھے۔ انہوں نے انصار کے ایک ایک گھر کا دورہ کیا اور قرآن حکیم کی آیات تلاوت کر کے ہر دل میں اسلام کا گھر بنا دیا۔ قبیلہ اوس کے سردار سعدؓ بن معاذ ایمان لائے تو سارے قبیلے نے اسلام قبول کر لیا۔ اب یثرب کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جہاں اسلام کی حقانیت کا چراغ روشن نہ ہو۔

نیا سال آیا اور حج کے موسم میں قافلے حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔ یثرب سے روانہ ہونے والوں کو جہاں حج کی سعادت حاصل ہونے کی مسرت تھی، وہیں خدا کے حبیبؐ کی زیارت کا اشتیاق بھی انہیں کشاں کشاں مکے کی جانب لیے جاتا تھا۔ دل میں تصورِ محبوب کو بسائے ہوئے بہتّر آدمی مکے کی جانب روانہ ہوئے۔ جوش و جذبہ، شعور وفاداری رگ و پے میں لہو کے ساتھ دوڑ رہا تھا۔ روح میں یہی تڑپ جاگتی تھی کہ کسی طرح اس گوہر مقصود کو اپنے جھرمٹ میں لے کر دشمنوں کی دستبرد سے بچا لیں۔ وہ یہی طے کر کے چلے تھے کہ رسول اللہؐ کو اپنی جان کی قیمت پر بھی اپنے ساتھ لے کر آئیں گے۔ انہیں دکھوں، مصیبتوں اور کلفتوں کی سرزمین پر تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ انہیں وفا اور محبت سے دھڑکتے ہوئے دلوں کے درمیان لے آئیں گے۔

دیدارِ محمدؐ نے جذبۂ شوق کو اور بھڑکا دیا۔ جمالِ محمدؐ نے روحوں کو سرشار کر دیا۔ دل جوش اور جذبے سے چھلکنے لگے اور وہ بہتّر کے بہتّر محمدؐ کی خدمت میں اپنی وفاداریوں کے نذرانے پیش کرنے کیلئے بیتاب ہو گئے۔ لیکن محمدؐ کی جانب سے تحمل کی تاکید ہوئی اور عقبہ کے مقام پر رات کے وقت رازداری سے جمع ہونے کا حکم ملا۔

نہایت رازداری سے ۷۲ آدمی مختلف راستوں سے عقبہ کے مقام پر پہنچ گئے

مزید تحفظ کے خیال سے انہیں عبدالمطلبؓ کے آبائی مقام پر مدعو کیا گیا۔ محمدؐ کے ساتھ ان کے چچا عباسؓ، حمزہؓ اور علیؓ بھی موجود تھے۔ یہ ۱۲ سنہ نبوی کا واقعہ ہے۔

جوش اور جذبے سے معمور لوگوں نے اپنے جذبوں کے سارے رنگ محمدؐ کے حضور رکھ دیے اور انہیں اپنی وفاداریوں کا یقین دلاتے ہوئے اپنے ہمراہ چلنے کی پیشکش کی ـــــ محمدؐ خاموش رہے۔ عباسؓ ابن عبدالمطلبؓ اٹھے اور پر وقار لہجے میں بہتر کے مجمعے کو مخاطب کیا:

"اے اہل یثرب! آپ نے محمدؐ کو اپنے شہر کی طرف دعوت دی ہے۔ ہم اس کے لیے متشکر ہیں۔ لیکن اس سے آپ کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ محمدؐ کوئی بے گھر یا بے یار و مددگار ہیں ـــ نہیں ـــ ایسا ہرگز نہیں ہے! وہ بنی ہاشم کی آنکھوں کا نور اور دل کی ٹھنڈک ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص ان کے پسینے پر خون بہانے کو تیار ہے۔ ہمارا یہ عزم ایک یا دو دن کا نہیں تیرہ برس سے مستقل ہے۔

مگر اپنے مقصد کی ترویج کی خاطر محمدؐ یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ آپ کی دعوت قبول کر لیں لیکن اس سے پہلے میں آپ لوگوں سے یہ معلوم کر لینا چاہتا ہوں کہ آپ میں اتنی قوتِ حرب و ضرب اور مصائب کو برداشت کرنے کا حوصلہ ہے کہ اگر عرب کے تمام قبائل آپ کے خلاف صف آرا ہو جائیں تو بھی آپ میں اتنی ہمت ہو کہ ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ اپنی بات پر قائم رہ سکیں گے ـــ تو اہل یثرب! ابھی وقت ہے۔ آپس میں خوب مشورہ کر لو ـــ سوچ سمجھ لو ـــ تمام پہلوؤں پہ غور کر لو اور پھر سچائی کے ساتھ از سر نو وفاداری کا عہد کرو ـــ اور بسم اللہ محمدؐ کو اپنے ہمراہ لے جاؤ اور

Marfat.com

اگر ذرا بھی کمزوری کا شائبہ ہو تو کوئی ضروری نہیں ہے ــــــ ہم تیرہ برس سے جس طرح بھی بن پڑتا ہے، محمدؐ کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اب بھی جب تک دم میں دم ہے ان کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور اگر خدا کی رضا ہوئی تو ان کو یہاں بھی کامیابی و کامرانی عطا کرے گا۔"

مجمعے میں یکدم سناٹا چھا گیا۔ ایک لمحے میں سارے ہی ذہنوں نے اپنے جذبوں، اپنی وفاداریوں اور اپنے عزم و ارادہ کو جانچ لیا۔ کسی نے کسی سے آنکھیں نہیں چرائیں ــــــ کسی پیشانی پر پسینے کی بوندیں نہیں چمکیں، بلکہ سینے فراخ ہو گئے ــــــ پیشانیاں کشادہ ہو گئیں ــــــ آنکھوں میں سچ کچھ اور واضح ہوا ــــــ دلوں کے فیصلے کو براءؓ بن معرور نے لفظ عطا کیے۔

"اے بزرگِ بنو ہاشم! آپ نے جو کچھ فرمایا، وہ ہم نے سنا۔ آپ کے اندیشے بجا ہیں۔ مگر ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر ہمارے دلوں میں ذرا سا بھی دغدغہ ہوتا تو ہم یہ پیشکش کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ ہم نے خوب اچھی طرح سے سوچ سمجھ لیا ہے اور یہ طے کر لیا ہے کہ اپنی سچائی اور وفاداری کا پاس اپنی جانوں کی قیمت پر بھی کریں گے۔"

براءؓ کے لبوں سے جیسے جیسے یہ لفظ ادا ہوتے تھے ویسے ویسے جماعت کے دوسرے لوگوں کے چہروں پہ عزم بن کر نکھرتے تھے۔ محمدؐ کی نگاہ عقدہ کشا نے ان کی وفاداریوں کو ان کی آنکھوں میں پڑھا اور بیعت لینے کے لیے اپنا مبارک ہاتھ بڑھایا۔ براءؓ، ابوالہشیمؓ، اسعدؓ باری باری ہر ایک اس سعادت کو حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھا اور محمدؐ کے مقدس ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔ جسے بیعت عقبہ ثانی کا نام دیا گیا۔

محمدؐ بیعت لے چکے تو گویا ہوئے ــــــ "تم اپنی جانب سے ۱۲ اشخاص

Marfat.com

کے نام پیش کرو جو نقیب کہلائیں گے اور تم سب اہل یثرب کی طرف سے جواب دہی کے ذمہ دار ہو گے۔"

اوس اور خزرج نے بارہ نام پیش کر دیے جو سرداران قبائل کے تھے۔ ان لوگوں کے نقیب بنا دیے جانے سے تمام قبائل محمدؐ کے وفادار ہو گئے۔ جب سب نے رخصت کا ارادہ کیا تو ان میں سے کسی ارادوں والے نے امنڈتے ہوئے اشتیاق سے کہا:

"یا رسول اللہؐ! قدم بڑھائیے اور ہمارے ساتھ تشریف لے چلیے۔ خدا کی قسم! ہم آپ کو اپنے جھرمٹ میں اس طرح لے کر چلیں گے کہ آفتاب کی کرن اور کسی ذی روح کی نظر بھی آپ کو نہیں چھو پائے گی۔"

محمدؐ بردباری سے مسکرائے ـــــ "میں اپنی جانب سے کوئی فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔ مجھے حکم الٰہی کا انتظار کرنا ہو گا۔ لیکن میرے لوگ تمہاری جانب آتے رہیں گے۔ ان غریب الوطنوں کا اکرام کرنا اور اسلام کے رشتے سے انہیں اپنے بھائیوں کا درجہ دینا۔"

حکم الٰہی درمیان میں آیا تو اصرار کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ محمدؐ کے جمال دلنواز کا جلوہ آنکھوں میں بسائے اہل یثرب اپنے شہر کی جانب روانہ ہو گئے۔ امید کے چراغ ان کے سینوں میں روشن تھے اور دھڑکنوں میں یقین دھڑک رہا تھا کہ ان کی سچی لگن آخر محمدؐ کو ان تک لے آئے گی اور آنے والا وقت اس انتظار کے سرور میں بسر ہو گا کہ وقت کے ان گنت لمحوں میں وہ مبارک لمحہ آنے ہی والا ہے جو خیر و برکت کے پیکر محمدؐ کو اپنے ہمراہ لیکر آئے گا۔

یہ عظیم کامیابی ان اذیتوں اور کلفتوں کو استقلال سے سہنے کا ثمر تھی

Marfat.com

جو محمدؐ نے تیرہ برس کے طویل عرصے میں بڑی استقامت سے برداشت کی تھیں۔ مخالفتوں کے یہ سال صدیاں بن کر بیتے تھے لیکن اب حمایت کی صورت نظر آتی تھی۔ حبشہ کے بعد ایک اور محفوظ پناہ گاہ کی نشان دہی ہوئی تھی جانثاروں میں کچھ اور سرفروشوں کا اضافہ ہوا تھا۔ محمدؐ چاہتے تو بہتر کے اس ہجوم میں اسی رات حفاظت کے ساتھ چپکے سے ہجرت کر جاتے لیکن محمدؐ کا کرم آسمانوں کی طرح لامحدود تھا ـــــ رحمت کے سمندر میں وسعت ہی وسعت تھی۔ انہیں اپنے آپ سے زیادہ دوسروں کی فکر تھی۔ اپنی تکلیفوں سے بڑھکر دوسروں کے زخموں کی ٹیس بے چین کر دیتی تھی۔ جب تک مکے میں ان کا ماننے والا کوئی ایک شخص بھی موجود تھا وہ مکے سے نکلنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اپنے چاہنے والوں کو بیچ منجدھار چھوڑ کر ان کے لیے ساحل کی تمنا کرنا بھی محال تھا۔ اپنوں کو دشمن کے نرغے میں چھوڑ کر وہ کسی سائبان تلے بسر کرنے پر تیار نہیں تھے۔ اسی لیے انہوں نے اہل یثرب کو مطمئن کر کے لوٹا دیا اور خود ایمان لانے والوں کو فرداً فرداً یہ حکم دیا کہ وہ بڑے غیر محسوس انداز میں آہستہ آہستہ یثرب کی سمت روانہ ہو جائیں۔ اہل یثرب ان کے لیے چشم براہ ہیں۔

مسلمانوں کے لیے نجات کا یہ پیغام بڑا حوصلہ افزا تھا۔ زیادہ تر نادار، غریب اور غلام ہی قریش کے ہاتھوں ایذا اٹھاتے تھے۔ اس لیے سب سے پہلے انہوں نے ہی یثرب کا رخ کیا۔ قریش کے لیے یہ اچنبھے کی بات تھی کہ ہر رات بڑی خاموشی سے مسلمانوں کا کوئی ایک گھر خالی ہو جاتا اور کچھ پتہ نہ چلتا کہ اس کے مکین کس طرف گئے ہیں۔ ان کی تشویش بڑھنے لگی۔ مسلمانوں کا ان کے ہاتھ سے نکل جانے کا یہ مطلب تھا کہ امن و سلامتی کا پیغام محفوظ ہو گیا ہے۔ اسلام کے پھلنے پھولنے کے مواقع بڑھ گئے ہیں۔ دکھ اور سختی سے

بھری ہوئی فضا میں مسلمانوں کے ارادوں میں کوئی کمزوری نہیں پیدا ہوئی تھی۔ تو جہاں انہیں امن وامان نصیب ہوگا، وہاں وہ اپنے دین کو پھیلانے میں کتنے آزاد اور آسودہ ہوں گے۔

یثرب کی جانب سے ایک بڑے وفد کے آنے اور محمدؐ سے ملاقات کرنے کی خبریں ان تک پہنچ چکی تھیں۔ اس کے فوراً بعد مسلمانوں کی رفتہ رفتہ ہجرت انہیں چوکنا کر دینے کے لیے کافی تھی۔ ان کے دل کے وسواس حقیقت میں بدلنے لگے۔ اپنا اقتدار اور جاہ وحشم خطرے میں نظر آیا تو ایک نے دوسرے سے کہا اور دوسرے نے تیسرے کو سنایا —— اور جلد ہی تشویش کی یہ لہر سارے قریش میں پھیل گئی۔ فوراً یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام خاندانوں کے دانشمند "دارالندوہ" میں اکٹھے ہو کر اس مسئلے پر غور وفکر کریں۔

تمام سرداروں کو اس کی اطلاع دیدی گئی —— "دارالندوہ" میں ایک ایک کر کے قریش کے تمام نمایاں لوگوں کا اجتماع ہونے لگا۔ جن کی تعداد چالیس تک پہنچی —— ان میں عتبہ، ابوسفیان، جُبیر بن مطعم اور بنی ہاشم میں سے ابولہب بھی شریک ہوا۔ معاملہ سنگین تھا اور مسئلہ غور طلب —— ان میں سے کسی سردار نے —— "دارالندوہ" —— میں قریش کے اس اجتماع کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا:

"اے صاحبانِ عقل ودانش! اور اے سردارانِ قوم! یہ بات آپ کے علم میں ہوگی کہ محمدؐ نے یثرب کے مشہور قبائل اوس وخزرج کی حمایت حاصل کر لی ہے اور اپنے لوگوں کو برابر ان کی طرف بھیج رہا ہے۔ مکے میں مسلمانوں کے گھر کے گھر خالی ہو گئے ہیں اور یثرب میں وہ ایک نئی قوت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ کھلی ہوئی شکست اور ہزیمت ہے کہ ہم سب کی تیرہ سال کی انتھک کوشش

کے باوجود تنِ تنہا محمدؐ نے اتنی قوت حاصل کر لی ہے کہ اس کی آواز مکے سے باہر بھی سنائی دینے لگی ہے اور اس کے حلیفوں کا دائرہ پھیلتا جا رہا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم کوئی آخری اور قطعی حل اس مسئلے کا تلاش کر لیں۔ ورنہ کوئی عجب نہیں کہ محمدؐ کے دین کی بدولت لات و عزیٰ کی پرستش کرنے والا کوئی نہ رہے اور ہمارے ہی زر خرید غلام اپنے کانوں سے غلامی کے گوشوارے اتار کر ہمارے مقابل آن بیٹھیں۔ ہمارا مذہب، ہمارے خدا، ہماری عزت، ہماری آن اور ہماری سرداری سبھی کچھ خطرے میں ہے۔ اس کا تحفظ ہم سب کی ذمہ داری اور فرض ہے۔ میں اپنے قبیلہ سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ کوئی بہتر تجویز پیش کریں گے۔"

سارے ہی ابلیسی ذہن غور و فکر میں محو ہو گئے۔ بدنہاد دلوں کی ساری نفرتیں حرکت میں آ گئیں۔ سیاہ فطرت والوں نے اپنے اندر کی سیاہیوں کو نورِ محمدؐ کے خلاف سازشوں میں تمام و کمال صرف کر دیا۔ سوچوں میں ڈوبی ہوئی خاموشی کے طویل وقفے کو ابوجہل کی مکروہ آواز نے توڑا:

"اگر آپ سب متفق ہوں تو میں کسی طرح پوشیدہ طور پر محمدؐ کو قتل کروا دیتا ہوں۔ اس طرح وہ جڑیں ہی ختم ہو جائیں گی جس سے برگ و بار سبز اور توانا ہیں۔"

"تم بنی ہاشم کو جانتے ہو؟" عاص بن وائل بولا۔ "انھوں نے تین سال کے محاصرے کی سختیوں میں بھی محمدؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا تو وہ اس کا قتل کس طرح معاف کریں گے ——— یہ انتقام تو نسلوں تک چلے گا اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ ہم آنے والی نسلوں کے لیے یہ پریشانی اور خوف چھوڑ جائیں۔"

"تو پھر ایسا کرو" ——— اُمیہ بن خلف کے اندر کا خونخوار درندہ غرایا ———

"کہ ہم سب مل کر محمدؐ پر قابو پالیں اور اسے کسی محفوظ جگہ پر قید کر لیں۔ آخر کتنے دن بھوک اور پیاس کا مقابلہ کرے گا۔ یا تو اپنے دعوے سے تائب ہو جائے گا۔ نہیں تو بڑے آرام سے اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔"

"بنی ہاشم کو اتنا غافل نہ سمجھو"۔۔۔ ابولہب بولا۔" وہ میرا ہی خاندان ہے اور تم سے بہتر میں جانتا ہوں کہ وہ محمدؐ کو تمہارے قبضے سے نکالنے کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دیں گے۔"

"تو پھر محمدؐ کو جلاوطن کر دو"۔۔۔ کوئی اور بولا۔

"تم نے خوب کہی۔۔۔ جلاوطن کر دینے سے وہ اپنی تبلیغ سے باز تو نہیں آجائے گا، جو بات ہم اس سے مکہ میں نہیں منوا سکے، بیرون مکہ کس طرح منوائیں گے۔ ہمیں اس کے دین سے ہی تو اختلاف ہے۔ ورنہ ہم میں سے اکثر کی امانتیں تو اب بھی اس کے پاس ہیں۔ اس کا حسنِ اخلاق تو بعض اوقات ہماری نگاہوں کو بھی ندامت سے جھکا دیتا ہے۔ اگر وہ اپنی اس تبلیغ سے باز آجائے تو وہ روشن چہرہ، خوش اطوار اب بھی مکے کی گلیوں میں چلتا پھرتا حسین معلوم ہوتا ہے۔" کسی کے لبوں سے حق بات نکل گئی۔

"ناممکن۔۔۔! وہ اپنے مقصد سے کبھی نہیں ہٹے گا"۔۔۔ کوئی واقفِ حال بولا۔

"تو پھر ہم بھی کسی مروت، کسی لحاظ کو درمیان میں نہیں آنے دیں گے"۔۔۔ ابوجہل کا انداز دوٹوک تھا۔۔۔ "کسی ایک شخص کو یہ بار تنہا اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ ہم میں سے ہر قبیلے سے ایک ایک آدمی چنا جائے اور وہ سب مل کر محمدؐ کو ختم کر دیں تاکہ اس کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم کو یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جائے کہ وہ کس کس سے خون کا انتقام لیں۔"

Marfat.com

ظلم و وحشت کے خوگر دلوں کو یہ ناپاک تجویز بے حد پسند آئی۔ ہر ایک نے داد و تحسین دی اور اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا تو کوئی سردار بولا:

"لیکن اس تجویز کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا طریق کار کیا ہوگا؟ اس کا ابھی فیصلہ ہو جائے تو مناسب ہے۔"

"درست ہے" ــــ کوئی بولا: "جو لوگ قتل کرنے کے لیے جائیں گے۔ ان کا انتخاب اسی وقت کر لیا جائے گا اور آنے والی رات میں محمدؐ کو ان کے بستر خواب پر ہی ہمیشہ کی نیند سلا دیا جائے گا۔"

"مگر اتنا یاد رکھو!" ــــ ابولہب کی رگوں میں ہاشمی خون نے جوش مارا ــــ "رات کی تاریکی میں کوئی محمدؐ کے مکان میں داخل نہیں ہوگا کہ مجھے بھتیجے سے دشمنی سہی لیکن اس کے خاندان کی عزت میری عزت ہے۔ ہاں جونہی صبح کے طلوع کا آغاز ہو تمہیں اپنا مقصد حاصل کرنے کی آزادی ہوگی۔"

ابولہب نے اصول کی بات کی تھی۔ اسی لیے کسی کو اس سے اختلاف کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ متفقہ رائے سے پندرہ اشخاص کا انتخاب ہوا جن میں ابولہب بھی شامل تھا ــــ تاکہ بنی ہاشم پر وار کرنے میں ان کا ہاتھ بھی شامل ہو تو قصاص یا انتقام کا مسئلہ پیچیدہ ہو جائے۔

ابولہب کی جہالت نے اسے اپنے ہی خاندان کا اعزاز چھین لینے پر آمادہ کر دیا تھا۔ ابوسفیان کا داماد ہونے کی حیثیت سے وہ بنوامیہ میں اس طرح گھل مل گیا تھا کہ اس نے ان کے طور طریقے بھی اپنا لیے تھے۔ اسی لیے اپنے ہی خاندان سے تاج سعادت چھین لینے کے منصوبے میں شرکت پر اسے کوئی ندامت یا پشیمانی نہیں تھی۔ وہ دوسرے سرداروں کے ساتھ خوش خوش "دارالندوہ" سے باہر آیا۔□

Marfat.com

باب (۱۵)

وہ اپنا منصوبہ بنا رہے تھے اور اللہ اپنا منصوبہ بنا رہا تھا اور اللہ سے بڑھ کر کسی کا منصوبہ نہیں ہو سکتا۔ محمدؐ کے لیے کوئی غیب ــــ غیب نہیں تھا کہ عالم الغیب خود ان کا محافظ تھا ــــ محمدؐ کے لیے کوئی راز، راز نہیں تھا کہ ان کا محرم راز تو وہ رازدان حقیقی تھا جس کے سامنے کل عالم کے راز آشکار ہیں ــــ "دارالندوہ" کی تمام خون آشام تجاویز محمدؐ پر روز روشن کی طرح عیاں تھیں کہ محبوب حقیقی کا فرستادہ جبرئیل امینؑ انہیں پل پل کی خبر پہنچا رہا تھا۔ یہاں زمین پر ہونے والی سازشوں کو باطل کرنے کی تدابیر آسمان سے نازل ہو رہی تھیں۔ محمدؐ جس حکم کے منتظر تھے وہ آن پہنچا تھا۔

مکے کی گلیاں جہاں بچپن کے سہانے دن اور شباب کی شاداب گھڑیاں گزاری تھیں ــ مکے کی فضائیں جن سے پیاروں کی یادیں وابستہ تھیں۔ مکے کی ہوائیں جن میں اپنی دھرتی کی بو باس شامل تھی ــــ چھوڑنا آسان نہیں

Marfat.com

تھا۔ حرم کعبہ، رکن و مقام، حجرِ اسود اور وہ ساری دھرتی جس پہ اپنے سجدوں کے نشان تھے، یہیں پر رہے جاتے تھے۔ اتنی بے شمار وابستگیوں کو الوداع کہنا کڑی آزمائش سے گزرنا تھا۔ لیکن محمدؐ کے لیے مرضئ معبود پر سب کچھ فدا کر دینا عین سعادت تھی۔ وہ جذبوں، یادوں اور محبتوں سے بچھڑنے کے لیے تیار ہو گئے اور ہجرت کے انتظامات میں مصروف ہو گئے۔

وحی الٰہی یقین بن کر قلب میں جاگزیں ہو چکی تھی۔ مکے کی فضاؤں میں رات اتر رہی تھی اور اجالوں میں اندھیرا گھل مل گیا تھا ـــــ پندرہ قاتل اپنے خون آشام ارادوں کے آسیب میں مبتلا ننگی تلواریں لیے گھات میں بیٹھ چکے تھے۔ محمدؐ نے علیؑ کو آواز دی ـــــ نوجوان علیؑ حاضر ہوئے تو محمدؐ نے آغاز تخاطب کیا:

"علیؑ! باہر خون کے پیاسے دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ امر الٰہی ہے کہ میں اسی رات یثرب کی جانب ہجرت کر جاؤں۔ میں غار ثور میں پوشیدہ رہوں گا ـــــ تمہیں میری جگہ میرے بستر پر آرام کرنا ہو گا تاکہ دشمنوں کو شبہ نہ ہو کہ میں نے گھر چھوڑ دیا ہے۔"

"بسرو چشم یا رسول اللہؐ!" علیؑ نے سرِ تسلیم خم کیا اور چند لمحے توقف کے بعد دل کی تشویش کو سوال میں ڈھالا ـــــ "کیا اس طرح آپ کی سلامتی کو کوئی خطرہ تو نہیں ہو گا۔ آپ خدا کے فضل سے سلامت تو رہیں گے نا؟"

"ہاں علیؑ! میں خدا کی حفاظت اور نگہبانی میں ہوں گا۔" محمدؐ کا یقین بول اٹھا۔

"تو پھر مجھے کوئی فکر ـــــ کوئی اندیشہ نہیں۔ آپ امر الٰہی بجا لائیے۔ میں اپنی جان دے کر بھی آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا" ـــــ علیؑ نے دل کی اتھاہ

Marfat.com

گہرائیوں سے کہا اور اپنی پیشانی اظہارِ تشکر میں خاک پہ رکھ دی اور اس جاں نثاری کا موقع ملنے پر پہلا سجدۂ شکر ادا کیا۔

محمدؐ نے علیؑ کو سینے سے لگا لیا اور محبت کی زبان میں گویا ہوئے علیؑ! تمہیں یوں تلواروں کے سائے میں سلانا مجھے بہت شاق ہے لیکن امرِ الٰہی یہی ہے ـــــ تم میری حضرمی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہنا تاکہ مشرکین کا دھیان تم میں لگا رہے۔ صبح غارِ ثور میں سواریاں اور زادِ سفر پہنچا دینا۔ اہلِ مکہ کی امانتیں ان کے سپرد کر دینا اور میری نورِ نظر فاطمہؑ اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد اور اپنی بہنوں فاطمہ بنت زبیر اور فاطمہ بنت حمزہ کے ساتھ یثرب کی طرف روانہ ہو جانا۔ ہم یثرب میں انشاءاللہ ایک ساتھ داخل ہوں گے۔"

"انشاءاللہ" ـــــ علیؑ نے پورے یقین سے کہا اور ایک مشتاق نگاہ محمدؐ کے رخِ انور پر ڈالی اور جمالِ محمدؐ کو یوں آنکھوں میں بسا لیا کہ پھر کسی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔

محمدؐ نے آٹھ سالہ فاطمہؑ کو الوداع کہتے ہوئے ان کی پیشانی چومی ـــــ جانِ پدر اپنے بابا کو خندہ پیشانی سے رخصت کرو اور اپنی معصوم دعاؤں کو میرا ہمسفر رکھنا بیٹی۔"

فاطمہؑ نے ترسی آنکھوں سے محمدؐ کی طرف دیکھا اور رندھے ہوئے لہجے میں بولیں:

"بابا! مجھے آنے والا وقت ڈراتا ہے۔ آپ نگاہوں سے اوجھل ہوں گے تو مجھے کس طرح چین آئے گا۔"

محمدؐ نے بیٹی کے محبت سے بھیگے ہوئے آنسوؤں کو سمیٹ لیا اور پر یقین لہجے میں بولے: "فاطمہؑ! میری نورِ نظر بیٹی! یہ امرِ الٰہی ہے اور وہی

Marfat.com

تمہارے باپ کا محافظ و نگران ہے۔ وہی اس مشکل وقت میں تمہارے قلب کو بھی تسکین اور اطمینان بخشے گا۔"

محمدؐ کے سائے میں پروان چڑھی ہوئی بیٹی نے سرِ تسلیم خم کیا۔ "میری تسکین آپؐ کی سلامتی اور آپؐ کے مقصد کی کامیابی میں ہے۔ مجھے معبود حقیقی پر بھروسہ ہے۔ آپ کے لفظ میرا یقین ہیں۔ آپؐ اللہ کا نام لے کر سدھاریں۔ میرے دل کی تمام دعائیں آپؐ کی ہم قدم ہوں گی۔"

بیٹی سے جدا ہوتے ہوئے محمدؐ کی پلکیں نم ہو گئیں۔ انہوں نے جھک کر ایک مرتبہ پھر چاندسی پیشانی کو بوسہ دیا اور خاندان کی بزرگ خواتین سے رخصت ہو کر دعاؤں کے سائے میں اپنے گھر کے دروازے پر آئے۔ جس کی جانب خون کی پیاسی آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔

محمدؐ آنکھوں کے خالق اور بینائی عطا کرنے والے کے سائے میں بڑے اعتماد کے ساتھ نگرانی کرنے والی آنکھوں اور چوکس نظروں کے درمیان سے گزر گئے اور انہیں خبر تک نہیں ہوئی۔ سماعتیں منتظر رہیں لیکن آہٹ تک نہیں ہوئی۔

نگرانی کرنیوالوں کی نگاہیں دروازے پر لگی ہوئی تھیں آنکھوں ہی آنکھوں میں مقرر کردہ اشاروں سے وہ ایک دوسرے کو ہوشیار کرتے اور وقفے وقفے سے روزن دریں سے جھانکتے تو محمدؐ کو بستر پر موجود پاتے۔ ان کی رگوں میں دوڑتا ہوا ابلیس مسرت سے جھوم اٹھتا۔ منبع خیر پر آخری وار کرنے کے لیے فضا کی سازگاری شر کی خبیث آنکھوں میں سرور بن کر ناچنے لگتی۔ جوں جوں رات لمحہ لمحہ سمٹتی تھی گھات میں لگے ہوئے دلوں کی دھڑکنیں بڑھتی تھیں۔ فیصلے کی گھڑی میں فاصلہ کم ہوتے دیکھ کر خونخوار روحیں رقص کرتی تھیں۔ آخر پچھلے پہر کی

Marfat.com

نشانیاں شب کے ڈھلنے کا اعلان کرنے لگیں۔ رات کے کالے سیاہ اندھیرے میں صبح کی افشاں کا ہلکا ہلکا سا چھڑکاؤ ہونے لگا۔ سب نے ایک مرتبہ پھر ایک دوسرے کو چوکس کرنا ضروری خیال کیا کہ اب ہلہ بول دینے کا وقت قریب تر تھا۔

محمدؐ کی حضرمی چادر اوڑھ کر سونے والے علیؑ ان کی سرگوشیوں کو سن رہے تھے۔ روزنِ دیوار سے جھانکتی ہوئی خونخوار آنکھوں کی گردش کا اندازہ ان کے قدموں کی آہٹوں اور دروازے پہ اچانک ہو جانے والے کھٹکوں سے ہو رہا تھا۔ لیکن علیؑ کے دل پر طمانیت کی وحی اتری تھی۔ محمدؐ کے بستر پر سونا علیؑ کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ شعبِ ابی طالبؓ میں محاصرے کے تین سال اسی طرح گزر گئے تھے کہ کچھ پہر رات گزرنے پر ابوطالبؓ انکے سرہانے آ کھڑے ہوتے اور علیؑ کا شانہ ہلا کر رازداری سے کہتے ——" اٹھو علیؑ بیٹے! محمدؐ کے بستر پر چلو۔ کہیں کسی بدطینت کی خبیث آنکھیں اس کے بستر پر نہ لگی ہوں، کہیں کوئی دشمن گھات میں نہ بیٹھا ہو۔ میں نے تو تم کو سختیوں میں اپنے محبوب بھائی کے لال کا فدیہ قرار دیدیا ہے۔"

علیؑ کی یادوں میں یہ محبت بھری آواز گونج رہی تھی اور آیات قرآنی نے علیؑ کا احاطہ کر رکھا تھا ——" انسانوں میں وہ انسان بھی ہے جس نے اپنی جان رضائے خدا کی خاطر بیچ ڈالی ہے اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔"

اسی لیے تو علیؑ کو نہ خوف تھا نہ اندیشہ —— نہ کوئی خدشہ نہ وسوسہ —— شاعر ابوطالبؓ کا قادر الکلام بیٹا، رسولؐ کے بستر پر لیٹا ہوا اپنے جذبوں سے لفظوں کا سنگھار کر رہا تھا۔

" میں نے ڈھال بنا دیا ہے خود کو اس کی خاطر جو زمین پر چلنے والوں اور

Marfat.com

خانۂ کعبہ کا طواف کرنے والوں میں بہترین ذات ہے۔

رسول اللہؐ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں مشرکین اپنے منصوبہ میں کامیاب نہ ہو جائیں۔

لیکن اللہ نے انہیں ہر مکر و فریب سے نجات دی ہے۔

میرے رسولؐ غار میں امن و سکون سے اور خدا کی پناہ میں ہیں۔

اور میں پوری رات مشرکین کی نقل و حرکت کو سنتا اور دیکھتا رہا کہ وہ مجھے پہچان نہیں رہے ہیں۔

اور میں تو قتل یا قید ہو جانے کے لیے بالکل تیار تھا۔

حلقہ ہائے چشم میں تیزی سے گردش کرتی ہوئی پتلیوں کے ذریعے سے کلام کیا جا رہا تھا کہ کوئی آواز چادر اوڑھ کر سوتے ہوئے محمدؐ کو کھٹک نہ جائے۔ قدم پھونک پھونک کر رکھے جا رہے تھے کہ کوئی آہٹ سناٹے کو برہم نہ کر دے۔ سانس لینے میں بھی احتیاط برتی جا رہی تھی کہ کہیں سرسراہٹ کسی کو ہوشیار نہ کر دے۔ روزنِ در سے لگی ہوئی آنکھیں بیتنے والا ایک ایک لمحہ گن رہی تھیں دروازے سے لگی ہوئی سماعتیں گزرتے وقت کی چاپ سن رہی تھیں۔ خونخواردلوں کی دھڑکنیں ہر لحظہ بڑھ رہی تھیں۔

رات ڈھل گئی اور فیصلے کی گھڑی طلوع ہوئی۔ صبح صادق کی دلآویز تجلیاں بھی سیاہ دلوں میں امنڈتی ہوئی شب کو سحر نہیں کر سکیں۔ بدباطن لوگ اپنے تئیں جلوہ نور کو سیاہ پوش کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ مخصوص اشاروں سے ایک دوسرے کو چوکس کرنے کے بعد اپنے اپنے ہتھیاروں کی چمک جانچ کر وہ انہیں تولتے ہوئے منظم انداز میں ایک ساتھ اٹھے اور رسول خداؐ کے گھر کے دروازے

Marfat.com

پر دھاوا بول دیا۔

محمدؐ کے کچے گھر کا دروازہ وا ہوا۔ کفارِ مکہ کے ارادوں کی خونخواری ان کی آنکھوں میں اتر آئی ___ سامنے ہی تو محمدؐ بستر پر بڑے سکون کی نیند سو رہے تھے۔ اس نیند کو ابدی نیند میں ڈھال دینے میں بس چند ہی لمحوں کا فاصلہ تھا۔ لیکن پھر بھی یہ کام اتنا سہل نہیں تھا جتنا بظاہر نظر آتا تھا۔ ہاشمیوں کی روح سلب کر لینا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ انہیں یہ کام بڑے منظم انداز میں کرنا تھا تاکہ کوئی پیچیدگی پیدا نہ ہو اور بنی ہاشم کی طرف سے فوری کارروائی کا خدشہ نہ رہے۔ اسی لیے دہلیز پر پہنچ کر کچھ نے ننگی تلواریں الف کیں اور با ہر چوکس کھڑے ہو گئے ___ کچھ نے آگے بڑھ کر چوکھٹ پر قبضہ کیا اور چوکنی نگاہوں سے اردگرد دیکھنے لگے۔ کچھ آگے بڑھے اور محمدؐ کے بستر کو ننگی تلواروں کے سائے میں لے لیا۔ بے خبری میں وار کرنا عربوں کی حمیت کے منافی تھا۔ اسی لیے ان میں سے کسی نے تلوار کی نوک سے محمدؐ کی حضرمی چادر الجھا کر اٹھائی تاکہ محمدؐ خبردار ہو جائیں۔

چادر کے نیچے استراحت کرنے والا یکدم اٹھ کر بیٹھ گیا اور نیند بھری آنکھوں کے ساتھ ننگی تلواروں کو اپنے سر پر سایہ فگن دیکھ کر بھی کمال اطمینان کے ساتھ بستر پر بیٹھا رہا۔ بستر کو گھیرے ہوئے سب کے سب ششدر ہو کر ایک ایک قدم بے خیالی میں پیچھے ہٹ گئے۔ بدلے ہوئے اس منظر نے فتح کی توقع میں چمکتے ہوئے چہروں پر کالک مل دی۔ انہیں اپنی بینائی پر اعتبار کرنا محال ہو گیا۔ بستر پر روشن چہرہ محمدؐ کی جگہ صبح صادق کے کھلتے ہوئے رنگوں کا پرتو لیے نوجوان علیؑ تھے۔ جو قبضہ شمشیر پہ ہاتھ رکھے پر عزم آنکھوں سے ان سب کی طرف بڑے سکون سے دیکھ رہے تھے۔

"محمدؐ کہاں ہے ___؟" سکتے کی سی کیفیت سے نکل کر ان میں سے

Marfat.com

کوئی غرایا۔

"کیا تم نے محمدؐ کو میرے سپرد کیا تھا؟" علیؑ نے دوٹوک لہجے میں ان کا سوال ان کے منہ پر دے مارا۔

وہ تلملا گئے۔ ناکامی کی یہ دھول علیؑ نے ہی تو ان کی آنکھوں میں جھونکی تھی۔ شکست کا ہزیمت خوردہ لفظ علیؑ نے ہی ان کی کوتاہ پیشانیوں پر کھود دیا تھا۔ ان کے خون آشام منصوبے کے تار و پود علیؑ نے ہی بکھیرے تھے۔ کچھ جھنجھلائے ہوئے قاتلوں نے چاہا کہ محمدؐ سے پہلے علیؑ کا فیصلہ کر دیا جائے۔ انہیں محمدؐ کا ساتھ دینے کا عوض موقع پر ہی دے دیا جائے۔ یہی سوچ کر انہوں نے کچکچاتی نگاہوں سے علیؑ کی طرف دیکھا اور تلواریں ہاتھوں میں تولیں۔ علیؑ نے ان کے مکروہ ارادوں کو ان کی دشمن آنکھوں میں ہی پہچان لیا۔ وہ تلوار ہاتھ میں اور جان ہتھیلی پر لے کر اتنی تلواروں کے مقابل سینہ تان کر کھڑے ہوئے اور نگاہوں کے عزم سے مبارز طلبی کی۔

ابوجہل نے موقع کی نزاکت کا اندازہ کر لیا۔ اتنی چمکتی ہوئی تلواروں کے مقابل نوجوان علیؑ کے اعتماد سے ان کے دل کی قوت اور ارادوں کا استحکام صاف ظاہر ہو رہا تھا۔ وہ آخری حدوں تک مقابلہ کرنے کے لیے چوکس کھڑے تھے۔ ان سے تعرض اپنی ہی منزل کھونے اور وقت ضائع کرنے کے مترادف تھا۔ اگر محمدؐ کسی طرح نکل بھی گئے تھے تو ان کا تعاقب کر کے انہیں راستے میں ہی لیا جا سکتا تھا۔ اسی لیے ابوجہل نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے غصے کے تلخ گھونٹ حلق سے اتارتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور خود علیؑ سے مخاطب ہوا:

"ابن ابوطالبؓ ہمیں تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور نہ ہی ہم تمہاری

Marfat.com

جان کے طلب گار ہیں۔ ہمیں صرف اتنا بتادو کہ محمدؐ کہاں ہیں؟"

"محمدؐ جہاں کہیں بھی ہیں، اپنے پروردگار کی امان میں ہیں۔" علیؑ نے جواباً پورے یقین سے کہا۔

ابوجہل ساکت سا نوجوان علیؑ کی طرف دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ باہر پہرہ دینے والے کوئی غیر معمولی بات محسوس کرکے چوکھٹ تک آئے۔ چوکھٹ پر جمے ہوئے اندر جھانکنے لگے۔ محمدؐ کی جگہ علیؑ کو تلوار سونتتے ہوئے دیکھ کر وہ حواس باختہ ہو کر پلٹے ـــ "لات و عزیٰ کی قسم! یہ کیسا غضب ہوا۔ محمدؐ ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے۔" کسی کے پشیمان دل کی بات لبوں پر مچلی تو دور تک پھیلتی چلی گئی۔ جس جس کی سماعت میں اتری وہ دانتوں سے اپنی ہی انگلیاں چبانے لگا۔

یہ کیا ہو گیا تھا۔ رات بھر کی تگ و دو کا حاصل ناکامی کا یہ بدنما داغ تھا جس نے ایک ایک پیشانی کو کسی زہریلے ناگ کی طرح ڈس لیا تھا۔ انہوں نے تو ساری رات آنکھوں میں کاٹ دی تھی۔ چپے چپے کی نگرانی کی تھی۔ ذرے ذرے پر نظر رکھی تھی۔ ایک ایک آہٹ پر ہوشیار ہوئے تھے۔ ہر ہر آواز پر تلواریں بے نیام کر دی تھیں۔ تو پھر محمدؐ کس طرح، کس وقت اور کیونکر نکل جانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

مگر اب تو نہ پچھتانے سے کچھ حاصل تھا نہ کفِ افسوس ملنے سے ـــ جیسے ہی کسی کو اس کا احساس ہوا وہ چلّایا ـــ "اب یہ وقت کیوں ضائع کیا جا رہا ہے۔ محمدؐ ابھی زیادہ دور نہیں گیا ہوگا۔ اپنے اپنے اونٹوں کی مہاریں تھامو، اپنے اپنے گھوڑوں کی زینیں کس لو اور چاروں طرف پھیل جاؤ ـــ محمدؐ کی گرد بھی نظر آئے تو اس کا تعاقب کرو۔ وہ بچ کر نکلنے نہ پائے۔"

احساسِ شکست سے سلگتے ہوئے یہ لفظ نہیں تازیانے تھے جو جوش

انتقام میں اندھے مشرکین کو اس طرح حرکت میں لے آئے کہ تھوڑی ہی دیر میں مکے کے ہر گھر سے لوگ اس جستجو میں شریک ہونے کو اپنی اپنی سواریوں پر نکل رہے تھے۔ مکے سے باہر جانے والے سارے ہی راستوں پر کوئی نہ کوئی اسی دھن میں رواں دواں تھا کہ کوئی ایسی نشانی ___ کوئی سراغ مل جائے، جس سے محمدؐ کا پتہ چلایا جا سکے۔

ابلیس کی آماجگاہ، مشرکین کے سیاہ قلوب نے پھر سنبھالا اور وہ اپنی کمانوں میں تیر سیدھے کرنے لگے۔ ابوجہل کچھ سرداروں کے ساتھ بنو خزاعہ کے مشہور کھوجی ابوکرز کے پاس پہنچا۔

وہ گھر سے باہر آیا تو قریش کے نامور سرداروں کو اپنے دروازے پر دیکھ کر حیران ہوا۔ جو کچھ بن پڑا ان کے شایان شان استقبال کے لیے کیا اور آمد کا سبب دریافت کیا۔

"اے ابوکرز!" ابوجہل نے بیتابی سے آغاز کلام کیا ___ "بس آج ہی کا دن ہے ___ آج کا دن ___ تم اپنے فن کی آزمائش کرو اور اپنی بہترین صلاحیتیں ہمیں مستعار دو۔"

ابوکرز کو بھی اس واقعے کی بھنک پڑ چکی تھی لیکن اس نے وضاحت کے لیے استفسار کرنا ضروری خیال کیا۔ "میں ہر طرح سے حاضر ہوں سردار، آخر معاملہ کیا ہے؟"

"یہ ہماری بدبختی ہے کہ سخت پہرے کے باوجود محمدؐ ___ نہ جانے کس طرح ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل گیا ہے۔ ہمیں ہر قیمت پر اسے تلاش کرنا ہے۔ تم ہمارا ساتھ دو تو ہماری منزل سہل ہو سکتی ہے۔ تم معاوضے کی فکر نہ کرنا۔ یہ تمہاری طلب کو بہت پیچھے چھوڑ دے گا۔"

Marfat.com

"بے شک میں حاضر ہوں اور ہر خدمت کے لیے تیار ہوں" ابوکرز نے اپنی مسرتوں پر قابو پاتے ہوئے کہا اور ضروری تیاریاں کرنے کے لیے گھر کے اندر داخل ہو گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد ابوکرز مشرکین کے ایک گروہ کے ساتھ ریت کے ذروں کو کسی بوگیر کتے کی طرح سونگھتا ہوا چل رہا تھا۔ وہ خانۂ محمدؐ سے چلا اور اس کے فن کی پختہ کاری نے بے شمار آتے جانے والے قدموں کے نشانوں میں سے محمدؐ کے نقشِ پا کو صاف پہچان لیا۔ وہ قدم قدم گنتا مکے سے باہر جانے والے راستے سے مکے سے باہر نکلا۔ اس کا اٹھتا ہوا ہر قدم مشرکین کے دلوں میں ایک نئی جوت جگاتا تھا۔ وہ اس کے فن کی داد دیتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ اچانک وہ پلٹا اور ابوجہل سے بولا:

"سردار ابوالحکم! یہاں محمدؐ کے ساتھ کوئی اور بھی شامل ہوا ہے۔"

"اچھا!۔۔۔ تو ابی قحافہ کے اچانک غائب ہونے کی وجہ سمجھ میں آئی۔" ابوجہل دانت پیستا ہوا بولا۔

"ہمیں ذرا ایک بار مل تو جائیں"۔۔۔ کسی دوسرے نے اپنا نیزہ دھرتی کے سینے میں گاڑتے ہوئے اپنے مکروہ عزائم کا اظہار کیا۔

ابوکرز اور آگے بڑھا اور تعاقب کرنے والوں کے وحشی دلوں کی حسرتیں بھی بڑھیں۔ وہ ماہر فن تھا۔ اس نے محمدؐ کا ایک ایک قدم گن لیا۔ وہ انہیں صحیح سمت میں لے کر چل رہا تھا۔ فیصلے کی گھڑی اب چند ہی گھڑیوں کے فاصلے پر تھی۔ انہوں نے ہتھیاروں پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ ان کے کان ابوکرز کی آواز پر لگے تھے اور چوکس نظریں چاروں سمت دوڑ رہی تھیں

Marfat.com

کہ کہیں کوئی ایسا لمحہ غفلت کی نذر نہ ہو جائے جس میں ان کا مقصد پنہاں ہو۔

دفعتاً ـــــ ابوکرز پھر ایک جگہ رکا ـــــ کچھ دیر زمین کو غور سے دیکھتا رہا۔ چند قدم آگے بڑھا ـــــ دور تک نگاہ کی ـــــ پھر پلٹ کر واپس آیا اور ایک مقام پر رک کر اس نے مشرکین کی طرف دیکھا اور قطعی لہجے میں بولا:

"اس جگہ سے چاہے وہ آسمان کی طرف پرواز کر گئے ہیں یا زمین میں اترے ہیں ـــــ میں نہیں جانتا ـــــ لیکن یہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہ اس جگہ سے آگے نہیں گئے۔" ابوکرز کے اس یقین نے ان وحشیوں کو چوکس کر دیا۔ مکروہ ارادوں کی خون آشامی اور بڑھی انہوں نے تیزی سے گرد و پیش کا جائزہ لیا کہ کہاں ـــــ کس طرف ـــــ کوئی چھپنے ـــــ پوشیدہ ہونے یا پناہ لینے کی جگہ ہے ـــــ قدموں کے نشان ایک غار کے دہانے کی طرف جاتے تھے۔ یہ "غار ثور" کے نام سے مشہور تھی اور عرصے سے یونہی ویران پڑی تھی۔ جوش انتقام میں وہ سب کے سب غار کے دہانے پر جھک گئے اور ان کی وحشی غراہٹیں غار کے اندر اترنے لگیں۔

"یا رسول اللہ ﷺ! ـــــ اب کیا ہوگا؟ وہ لوگ تو سر پر آن پہنچے ہیں" غار میں محمد ﷺ کے ہمراہ چھپے ہوئے ابوبکرؓ نے بے اختیار پوچھ لیا۔

محمد ﷺ کے دلنشیں مطمئن چہرے کی طمانیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ دشمنوں کی نزدیک آتی ہوئی آوازوں سے زیادہ نزدیک تو وہ پاک پروردگار تھا جو نگرانی کرتی ہوئی آنکھوں کے سامنے بھی محفوظ کر دینے کی قدرت رکھتا ہے۔

محمد ﷺ نے ابوبکرؓ کی طرف دیکھا اور ان کے مضطرب دل کو قرار بخشتے ہوئے پُر یقین لہجے میں بولے ـــــ "اے ابوبکرؓ! اپنے دل میں غم کو جگہ نہ دو ـــــ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

Marfat.com

اللہ نے اپنے حبیبؐ کو تنہا ہی کب چھوڑا تھا۔ اس کی قدرت کے مظاہر ہر کہیں اس کے پیغمبرؐ کی حفاظت کی خاطر آشکار ہو رہے تھے۔ خونخوار ارادوں کے ساتھ غار کے دہانے کی طرف بڑھنے والے ٹھٹھک کر رہ گئے۔ ان میں سے کوئی پلٹ کر پیچھے والوں سے بولا:

"یہاں تو اتنی شدت سے مکڑیوں نے جالا تان رکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے جیسے یہ محمدؐ کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے۔"

کوئی دوسرا آگے بڑھا اور غور سے مکڑی کے جالے کی طرف دیکھ کر بولا: "یہ تو صحیح و سالم ہے۔ اس کا ایک ایک تار سلامت ہے اور اس کی رنگت اس کی قدامت کی گواہی دے رہی ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ وہ غار میں داخل ہوں اور جالے کے نازک تار اسی طرح سلامت رہیں"۔۔۔۔ کسی تیسرے نے پرتشویش لہجے میں کہا۔

"تو پھر وہ کہاں گئے؟" اس سوال نے انکے ذہنوں میں ہلچل مچا دی۔ وہ اپنی تلاش میں دیوانے ہو گئے۔۔۔۔ ان میں سے کچھ بار بار ابوکرز سے پوچھنے، اسے پھر کوشش کرنے کو کہتے۔ وہ ان کے اصرار پر مجبور ہو کر غار کے ارد گرد دُور دُور تک سراغ لگاتا پھرا۔۔۔۔ لیکن محمدؐ کے نقش پا کہیں اور نہیں تھے۔ غصے اور جھنجھلاہٹ نے انہیں پاگل کر دیا۔ ساری تدبیریں خاک میں ملتی ہوئی نظر آئیں ۔۔۔ کوئی حل ۔۔۔ کوئی راہ ۔۔۔ کوئی سلجھاؤ اس مشکل کا سمجھ میں نہیں آتا تھا اور شکست کی ہزیمت قبول کر لینا بہت دشوار تھا۔

وہ بہت دیر تک وہاں کھڑے بحث و تکرار میں الجھے رہے کہ کسی طرح اس ناکامی کو ٹالنے میں کامیاب ہو جائیں۔ لیکن یہ ذلت ان کا مقدر تھی جس کی بدنمائی وہ اپنی پیشانیوں پہ لیے مکہ لوٹ آئے اور آتے ہی عام اعلان

Marfat.com

کر دیا کہ جو کوئی محمدؐ کا سراغ لگائے گا ـــــ انہیں ڈھونڈ کر لے آئے گا، اسے سو سرخ اونٹ انعام میں دیے جائیں گے۔

سو اونٹوں کے انعام میں بڑی کشش تھی۔ کتنے ہی دل اچھلے، کتنی ہی روحوں کے لالچ میں تلاطم برپا ہوا۔ جو کوئی بھی اپنی سی کوشش کر سکتا تھا اس نے کی۔ مکے سے باہر جانے والی مختلف سمتوں پر بلند عزائم والے لوگ ریت کا ذرہ ذرہ چھانتے پھرے۔ مضافاتی بستیوں میں ہر گھر سے پتہ چلایا گیا۔ لیکن کچھ معلوم نہ ہو سکا۔

سراقہ بن جعشم بھی قسمت آزمائی کو نکلا اور بڑی ہوشیاری سے غارِ ثور اور اس کے ارد گرد راستوں کی نگرانی کرتا رہا۔ گھوڑا دوڑاتا ہوا دور دور کی خبر لاتا رہا۔ وہ روزانہ مختلف سمتوں میں گھوڑا دوڑاتا تاکہ کوئی سراغ لگا سکے۔

ادھر مکہ اور قرب و جوار کے بیشتر لوگ سو اونٹوں کے انعام کے لالچ میں مکہ سے دوسرے شہروں کو جانے والے ہر راستے پر محمدؐ اور ان کے رفیق ابوبکرؓ کو تلاش کرتے پھر رہے تھے ـــــ جب کہ غارِ ثور کے اندر خدا کا رسولؐ اپنے ساتھی سمیت خدا کی یاد میں مصروف تھا۔ محمدؐ کو اپنے ساتھی سمیت غارِ ثور میں مقیم ہوتے دو راتیں اور دو دن گزر چکے تھے۔ وہ بظاہر دنیا سے کٹ کر غار میں چھپے بیٹھے تھے۔ مگر وحیِ الٰہی کے ذریعہ محمدؐ باہر کے تمام حالات سے باخبر تھے۔ وہ دشمنوں کی نقل و حرکت بھی دیکھ رہے تھے اور دوستوں کی بے قراری بھی ان سے پوشیدہ نہیں تھی ـــــ غارِ ثور میں تیسرا دن تھا جب محمدؐ نے ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر کہا: "ابن ابی قحافہ! آج ہم غار سے نکل جائیں گے اور منزل کی طرف اپنے سفر کا آغاز کر دیں گے۔" ابوبکرؓ نے یہ سوال نہیں کیا کہ سفر کا آغاز کیسے ہو گا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ محمدؐ نے سفر پر روانگی کی خبر سنائی ہے تو اس کا اہتمام بھی یقیناً

Marfat.com

ہو چکا ہو گا۔

تیسرے دن علیؑ موقع دیکھ کر سواریاں لیے ہوئے بڑی رازداری سے غار تک پہنچے۔ ایک چرواہے عبداللہ ابن ارلقیط کو اجرت پر راستہ دکھانے کے لیے مقرر کر لیا۔ محمدؐ جو وحیِ الٰہی کے ذریعے گردوپیش کو اسی طرح دیکھ رہے تھے جس طرح آنکھوں والا اپنے سامنے کی چیزوں کو صاف طور پر دیکھ لیتا ہے۔ علیؑ کی آمد سے مطلع ہوئے اور دل کے پورے اطمینان کے ساتھ غار سے باہر نکلے۔ علیؑ کو منتظر دیکھ کر کھل اٹھے۔ آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی اور متشکر لہجے میں بولے:

"حمد ہے اس پروردگار کے لیے جس کے ہاتھ میں موت و زندگی کی باگ ڈور ہے۔ اس نے مجھے اور تمہیں سلامتی کے ساتھ ملایا ہے۔"

علیؑ مسکرائے ـــــ "خدا کی امان نے شب بھر مجھے گھیرے میں رکھا۔ میں آپ کے بستر پر خوابِ شیریں سے رات بھر لطف اندوز ہوتا رہا۔"

"تمہارے لیے امان ہے علیؑ کہ تم نے یہ ایثار خدا کی راہ میں کیا ہے۔ اب میری ہدایت کو پھر ایک بار غور سے سنو اور انہی کے مطابق عمل کرنا۔"

"بسر و چشم یا رسول اللہؐ!" علیؑ نے سر جھکایا۔

"لوگوں کی امانتیں واپس کر دینا ـــ میری نورِ نظر فاطمہؑ، اپنی والدہ فاطمہؓ اور اپنی بہنوں کے لیے سواریوں کا انتظام رکھنا۔ جیسے حالات میں سدھار پیدا ہو بلا توقف روانہ ہو جانا۔ میں قبا میں تمہارا منتظر رہوں گا۔ انشاء اللہ ہم ایک ساتھ یثرب میں داخل ہوں گے۔" محمدؐ نے ہدایات دیں۔

"میں خدا اور اس کے رسولؐ کی رضا کا متلاشی ہوں۔ اب آپ عازمِ یثرب ہوں۔ میں تب تک راستوں کی نگرانی کروں گا، جب تک آپ دور نہیں نکل

Marfat.com

جانتے۔" علیؑ نے بھرپور عزم کی زبان میں کہا۔

محمدؐ اور ابوبکرؓ اونٹوں پر سوار ہوتے۔ عبداللہ ابن ارلقیط آگے آگے روانہ ہوا۔ ابھی الوداعی کلمات محمدؐ کے لبوں پر ہی تھے کہ دور سے سرپٹ دوڑتے ہوئے گھوڑے کے سموں کی آواز سنائی دی۔ پر اعتماد محمدؐ نے سکون سے آواز کی سمت نگاہ کی۔ ریت کے بگولے اڑاتا ہوا سراقہ اسی جانب بڑھا چلا آرہا تھا۔ گھوڑے کو ایڑ لگاتا، کمان ہاتھوں میں تولتا وہ پورے جوش و خروش سے یہ تھوڑا سا فاصلہ لمحے بھر میں طے کرلینا چاہتا تھا۔

علیؑ ہوشیار ہوئے اور محمدؐ کی طرف کسی حکم کے انتظار میں دیکھا۔ لیکن محمدؐ خاموشی سے سراقہ کی سمت دیکھتے رہے۔ دفعتاً اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ لڑھکتا ہوا زمین پر آرہا۔ وہ چشم زدن میں اپنا لباس جھاڑتا ہوا اٹھا۔ گھوڑے کی باگ تھامی۔ اس کی ایال پر ہاتھ پھیر کر اسے چمکارا۔ سوار ہونے لگا۔ دل میں کھٹک سی ہوئی۔ بظاہر ہموار زمین پر گھوڑے کا ٹھوکر کھانا اچھا شگون نہیں تھا۔ دستور کے مطابق اس نے تیروں سے فال نکالی۔۔۔ جواب انکار میں تھا۔

وہ لمحے بھر کو ہچکچایا۔۔۔ لیکن سو اونٹوں کے لالچ نے یہ ہچکچاہٹ دور کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ خود کو تسلی دیتا ہوا وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور ایڑ لگا کر گھوڑا آگے بڑھایا۔۔۔ گھوڑا سرپٹ دوڑا اور محمدؐ کی جانب کچھ اور فاصلہ طے ہوا۔ منزل اور قریب آئی۔

محمدؐ اب بھی بغیر کسی تردد کے بڑی طمانیت سے اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ سراقہ کی ہمت اور بڑھی۔ اس نے گھوڑے کو پھر ایڑ دی۔ گھوڑا ہوا ہو گیا لیکن جیسے ہی اس کے سم ایک بار اٹھ کر دوبارہ زمین پر پڑے تو پھر نہ اٹھ سکے۔ اس کے

Marfat.com

سم ریتلی زمین میں دھنس گئے اور وہ جہاں تھا وہیں تھم گیا۔ سراقہ کو زبردست جھٹکا لگا اور وہ چند لمحوں تک اندازہ ہی نہ کرسکا کہ گھوڑے پر کیا افتاد آن پڑی ہے۔ اس نے سنبھل کر چابک لہرایا اور لگاموں کو جھٹکا دیا۔ گھوڑا خوفناک آواز میں ہنہنایا۔ مگر ایک قدم بھی نہ اٹھا سکا۔ گھوڑے کی غیر مانوس ہنہناہٹ نے سراقہ کو چونکا دیا۔ اس نے گھبرا کر نگاہ کی تو ششدر رہ گیا۔ گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس چکا تھا اور ہر آن اس تیزی سے دھنس رہا تھا، جیسے لمحوں میں اپنے سوار سمیت ریت میں دفن ہو جائے گا۔ سراقہ نے بدحواسی میں گھوڑے پر سے چھلانگ لگا دی۔ اسے یہ اندازہ کرنے میں دیر نہیں لگی کہ روشن چہرہ محمدؐ کے لیے برے عزائم نے اسے زندہ دفن کر دیئے جانے کے قابل بنا دیا ہے۔ وہ پریشان حالی سے دھائی دیتا ہوا محمدؐ کی جانب بڑھا۔

"ابن عبداللہؐ! میری مدد کیجیے۔ میرے گھوڑے کو اس عذاب سے نجات دلائیے۔ میں اپنے برے ارادوں کی پاداش میں ملنے والی اس سزا سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں ــــ مجھے اور میرے گھوڑے کو زندہ درگور ہونے سے بچا لیجیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایک نابینا کی طرح واپس چلا جاؤں گا اور اس باب میں میری زبان گنگ ہو گی کہ میں نے کیا دیکھا ہے اور کس سمت میں دیکھا ہے۔"

رحمت دو عالم کی مہربان مسکراہٹ نے سراقہ کی مشکل آسان کر دی۔ زمین میں دھنسے ہوئے گھوڑے کے قدم آزاد ہوئے تو وہ بدحواس ہو کر بھاگا۔ سراقہ نے لپک کر اسے جا لیا اور اپنی جان کی خیر مناتا ہوا واپس پلٹ گیا۔

محمدؐ ــــ علیؑ سے رخصت ہو کر یثرب کی سمت جانے والے راستوں پر

Marfat.com

گامزن ہوگئے۔ علیؑ کی مشتاق آنکھیں انہیں دور تک جاتے ہوئے دیکھتی رہیں۔ پوری طرح اطمینان کر لینے کے بعد علیؑ مکے کی طرف واپس ہوئے۔

خانۂ خدا کے سائے میں کچھ دیر دعا اور مناجات میں گزاری۔ پھر صحن حرم میں آئے اور عام اعلان کیا:

"اے اہل قریش! میں محمدؐ ابن عبداللہ، رسول خداؐ کی جانب سے تم سب کو اطلاع دیتا ہوں کہ ان کے پاس جس کسی نے بھی کوئی امانت رکھوائی تھی، وہ میرے پاس آکر اسے وصول کر کے پورا اطمینان کر لے۔ تمہاری امانتیں ویسی ہی ہیں جیسی کہ تم نے رکھوائی تھیں۔ کیونکہ یہ اس کی تحویل میں تھیں جس کو مکے کا ذرہ ذرہ 'امین' کے نام سے جانتا ہے۔"

علیؑ کے اس جرأت مندانہ اعلان پر مکے میں سراسیمگی سی پھیل گئی۔ مشرکین سر پیٹ کر رہ گئے۔ انہیں یہ اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی کہ محمدؐ ان کے ہاتھوں سے نکل چکے ہیں اور اب علیؑ بھی اسی فکر میں ہیں کہ بارِ امانت سے سبکدوش ہو کر مکہ چھوڑ دیں۔ لیکن اس اولین ناکامی اور غیر معمولی واقعات کے یکے بعد دیگرے ظہور پذیر ہونے کی وجہ سے ان میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ علیؑ سے کوئی تعرض کرتے۔ انہوں نے خاموشی سے آکر اپنی اپنی امانتیں علیؑ سے وصول کر لیں اور علیؑ یثرب کی طرف جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ □

باب ⑯

عرب کے تپتے صحرا میں تین سو میل اونٹ کی پشت کا سفر سہل نہیں تھا۔ یہ ۱۳ نبوی ربیع الاول کی ابتدائی تاریخیں تھیں۔ ریت کے گرم ذرے آفتاب کی پُرحدت شعاعیں اور صحرائی بگولے کوئی رکاوٹ بھی تو سدِراہ نہ ہو سکی مقصد کی لگن محمدؐ کو کشاں کشاں منزل کی سمت لیے جاتی تھی جہاں فتح و کامرانی محمدؐ کا راستہ دیکھ رہی تھی جس سرزمین کے ذرے ذرے میں منتظر آنکھیں اور مشتاق دل لمحہ گن رہے تھے۔

عبداللہ ابن ارلقیط راستہ دکھاتا رہا اور محمدؐ ابوبکرؓ کے ہمراہ خرار، ثنیتہ المرہ، لقف، مرجح، حدائد، ازاخر، رابغ، ذاسلم، عشانیہ، قاحہ، عرج، جدوات، رکوبتہ، عقیق، جثجاثہ سے گزرتے یثرب کی جانب بڑھتے رہے۔ جس طرف محمدؐ کی نگاہ گئی بے آب و گیاہ صحرا میں نخلستان پیدا ہو گیا۔ جب ضرورت محسوس ہوئی خشک جانور دودھ دینے لگے۔ بادلوں نے سر پہ سایہ کیا اور گلہ بانی کرنے والوں نے آگے بڑھ کر مسافر نوازی کی۔

Marfat.com

یثرب کی جانب بہتی ہوئی ہوائیں مست خرامی سے اہل یثرب تک پہنچیں تو آنے والے کی بوئے خوش سے لدی ہوئی تھیں۔ گلہ بالوں نے ایک دوسرے تک یہ خبر پہنچائی کہ صحرا میں کوئی ایسا خوش قدم سفر کر رہا ہے کہ اس کی پذیرائی کو گرم ریت میں نخلستان پھولوں کی طرح کھل رہے ہیں۔ صحرائی پرندوں کی چہچہاہٹ خوش الحانی میں بدل گئی ہے۔

اہل یثرب کے لیے ان قرائن سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ کتنی عظیم سعادت سے بہرہ ور ہونے والے ہیں۔ اس دن کی آس میں تو انہوں نے لمحہ لمحہ گن گن کر کاٹا تھا۔ وہ نخل آرزو جو وہ اپنے ساتھ مکے سے لے کر آئے تھے، پھل پھول کر بار آور ہونے لگا۔ ہواؤں کی دستک، پرندوں کے زمزمے اور آنے والوں کی زبانی ملنے والی خوش کن خبریں اہل یثرب کے دلوں میں کلیاں بن کر چٹک رہی تھیں۔ ہر آنکھ سراپا انتظار تھی۔ ہر قلب اسی تمنا میں دھڑک رہا تھا۔ رونیں رونیں میں یہی رٹ جاگتی تھی کہ وہ آنکھوں کی ٹھنڈک، وہ دل کا مہمان، وہ روح کا قرار کب آتا ہے۔ وہ وادی بطحا کا چاند کب یثرب کو اپنے اجالوں میں لپیٹ دیتا ہے۔

ہر روز تڑکے ہی مرد ہتھیار باندھ کر شہر سے باہر جمع ہو جاتے، عورتیں گھروں کے کام سمیٹ کر چھتوں پر چڑھ جاتیں اور شہر سے آنے والے راستوں پر نگاہیں بچھائے رکھتیں۔ ننھے ننھے معصوم بچے اپنے بہترین لباس پہنے جوش و خروش سے پکارتے ہوئے گلیوں میں دوڑتے پھرتے۔ پیغمبر دو عالم آنے والے ہیں، رحمت کا سایہ یثرب پر چھانے والا ہے۔

"جب وہ روشن چہرہ بزرگ یثرب میں قدم رکھے گا تو ہم دوڑ کر استقبال کو جائینگے۔" مائیں تھوڑی دیر بعد بچوں کو بلا کر تاکید کرتیں کہ دیکھو جب بھی پیغمبرؐ یثرب

Marfat.com

میں داخل ہوں، ہمیں دوڑ کر خبر کرنا کہ ہماری آنکھیں اس دلنشیں منظر کو دیکھنے کے لیے ترس رہی ہیں۔

یہ جوش، یہ جذبہ، یہ فرشِ راہ دیدہ و دل ـــ یہ منتظر روحیں، آس کی جوت جگائے ہر روز شہر سے باہر آتیں اور انتظار کی گھڑیاں گننے لگتیں۔ دن ڈھلتا لیکن تمناؤں کا رنگ پھیکا نہ پڑتا۔ سانجھ جھکتی لیکن آرزوئیں شکستہ نہ ہوتیں۔ صحرا کی صعوبتوں کے خوگر، مکے اور یثرب کے درمیان ہر سال سفر کرنے والے راہ کی مشکلات کا تذکرہ کرتے اور بڑے بوڑھے دامن پھیلا پھیلا کر دعائیں مانگتے:

"خدایا! ہمارے پیغمبرؐ کے لیے اس طویل سفر کو آسودہ کر دے۔ ان پہ اپنی عافیت کا سایہ رکھ اور ان کے دیدار سے جلد ہماری چشم ہائے انتظار کو ٹھنڈا کر۔ ایک نئی صبح کے طلوع کی آس میں اہل یثرب پھر گھروں کی راہ لیتے اور بیتابی سے اگلے دن کا انتظار کرتے ہوئے شب بسر کرتے۔

ایک روز جب اہل یثرب شہر سے باہر سراپا انتظار بن کر نکلے تو یہودیوں کے قلعے پر سے ایک یہودی عالم نے سورج کی شعاعوں میں ـــ مست خرام ہواؤں میں ـــ اور یثرب کی فضاؤں میں کوئی ایسی بات دیکھی کہ وہ قلعے کی دیوار پر سے چلّایا ـــ "اے اہل یثرب! تم ہر روز جس کے انتظار میں دیدہ و دل فرشِ راہ رکھتے ہو، وہ یقیناً آ گیا ہے اور میرے اندازے کے مطابق یثرب سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہے۔"

یہ آواز نہیں تھی ـــ شادمانی کی ایک شاداب لہر تھی جو سننے والوں کے رگ وپے میں اتر گئی۔ یہ خبر نہیں تھی ایک نوید جانفزا تھی کہ جس نے دلوں میں ولولے جگا دیے ـــ یہودی کے لفظ جیسے ہی سماعتوں میں اترے

Marfat.com

یثرب کی فضائیں نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھیں۔ معصوم بچے گلیوں میں دوڑ دوڑ کر اپنے گھروں میں چشم براہ ماؤں تک یہ خبر پہنچانے لگے عورتیں چھتوں پر چڑھ آئیں اور جو لوگ کسی وجہ سے گھروں پر رہ گئے تھے وہ بھی ہتھیار سجا سجا کر باہر نکل آئے۔

کچھ جوشیلے نوجوان گھوڑوں پر زینیں کس کر یثرب سے باہر نکل گئے اور اور تین میل کا فاصلہ آندھی طوفان کی طرح طے کر کے نزدیکی بستی قبا میں پہنچے۔ اور دیکھا کہ ہر گھر کا رنگ ہی بدلا ہوا ہے۔ فضائیں تکبیروں سے گونج رہی ہیں۔ لوگ خوشی خوشی کلثوم بن ہدام کے گھر کی طرف آ جا رہے ہیں۔ ان کے چہروں پر رونق ہے۔ وہ ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے ہیں۔

یہ رنگ ڈھنگ دیکھے تو یثرب کے نوجوان لپک کر گھوڑوں سے اترے اور دوڑتے ہوئے اس گھر تک پہنچے جس کا طواف لوگ پروانہ وار کر رہے تھے۔ انہوں نے کچھ لوگوں کو روک کر پوچھا:

"اے اہل قبا! ہمیں وہ خوشخبری سناؤ جو تمہارے چہروں پر مسرتوں کا گلنار بن کر پھوٹ رہی ہے۔"

کیا تم قبا کی فضاؤں میں اس کی خوشبو محسوس نہیں کر رہے جو ہمارے لیے ایک نئی زندگی کی نوید لے کر آیا ہے؟" کسی نے ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ ایک خوش کن سوال کیا۔

"تو کیا وہ تشریف لے آئے ہیں؟" اہل یثرب نے دمکتے ہوئے چہروں کے ساتھ بے تاب استفسار کیا۔

"اے اہل یثرب! تمہیں یہ اعزاز مبارک ہو کہ وہ عظیم سعادت اب تم سے صرف تین میل کے فاصلے پر ہی ہے جو تمہارا مقدر جگانے والی ہے۔ تمہیں

Marfat.com

نوید ہو کہ ہم سب کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہمارے درمیان موجود ہے۔"
کسی نے جیسے ہی یہ مژدہ سنایا' انہوں نے توقف نہیں کیا۔ جیسے ہی یہ وجد آفریں الفاظ ان کی سماعتوں میں اترے' وہ کھنچتے ہوئے کلثوم بن ہدام کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ جہاں تاجدارِ دو عالمؐ جلوہ افروز تھے۔ چمکتی ہوئی آنکھوں اور امنڈتے ہوئے سچے جذبوں کے ساتھ وہ ان کی زیارت سے مشرف ہوئے اور دست بستہ عرض کرنے لگے :
"یارسول اللہؐ! چلیے ہمارے ہمراہ تشریف لے چلیے۔ ہماری آنکھوں پر ہمارے دلوں پر ——— تمام اہل یثرب آپؐ کا استقبال کرنے کے لیے بے چین ہیں۔" رسول اللہؐ مسکرائے ——— "اے اہل یثرب! بلاشبہ تمہاری محبت اور تمہاری قوتِ ایمانی ہی مجھے تم تک لائی ہے۔ جس طرح تمہیں انتظار ہے' اسی طرح مجھے بھی اپنے عزیزوں کا انتظار ہے۔ جو مکہ سے جلد ہی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ میں ان کے ہمراہ یثرب میں داخل ہوں گا۔"
"بسر و چشم یارسول اللہؐ! ہم چند روز اور اپنے شوقِ دیدار کی پرورش کریں گے ——— تاکہ آپ کی تشریف آوری کی مسرت بڑھتی ہی رہے۔" اہل یثرب کے نمائندوں نے سرِ تسلیم خم کیا۔ اپنے قلب و نگاہ کو دیدار محبوب سے روشن کرتے وہ خوشی و مسرت کے نعرے لگاتے یثرب کی سمت روانہ ہو گئے تاکہ اپنے ہم وطنوں کو بھی اپنی ان مسرتوں میں شریک کر سکیں ——— ابو بکرؓ بھی ان کے ہمراہ روانہ ہو گئے اور یثرب میں ایک انصار حبیب بن الساف کے یہاں مقیم ہو گئے۔
یثرب سے تین میل دور اس علاقے کو قبا یا عالیہ بھی کہتے تھے۔ عمرو بن عوف کا خاندان یہاں کا مانا ہوا ممتاز خاندان تھا۔ جس کے سربراہ کلثوم بن

Marfat.com

ہدام متواضع اور بلند مرتبہ بزرگ تھے۔ وہ یثرب کی جانب ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو اپنے یہاں ٹھہراتے تھے۔ انہیں ہی رسول اللہؐ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ قبا اور مضافاتی بستیوں کے لوگ جوق در جوق محمدؐ کی زیارت کو آنے لگے۔

لیکن ان میں زیادہ تر اوس کے لوگ تھے۔ کیونکہ کلثوم بن ہدام اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے خزرج خاندانی عداوت کے سبب ان کے گھر میں آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہؐ ان کے چہروں سے ان کے دل کی کیفیات سمجھتے لیکن انہوں نے اس کا تذکرہ از خود نہیں کیا۔

ایک روز ایک نقاب پوش کلثوم بن ہدام کے گھر میں داخل ہوا اور آتے ہی فرطِ شوق سے محمدؐ کے قدموں میں جھک گیا۔

"اسعد بن زرارہ ـــــ تم نے بہت دنوں بعد خبر لی۔" محمدؐ نے نقاب پوش کا چہرہ دیکھے بغیر اس کا نام پکارا۔

"میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں حضورؐ! آپ تو قبیلوں کی باہمی آویزش سے آگاہ ہیں۔ خزرج والے آپ کے دیدار کو ترس رہے ہیں لیکن یہاں اوس والوں کے گھروں میں قدم رکھنا کچھ مناسب نہیں تھا مگر آج تو مجھ میں تابِ ضبط نہیں رہی۔ مجھے نہ قبیلے کی پروا ہے، نہ جھوٹے وقار کی نہ خود ساختہ 'انا' کی۔ آپ کے دیدار کی پیاس مجھے کشاں کشاں یہاں لے آئی ہے۔"

رسول اللہؐ ان کی بات سن کر مسکرائے اور گرد و پیش میں دیکھ کر بولے: "خود کو مسلمان کہہ کر قبیلوی عصبیت میں گرفتار رہنا مستحسن نہیں ہے۔ اسلام اور رنگ و نسل، ذات پات کا تعصب کسی دل میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اے اہلِ اوس، لوگو! تم میں سے کون زرارہ کو پناہ دے گا؟"

Marfat.com

اپنی بے پناہ عداوتوں پر پشیمان پشیمان سے اوس یک زبان ہو کر بولے ۔۔۔ "حضورؐ کا پناہ دینا ہمارا پناہ دینا ہے، حضورؐ حکم تو دیں!"

"نہیں ۔۔۔ مجھے اس کا دوٹوک جواب چاہیے کہ تم میں سے کون زرارہ کی ذمہ داری لیتا ہے"، رسول اللہؐ نے واضح لفظوں میں پوچھا ۔ "یارسول اللہؐ ہم تعمیل ارشاد کے لیے حاضر ہیں" ۔۔۔ عدیم بن سعدہ اور سعد بن خثمیہ نے پوری ذمہ داری سے کہا۔

"تو پھر یہ طے ہے کہ زرارہ جب چاہیں یہاں آئیں اور کوئی ان سے تعرض نہیں کرے گا ۔۔۔ اور اس کے اہل قبیلہ بھی یہاں آسکتے ہیں"۔

رسول اللہؐ کے اس فیصلے نے یثرب میں داخل ہونے سے پہلے ہی امن وسلامتی کا دلآویز تحفہ یثرب کی سمت روانہ کر دیا۔ وہ خونی آویزش جو برسوں سے دونوں قبیلوں کا خون چاٹ رہی تھی، یک قلم ختم ہو گئی۔ اب زرارہ اور دوسرے خزرج بھی رفتہ رفتہ آنے لگے۔ وہ قبیلوی عصبیت اور آپس کی نفرتیں آپ سے آپ سمٹنے لگیں۔

پیغمبر خداؐ کی زیارت نے دلوں میں شعلۂ ایمان کو اور بھڑکا دیا۔ دین اسلام سے والہانہ محبت رگ و پے میں خون کے ایک ایک قطرے کے ساتھ گردش کرنے لگی۔ ان میں سے کچھ اہل ایمان نے رسول اللہؐ کی خدمت میں درخواست کی کہ عبادات و ادائے نوافل کے لیے ایک عبادت گاہ حضورؐ اپنے ہاتھوں سے تعمیر کر دیں، جسے مرکزیت حاصل ہو ۔۔۔ محمدؐ مسرور ہوئے "بیشک اے اہل قبا! تم جیسے اہل ایمان کے لیے وہ عبادت گاہ ضرور تعمیر کی جائے گی جو اس روئے زمین پر پہلی مسجد ہو گی اور اس کی بنیاد پرہیزگاری اور تقویٰ پر رکھی جائے گی"۔

Marfat.com

اہل قبا کے لیے یہ نوید کسی اعزاز سے کم نہیں تھی۔ ان کے سر فخر سے بلند ہو گئے اور عجز و انکساری سے لبریز دل اظہارِ شکر گزاری میں خم ہو گئے۔

رسول اللہؐ کے قبا میں قیام کو ابھی دو ہفتے بھی نہیں ہوئے تھے کہ ایک روز دھوم مچ گئی کہ محمدؐ کے عزیز مکہ سے قبا پہنچ گئے ہیں۔ رسول اللہؐ کے چہرے پر طمانیت کے سکون آمیز رنگ اترے۔ علیؑ، فاطمہؑ بنت محمدؐ، فاطمہ بنت اسد، فاطمہ بنت زبیر، فاطمہ بنت حمزہ، کنیز ام ایمن، ان کے صاحبزادے اسامہ ابن زید اور کچھ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ قبا میں وارد ہوئے۔ رسول اللہؐ نے بڑھ کر عزیزوں کی خبر لی اور تھکے ہوئے علیؑ کو گلے لگا لیا۔

وہ اس قافلے کے ساتھ اونٹوں کی مہار تھامے ہوئے پا پیادہ پہنچے تھے۔ سفر کی صعوبتیں پیروں کے آبلے بن گئی تھیں۔ رسول اللہؐ نے دیکھا تو سرمگیں آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فخرِ مسیحا نے اپنا لعاب دہن علیؑ کے مضروب پیروں پر لگایا تو شفا ان قدموں پر نثار ہونے لگی۔ علیؑ پل بھر میں اپنے قدموں پر اٹھ کھڑے ہوئے۔

اگلے دن اعلان ہوا کہ آج اس مسجد کی بنیاد رکھی جائے گی جو روئے زمین پر مسلمانوں کی پہلی عبادت گاہ ہو گی۔ علیؑ ناقہ محمدؐ پر سوار ہوئے۔ رسول خداؐ نے حکم دیا — "علیؑ! ناقے کی مہار اس کی مرضی پر چھوڑ دو۔ اس طرح خدائے تبارک و تعالیٰ کی رضا کے عین مطابق مسجد کی حدود کی نشان دہی ہو سکے گی۔"

علیؑ نے ایسا ہی کیا اور تھوڑی ہی دیر میں "مسجد قبا" کا کام شروع ہو چکا تھا۔

اس کی بنیاد خود رسول اللہؐ نے اپنے ہاتھوں سے رکھی۔ مسجد کی تعمیر اہل قبا کے لیے ایک ولولہ انگیز تجربہ تھا۔ ہر ایک آگے بڑھ کر اس سعادت میں اپنا حصہ بٹا لینا چاہتا تھا۔ کہیں کوئی گارا بنا رہا تھا — کوئی مناسب پتھر

Marfat.com

ڈھونڈ کر لاتا تھا ـــــ کوئی انہیں ترتیب کے ساتھ چن رہا تھا۔ ہر ایک اس میں شریک تھا ـــــ کیا غلام کیا آقا ـــــ سب ہی دمکتے ہوئے چہروں کے ساتھ بخوشی مشقت کر رہے تھے۔ خود محمدؐ بھی بھاری پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ کوئی والہ و شیدا دیکھتا تو اس سے رہا نہ جاتا۔ لپک کر قریب آتا اور اپنی محبتوں اور عقیدتوں کو اپنے لفظوں میں ہم آمیز کر کے کہتا:

"یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، آپ اتنی زحمت نہ کریں۔ آپؐ کے یہ غلام کس لیے ہیں ـــ لائیے یہ بوجھ مجھے دیجیے" ـــ وہ منت کرتے ہوئے ہاتھ بڑھاتا۔

رسول اللہؐ اس کے دل کے جذبوں کی حرارت اپنے قلب میں محسوس کرتے اور اس کی دلجوئی کے خیال سے اپنا بوجھ اس کے حوالے کر دیتے اور خود پلٹ کر کوئی اور پتھر اٹھا لاتے۔

صحرائے عرب کی گرم آب و ہوا میں یہ کڑی مشقت مسلمانوں کی پیشانیوں پر موتی بن کر چمکتی۔ ان کے دل کے ولولے اور روح کی مسرتیں ان کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اور لبوں پر اشعار بن کر نکھرتیں۔ عبداللہ بن رواحہ جیسے شاعروں کا لحن فضا میں بکھرتا تو دوسرے بھی ان کی آواز میں آواز ملا دیتے اور مشقت کی تھکن فضا میں نغمہ سا بنکر بکھرتی جاتی۔

"وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے،
اٹھتے بیٹھتے قرآن پاک پڑھتا ہے
اور راتوں کو جاگتا رہتا ہے"

اتنے ہاتھوں کے یکجا ہونے ـــــ اتنے قدموں کے ایک ساتھ اٹھنے اور اتنی مشقتوں کے ہم آہنگ ہو جانے سے کام میں سرعت پیدا ہوئی۔

بنیادیں بھر گئیں ــــ پتھر پر پتھر جمتا چلا گیا ــــ دیواریں بلند ہوئیں اور چھت ڈال دی گئی۔ مشقتوں کی صورت واضح ہوئی، جذبوں نے ٹھوس صورت اختیار کر لی اور محبوب حقیقی کی بندگی کے لیے ایک آستانے کی آرزو تکمیل کو پہنچی تو اسی محبوب حقیقی کا فرستادہ اس کی عنایتوں کا پیام لے کر آیا۔

رسول اللہؐ مسرور ہوئے ــــ دلوں کے بھید جاننے والے نے اہلِ قبا کے جذبوں کا اکرام کیا تھا۔ ان کی محبتوں کو عزت دی تھی۔ ان کی عقیدتوں کی نذر قبول کی تھی۔

> "وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہو، وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جنہیں صفائی بہت پسند ہے اور خدا صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (سورۂ توبہ)

محمدؐ نے یہ پیام اہلِ قبا تک پہنچایا تو ان کے دل خوشی سے بھر گئے۔ ان کی پیشانیوں میں سجدے مچلنے لگے اور شوقِ بندگی میں ایک نرالی تڑپ پیدا ہو گئی۔ اب پانچوں وقت یہ شوقِ بندگی اسی چار دیواری میں آسودہ ہوتا تھا۔ محمدؐ کی اقتدا میں اہل قبا جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو نماز ذوق شوق اور عقیدتوں کی معراج بن جاتی۔

رسول اللہؐ کو قبا میں تقریباً دو ہفتوں سے اوپر ہی ہو گئے، مسجد تعمیر ہو چکی تھی ــــ جنہیں مکہ سے آنا تھا وہ آ چکے تھے۔ تو ایک صبح رسول اللہؐ نے یثرب کا عزم کیا۔ اہل قبا جو اس امر سے آگاہ تھے کہ رسول اللہؐ کا قیام ان کی بستی میں عارضی ہے ــــ جب اس حقیقت سے آشنا ہوئے تو غم واندوہ میں ڈوب

Marfat.com

گئے۔ مفارقت کے خیال نے ان کے دلوں پہ چرکے لگائے۔ اطاعت و فرمانبرداری میں ڈوبے ہوئے راضی بہ رضا رہنے والوں کی زبانیں تو خاموش تھیں لیکن آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی ـــــ دلوں کی کیفیت زیر و زبر تھی اور روحوں پر سناٹا چھانے لگا تھا۔

وہ محمدؐ کو رخصت کرنے کے لیے دور تک ساتھ چلے۔ خوش بختی آگے بڑھ کر یثرب کو صدائیں دینے لگی۔ ہواؤں نے اپنا خرام بدلا اور پرندے چہچہاتے ہوئے فضاؤں میں مسرتوں کے نغمے بکھیرنے لگے۔ ہر روز قبا میں زیارت کے لیے جانے والے اہل یثرب رسول اللہؐ کی آمد کی خوشبو پہلے ہی یثرب کی ہواؤں اور فضاؤں کے حوالے کر چکے تھے ◻

Marfat.com

باب (۱۷)

اہلِ یثرب کی مسرتوں کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ دیوانہ وار اپنی دہلیزوں سے امنڈ آئے اور گلیوں، کوچوں اور راستوں میں اپنی محبتوں کے پھول، چاہتوں کی کلیاں اور عقیدتوں کے نذرانے لے کر ہر طرف بکھر گئے۔ رسول اللہؐ کے ننہیالی رشتہ دار بنو نجّار کی خوشی اس تعلقِ خاطر کے باعث دوچند تھی۔ قبا سے یثرب تک کے راستے پر دو رویہ کھڑے ہوئے مسلمان دیدہ و دل فرشِ راہ کر رہے تھے، اپنے جذبوں کی نذریں گزار رہے تھے۔ تکبیر کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔ قبیلوں کے سردار، خاندانوں کے سربراہ اور عوام الناس قدم قدم پر آگے بڑھتے اور اپنے پورے جذبوں کے ساتھ دست بستہ عرض کرتے —— "حضورؐ ہمارے گھر، ہمارا مال، ہماری جان، آج کے دن سے ہمارا نہیں۔ ہمارا سب کچھ آپؐ کے لیے ہے —— آپؐ کی ملکیت ہے۔ آپ جہاں چاہیں جس طرح چاہیں تصرف کریں ہم اسے اپنی خوش بختی سمجھیں گے۔"

رسول اللہؐ کا متشکر دل شکر پروردگار سے لبریز ہو گیا۔ تیرہ سال کی ناقابلِ بیان اذیتوں، مشقتوں اور صعوبتوں کی تلافی محبتوں کی اس فراوانی سے ہو گئی تھی۔ تیرہ برس کی انتھک جدوجہد سے نفرتوں کی رت بدل گئی تھی۔ اذیتوں کا موسم گزر گیا تھا۔ بدنما لفظ اور بدصورت نگاہیں بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔ اب ہر طرف احترام محبت اور تقدیس تھی۔ اپنوں کے لگائے ہوئے زخموں کی جراحت غیروں کی محبت سے ہو رہی تھی۔ دل اس طرح جھک رہے تھے کہ اپنوں اور غیروں میں کوئی فرق نہیں رہا تھا۔

ننھے ننھے بچے مسرت سے گلی کوچوں میں گاتے پھرتے تھے خانہ نشیں عورتیں مکانوں کی چھتوں پر سے اپنے جذبوں کو اشعار کی لڑیوں میں پرو پرو کر نچھاور کر رہی تھیں۔ ؎

"کوہ وداع کی گھاٹیوں سے
چاند نکل آیا ہے
جب تک کوئی پکارنے والا خدا کو پکارے
ہم پر خدا کا شکر واجب ہے"

یہ روز جمعہ تھا اور ربیع الاول کی بارہ تاریخ —— محمدؐ راہ میں بنی سالم کے محلے میں اترے اور اہل یثرب کو خطبۂ جمعہ اور نماز جمعہ کا تحفہ دیا۔ شوقِ بندگی میں سرشار دلوں نے اسے بہ رضا و رغبت قبول کیا اور رسول اللہؐ کے مقدس لبوں سے خطبۂ جمعہ سننے اور ان کی اقتداء میں پہلی نماز جمعہ بجا لانے کے لیے لوگ محلہ بنی سالم میں ٹوٹ پڑے۔

جب رسول اللہؐ یہ پہلا خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو تقریباً سو سے زیادہ مسلمان متوجہ تھے۔ یثرب میں آمد کے موقع پر رسول اللہؐ کا یہ خطبہ ان

کی جانب سے اِن کے لائحہ عمل کا اعلان تھا تاکہ بے پناہ مخالفتوں، قریش کے پروپیگنڈے اور غلط ترجمانی کے باعث اگر کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں، یا شعور میں کسی کجی کے سبب کم فہمی کا احتمال ہے تو وہ دور ہو جائے۔

محمدؐ یثرب میں بحیثیت رسولؐ داخل ہو رہے تھے۔ اسی لیے وہ اپنا مقصد و منتہیٰ اہل یثرب اور آنے والے زمانوں اور تاریخ کے صفحات کے حوالے کر دینا چاہتے تھے۔ ایک اسلامی ریاست کے خدوخال سنور رہے تھے۔ اسی لیے خوفِ خدا کو ہر دل کا لازمہ قرار دیا گیا تاکہ ایک اچھے معاشرے کی تشکیل ہو جو بہترین ریاست کا خشتِ اول ہے۔

اہل یثرب کے لیے ہاشمی لب ولہجہ اور مقدس لبوں کی شیریں گفتار جیسے ایک نیا اور خوشگوار لہجہ اور نئی فردوسی آواز تھی۔ وہ پُریقین دلوں اور چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اس متاعِ گرانبہا کو سمیٹنے لگے۔

"سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں، اسی سے مدد مانگتا ہوں اور اسی سے بخشش و ہدایت کا خواہاں ہوں۔ اس پر ایمان لاتا ہوں اور اس سے انکار نہیں کرتا اور دشمن ہوں اس کا جو انکار کرے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی خدا نہیں سوائے اللہ کے، کوئی اس کا شریک نہیں اور یہ کہ میں اس کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں، جسے اس نے بھیجا ہے اپنے نور اپنی ہدایت اور بہترین وعظ و نصیحت کے ساتھ ایسے وقت میں جب رسولوں کا سلسلہ موقوف اور علم کی کمی ہے۔ لوگوں میں گمراہی پھیلی ہوئی ہے۔

جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے وہ راہِ ہدایت پر ہے اور

Marfat.com

جو ان دونوں کی نافرمانی کرے وہ گمراہ ہوا۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے غضب سے پناہ چاہو۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بہترین شئے کی نصیحت کرے۔ آخرت کی تیاری پر آمادہ کرے اور اللہ سے ڈرنے کی ہدایت کرے۔ ڈرو اللہ سے جتنا اس نے اپنے بندے کو ڈرایا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی نصیحت نہیں۔ یہ بہترین مددگار ہے اس منزلِ مقصود پر جو کہ آخرت ہے۔

جو ان روابط کو جو ظاہر و باطن میں اس کے اور اللہ کے درمیان ہیں درست رکھے اور سوائے رضائے الٰہی کے کوئی مقصد نہ رکھے تو وہ اس کے لیے دنیا میں نیک نامی اور بعد از مرگ ذخیرہ ہوگا، جب کہ انسان محتاج ہوگا۔ پھر وہ آرزو کرے گا کہ کاش اس کے پاس اور وقت ہوتا۔

اللہ بندوں پر شفیق و مہربان ہے اور خود فرماتا ہے کہ میرے یہاں بات بدلتی نہیں اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں تو اللہ سے ڈرو، اپنی دنیا اور آخرت دونوں میں اور ظاہر و باطن میں ـــ اس لیے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ بھی اس کی غلطیوں کو نظر انداز کرتا ہے اور اس کے اجر و ثواب کو بڑھاتا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی اور یقیناً اللہ سے ڈرنا ـــ اس کے غضب سے بچاتا، چہروں کو نور عطا کرتا اور درجات میں بلندی کا باعث ہوتا ہے۔

اللہ نے تم کو اپنی کتاب کا علم دیا ہے اور تمہارے لیے اپنا راستہ صاف اور نمایاں کر دیا ہے تاکہ سچے اور جھوٹے

آشکار ہو سکیں تو حسنِ سلوک سے کام لو۔ جس طرح کہ اللہ مہربان اور حسنِ سلوک کرنے والا ہے۔ اس کے دشمنوں کو دشمن رکھو اور اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرو۔ اس نے تمہیں منتخب کیا اور تمہارا نام مسلم رکھا تاکہ جو ہلاک ہو وہ حجت تمام ہونے کے بعد ہلاک ہو اور جو زندگی پائے وہ کسی حجت کی بنا پر زندگی پائے۔

اللہ کے سہارے میں ہی قوت ہے۔ بس اسی کو یاد کرو اور آنے والے وقت کے لیے کام کرو۔ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان معاملات درست رکھے گا تو اللہ بھی اس کے معاملات کو درست کر دے گا۔ اللہ لوگوں پر فیصلہ نافذ کرنے والا ہے۔ وہ اس پر فیصلہ نافذ نہیں کر سکتے۔ وہ لوگوں کا مالک ہے، وہ اس کے مالک نہیں ہیں ــــ اللہ سب سے عظیم اور صاحبِ قوت و اقتدار ہے۔"

نماز ختم ہوئی تو ہر دل میں یہ سوال مچل رہا تھا کہ رسول اللہؐ کس کے یہاں قیام کریں گے۔ کون اس بہترین شرف سے مشرف ہوگا۔ ہر دل کشادہ تھا۔ ہر آنکھ بچھی جا رہی تھی۔ ہر شخص اس فخر کو حاصل کر لینے کا خواہاں تھا۔ ہر فرد اس کا دل سے آرزومند تھا ــــ ہر طرف اتنی سچائی اور اتنی صادق طلب تھی کہ محبتوں کے علمبردار رسول اللہؐ کسی دل کو رنجور اور کسی فرد کو ملول نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ یثرب میں بحیثیت پیغمبرِ خدا تشریف لاتے تھے۔ ان کا ہر فعل پیغمبر کا فعل تھا جو وحیِ الٰہی کا تابع ہے۔ انہیں خود کوئی فیصلہ نہیں کرنا تھا ــــ کوئی حکم نافذ نہیں کرتا تھا۔ انہوں نے اہلِ یثرب کے اشتیاق،

Marfat.com

جوشِ میزبانی اور تواضع کا لحاظ رکھتے ہوئے عام اعلان کیا کہ میرے ناقے کی مہار کھلی چھوڑ دی جائے۔ وہ جہاں رک جائے گا، وہیں میرا قیام بھی ہو گا۔

یہ ایک ایسی تجویز تھی جس پر کسی بھی اعتراض کی گنجائش نہیں تھی۔ سب نے اسے بخوشی قبول کیا ___ ناقے کی مہار چھوڑ دی گئی اور اس کے قدم جیسے اہلِ یثرب کے دلوں پر پڑنے لگے۔ اونٹنی جس طرف سے گزرتی سناٹا چھا جاتا اور لوگ سانس روک کر اس کی نقل و حرکت دیکھنے لگتے ___ جس کے مکان کے سامنے پہنچتی اس کی آنکھیں امید و بیم سے چمکنے لگتیں لیکن جب وہ آگے نکل جاتی تو رضائے خدا میں راضی ہو کر سر جھک جاتے۔ آخر اونٹنی از خود ایک وسیع میدان میں رکی اور پھر وہیں بیٹھ گئی۔

بیتاب آنکھوں نے غور سے دیکھا۔ نگاہوں میں رشک کی آمیزش ہوئی۔ بے ساختہ ہونٹوں سے نکلا کہ سامنے تو رسول اللہ ؐ کے ننھیال بنو نجار کے خالد ابوایوب انصاریؓ کا مکان ہے۔ ابوایوب خوشی سے دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ محمدؐ کی طرف بڑھے اور فرطِ جذبات سے ہانپتے ہوئے لہجے میں بولے:

"یا رسول اللہ ؐ! خوش آمدید! تشریف لائیے میرا غریب خانہ آپ کی شایانِ شان تو نہیں لیکن آپ کے مبارک قدموں سے اس کی شان بڑھ جائے گی۔ میں اس باب میں خود کو کلام سے عاجز سمجھتا ہوں کہ یہ اعزاز میرے لیے کتنی قدر و منزلت کا حامل ہے آج کا دن میرے لیے یادگار دن ہے کہ اہلِ یثرب میں سے مجھے آپ ؐ کی میزبانی کے لیے چنا گیا ہے۔ یا رسول اللہ ؐ! میرے ماں باپ آپ ؐ پر فدا ہوں میں اپنی خوشی اور مسرت کو بیان نہیں کر سکتا۔ میرا قلب شکرِ پروردگار سے لبریز ہو کر چھلک

جاتا ہے۔"

ابوایوبؓ کا کچا مکان رشکِ فردوس بن گیا۔ یثرب کا ہر چھوٹا بڑا ابوایوب کی خوش بختی پر رشک کرنے لگا۔ ابوایوب کا مکان دو منزلہ تھا۔ انہوں نے رسول اللہؐ کی خواہش پر نیچے کا حصہ ان کے لیے خالی کر دیا اور خود اوپر کے حصے میں اٹھ گئے۔ انہوں نے کھانا بھی اپنی جانب سے بھیجنے کی درخواست کی جو رسول اللہؐ نے منظور کر لی۔

اہل یثرب اپنی بخت آوری پہ شاداں و فرحاں تھے۔ پیغمبر خدا کو اپنے درمیان پا کر وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے اور وہ اس اعزاز کو نہ صرف اپنے ساتھ وابستہ رکھنا چاہتے تھے بلکہ ان کی خواہش تھی کہ دور دراز کے رہنے والے بھی یثرب کے اس اکرام سے آگاہ ہو جائیں کہ ان کی سرزمین پر خدا کا آخری نبیؐ قیام پذیر ہے۔ اسی لیے انہوں نے یثرب کو پیغمبر خدا سے منسوب کر کے مدینۃ النبیؐ (نبیؐ کا شہر) کا نام دیدیا۔ عقیدتوں سے دیا ہوا یہ نام اس طرح زبانِ زدِ عام ہوا کہ لوگ اصل نام بھول گئے اور کثرتِ استعمال سے مدینۃ النبیؐ صرف مدینہ ہو کر رہ گیا۔

مدینہ میں عہد اسلامی کا آغاز ہو رہا تھا۔ اسے یادداشتوں میں محفوظ رکھنے اور ایک نئے دور کے آغاز کا تعین کرنے کے لیے رسول اللہؐ نے ایک نئے سال کی ابتدا کی، جسے سن ہجری کہا گیا —— ہجرت جیسے اہم واقعے سے ہی یہ تاریخ ساز تبدیلی ہوئی تھی کہ اسلام کو ایک محفوظ اور علحدہ خطہ ارضی میسر آیا تھا۔ اسی لیے اس دور کا آغاز بھی ہجرت سے کیا گیا۔ ہجرت ربیع الاول میں ہوئی تھی لیکن عرب میں چونکہ سال محرم سے شروع ہوتا تھا۔ اسی لیے نئے سال کی ابتدا سہولت کے خیال سے محرم ہی سے کی گئی اور اسلامی سال کی داغ بیل ڈال دی گئی۔

Marfat.com

ابو ایوب انصاریؓ کے مکان کے احاطے میں نماز جماعت کا سلسلہ جاری تھا لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ مدینے کی سرزمین پر عبادات کی ادائیگی کے لیے کوئی مخصوص مقام مہیا کر دیا جاتا جو مسلمانوں کی وحدت کا مرکز بن جاتا۔ رسول اللہ ؐ نے اپنے لیے کوئی گھر بنانے سے پہلے خدا کا گھر بنانے کا آغاز کیا۔ اس کے لیے وہ زمین منتخب کی جو ابو ایوبؓ کے مکان کے سامنے خالی پڑی تھی اور بنو نجّار کی ملکیت تھی۔ رسول اللہ ؐ نے انہیں بلوایا وہ دوڑے ہوئے آئے اور طلبی کا سبب دریافت کیا۔

"خدا کے گھر کی تعمیر کے لیے یہ قطعۂ اراضی درکار ہے۔ یہ جس کی ملکیت ہے، ہم اس سے قیمت چکانا چاہتے ہیں" ـــــ رسول اللہ ؐ نے وضاحت فرمائی۔

"حضورؐ! ہماری کیا مجال کہ ہم آپ سے کوئی قیمت لیں ـــــ ہاں ہم اس کے امیدوار ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس نذر کو قبول فرمالیں"۔ انہوں نے سچے لہجے میں اپنے جذبوں کا اظہار کیا۔

"نہیں ـــــ یہ اللہ ہی کا حکم ہے کہ اس کی قیمت ادا کی جائے۔ رسول اللہ ؐ نے قطعی لہجے میں جواب دیا جس کے بعد اصرار کی گنجائش نہیں رہ جاتی تھی۔ زمین کی قیمت لگوائی گئی اور اس کے مالکوں کو ادا کر دی گئی۔ اس زمین کے مالک دو یتیم بچے تھے۔

زمین خرید لی گئی تو تعمیر کا مرحلہ شروع ہوا۔ روئے زمین پر بننے والی اس دوسری مسجد کی بنیاد بھی رسول اللہ ؐ نے اپنے ہاتھوں سے رکھی۔ اہل مدینہ کے لیے یہ عظیم سعادت ایک نئے جوش اور ولولے کو ابھار رہی تھی۔ ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی طرح اس تعمیر میں اس طرح دل و جان سے شریک تھا کہ پلکوں سے زمین ہموار ہو رہی تھی۔ کچی اینٹوں کی جگہ جیسے دل رکھے جا رہے

Marfat.com

تھے۔ آنکھوں کا فرش بچھایا جا رہا تھا۔ تازہ ولولے ستونوں کی طرح کھڑے کیے گئے اور محبتوں اور عقیدتوں سے اس کے خدوخال سنوارے گئے۔

مدینے میں ہر گھر پر اسلام کا سایہ تھا۔ اسی لیے اب کوئی تفریق کوئی اونچ نیچ اور کوئی فاصلہ نہیں تھا۔ متمول رئیس اپنے غلاموں کے ساتھ برابر اس پسندیدہ مشقت میں شریک تھے اور خدا کا سب سے مقرب اور محبوب بندہ مسلمانوں کا راس ورئیس خود اپنے ہاتھوں سے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا اور اس کی نورانی پیشانی پر مشقت کا پسینہ اور سیاہ زلفوں میں محنت کی گرد سجی تھی۔ جانثار آگے بڑھ کر منت وزاری کرتے۔ حضور اپنے غلاموں کو خدمت کا موقع دیجیے۔ آپ اس قدر سخت محنت کر کے ہمارے دلوں کو اذیت نہ دیں۔

جواباً رسول اللہؐ مسکراتے اور رجز پڑھنے والی آوازوں کی جانب توجہ دلاتے ہوئے کہتے تھے: "سنو! وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ کامیابی تو صرف آخرت کی کامیابی ہے۔ میں یہ کس طرح گوارا کر سکتا ہوں کہ اپنے لیے تو تن آسانی پسند کروں اور دوسروں پر اپنے حصے کی مشقت کا بار لاد دوں۔"

تعمیر مکمل ہو گئی ـــــ کچی اینٹوں کی دیواریں قد آدم کے برابر تھیں، وسعت سو مربع ہاتھ کے لگ بھگ ـــــ پہلے اس پر چھت نہیں ڈالی گئی۔ لیکن بعد میں دھوپ اور بارش سے تحفظ کی خاطر برگ خرما سے ایک چھپر بنا لیا گیا۔ کھجور کے ستون اور کچا فرش ـــــ قبلہ ابھی بیت المقدس کی جانب ہی تھا۔ مسجد کے ساتھ ہی کچھ حجرے بھی تعمیر کیے گئے ـــــ جس میں رسول اللہؐ، ان کے اہلبیتؑ ازواج اور خاندان کے دوسرے لوگ رہائش پذیر ہوئے ـــــ ازواج میں اس وقت عائشہؓ اور سودہؓ ہی تھیں۔

مسجد کے ایک سرے پر ایک سایہ دار چبوترہ بنا دیا گیا۔ جسے صُفّہ کا نام

Marfat.com

دیا گیا۔ یہ ان لوگوں کے لیے تھا جو اسلام لائے تھے لیکن اپنی ناداری کے سبب گھر بار خریدنے سے مجبور تھے۔ وہ تمام دن وہیں رہتے تھے اور رسول اللہؐ ان کی کفالت کرتے تھے۔

رسول اللہؐ ابوایوب انصاریؓ کے یہاں تقریباً سات ماہ قیام کرنے کے بعد مسجد نبویؐ سے متصل گھر میں منتقل ہو گئے۔

جس طرح مسلمانوں کا طریق عبادت سب سے جدا تھا، اسی طرح اس عبادت کے لیے جمع ہونا بھی سب سے منفرد ہونا تھا ـــــ وہ سب طریقے اور انداز جن کے ذریعے غیر مسلم اپنے پیروؤں کو عبادت کے لیے بلاتے تھے۔ اسلام میں ان کا ہلکا سا شائبہ بھی نہیں تھا۔ رسول اللہؐ نے صحابہؓ کو بلا کر اذان اور اقامت کی تعلیم دی جو بذریعہ وحی نازل ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ماہ ذیقعد میں نماز کی رکعتیں دو سے چار ہو گئیں۔ البتہ سفر میں دو پڑھنے کی سہولت بھی دیدی گئی۔

بلالؓ کی خوش الحانی کو صدائے اذان کے لیے منتخب کیا گیا۔ اب پانچوں وقت مدینے کی فضاؤں میں بلال حبشیؓ کی روح پرور صدا ہوا کے دوش پر بکھرتی تو سننے والوں کو وجد میں لے آتی۔ لوگ اپنے اپنے کام وہیں چھوڑ دیتے اور مسجد نبوی کی طرف کھنچے چلے آتے۔ پھر حجرے کا پردہ ہٹتا اور وہ جمالِ جہاں آرا اپنے روشن چہرے کے ساتھ مثل خورشید طلوع ہوتا تو در و بام لو دینے لگتے۔ وہ پر وقار قدموں سے آگے بڑھتا۔ صفیں درست و قائم ہو جاتیں اور اس کی اقتدا میں سر بارگاہ خداوندی میں جھک جاتے ابلیس غم و اندوہ میں ڈوب جاتا اور فرشتے آسمانوں پر داد و تحسین کا غلغلہ بلند کرتے ـــــ زمین پر محمدؐ اور آسمانوں پر احمدؐ کہلانے والے کی اولعزمی کے

Marfat.com

تذکرے کرتے ـــــ جس کی تیرہ برس کی پیہم جدوجہد نے اہل ایمان کی یہ جماعت تخلیق کی تھی۔ جو بلا امتیاز رنگ و نسل، بندگیٔ پروردگار میں جھک کر شرفِ انسانی کی گواہی دے رہی تھی۔

مکہ سے مسلمان چلے تھے تو محض اپنی جانیں ہی بچا کر نکلے تھے۔ ان میں سے اکثر تو وہاں بھی اتنے متمول نہیں تھے اور جو کوئی آسودگی رکھتے تھے، ان کو اس کا موقع نہیں ملا تھا کہ کچھ مال و دولت ہی ہمراہ لے آتے۔ اسی لیے دولت ایمانی کی فراوانی کے باوجود ہجرت کر کے آنے والے بدحالی اور تنگدستی کی زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ جن کی تعداد تقریباً پینتالیس تھی۔ انصار نے حق مہمان نوازی میں نگاہیں فرش راہ کیں اور دلوں کے در کھول دیے۔ جس کے پاس جتنی گنجائش اور آسائش تھی اس نے اپنے مہاجر بھائی کے لیے ارزاں کر دی۔ جن کے پاس فاضل گھر تھے وہ اپنی مرضی سے کسی غریب مہاجر کو دیدیا۔ جن کے یہاں کشادگی تھی، انہوں نے درمیان میں پردہ ڈال کر کسی دوسرے کے لیے گنجائش پیدا کر لی۔ لیکن یہ ایک عارضی حل تھا ضرورت ایک مستقل حل اور دائمی سلجھاؤ کی تھی۔

دین اسلام طبقاتی کشمکش اور معاشرتی اونچ نیچ کو مٹانے اور انسانیت کو آسودگی عطا کرنے کے لیے آیا تھا۔ لیکن اگر یہی عالم برقرار رہتا تو پہلی اسلامی ریاست میں نمایاں طور پر دو طبقات کے پیدا ہو جانے کا امکان تھا۔ جس سے معاشرتی ناہمواری خطرناک صورت اختیار کر سکتی تھی جو نہ اسلام کا منشا تھا، نہ رحمتِ دو عالم کو گوارا تھا۔ جن کی فراوانیٔ رحمت ہر دامن کا حصہ تھی۔

اسی لیے ایک روز تمام مہاجرین اور انصار کو طلب کیا گیا۔ جب لوگ

جمع ہو گئے تو رسول اللہؐ نے انہیں مخاطب کیا۔ "اے اہلِ اسلام! دین کے رشتے سے تو تم بھائی بھائی ہو اور ہر بھائی اپنے بھائی کی بہتری چاہتا ہے۔ تم نے اپنے مہاجر بھائیوں کی جس طرح پذیرائی کی ہے، وہ تمہاری فراخ دلی اور تواضع کا مظہر ہے۔ تم اپنے مہاجر بھائیوں کی بے سروسامانی دیکھتے ہو؟ ان کی یہ حالت دین اسلام کی خاطر ہوئی ہے ــــ اپنے وطن سے دوری ــــ اپنے گھر بار سے محرومی، انہوں نے دین کے لیے خندہ پیشانی سے برداشت کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ انصار اپنے مہاجر بھائیوں کے اس دکھ اور عسرت کو بانٹ لیں تاکہ ان کی محرومیوں کی بھی کچھ تلافی ہو سکے۔ میں مہاجرین میں ہر ایک کو تم میں سے ہر ایک انصار کا بھائی قرار دوں گا اور اس کے حقوق تم پر اسی طرح واجب ہوں گے جس طرح تمہارے سگے بھائیوں کے حقوق تم پر لازم ہیں۔ میں تمہارے دلوں اور نفسوں سے واقف ہوں۔ میرے لیے تمہاری عادات و اخلاق کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ میں ایسے اشخاص کو ہی ایک دوسرے سے وابستہ کروں گا جن کی صفات و عادات میں یکسانیت ہو گی۔ تاکہ تم لوگ ایک دوسرے میں رچ بس جانے میں کوئی دشواری محسوس نہ کرو۔ بولو کیا تمہیں منظور ہے؟"

"بسر و چشم یا رسول اللہؐ!" انصار نے فراخدلی سے یک زبان ہو کر کہا۔ یہ اقرار محض زبانی اقرار نہیں تھا، بلکہ ان لفظوں میں ان کے دلوں کی رضامندی جھلک رہی تھی۔ جس نے رسول اللہؐ کو مسرور کیا۔

"تو پھر جس کو جس بھائی کے ساتھ وابستہ کر دوں وہ اسے اپنے ہمراہ لے جائے، اپنی زندگی میں شریک کرے اور حتی المقدور اس کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرے اور مہاجرین پر بھی یہ لازم ہے کہ وہ بھی اس قائم

Marfat.com

ہو جانے والی قرابت داری کا اکرام کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کریں"۔ انہوں نے دونوں کو ان کے فرائض کا احساس دلایا تاکہ حقوق کی پائمالی نہ ہو۔

"یا رسول اللہؐ! ہم تیار ہیں"۔۔۔۔ ہر طرف سے آوازوں میں آوازیں ملیں اور فضا ایک نئے اور دلآویز رشتے کی تخلیق کے لیے سازگار ہو گئی۔

محمدؐ نے ایک نگاہ تمام مجمع پر ڈالی اور اخوت کے ان اپنائیت بھرے رشتوں کی گرہیں باندھنا شروع کیں ۔۔۔۔ "حذیفہ بن یمانؓ تم عمار یاسرؓ کا ہاتھ تھام لو ۔۔۔۔ منذر بن عمرؓ تمہیں ابوذر غفاریؓ جیسا بھائی مبارک ہو ۔۔۔۔ ابو رویحہؓ تمہیں بلالؓ مؤذن کا بھائی بنایا جاتا ہے ۔۔۔۔ خارجہ ابن زیدؓ تم ابوبکرؓ کے بھائی ہو ۔۔۔۔ عتبان بن مالکؓ تمہارا بھائی عمر الخطاب ہے ۔۔۔۔ اوس بن ثابت کا بھائی عثمانؓ ۔۔۔۔ سعد بن ربیعہ کا بھائی عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیرؓ کا بھائی سلامتہ بن وقشؓ ہے۔

رسول اللہؐ کے مقدس لبوں سے جیسے جیسے ان رشتوں کا اعلان ہوتا تھا، انصار کھلے دل کے ساتھ اپنے مہاجر بھائی کو گلے لگا کر اپنے جذبوں کا اظہار کرتے۔

ہر جانب خوشی اور مسرت کی ایک بے ساختہ لہر تھی، جو دلوں سے اٹھ کر چہروں کو گلنار کر رہی تھی۔ مہاجرین کو احساس ہو رہا تھا کہ وہ اپنے ہی وطن اور اپنے ہی لوگوں میں ہیں۔ اجنبیت اور غیریت کی دیواریں منہدم ہو رہی تھیں اور سب آپس میں گھل مل گئے تھے۔

ایک ایک کر کے سب مہاجرین کے ساتھ انصار کا رشتۂ اخوت قائم ہو گیا تو رسول اللہؐ اٹھے۔ دیکھا کہ پہلو میں بیٹھے ہوئے نوجوان علیؓ کے خوبصورت چہرے پر غم کا سایہ ہے اور سر جھکائے بیٹھے ہیں۔

"علی!" محمدؐ نے انہیں مخاطب کیا ۔۔۔۔ "جانِ برادر! اس قدر غمزدہ

Marfat.com

ہونے کا سبب کیا ہے؟"

"یارسول اللہ! آپ نے مہاجرین وانصار میں رشتۂ اخوت قائم کیا ہے۔ ہر ایک کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے۔ لیکن میں نظر انداز کر دیا گیا ہوں"۔ علیؑ کے دل کا ملال ان کی آنکھوں میں نمی بن گیا۔

رسول اللہؐ محبت آمیز نگاہوں سے علیؑ کی طرف دیکھتے ہوئے ان کی بات سنتے رہے۔ پھر مسکرا کر علیؑ کو بازو سے تھاما اور محبت کے لہجے میں بولے:

"علیؑ کبیدہ خاطر کیوں ہوتے ہو، تم میرے بھائی ہو ـــــ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی! میں نے تمہیں اپنے لیے چھوڑ دیا تھا"

علیؑ کا ملال خوشی اور راحت میں بدل گیا اور علیؑ و محمدؐ دوسرے بھائیوں کی طرح بغلگیر ہو گئے۔

اخوت کے اس مضبوط رشتے کے طلوع نے مدینے کی فضا کو روشن روشن کر دیا۔ انصار اپنے مہاجر بھائیوں کے ہاتھ تھامے ہوئے اپنے اپنے گھروں کی سمت خوشی خوشی روانہ ہوئے اور اپنی ساری ملکیت ان پر آشکار کر دی کہ وہ اس میں سے جو کچھ پسند کریں اسے اپنی ملکیت بنا لیں ـــــ یہاں تک کہ بعض اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دینے پر بھی آمادہ ہو گئے تاکہ ان کا مہاجر بھائی اس سے نکاح کر کے اپنا گھر بسا سکے۔

انصار کی اس کشادہ دلی نے مہاجرین کو نئی زندگی دیدی لیکن ان میں سے اکثر اپنے دست و بازو سے کام لینے کو ترجیح دیتے تھے۔ انہوں نے اس حد تک اپنے انصار بھائیوں کی مالی اعانت قبول کر لی کہ وہ گزر اوقات کے لیے کوئی کاروبار جما سکیں یا مال تجارت خرید کر تجارت میں رواں ہو سکیں۔ اس طرح مدینے میں محبت و ہم آہنگی کی ایک ایسی فضا پیدا ہو گئی جیسے کسی بڑے کنبے میں افراد مل

Marfat.com

جل کر رہتے بستے ہیں۔ دین کے رشتے اور اخوت کے تعلق نے ان سب کو باہم شیر و شکر کر دیا تھا۔ معمولی اختلافات درگزر کر دیے گئے تھے۔ اوس و خزرج جو کئی سال سے باہم دست و گریباں رہتے تھے، یوں ایک دوسرے کا پاس کرنے لگے ــــ جیسے انہوں نے کبھی ایک دوسرے پر ہتھیار ہی نہیں اٹھائے تھے۔ سب کی نظریں ایک ہی مرکز پر لگی ہوئی تھیں۔ سب کے دل اسی ایک آواز پر دھڑکتے تھے۔ سبھی کے سر اسی ایک بارگاہ میں خم ہوتے تھے جو رحمت، محبت، انسانیت اور خوشحالی کا پیام لے کر آیا تھا۔ جس کی روشن پیشانی نے تاریک راہوں کو منور کر دیا تھا۔ جس نے اہل مدینہ پر خیر و برکت کے باب کھول دیے تھے۔ محمدؐ کو مدینے میں وہ مرکزیت حاصل ہو گئی تھی۔ جس کے لیے بارگاہِ ایزدی نے انہیں بنی نوع انسان پر نبیؐ بنا کر مبعوث کیا تھا۔

مدینہ کے اطراف میں رہنے والے یہودی بڑی خاموشی سے حالات کا جائزہ لے رہے تھے۔ قرائن و شواہد سے انہیں اندازہ ہو رہا تھا کہ محمدؐ مدینے میں مرکزی حیثیت حاصل کر چکے ہیں اور اب ان کے لیے ممکن نہیں رہا کہ وہ قبائل میں پھوٹ ڈال کر ان کے اپنے ہتھیار انہی کے خلاف استعمال کر سکیں۔ انکی فطری مکاری اور تنگ دلی انہیں ایمان بھی نہیں لانے دیتی تھی۔ حالانکہ وہ تمام نشانیاں جو ان کی مذہبی کتابوں میں مرقوم تھیں، وہ ان کا مشاہدہ محمدؐ کی ذات میں کر چکے تھے۔ اب ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ ایک معاہدۂ امن میں داخل ہو جائیں تاکہ ان کی مذہبی روایات کو بھی ٹھیس نہ پہنچے اور انہیں مسلمانوں کی طرف سے کوئی خدشہ بھی نہ رہے۔

تینوں قبیلوں ــــ بنو قریظہ ــــ بنو نضیر اور ــــ بنو قینقاع ــــ کے سردار رسول اللہؐ کے پاس آئے۔ رسول اللہؐ نے انہیں دعوتِ اسلام دی۔

لیکن وہ اس پر رضامند نہیں ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہمارے ساتھ ایک معاہدۂ امن کر لیجیے تاکہ ہم اخلاقی طور پر ایک دوسرے کے پابند ہو جائیں۔ پیغمبرِ امن نے معاہدے کی شرائط طے کیں اور عہد نامہ پر بنو نضیر کی طرف سے حی بن اخطب ــــ بنو قریظہ کی طرف سے کعب بن اسد اور ــــ بنو قینقاع کی جانب سے مخزیق نے دستخط کیے۔ جن شرائط پر معاہدہ ہوا وہ اس طرح تھیں:

(۱) خون بہا اور فدیہ کا وہی طریقہ رائج رہے گا جو پہلے سے چلا آتا ہے۔
(۲) یہودیوں کو اپنی رسومات ادا کرنے کی مکمل آزادی ہوگی۔
(۳) یہود اور مسلمان باہم دوستانہ مراسم رکھیں گے۔
(۴) جنگ کے وقت دونوں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔
(۵) کوئی فریق قریش کو امان نہیں دے گا۔

اس طرح اس معاہدے کے ذریعے مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم اور رسول اللہؐ کو سربراہ کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا۔

اس وقت تک نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی جاتی تھی۔ یہودیوں کا قبلہ بھی بیت المقدس ہی تھا۔ جس کی وجہ سے وہ فخریہ کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں کے پاس کوئی ایسی سمت نہیں ہے جو ان کی اپنی ہو۔ مسلمان ان کی باتوں کے جواب میں خاموش رہتے تھے۔

ہجرت کا دوسرا سال تھا ــــ رسول اللہؐ خشوع و خضوع سے نمازِ ظہر کی امامت کروا رہے تھے۔ چند ساتھیوں کے ساتھ خوف سے بھری ہوئی فضا میں شعلے اگلتی ہوئی زبانوں کے مقابل بھی بارگاہِ خداوندی میں سربسجود ہونیوالے محمدؐ کی جد و جہد کا ہی نتیجہ تھا کہ ان کی اقتدا میں مسلمانوں کی کتنی ہی صفیں

Marfat.com

ایک رب کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہوئے اس کے سامنے جھک رہی تھیں۔ نماز ظہر کی دو رکعتیں ہی تمام ہوئی تھیں کہ اچانک رسول اللہؐ نے بیت المقدس کی طرف پشت اور کعبہ کی جانب رُخ کر لیا۔ لیکن کچھ کمزور عقیدہ لوگ گومگو کی سی کیفیت میں یہی فیصلہ نہ کر پائے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ کچھ اسی الجھن میں گرفتار رہے کہ اچانک بیت المقدس کی جانب سے رخ پھیر لینے کا مقصد کیا ہے۔

نماز ختم ہوئی تو رسول اللہؐ نے خدائے ذوالجلال کا پیغام سنایا جو امین وحی عین حالتِ نماز میں لے کر آئے تھے اور اطاعت شعار محمدؐ کا عمل اسی لمحے شروع ہو گیا تھا جس لمحے یہ فرمان ان تک پہنچا تھا۔

"اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف پھیر دو اور جہاں کہیں رہو اسی طرف منہ پھیرو۔" (البقرہ۔ ۱۵۰)

مسلمانوں کا قبلہ اسی روز سے کعبہ ہو گیا جو یہودیوں کو بہت شاق گزرا۔ ان کا امتیاز ختم ہو گیا تھا۔ ان کے فخر و مباہات کا ایک ذریعہ جاتا رہا تھا۔ مسلمان جو پہلے ہی ان سے مختلف تھے۔ اب ان کے تشخص کا ایک اور نشان نمایاں ہوا۔ جس سے یہودیوں کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ وہ بات بات پر مسلمانوں کو طعنے دینے لگے۔ بعض ضعیف الاعتقاد لوگوں کا ایمان متزلزل ہوا اور وہ آپس میں شبہات کا اظہار کرنے لگے۔ جس پر امینؑ وحی ایک پیام لے کر آئے۔ محبوب حقیقی نے اپنے محبوب کے چاہنے والوں کی شناخت بھی تحویلِ قبلہ کے ذریعے سے کر لی تھی۔

"آپ کا جو پہلے قبلہ تھا، اس کو جو ہم نے پھر قبلہ کر دیا تو اس وجہ یہ ہے یہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبرؐ کا پیرو کون ہے اور پیچھے

Marfat.com

پھر جانے والا کون ہے۔ بلا شبہ یہ قبلہ نہایت گراں اور ناگوار ہے، بجز ان لوگوں کے جن کو خدا نے ہدایت کی ہے۔" (البقرہ ۱۴۳)

حکم خداوندی نے ارادوں کے تزلزل اور ایمان کی کمزوریوں کو رفع کر دیا۔ وہ مسجد جہاں تحویلِ قبلہ کا حکم آیا تھا مسجد "ذوالقبلتین" یعنی دو قبلوں والی مسجد کہلانے لگی۔ اس حکم کے بعد مسجد نبوی میں بھی قبلہ کی جگہ تبدیل کر دی گئی۔ اسی سال روزے بھی فرض ہوئے۔ ◻

Marfat.com

باب (۱۸)

رسول اللہؐ کے ہاتھوں سے نکل جانے پر قریش مکہ ہاتھ ملتے رہ گئے تھے۔ لیکن انہیں امید تھی کہ یثرب میں اوس و خزرج کی قدیم آویزش جلد ہی محمدؐ کی راہ کی رکاوٹ بن جائے گی۔ اگر اوس انکا ساتھ دیں گے تو خزرج محاذ کھڑا کر دیں گے۔ اگر خزرج کا جھکاؤ ان کی جانب ہوا تو اوس کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑیگا۔

لیکن ان کے سیاہ دلوں کی یہ بدصورت آرزوئیں ریت کی دیوار کی طرح ڈھے گئیں۔ رسول اللہؐ کے اعجاز نے سالوں پرانی آویزش کو اس طرح محبت اور اخوت میں بدل دیا کہ اس قدیم مخالفت کی یاد بھی کسی دل میں باقی نہیں رہی۔

اب قریش یہودیوں کی طرف متوجہ ہوئے کہ ان کے ذریعے سے اپنے مقصد کی جانب پیش قدمی کی جائے۔ لیکن رسول اللہؐ نے جلد ہی مضافات کے تمام یہودی قبائل کو ایک "معاہدۂ امن" میں باندھ لیا۔ جس کی وجہ سے وہ کھلم کھلا مخالفت میں ملوث نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے اب قریش کو کچھ دوسری

Marfat.com

راہیں تلاش کرنا پڑیں۔ جس کے ذریعے وہ اپنے مکروہ عزائم کے خون آشام سفیر مسلمانوں کی جانب روانہ کرسکیں۔

وہ رسول اللہ ﷺ کی سرگرمیوں کے بارے میں پل پل کی خبر رکھتے۔ جب بھی کوئی مدینے سے مکے کی طرف جاتا تو وہ اس سے مسلمانوں کے بارے میں کرید کرید کر دریافت کرتے۔ جب ان کی من چاہی اطلاعات نہ ملتیں تو وہ جھنجھلا کر رہ جاتے۔

ان کی معلومات کا سب سے بڑا ذریعہ یہودی تھے، جنھوں نے بظاہر مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا تھا۔ لیکن درحقیقت انہیں مسلمانوں کا وقار اور سربلندی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ قریش کے لیے رسول اللہ ﷺ کی کامیابیاں سوہانِ روح تھیں۔ اسی لیے وہ کوئی نہ کوئی ایسی شرارت کرتے رہتے جس سے مسلمانوں کو قلبی اور ذہنی اذیت ملتی رہے۔ انہوں نے مدینے کے اردگرد کے قبائل کو بھڑکا کر ایک محاذ کھڑا کر دیا۔ جس کی وجہ سے جو لوگ ایمان لانے کے لیے مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جانا چاہتے، وہ ان کا راستہ روک لیتے۔ حج پر جانے والوں کو ڈراتے دھمکاتے اور طرح طرح کی دھمکیاں دیتے۔

اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے جاسوسوں کے ذریعے پتہ چلایا کہ مدینے میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جس نے وقتی مصلحت کے تحت اسلام کو اوپرے دل سے قبول کیا ہے۔ جن کا سرکردہ عبداللہ بن ابی تھا۔ جو رسول اللہ ﷺ کے مدینے جانے سے قبل رئیسِ انصار تھا۔ اس کی معاملہ فہمی اور تدبر کے باعث اسے مرکزی حیثیت دینے کے لیے اس کی تاج پوشی ہونے والی تھی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے۔ جس کی وجہ سے عبداللہ بن ابی کا حصول اقتدار کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ اسی لیے اس کے دل میں رنجش پلنے لگی تھی۔

قریش نے اس کے جذبات کا اندازہ لگاتے ہوئے اسے براہِ راست خط

Marfat.com

لکھا۔ جسے پاکر عبداللہ بن ابی بے چین ہو گیا اور اپنے اہل خاندان کو مشورے کے لیے بلایا۔ جب اس کے ہم خیال اس کے گرد جمع ہو گئے تو وہ بڑے تدبّر سے گویا ہوا:

"میں نے تمہیں ایک خاص امر کے لیے بلوایا ہے۔ تم قریش مکہ کی طاقت اور اقتدار سے واقف ہو —— اور یہ بھی جانتے ہو کہ اہل یثرب اگر ان سے مقابلہ کی ٹھان لیں تو بھی انہیں شکست و ہزیمت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا —— اور قریش کی غلامی کا جوا گردن میں آپڑے گا۔ جب سے محمد ابن عبداللہ ؐ ہمارے درمیان آئے ہیں، قریش کی غیض و غضب کی نگاہیں ہماری سرزمین پر لگی ہیں۔"

"لیکن —— ابھی انہوں نے کوئی براہ راست اقدام نہیں کیا" —— کوئی بولا۔

"وہ براہِ راست اقدام بھی کر سکتے ہیں۔ تم انہیں غافل نہ سمجھو، نہ ہی وہ درگزر کرنے والے ہیں —— ان کا پیغام میرے پاس آیا ہے اور وہ محض خالی خولی لفظ نہیں، ان میں ان کے عزائم جھلک رہے ہیں" —— عبداللہ نے اپنے چوغے میں سے قریش کا خط نکالا اور نفس مضمون بلند آواز سے پڑھنے لگا تاکہ سب سن لیں —— وہ لکھتے ہیں:

"اے باشندگانِ یثرب!

تم نے ہمارے آدمی محمد ابن عبداللہ ؐ کو اپنے یہاں پناہ دی ہے۔ ہم تم کو مطلع کرتے ہیں کہ تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ ان کو مدینہ سے نکال دو —— ورنہ اس سے جنگ کرو اور گرفتار کر کے ہمارے حوالے کرو —— اگر تم نے ہماری مرضی کے مطابق عمل نہ کیا تو ہم تم پر حملہ کر کے تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے اور تمہارے جوانوں کو قتل کر ڈالیں گے۔"

Marfat.com

"یہ تو بڑی تشویش انگیز خبر ہے" ۔۔۔ کسی کمزور دل نے لرز کر کہا۔

"ان سے ٹکر لینا تو اپنی تباہی کو آواز دینا ہے" ۔۔۔ کوئی دوسرا بولا۔

"اسی لیے میں نے سوچا ہے کہ ایک طاقتور کی دشمنی مول لینے سے بہتر یہی ہے کہ محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو ٹھکانے لگا دیا جائے یا کوئی ایسی تجویز سوچی جائے جس سے وہ لوگ مدینہ چھوڑ دینے پر خود بخود مجبور ہو جائیں۔" عبداللہ نے اظہارِ خیال کیا۔

"ایسا کرنا تو براہِ راست جنگ کے بغیر ممکن نہیں۔ کیونکہ اوس و خزرج، انصار و مہاجرین ہر ایک محمدؐ کے ادنیٰ سے اشارے پر بھی جان دینے کو تیار ہو جاتے ہیں ۔۔۔ محمدؐ پر ہاتھ ڈالنا بھی آسان نہیں۔ اس کے لیے ہمیں ان کے پیروؤں سے نپٹنا پڑے گا" ۔۔۔ کسی اور نے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

"یقیناً ایسا براہِ راست جنگ میں ہی ممکن ہے۔ لیکن اس کے بغیر چارہ بھی نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ سب اپنی اپنی تجاویز پیش کریں تاکہ کوئی حتمی پروگرام مرتب کیا جا سکے۔" عبداللہ ابن ابی نے سب کو بات کرنے کی کھلی دعوت دے ڈالی۔

سبھی منافقین کے دلوں میں ابلیس نے انگڑائی لی ۔۔۔ پیشانیوں پر بل پڑ گئے اور سب ہی اس سوچ میں گم ہو گئے کہ کوئی اچھی تجویز پیش کر کے عبداللہ کے مقرب بن سکیں جو مستقبل میں مدینے کا فرماں روا ہو سکتا تھا ۔۔۔ ابھی وہ سب اسی سوچ میں تھے کہ دروازے پر کھٹکا ہوا اور ایک شفاف آواز نے سب کو چونکا دیا۔

"ابن ابی! میں محمد ابن عبداللہ رسول خداؐ اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہوں۔"

مکروہ عزائم کی کالک ملے ہوئے چہروں کے رنگ بدل گئے۔ یہ اچانک محمدؐ کس طرح آن پہنچے تھے ۔۔۔ کس نے انہیں خبر کر دی تھی۔ عبداللہ بھی ٹھٹھک گیا۔

Marfat.com

لیکن جلد ہی اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر یوں رسول اللہؐ کا اٹھ کر استقبال کیا جیسے اب سے تھوڑی دیر پہلے وہ اس روشن چہرہ بزرگ کے خلاف کسی سازش میں مصروف نہیں تھا۔

رسول اللہؐ نپے تلے قدم رکھتے اندر داخل ہوئے تو نورانی چہرے کی ضو نے نگاہوں کو خیرہ کر دیا۔ شخصیت کے وقار نے سب کو اٹھ کر تعظیم دینے پر مجبور کیا۔ رسول اللہؐ نے ایک گہری نگاہ ان چہروں پر ڈالی جو اپنے قلب کے بدصورت ارادوں پر پشیمان پشیمان سے تھے اور بردباری سے بغیر کسی تمہید کے گویا ہوئے:

"اے حاضرین! قریش نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔ اگر تم نے اس سرزمین پر کشت و خون کا ارادہ کیا تو تم اپنے نقصان کا اندازہ نہیں لگا سکو گے اور پھر تم اپنے ہی بھائیوں کا خون بہاؤ گے؟ جو میرے ساتھ ہوں گے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ جیسے تمہاری قوم نے میرا ساتھ دینے کا عہد و پیمان کیا ہے، تم بھی اس میں شریک ہو جاؤ اور اگر کوئی اس شہر پر حملہ کرنے کی جسارت کرے تو تم سب ہمارے ساتھ مل کر اس حملے کا رخ پھیر دو۔"

رسول اللہؐ کے اس طرح حالات سے باخبر ہونے نے ان سب کو چکرا کر رکھ دیا۔ حیرت اور پریشانی نے ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب کر دیں۔ رسول اللہؐ کے لفظوں میں وہ یقین اور ایسا قطعی انداز تھا کہ وہ مخالفت میں کوئی لفظ کہنا تو کجا اپنی نادم نظروں کو بھی نہ اٹھا سکے۔

مدینے میں آمد کا یہ ابتدائی سال محض تعمیری سرگرمیوں میں صرف ہوا۔ رسول اللہؐ پیغمبر امن اور اخلاق مجسم تھے۔ وہ جنگ کو محبت سے جیتنے اور نفرت کو حسن سلوک سے پلٹ دینے کی ادائیں لے کر آئے تھے۔ اسی لیے قریش کی مخالفتوں اور ریشہ دوانیوں

سے آگاہ ہوتے ہوئے بھی انہوں نے مدینے میں جنگ کی تیاریاں کرنے اور ہتھیار خریدنے میں اپنی قوتیں صرف نہیں کیں بلکہ ایک ایک لمحہ جو بھی صرف ہوا انسان کی بھلائی، بہبود اور امن کیلئے صرف ہوا۔ عبادت کیلئے تین مسجدیں مسجد قبا، مسجد بنی سالم اور مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی۔ مہاجرین کیلئے مکانات کا انتظام کیا گیا۔ ناداروں کی پناہ گاہ وہ چبوترہ بنا جو "صُفّہ" کے نام سے مشہور تھا۔ جہاں بے یار و مددگاروں کو محمد ﷺ کے دامنِ رحمت کی ہوا ملتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے مدینے کا دامن کشادہ تھا۔ اہل مدینہ کے دل ہر لحظہ اسلام کے لیے ہی دھڑکتے تھے لیکن مسلمانوں کی تعداد ابھی اتنی نہیں تھی کہ وہ کھل کر تمام مخالفتوں کا مقابلہ کر سکیں۔ نہ ہی ابھی معاشی طور پہ انہیں ایسا استحکام نصیب تھا کہ وہ پوری توجہ اپنے دفاع کی طرف دیتے۔ اسکے باوجود رسول اللہ ان ریشہ دوانیوں کی طرف سے غافل بھی نہیں تھے۔ جو قریش کے جوشِ انتقام کا نتیجہ تھیں اور ایک مستقل خطرہ بن کر مسلمانوں کے سر پر منڈلاتی رہتی تھیں۔

وہ دو عالم کے لیے رحمت تھے۔ انہوں نے تیرہ سال مکہ میں اذیتوں کا لمحہ لمحہ کاٹا تھا۔ مگر انہیں کبھی لوٹایا نہیں تھا۔ ناسزا کلموں اور دراز دستیوں کا جواب خاموشی اور قوت برداشت سے دیا تھا۔ جوش انتقام کے سامنے اپنے حسن اخلاق کی دیوار کھڑی کی تھی۔ انہوں نے قریش کی ہر زیادتی کو اپنے تدبر اور معاملہ فہمی سے سلجھایا۔ جب مدینے کے گرد و پیش بسنے والے قبائل مسلمان ہونے کی نیت سے مدینے آنے لگے اور کفار مکہ نے ان قبائل کا راستہ روکا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ ایام حج میں اپنے نیک مقاصد کی تکمیل کریں۔ جب تمام راستے کھول دیے جاتے تھے اور ہتھیار بند کر دیے جاتے تھے تاکہ تصادم کا امکان نہ رہے۔

خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک محبوب کی یہ ادا بھی محبوب تھی۔ قوت برداشت اور صبر و استقلال کی اس آزمائش میں سُرخروئی بارگاہِ خداوندی میں پسندیدہ ٹھہری تھی۔ اب وقت آ گیا تھا کہ ہدایت کا چلن بدلا جائے۔ حفاظت خود اختیاری کی منزل شروع ہو — ظالم کا وار پلٹا یا جائے اور دشمن کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ اب پیغام کا انداز بدلا۔ امینِ وحی ایک نیا لائحہ عمل لے کر آئے۔

"اجازت دی جاتی ہے ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جا رہی ہے اس بنا پر کہ ان پر مظالم ہوئے ہیں اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ وہ جنہیں نکالا گیا ان کے گھروں سے ناحق بغیر کسی خطا کے سوا اس کے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا مالک اللہ ہے" —

(سورۃ حج)

"خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں" —

(سورۃ بقرہ)

رسول اللہ ؐ کی خوشنودی رضائے الٰہی میں محدود تھی۔ مدافعت کا حوصلہ اور مقابلے کا اذن ملا — ظالموں کے ہاتھ روکنے اور انہیں انہی کے بدصورت ہتھیاروں سے دھکیلنے کی اجازت ہو گئی تو رسول اللہ ؐ نے بھی اپنا انداز بدلا۔ لیکن حسن اخلاق نے اب بھی کسی پہل، اشتعال یا زیادتی کی نفی کی۔ جب تک اُن کی طرف سے وار نہ ہو، رسول اللہ ؐ کی طرف سے وار نہ کرنے کی تاکید تھی۔ لیکن ان کی سازشوں کا سدِّباب کرنے کے لیے ایک محفوظ حکمتِ عملی اختیار کی گئی۔

حسنِ اخلاق میں مدافعت کی ادا شامل ہوئی تو مدینہ کی مضافاتی بستیوں میں رہنے والے قبائل کے ساتھ معاہدہ کر لیا گیا تاکہ وہ قریش کی جانب سے کی جانے والی ریشہ دوانیوں میں شریک نہ ہوں — اس طرح کے معاہدے بنو حمزہ،

Marfat.com

جہنیہ اور بنو مدلج کے ساتھ کیے گئے۔

قریش کے چھوٹے موٹے گروہ اکثر دہشت گردی کے لیے مدینے کی طرف آتے لوٹ مار کرتے، مویشی ہانک کرلے جاتے اور لوگوں کو ڈراتے دھمکاتے۔ ان میں ابوکرز مہری اور اس جیسے کچھ دوسرے اشخاص نے وقتاً فوقتاً حملے کیے جن کے جواب میں رسول اللہؐ نے کچھ مہمات ترتیب دیں۔ جو حمزہؓ، عبیدہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کی قیادت میں روانہ کی گئیں —— ایسی مہمات کو سریہ کہا گیا۔ کیونکہ ان میں رسول اللہؐ بہ نفس نفیس شریک نہیں ہوتے تھے۔ ایسی مہمات میں جانے والوں کو تاکید کر دی جاتی کہ صرف مدافعتی انداز اختیار کریں۔ کسی پر از خود وار کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اسی طرح کی مہمات میں عمرو بن حضرمی قتل ہوا۔

جس سے قریش کو اندازہ ہو گیا کہ مسلمان خاموشی سے ظلم سہنے پر آمادہ نہیں۔ اب ان کے ہر وار کا جواب ان ہی قدموں پر مل جائے گا۔ اب کسی نئی حکمتِ عملی کی ضرورت تھی، جو روز روز کی چھیڑ چھاڑ کے بجائے ایک ہی بار میں فیصلہ کر دے۔ ایسا ایک باقاعدہ جنگ سے ہی ممکن تھا۔ یہی سوچ کر وہ اندر ہی اندر ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔ جس کا سبب انہوں نے عمرو بن حضرمی کے قتل کا بدلہ لینے کو قرار دیا اور یہ غلط فہمی ہر طرف پھیلا دی کہ رسول اللہؐ اور مسلمان مختلف تجارتی قافلوں پر حملے کرنے لگے ہیں۔ عمرو بھی ایک ایسے ہی حملے میں مارا گیا ہے۔

ایک بڑی جنگ کی تیاری کے لیے مال و زر کی بھی ضرورت تھی۔ جس کی فراہمی کے لیے ایک عظیم الشان قافلہ ابوسفیان کی قیادت میں شام روانہ کیا گیا تاکہ اس کے منافع سے جنگ کی خاطر خواہ تیاریاں کی جا سکیں۔ اس قافلۂ تجارت میں مکے کے تقریباً سبھی سرکردہ لوگوں نے اپنا مال و اسباب روانہ کیا۔

Marfat.com

قافلہ بحفاظت شام پہنچ گیا اور وہاں کامیابی سے خرید و فروخت کرتا رہا۔ جس سے خاطر خواہ منافع ہوا۔ قریش اسے نیک شگون قرار دے کر بہت خوش اور مغرور تھے لیکن ابوسفیان کا سازشی ذہن کسی اور ہی فکر میں غلطاں و پیچاں تھا۔ ایسے وقت جبکہ مکے کے اکثر لوگوں کی نگاہیں اس قافلے کی جانب لگی ہوئی تھیں۔ ان کے جذبات کو بھڑکانا آسان تھا۔ جس سے فوری اور خاطر خواہ نتائج حاصل کیے جا سکتے تھے۔

ابوسفیان کے ذہن رسا نے کام کیا اور ایک صبح اس کا فرستادہ ضمضم اس طرح مکے میں داخل ہوا کہ اس نے اپنے اونٹ کی نکیل کاٹ رکھی تھی۔ پالان شتر الٹ دیا تھا، اپنے کپڑے پھاڑتا اور بال نوچتا ہوا وہ چلا چلا کر کہہ رہا تھا:

"الغوث! الغوث! ـــــ فریاد ہے، فریاد ہے ـــــ مدد کرو امداد کرو ـــــ خبر لو، خبر لو! ـــــ ورنہ تمہارا کچھ نہ رہے گا ـــــ تم لوٹ لیے جاؤ گے ـــــ اور تمہیں خبر بھی نہیں ہو گی!" ـــــ

جس جس نے یہ فریاد سنی ٹھٹھک کر رہ گیا ـــــ جس نے بھی ضمضم کی ایسی تباہ حالت دیکھی اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ کیونکہ سب جانتے تھے کہ وہ شام جانے والے قافلے کے ہمراہ گیا تھا۔ جس نے اسے دیکھا وہ ہزاروں وسوسے دل میں لیے اس کے پیچھے چل پڑا ـــــ وہ ابوجہل کے گھر پہنچا تو تقریباً مکے کے ہر گھر سے کوئی نہ کوئی فرد اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ سب کے چہرے فق اور دل پریشان تھے۔ وہ جلد سے جلد اس پیغام کو سن لینا چاہتے تھے جو انکے دلوں میں ہلچل بپا کر رہا تھا۔

لوگ جمع ہو گئے تو ابوجہل نے ابوسفیان کا شیطانی پیغام پڑھ کر سنایا:

"اے اہلِ قریش! غفلت سے ہوشیار ہو جاؤ۔ ہم نے کامیابی سے

تجارت کی ہے اور پچاس ہزار اشرفی مال و منافع ہمارے ہمراہ ہے لیکن حفاظت کے لیے صرف تیس چالیس افراد ہیں۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ محمد ابن عبد اللہؐ یثرب کے تنگ دستوں اور مفلوک الحال لوگوں کے ساتھ گھات لگائے بیٹھے ہیں کہ قافلے کو لوٹ کر اپنی غربت اور مفلوک الحالی کا مداوا کریں۔ تم لوگ جتنی جلد ہو سکے ہماری مدد کو پہنچو ـــــ ورنہ تمہارے اموال مسلمانوں کے قبضے میں ہوں گے"

یہ پیغام نہیں آگ تھی، جس نے ہر شخص کو شعلہ بجوالہ بنا دیا۔ مسلمانوں کے خلاف نفرت سے بھرے ہوئے دل چھلکنے کو بیتاب ہو گئے ـــــ ابوجہل کی چرب زبانی نے جذبات کی آگ کو اور ہوا دی۔ عربی خون میں ابال اٹھا اور چند لمحوں میں ہی ایسی فضا کی تشکیل ہو گئی جو جنگ کی تیاری کے لیے سازگار تھی ـــــ مکے کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جو اس تجارت میں شریک نہ ہو۔ اس لیے ہر ایک اپنے مال کی حفاظت کے لیے کمربستہ ہو گیا۔

لوگ اپنے اپنے ہتھیار اور سواریاں لینے کو دوڑے ـــــ حلیفوں نے اپنے حلیفوں کو پکارا۔ مکے کے نواح سے بھی کئی قبیلے لبیک کہتے ہوئے اس اجتماع میں شریک ہو گئے۔ جو ہتھیاروں کی چمک دمک ـــــ انتقامی جذبوں کی بھڑکیلی آگ اور اپنی تعداد کے لحاظ سے ایک بڑے لشکر کی صورت اختیار کر گیا۔

عظیم الشان لشکر کی تیاریاں اور قبیلوں کی نقل و حرکت پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔ خود قریش بھی اسے خفیہ نہیں رکھنا چاہتے تھے کہ اس طرح ان کی دھاک مسلمانوں کے دلوں پر ان کے مقابل ہونے سے پہلے بیٹھتی تھی۔ یہی ان کا مقصد تھا کہ بے سروسامان مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر اتنا مرعوب کر دیا جائے کہ ان میں مقابلے کی تاب بالکل ہی نہ رہے۔ جیسے جیسے یہ تیاریاں زور پکڑتی تھیں، ویسے ویسے

Marfat.com

ان کی خبریں گرد و نواح میں آنے جانے والوں سے ـــــ دوستوں سے ـــــ خیراہوں اور ان چھپے ہوئے دوست نما دشمنوں کے ذریعے سے مسلمانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ جن کا مقصد ہی مسلمانوں کو خوفزدہ کرنا اور ان کے ارادوں کو متزلزل کرنا تھا۔

رسول اللہؐ ان کے بد ارادوں اور خونخوار عزائم سے غافل نہیں تھے۔ آنے والے مشکل وقت کا اندازہ ان کی چشم دروں بیں کو بہت پہلے ہو چکا تھا۔ ولولوں کی آزمائش کا موقع سر پہ کھڑا تھا۔ جان جیسی عزیز شے کو داؤ پر لگا دینے کا مرحلہ آنے والا تھا۔ مسلمان ابھی پوری طرح سنبھلے نہیں تھے۔ بحیثیت قوم ابھی ان کی قوت ـــــ اتحاد ـــــ اور اخوت کا بھرپور مظاہرہ نہیں ہوا تھا۔ اسی لیے اس نازک ترین موقع پر انکے دلوں میں جھانک لینا لازمی سا ہو چلا تھا ـــــ اسی غرض سے نماز کے بعد تمام مسلمانوں کو ٹھہرنے کا حکم ملا اور رسول اللہؐ نے آغاز تخاطب کیا:

"اے اہلِ اسلام! اگر تم میں سے کوئی اس سے آگاہ نہیں ہے تو وہ جان لے کہ قریش کے جوش انتقام نے ان کے وحشی دلوں کے خونخوار ارادوں کو ہم مٹھی بھر مسلمانوں کے خلاف صف آرا کر دیا ہے۔ شجرۂ ملعونہ نے اپنے سازشی ذہن سے ہمارے مقابل ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا ہے۔ حق تعالیٰ نے اذنِ جہاد دیدیا ہے ـــــ سچا مسلمان وہ ہے جو دوڑ کر جہاد کی سعادت حاصل کرتا ہے مناسب یہی ہے کہ یہ مقابلہ مدینے سے کافی فاصلے پر برپا ہو تاکہ مدینے پر اس کے براہ راست اثرات نہ پڑیں۔

اے انصار! اور اے گروہِ مہاجرین! تم لوگوں کی اس باب میں کیا رائے ہے۔ کیا تم اپنے قلوب کو مضبوط اور یقین سے پر محسوس کرتے ہو؟ کیا تم خدا کی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کو تیار ہو؟" ـــــ

Marfat.com

کوئی انصار تھا یا مہاجر ـــــ دل تو سب کے ایک ہی سانچے میں ڈھلے تھے۔ روحوں میں تو سب کے ایک ہی نام کی گونج تھی ـــــ عزم و ارادے تو سبھی کے یکساں بلند تھے۔ چہار جانب ایک ہلچل سی مچ گئی۔ عربوں کا گرم خون جو پہلے بات بات پر ابلنے لگتا تھا ـــــ ایمان کے نام پر کھول اٹھا۔ رسول اللہ ؐ کے لب ہائے مقدس سے نکلا ہوا ایک ایک حرف رگوں میں خون کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگا۔ عوام نے سرداروں کی طرف دیکھا ـــــ اور سرداروں نے ان کی نگاہوں میں اس عزم کو پڑھا۔ جو صرف ایک اشارے کا منتظر تھا۔

مقدادؓ فوراً ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے عزم و ارادہ کو رسول اللہ ؐ کے حضورؐ پورے جوش اور ولولے کے ساتھ پیش کر دیا:

"یا رسول اللہ ؐ! چلیے، ہمیں لے کر جہاں اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں ـــــ خدا کی قسم! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ تم اور تمہارا پروردگار جاؤ اور جنگ کرو، ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں ـــــ بلکہ ہمارا قول یہ ہے کہ آپ چلیے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، اگر آپ ملک حبش کے مرکزی شہر کی طرف بھی ہمیں لے جانا چاہیں تو ہم چلیں گے ـــــ یہاں تک کہ آپ کا مقصد حاصل ہو جائے"ـــــ

"خدا تمہیں جزائے خیر دے مقدادؓ! تم نے جہاد کی روح کو اپنے اندر اتار لیا ہے" ـــــ رسول اللہ ؐ نے تحسین آمیز لہجے میں کہا اور انصار کی طرف متوجہ ہوتے:

"ہاں اے انصار! تمہاری اس باب میں کیا رائے ہے؟"

انصار میں سے فوراً ہی سعد بن عبادہؓ اٹھے تاکہ رسول اللہ ؐ اور مہاجرین کو

Marfat.com

غریب الوطنی کی شکایت نہ ہو اور وہ اپنے پورے جذبوں کو حضور کی نذر کرسکیں۔

"یارسول اللہ ﷺ!" انہوں نے جوش و جذبے سے بھرائی ہوئی آواز میں اپنے ولولوں کو اپنی قسموں کا پابند کیا ــــــ "ہمیں قسم ہے خدائے بزرگ و برتر کی کہ ہم آپ کے ایک اشارے پر سمندر میں کود پڑیں گے ــــــ ہم میں سے کوئی شخص کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔ ہمیں اس جہاد میں شرکت کرنے میں کوئی ناگواری نہیں۔ ہم جنگ کے موقع پر ثابت قدم اور میدان کارزار میں سچے ثابت ہوں گے" ــــــ پھر انہوں نے احترام سے سر جھکایا اور انکساری کے لہجے میں بولے: "اللہ سے امید ہے کہ وہ آپ کے سامنے ہمارا ایسا کردار لائے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ نے ان کے لفظوں میں ان کے گرم جوش دلوں کے تازہ ولولوں کو ابلتے دیکھا ــــــ دلنشیں چہرے سے تفکرات کے سائے ہٹ گئے اور ظفر مند لہجے میں ہر طرف یہ خوشخبری بانٹ دی ــــــ "تو پھر اے اہل اسلام! اللہ کا نام لیکر چلو ــــــ تمہارے لیے فتح و نصرت ہے۔"

زبان وحی ترجمان سے عطا ہونیوالی بشارت نے دلوں کے حوصلے بڑھا دیے۔ عزم تازہ نے روحوں کو گرما دیا۔ جس کے پاس جو ہتھیار اور سواری کے لیے کوئی جانور موجود تھا، وہ اسے لیکر حاضر ہو گیا۔ شوق و اشتیاق نے چہروں کو دمکا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس اجتماع پر نگاہ ڈالی۔ جو اپنی بے سروسامانی کو خاطر میں لاتے بغیر اپنے عزم و ارادے کے سہارے اپنی جان ہتھیلی پر لیکر نکل آیا تھا۔ گنتی کی گئی تو تین سو تیرہ تک پہنچی۔ جن میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ ہتھیاروں اور سواریوں کا حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ تین گھوڑے، ستر اونٹ، چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں موجود ہیں۔ عزم و ارادے کی فراوانی ان ناکافی ہتھیاروں کو ہی کافی بنا رہی تھی۔ کسی دل میں کوئی تردد، کوئی ہچکچاہٹ نہیں تھی □

باب (۱۹)

یہ رمضان المبارک کا مہینہ اور ۲ھ کا سال تھا ___ رسول اللہ ؐ نے روانگی کا ارادہ کیا تو چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہمراہ ہو گئے لیکن رحمت دو عالم ان تر و تازہ پھولوں کو جنگ کی آگ میں دھکیل کر نئی نسل کی یادوں کو تلخ نہیں بنانا چاہتے تھے ___ اسی لیے انہوں نے شفقت سے ننھے پھولوں کو واپس ان کی ماؤں کی آغوش میں بھیج دیا۔ ننھے ننھے بچے بجھے دل اور نمناک آنکھوں کے ساتھ واپس ہوئے اور فوج کی روانگی کا وقت آن پہنچا۔ یہ رمضان المبارک کی بارہ تاریخ تھی۔

مگر اس سے پہلے کہ لشکر روانہ ہوتا ___ رسول اللہ ؐ نے روح جہاد کو ہر مسلمان کے قلب میں اتارا اور اپنا مقصد و منتہیٰ واضح کر دیا۔

"سنو، اے اہلِ اسلام! ہماری اس پیش قدمی کی غرض و غایت محض رضائے الٰہی کا حصول اور خوشنودیٔ پروردگار ہے۔ اس کا طریقِ انداز، قرینہ

Marfat.com

ان خون ریزیوں سے جدا ہے جو اب سے پہلے قبیلوں کے درمیان ہوتی رہی ہیں۔ اسی لیے یہ جنگ نہیں جہاد ہے ــــ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جہاد کے اصولوں کو ذہن نشین کرلے اور ان سے سرمو انحراف کا مطلب خدا اور رسول ؐ کی نافرمانی کے مترادف ہوگا ــــ ہمارا مقصد حملہ نہیں دفاع ہے ــــ

اس جہاد میں اللہ کا نام لے کر اس کی نصرت طلب کرتے ہوئے قدم رکھو۔ تقویٰ و پرہیزگاری کا ساتھ نہ چھوڑو ــــ مکروہ فریب سے کام نہ لو ــــ مال غنیمت میں چوری نہ کرو ــــ کسی مقتول کے اعضاء قطع نہ کرو ــــ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرو ــــ پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا اور زراعت میں آگ نہ لگانا ــــ حلال جانوروں کے پاؤں نہ کاٹو ــــ دشمن کے پانی میں زہر نہ ملاؤ، دشمن پر شب خون نہ مارو ــــ جو شخص امان طلب کرے اسے امان دیدو"ــــ

بھلائی کے خوگر دلوں میں عظمتِ اسلام اور جاگزیں ہوگئی کہ یہ دین تو ایسا دین تھا جو تصادم میں بھی شرف انسانیت کو فراموش نہیں کرتا تھا۔ اس کی جنگ کے آداب، صلح کے سلیقے اور امن کی ادائیں دلنشیں اور جیت لینے والی تھیں۔ سب مسلمانوں کے چہرے دفورِ مسرت سے چمک اٹھے۔ وہ ایک نئے انداز میں ایسی جنگ لڑ رہے تھے جو نہ کبھی قبیلوں میں لڑی گئی ــــ نہ کسی قوم اور مذہب میں!

کوچ کا حکم ملا تو اکثر مجاہدین پیدل چل رہے تھے۔ گنتی کی سواریوں پر سبھی باری باری سوار ہو رہے تھے۔ رجز خوانی اور نعروں کے شور میں یہ پیش قدمی جاری تھی

بدر ایک کنوئیں کا نام تھا۔ جو قبیلہ بنی غفار کے بدر نامی شخص کی ملکیت تھا۔ یہ شام سے مدینے جانے والے دشوار گزار راستے میں واقع تھا اور مدینہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلے پر تھا۔ رسول اللہ ؐ اسی سمت روانہ ہوئے۔

Marfat.com

کیونکہ قریش کے بارے میں یہ خبر مل چکی تھی کہ وہ اسی راستے پر پہلے سے روانہ ہو چکے ہیں۔

دوحا، متصرف، ذات اجذال، معلاۃ اور اثیل سے گزرتے ہوئے ۱۷ رمضان المبارک کو بدر کے قریب پہنچے تو خبر ملی کہ قریش وادی کے دوسرے سرے تک آگئے ہیں اور تعداد میں ایک ہزار سے کچھ اوپر ہی ہیں۔ رسول اللہ ؐ نے وہیں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔۔۔۔ قریب کوئی چشمہ یا کنواں بھی نہیں تھا۔ اونٹوں کے پاؤں ریت میں دھنس دھنس جاتے تھے۔ اس عالم میں بارگاہِ خداوندی سے پہلا تحفہ بارانِ رحمت کی صورت میں نازل ہوا۔ صحرا کی گرم ریت کے تپتے ہوئے ذرے نہ جانے کب سے ان مبارک قدموں کی راہ تک رہے تھے۔ جن کے فیضان سے آگ برساتا آسمان بادلوں سے ڈھک جاتا ہے۔ جن کے کرم سے ابر بھیگے ہوئے موتی لٹاتا ہے۔ برستی ہوئی بوندوں نے گردِ سفر کو دھو کر دلوں کو شگفتہ کر دیا۔ پانی کی کمی فوراً ہی عارضی حوض بنا کر پوری کر لی گئی۔ ہر طرف مٹی کی مہک اور بوندوں کا ترنم بکھر گیا۔ جس سے ہوا خنک اور خوشگوار ہو گئی۔ تھکے ہوئے مسافروں کو صحرا کی اس میزبانی نے تھپک تھپک کر سلا دیا۔

علیؑ نے کروٹ بدلی تو دیکھا رسول اللہ ؐ جو پہلو میں ہی استراحت فرما رہے تھے اپنی جگہ پر نہیں ہیں۔ علیؑ بے تاب ہو کر اٹھے۔ چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ تقریباً سبھی لوگ سو رہے تھے یا آرام کر رہے تھے، تو پھر رسول اللہ ؐ کہاں جا سکتے ہیں؟ علیؑ نے پریشانی سے سوچا۔ قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھا اور بے چین نگاہیں چہار جانب دوڑائیں۔ دیکھا کہ ستاروں کی چھاؤں میں لشکر سے کچھ دور ایک نورانی پیکر محوِ عبادت ہے۔ علیؑ کو پہچاننے میں دیر نہیں لگی۔ اس پہچان نے علیؑ کے مضطرب دل کو اطمینان سے بھر دیا۔ انھوں نے سکھ کا گہرا سانس لیا اور محتاط قدم رکھتے قریب پہنچے۔ کائنات کا شرف خاک پر سر رکھے اپنے رب کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول تھا۔

Marfat.com

رات کے سیاہ اندھیرے میں محبت سے بھرے لفظوں کے چراغ ایک ایک کرکے جل رہے تھے۔

"پالنے والے! میں اپنی تمام دولت، اپنی تیرہ برس کی جدوجہد کا حاصل تیرے حضور نذر گزارتا ہوں، یہ مٹھی بھر مسلمان تیری ہی حمایت و نصرت میں اپنے گھروں سے نکلے ہیں۔ تیری رضا کے طلب گار ہیں ـــــ اگر یہ ہلاک ہو گئے تو روئے زمین پر کوئی عبادت کرنے والا نہیں رہے گا ـــــ خدایا! امیدوار ہوں کہ تو اپنے کرم سے ہمیں دشمنوں کے مقابل سرخروئی عطا کرے گا۔"

یہ رجوع الی اللہ ـــــ یہ قربت و نیازمندی ـــــ یہ دین اسلام کی چاہت دیکھ کر علیؑ کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔ وہ کسی لفظ، کسی آہٹ سے اس جمیل رابطے میں مخل ہوئے بغیر اپنی جگہ پر آ گئے۔

علیؑ تو یوں بھی عابد شب زندہ دار تھے۔ راتیں ان کی دعا و مناجات سے مانوس تھیں۔ وہ بھی عبادت میں مصروف ہو گئے۔ کافی دیر بعد آرام کی غرض سے لیٹے تو دیکھا رسول اللہؐ کا دمکتا ہوا نورانی چہرہ اب بھی سجدے میں ہے۔ چند گھڑی آرام کے بعد وہ نماز شب کے لیے اٹھے۔ دیکھا کہ صحرا کی وسعتوں میں آخر شب کا اعلان کرنے والے ستارے طلوع ہو چکے ہیں۔ پھر نگاہ رسول اللہؐ پر گئی تو اب بھی خشوع و خضوع کا وہی عالم تھا۔ زاری تضرع کی وہی کیفیت تھی۔ یہاں تک کہ ستارۂ صبح چمکا، صبح صادق کی نشانیاں ظاہر ہونے لگیں۔ مجاہدین میں بیداری کے آثار ظاہر ہوئے۔ جو غافل تھے انہیں اذان کی روح پرور صدا نے بیدار کر دیا۔

نماز کے لیے صفیں قائم ہوئیں۔ تمام رات عبادت میں مصروف رہنے والے سالار لشکر نے نماز پڑھائی۔ نورانی چہرے پر سکون و اطمینان کی آیتیں لکھی ہوئی

Marfat.com

تھیں۔ فتح و نصرت کا وعدہ قلب میں یقین بن کر اترا تھا۔ سامنے ہی دشمن کی صفیں دُور دُور تک نظر آ رہی تھیں۔ ہتھیاروں کی چمک اور لوہے میں ڈوبے ہوئے چہرے نفرت بھری نگاہوں سے اسی جانب دیکھ رہے تھے۔

رسول اللہؐ نے ہاتھ میں تیر لیا اور اس کے اشاروں سے صفیں قائم کرنے لگے۔ مٹھی بھر فوج کی نظم و ترتیب میں جنگی حکمت عملی کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہوئے میمنہ و میسرہ مقرر کیا اور نپے تلے قدموں کے ساتھ صفوں کے درمیان پہنچے:

"میں نے جو صفیں قائم کر دی ہیں ان پر قائم رہنا۔ اپنی آنکھوں کو دشمن کی آخری صفوں پر مرکوز رکھو ـــ شور و غل کے بجائے خاموشی اختیار کرو اور تمہارا نعرہ ـــ "یا نصر اللہ اقترب" ـــ ہے۔ رضائے الٰہی میں ڈوب کر شہادت کی آرزو میں جہاد کی منزلیں طے کرو" ـــ

یہ لفظ نہیں تھے ایک ولولہ تھا جو صف در صف دلوں میں اترتا چلا گیا۔ رسول اللہؐ نے رات ہی دو عَلَم تیار کر لیے تھے۔ اس وقت ان میں سے ایک بلند کیا، جس کا رنگ سیاہ تھا:

"یہ ہے وہ پرچم جس کا نام ہم نے عقاب تجویز کیا ہے ـــ یہ مہاجرین کا پرچم ہے" ـــ پھر صفوں کی طرف دیکھا اور بلند آواز میں پکارے ـــ "علیؑ آگے بڑھو"۔

علیؑ تعمیل ارشاد میں شجاعوں کی شان سے صفوں سے باہر نکل کر سامنے آئے ـــ رسول اللہؐ نے پرچم انہیں عطا کیا۔ پھر سعد ابن عبادہؓ کو آواز دی۔ وہ سینہ تانے ہوئے سامنے آئے ـــ انصار کا علمبردار ہونے کا اعزاز انھیں

Marfat.com

بخش دیا۔ علم برداروں نے علم سنبھال لیے تو رسول اللہؐ نے آخری ہدایات دیں:

"فتح و نصرت کا وعدہ ہو چکا ہے۔ تائید ایزدی اور ملائیکہ کے لشکر تمہارے ساتھ ہیں ـــــ دشمن کی تعداد کی پروا نہ کرو اور اپنے جذبے اور ایمان کے سہارے فتح تک پہنچو"ـــــ

دوسری جانب بھی لات و عزیٰ کے نعرے بلند ہوئے تو مجاہدین نے بھرپور نگاہوں سے اپنے مقابل انسانوں کے جم غفیر کو دیکھا اور لمحے بھر کو ٹھٹھکے ـــــ کسی کا باپ ـــــ کسی کا بھائی ـــــ کسی کا عزیز ـــــ اور کسی کا کوئی نہ کوئی خون کا رشتہ مخالف صفوں میں نظر آ رہا تھا۔ لیکن لات و عزیٰ کے نعروں نے فوراً ہی اس فرق کو واضح کر دیا جو قرابت اور خون کے سب رشتوں پر بھاری تھا۔ حدنظر تک پھیلی ہوئی صفوں کو دیکھ کر حوصلے اور بلند ہو گئے۔

کچھ تیر آئے ـــــ لیکن رسول اللہؐ نے جواب دینے سے منع کر دیا۔ یہ اشتعال انگیزی بھی جب نارسا رہی تو اپنی تعداد، اپنے ہتھیار اور اپنی نام نہاد شجاعت کے گھمنڈ میں تین شہ زور صفوں سے باہر آئے اور ان کے نعرے کی گونج مجاہدین کی صفوں کی جانب بڑھی

"ھل من مُبارِز!"ـــــ پھر ان میں سے ایک "آہن پوش" آگے بڑھا۔
"میں ہوں عتبہ بن ربیعہ اپنے بیٹے ولید اور بھائی شیبہ کے ہمراہ تمہارے مقابل ہوں کہ میں سردار لشکر ہوں اور اپنے فرائض کا پاس دار ہوں۔ اسی لیے سب سے پہلے تمہارا فیصلہ کرنے کے لیے مبارز طلب ہوں"۔

مجاہدین میں سے عوفؓ، معاذؓ اور عبداللہ ابن رواحہؓ سینہ تان کر آگے بڑھے۔

"ٹھہرو!ـــــ پہلے اپنا نام و نسب بتاؤ کہ ہم اپنے سے کمتر لوگوں پہ ہاتھ نہیں

اٹھاتے۔" عتبہ نے پرغرور لہجے میں سر اٹھا کر کہا۔

مجاہدین نے اپنا تعارف کرایا تو عتبہ چلایا ــــ "تم اپنی صفوں میں واپس جاؤ۔ ہمیں کیا معلوم تم کون ہو ــــ جاؤ اور جا کر محمدؐ کے خاندان والوں کو بھیجو!"

تمام فوج رسول اللہؐ کی کمان میں تھی۔ ان کی جرأت و ہمت ہی مجاہدین کے دل کی مضبوطی کا سبب تھی۔ وہ سب سے زیادہ دشمن کے قریب تھے۔ انہوں نے عتبہ کی یہ پرغرور للکار سنی تو فوراً ہی پلٹ کر صفوں پر نگاہ کی اور حکم دیا:

"علیؑ! تم آگے بڑھو ــــ حمزہؓ آپ چلیے ــــ اور عبیدہؓ آپ ان کا ساتھ دیجیے" ــــ تینوں ہی محمدؐ کے خون کے رشتے تھے۔ علیؑ جان سے بڑھ کر عزیز بھائی، حمزہؓ چچا اور عبیدہؓ چچا زاد بھائی ــــ تینوں نے ایک لمحے کا توقف نہیں کیا اور چشم زدن میں تلواریں تولتے ہوئے آہن پوشوں کے مقابل آن کھڑے ہوئے۔ عتبہ کے غرور کی تسکین ہو گئی۔ وہ خود عبیدہؓ کے مقابل آیا کہ وہ اس کے ہم سن تھے۔ شیبہ حمزہؓ کے مقابل ہوا اور اس کا نوجوان بیٹا ولید علیؑ کے روبرو ہوا۔ اس وقت علیؑ بھی بمشکل چوبیس برس کے تھے۔

بات چند لمحوں کی تھی کہ علیؑ کی تلوار فضا میں بلند ہوئی اور ولید کا سر اڑتا ہوا نظر آیا ــــ حمزہؓ کی تلوار نے شیبہ کی گردن صاف کر دی۔ عتبہ اپنے بیٹے اور بھائی کا یہ حشر دیکھ کر پاگل ہو گیا۔ اس نے جھنا کر عبیدہؓ پر وار کیا ــــ وہ بڑھاپے میں جوانوں کی سی پھرتی کا مظاہرہ نہیں کر سکے اور عتبہ کی تلوار ان کی پنڈلی کاٹتی ہوئی نکل گئی۔ وہ لمحے بھر کو لڑکھڑائے لیکن فوراً ہی سنبھل کر عتبہ کے وار کا جواب دیا۔ مگر تلوار اس کے سر تک نہیں گئی۔ علیؑ و حمزہؓ تلواروں کے ردوبدل کی آواز پر پلٹے۔ عبیدہ کو گھرے ہوئے پا کر دونوں ہی عقاب کی مانند جھپٹے اور عتبہ کو خاک و خون میں غلطاں کر کے زخمی عبیدہ کو لے کر چشم زدن میں اپنی صفوں

Marfat.com

میں پلٹ آئے۔ فوج میں نعرہ ہائے تکبیر کی گونج نے تینوں کا استقبال کیا۔ رسول اللہؐ نے تحسین کی اور زخمی عبیدہؓ کے قریب آئے۔ جو اپنی تکلیف سے قطع نظر مسکرا مسکرا کر پوچھ رہے تھے ــــــ "یا رسول اللہؐ! مجھے بشارت دیجیے کہ میں بھی شہداء میں داخل ہوں گا۔"

"یقیناً عبیدہؓ! تم اس اجر و ثواب کے مستحق ہو" ـــ رسول اللہؐ نے نوید سنائی تو عبیدہؓ کے چہرے سے تکلیف کا کرب جاتا رہا اور وہ ایک نئے عزم سے بولے:

"کاش ـــ آج ابو طالبؑ زندہ ہوتے تو دیکھ کر مسرور ہوتے کہ ہم نے ان کے شعروں کی عملی تفسیر کی ہے کہ ہم محمدؐ کو اس وقت تک دشمن کے حوالے نہیں کریں گے جب تک ان کے گرد لڑ لڑ کر ختم نہیں ہو جاتے ــــــ یہاں تک کہ اپنے اہل و عیال کا خیال بھی دل میں نہیں آنے دیں گے۔"

اپنے سرداروں کا حشر دیکھ کر قریش کے بہادر جوش میں آگئے۔ عبید ابن سعید صفوں سے باہر آیا اور مبارز طلبی کرنے لگا۔ رسول اللہؐ نے زبیرؓ کو بھیجا جو اس کے لیے کافی ثابت ہوا۔ اسی طرح چند اور بہادروں کا آمنا سامنا ہوا اور بدر کی زمین قریش کے خون سے رنگین ہوتی چلی گئی۔ جس سے انہیں یہ جاننے میں دیر نہیں لگی کہ ان کا مقابلہ محض ہتھیاروں اور انسانی طاقت سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے بازوؤں میں کوئی انوکھی قوت ــــ دلوں میں کوئی نرالہ جذبہ اور رگوں میں خون کی جگہ کوئی ایسی تڑپ دوڑ رہی ہے جو معمولی زرہ اور ناکافی ہتھیاروں کے ساتھ بھی ان کے بہادروں کا زعم توڑنے کیلئے کافی تھی۔ مٹھی بھر مسلمانوں کے درمیان کچھ ایسے نورانی چہرے بھی نظر آتے تھے جن کے جمال پر نگاہ نہیں ٹکتی تھی اور جن کے جلال کا سامنا نہیں کیا جاتا تھا۔ جن کے تیور دیکھ کر روح لرزتی تھی۔ جن کی ہیبت سے دل کانپ کانپ جاتے تھے۔ یہ صورتِ حال سرداروں کے حوصلے بھی پست کر رہی تھی۔ انہیں جلد

Marfat.com

کوئی نہ کوئی ایسی حکمت عملی اختیار کرنی تھی جو انھیں ہزیمت سے محفوظ کر سکے۔ جو ان کی جانب بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہی تھی۔

یہی سوچ کر انھوں نے فوراً ہی یہ طے کیا کہ اگر ایک ایک کر کے سبھی بہادر مسلمانوں کی تلواروں کی زد میں آتے رہے تو عام سپاہیوں کے حوصلے بھی ان کے ساتھ ہی کٹ جائیں گے۔ اس لیے یکبارگی اپنے تمام حوصلوں، ولولوں، ہتھیاروں اور تعداد کے ساتھ حملہ کیا جائے تاکہ کثرت قلت پر غالب آ جائے۔

یہ تجویز طے پاتے ہی ابوجہل نے سردارانِ لشکر کو اشارہ کیا۔ جنھوں نے اپنے اپنے دستے کو حرکت دی تو میدانِ بدر میں ایک طوفان سا اٹھ کھڑا ہوا۔ سب کے سب ہتھیار تولتے، نعرے مارتے مسلمانوں پر آن پڑے ـــــ اڑتی ہوئی ریت، شور و غوغا ـــــ ہتھیاروں کی چمک ـــــ زخمی گھوڑوں کے بلبلانے کی لرزہ خیز آوازیں ـــــ اور تلواروں کے ٹکرانے کی صدائیں چہار جانب پھیلنے لگیں تو حمزہؓ اور نوجوان علیؓ کی قیادت میں مسلمانوں کی تلواریں قریش کی نگاہوں کو خیرہ کرنے کے لیے آگے بڑھیں۔ حمزہؓ بڑھ بڑھ کر وار پہ وار کرتے تو علیؓ جس صف کا رخ کرتے اس کے آخری آدمی تک جا پہنچتے۔ جس طرف دشمن کا دباؤ بڑھتا اسی جانب گھوڑے کا رخ پھیر دیتے ـــــ اڑتا ہوا گھوڑا اور لہراتی ہوئی تلوار جس جانب بھی نکل جاتی، قریش کی صفیں درہم برہم ہو جاتیں ـــــ جس کا منہ جس طرف اٹھتا وہ بھاگ کھڑا ہوتا۔

ہر مسلمان خون کا آخری قطرہ بھی بہا دینے کو تیار تھا۔ ملائیکہ کی صفیں ان کے ساتھ ساتھ گردش میں تھیں ـــــ دو بھائی معاذؓ اور معوذؓ جو عفراؓ کے بیٹے تھے ابوجہل کی موت ساتھ ساتھ لیے پھرتے تھے۔ وہ جنگ بھی کرتے ـــــ اِدھر اُدھر متلاشی نگاہوں سے دیکھتے بھی جاتے اور موقع ملتا تو کسی بزرگ سے یہ بھی پوچھ

Marfat.com

لیتے کہ ان آہن پوشوں میں سے ابو جہل کون ہے ــــ لیکن افراتفری کے اس عالم میں جب جان پر بنی تھی اور ہر ایک کے جوش و جذبے کی انتہا نہیں تھی، کوئی بھی اس کی نشاندہی نہ کر سکا ــــ آخر عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان کی مدد کی اور ابو جہل کو پہچان کر اس کی جانب اشارہ کیا وہ پلک جھپکتے میں ابو جہل کے سر پر جا پہنچے ــــ وہ انہیں دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ لیکن دونوں بھائیوں نے ایک ساتھ حملے کا آغاز کر دیا۔ وار پر وار ہونے لگے۔ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ باپ کو بچانے کے لیے دوڑا اور معاذؓ پر ایسا وار کیا کہ اس کا بازو کٹ کر لٹکنے لگا ــــ معاذؓ نے پاؤں کے نیچے اپنا بازو رکھ کر جسم سے علٰحدہ کر دیا اور دونوں پورے حوصلے کے ساتھ ایک بار پھر حملہ آور ہوئے اور تھوڑی دیر میں ابو جہل خاک و خون میں لوٹ رہا تھا۔

تب تک علیؓ اور حمزہؓ بڑے بڑے سرداروں کا خاتمہ کر چکے تھے۔ ایک ابو جہل ہی رہ گیا تھا جو ساری فوج کا حوصلہ بنا ہوا تھا۔ اس کے گرتے ہی فوج کے دل بھی ٹوٹ گئے۔ جس کو جس جانب فرار کا راستہ نظر آیا، اس کے قدم اسی جانب اٹھنے لگے ــــ جن میں فرار کی ہمت نہیں رہی تھی، انہوں نے ہتھیار ڈال کر ہتھکڑیاں پہن لیں اور تھوڑی ہی دیر میں قریش میدان میں کہیں نہیں تھے۔ مقتولین کی لاشیں اور خون سے رنگین زمین ان کی شکست کی گواہی دے رہی تھی۔

میدان میں ہر طرف لاشیں بکھری پڑی تھیں ــــ مسلمان اپنے شہیدوں کی لاشیں اعزاز و اکرام سے پہلے ہی اپنی جانب لے آئے تھے۔ ان پر نماز پڑھ کر انہیں دفن کر دیا گیا جن کی تعداد چودہ تھی ــــ ان میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔

Marfat.com

شرف انسانیت کے داعی اور رحمتِ عالم نے گوارا نہیں کیا کہ دشمن کی لاشیں مردار خوروں کی خوراک بننے کے لیے زیر آسمان پڑی رہیں۔ انھوں نے ان کی لاشیں اٹھا کر بدر کے کنوئیں میں ڈال دینے کا حکم دیا ـــــ اس وقت مقتولین کی گنتی کی گئی اور انہیں شناخت کر کے معلوم کیا گیا کہ کون کون دشمن اپنے انجام کو پہنچا ہے۔

مقتولوں کی تعداد تقریباً ستر تھی۔ جس میں سے آدھے مقتول اس انداز میں قتل ہوئے تھے کہ کسی کے سر پر تلوار پڑی تھی تو وہ درمیان سے دو ٹکڑے ہو گیا تھا اور کسی کی کمر پر لگی تھی تو تلوار اسے اسی عالم میں دو ٹکڑے کر گئی تھی۔ کسی نے حیرت سے کہا:

"ان مقتولین پر ایسے کاری وار کرنے والا کون ہے جو صاف پہچانے جا رہے ہیں کہ ایک ہی تلوار کی کاٹ ہے۔"

رسول اللہؐ نے مسکرا کر علیؑ کی طرف دیکھا اور مسرور لہجے میں بولے ـــــ "یہ وار ہمارے علمبردار علیؑ کے سوا کس کا ہو سکتا ہے۔ جس کی شجاعت کی داد دینے جبرئیلؑ میرے پاس میکائیل و اسرافیل کے ہمراہ آئے تھے۔"

علیؑ نے انکساری سے سر جھکایا ـــــ "میں متشکر ہوں اپنے رب ارباب کی کرم گستری کا جس نے میری اس قلیل خدمت کو اپنے اکرام سے نوازا ہے۔"

قریش کے ایک ایک مقتول کو اٹھا کر بدر کے کنوئیں میں پھینکا جانے لگا۔ عتبہ، شیبہ، ولید، ابوجہل، حنظلہ اور باری باری سب اپنے انجام کی انتہا کو پہنچے۔ لیکن امیہ بن خلف کی لاش زرہ کے اندر اس طرح پھول کر خراب ہو گئی تھی کہ اس کا اٹھا کر کنوئیں تک لانا بھی ممکن نہیں رہا تھا۔ اس سامان عبرت کو وہیں پر ریت اور پتھروں سے ڈھانپ دیا گیا اور بدر کے خشک کنوئیں کو بھی پاٹ دیا گیا تاکہ تعفن

Marfat.com

نہ پھیلے۔

دین حق کے خلاف نبرد آزمائی کرنے والوں کے دعوے باطل ہو چکے تھے۔ جھٹلانے والے سچ کے مقابلے میں ٹھہرنے نہیں پائے تھے۔ رسول اللہؐ بدر کے کنارے پر کھڑے ہوئے اور خدائے بزرگ و برتر کے مقابلے میں سرکشی کرنے والوں کو نام بنام پکارا:

"اے عتبہ، اے شیبہ، اے ابو جہل، اے نوفل ___ تم نے اور تمہارے سرکش ساتھیوں نے دیکھ لیا کہ پروردگار کی خبر حق تھی۔ تمہیں جس انجام کی خبر دی گئی تھی، آخر کار تم نے خود کو اس کا مستحق بنا لیا کہ تم نے راہِ حق کو چھوڑا اور خدا کے فرستادہ کو جھٹلایا ___ بے شک پروردگار کا وعدہ سچ اور حق ہے۔"

"یا رسول اللہؐ! کیا یہ بے جان لاشے آپ کی بات سن رہے ہیں ___؟" کسی نے پوچھا۔

"بلاشبہ ___ وہ اگلے جہان میں اپنے انجام کو دیکھ رہے ہیں اور میری بات سن رہے ہیں ___ لیکن جواب دینے سے قاصر ہیں۔" رسول اللہؐ نے وضاحت کی۔

ایک ایک مقتول کو بدر کے کنوئیں میں ڈالا جا چکا تو مال غنیمت کی تقسیم کا سوال اٹھا۔ صادق جذبوں پر حرص و طمع غالب آئی اور ابلیس نے روز الست کا وعدہ نبھاتے ہوئے ایک ایک کو بہکانا شروع کیا ___ جو لوگ جدال و قتال میں اپنی فطری بزدلی یا مصلحت کے تحت پورے طور پر شریک نہیں ہو سکے تھے، انہوں نے قریش کے فرار کے بعد مال غنیمت سمیٹنے میں پوری طرح حصہ لیا۔ چونکہ وہ نہ تو زخمی تھے ___ نہ تھکے ہوئے! اب ان کا اصرار تھا کہ وہ سب مال ان کے حصے میں آ جائے جو جدال و قتال میں مصروف رہے تھے۔ ان کا موقف تھا کہ ان کی اس خدمت

Marfat.com

اور جاں سپاری کے عوض انہیں زیادہ حصہ دیا جائے۔"

دوسرا سوال اسیروں کا تھا۔ دور جہالت میں اسیروں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا تھا۔ لیکن اسلام کا یہ منشا نہیں تھا۔ رسول اللہؐ اس مسئلے پر حکم الٰہی کے منتظر تھے۔ عمرؓ انہیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ جبکہ ابوبکرؓ کا خیال تھا کہ انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ بعض جلد باز اور ناعاقبت اندیش جو اس فتح کے رموز سمجھے بغیر قدرے مغرور ہو گئے تھے، رسول اللہؐ کی مصلحت آمیز خاموشی کی پروا کیے بغیر بحث و تکرار میں الجھ گئے۔ کچھ نے اپنے طور پر ہی اسیروں سے فدیہ لینے کی کوششیں شروع کر دیں۔

یہ ایک ایسا موقع تھا جس پر دلوں میں اصلاح کی ضرورت تھی۔ جہالت کی جو قبیح عادتیں عود کر آئی تھیں، ان کی مذمت لازمی تھی۔ دلوں میں جو غرور سر اٹھا رہا تھا اس کا توڑ دینا ہی مناسب تھا کہ قوم کی بنیاد میں کوئی کجی نہ رہ جائے۔

اس موقع پر امین وحی بارگاہِ رب العزت سے سورۂ انفال کی آیات لیکر آئے۔ انداز نادیبی تھا جس نے خلق عظیم کے پیکر رضا خداوندی کے متلاشی رسول اللہؐ کو محزون کیا۔ انہوں نے کلام اللہ کو مسلمانوں تک پہنچایا تو ان کی دل گرفتگی نمایاں تھی۔

جن دلوں میں ابلیس نے اپنا پرتو دکھا دیا تھا۔ وہ اپنے جذبوں کی بدصورتی پر ندامت میں ڈوب گئے۔ مال غنیمت کا فیصلہ حکم خداوندی کے مطابق برابر کی تقسیم سے کیا گیا ــــــ اسیروں میں سے بعض کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا گیا اور جو اس قابل نہیں تھے ان میں سے تعلیم یافتہ لوگوں پر یہ شرط عائد کی گئی کہ وہ مدینے کے کچھ بچوں کو پڑھنے لکھنے کے قابل بنا دیں گے تو ان کی اسی خدمت کے عوض انہیں رہا کر دیا جائے گا۔

ان ہی اسیروں میں ابو العاص بھی تھا۔ جو رسول اللہؐ کی پروردہ بیٹی زینبؓ کا شوہر تھا ــــــ یہ لے پالک بیٹی خدیجہؓ کی بھانجی تھی۔ انہوں نے اپنے شوہر کی رہائی کے لیے بطور سفارش وہ ہار بھیجا جو ان کی خالہ خدیجہؓ نے شادی کے موقع پر انہیں

Marfat.com

تخفتہً دیا تھا۔ ابوالعاص کو اس شرط پر رہا کر دیا گیا کہ وہ مکہ پہنچ کر زینبؓ کو مدینہ بھیج دے گا۔ کیونکہ یہ صریحاً حکم آچکا تھا کہ مسلمان عورتیں غیر مسلموں کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں۔ ابوالعاص نے اپنا وعدہ پورا کیا اور جا کر زینبؓ کو مدینے بھیج دیا۔

زینبؓ کی دو بہنیں رقیہؓ اور ام کلثومؓ ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیق سے بیاہی گئی تھیں لیکن انہوں نے دونوں کو طلاق دیدی۔ جس پر دونوں پھر رسول اللہؐ کی پناہ میں آگئیں۔ رسول اللہؐ نے عثمان بن عفان کی خواہش پر ام کلثومؓ کا نکاح ان سے کر دیا۔ لیکن وہ رخصتی سے قبل ہی انتقال کر گئیں جس کے بعد رقیہؓ کی شادی عثمانؓ سے کر دی گئی۔

جیسے جیسے شکست خوردہ لوگ مکے میں پہنچتے گئے قریش کے گھروں میں صف ماتم بچھتی گئی ــــ کوئی گھر بھی تو ایسا نہیں تھا جہاں سے ہتھیار سجا کر جانے والا بخیر و عافیت واپس آیا ہو۔ جس طرف نگاہ اٹھتی تھی ــــ روتے چہرے نظر آتے تھے ــــ سماعت میں جو بھی آواز اترتی تھی ــــ اس میں نوحے سنائی دیتے تھے۔ یہ دیکھ کر سردارانِ قریش کے زخم خوردہ دل تشویش میں ڈوب گئے۔ وہ جس فتح کی آس لگا کر بدر کی جانب روانہ ہوئے تھے، وہ خواب و خیال ہو گئی تھی ــــ ہر گھر سے کوئی نہ کوئی مارا گیا تھا یا زخمی ہو کر لوٹا تھا۔

ابوجہل کے قتل ہو جانے کے بعد قریش کی قیادت ابوسفیان کے ہاتھوں میں آگئی جو اسلام دشمنی میں اپنی مثال آپ تھا۔ اس کا اپنا بیٹا حنظلہ قتل اور عمرو اسیر ہو گیا تھا۔ اس کی بیوی ہندہ کا باپ عتبہ اور بھائی شیبہ قتل ہوئے تھے۔ جس نے اس کے دل میں بھڑکتی ہوئی آتش انتقام کو مزید بھڑکا دیا تھا۔ اس کے دل کی نفرتیں اور گہری ہو گئی تھیں ــــ وہ جیسے جیسے ان نوحہ ہائے غم کو سنتا تھا۔

شکست خوردگی کا احساس اسے ندامت میں ڈبو دیتا تھا۔ ان نوحوں میں مسلمانوں کی فتح مندی کا اعلان سنائی دیتا تھا۔ آخر اس کے سازشی ذہن نے ایک نئی ترکیب سوچی۔ وہ ان غم انگیز جذبات سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اس ذلت انگیز شکست کو فتح کی تمہید بنانا چاہتا تھا ___ اس نے دیگر سرداروں سے ضروری مشورے کے بعد حرم کعبہ میں بڑے مجمعے کے سامنے عام اعلان کیا:

"اے اہل مکہ! میں نے قسم کھائی ہے کہ اس وقت تک غسل نہیں کروں گا جب تک مسلمانوں سے اس شکست کا بدلہ نہیں لے لوں گا۔ سو تم بھی اس عہد میں شریک ہو جاؤ ___ گریہ و بکا سے دشمن کو شماتت کا موقع نہ دو ___ اور ابھی جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو جاؤ۔ آج سے تمام اہل مکہ پر یہ حکم نافذ کیا جاتا ہے کہ کوئی اپنے مقتول پر آنسو نہ بہائے گا ___ نہ نوحہ کرے گا ___ نہ ماتم کرے گا۔ جو اس کی خلاف ورزی کرے گا وہ سزا کے لیے تیار رہے۔"

یہ حکم کارگر ثابت ہوا ___ یک دم مقتولین پر رونا چھوڑ دیا گیا۔ غم واندوہ سے بھرے ہوئے دلوں میں جذبات کھولتے تھے لیکن ان کا راستہ روک لیا جاتا تھا۔ جس سے دلوں میں انتقام کے آتش فشاں دہکنے لگے ___ گریہ وزاری کو قومی اہمیت کا مسئلہ بنا دیا گیا۔ کسی کو سرتابی کی مجال نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے گھٹے ہوئے جذبات کا لاوا پھوٹ پڑنے کو بے تاب ہو گیا۔ لوگ بے چینی سے اس دن کا انتظار کرنے لگے، جب وہ اپنے جلتے ہوئے دلوں اور سلگتی ہوئی روحوں کی تسکین کا سامان کر سکیں گے۔ سب اندر ہی اندر ایک نئے مقابلے کی تیاریاں کرنے لگے۔

اسود بن یغوث کے تین بیٹے زمعہ، عقیل اور حارث بھی بدر میں مارے گئے تھے۔ اسے کسی پل چین نہیں آتا تھا۔ دل میں غم کی آگ روشن تھی لیکن ہونٹوں پر تالے ڈال دیے گئے تھے ___ آنسوؤں پر بند باندھ دیے گئے تھے ___ کوئی

Marfat.com

صورت بھی تو اظہار غم کی نہیں تھی جس سے دل میں بھڑکتی آگ سرد ہو جاتی

ایک رات کسی طرف سے بلند آواز میں رونے کی آوازیں سنائی دیں تو اسود بے تاب ہو گیا۔ عجلت میں اٹھ کر اپنے غلام کو پکارا۔

”سنو! کیا سرداروں نے مقتولین پر رونے کی اجازت دیدی ہے؟“

”آقا! مجھے تو اس سلسلے میں کچھ خبر نہیں۔“ غلام نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ ”تو پھر جا کر معلوم کرو کہ رونے کا سبب کیا ہے؟۔۔ ارے جلد جاؤ تاکہ معلوم ہو کہ رونے کی اجازت ہو گئی تو میں بھی دل کھول کر روؤں اور اپنے جگر کے ٹکڑوں پر گریہ زاری کروں۔ ورنہ شدت غم سے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔“ بوڑھے نے امنڈتے ہوئے دل سے کہا۔

غلام نے باہر جا کر پتہ چلایا تو معلوم ہوا کہ کسی غریب عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ وہ اس کے لیے روتی ہے اور اسے جگہ جگہ تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ غلام نے واپس آ کر تمام ماجرا اسود کے گوش گزار کیا تو اس نے اپنا منہ پیٹ لیا اور بلند آواز میں نوحہ کرتے ہوئے اپنے اندر کی گھٹن دور کرنے لگا:

”اے عورت .... تُو تو محض اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے
اور تیری نیندیں اس غم نے اڑا دی ہیں
تجھے بدر میں گم ہو جانے والے بہادروں پر رونا نہیں آتا
آہ جہاں زمعہ، عقیل اور حارث جیسے شیروں کے شبر کام آ گئے
تجھے آنسو بہانے ہیں تو ان پر بہا“ ○

Marfat.com

باب (۲۰)

جنگِ بدر کے بعد مدینہ میں پرسکون زندگی کا آغاز ہوگیا تھا۔ ہر طرف امن و امان کی فضا اور محبت کی فراوانی تھی، فقر و فاقہ تھا لیکن قلب کی آسودگی کا ہر سامان مہیا تھا ـــــ رسول اللہؐ جہاں دینی فرائض کی بجا آوری میں سرگرم تھے وہیں اپنے گھریلو فرائض سے بھی غافل نہیں تھے۔ محمدؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا قرار فاطمہؑ نو برس کی ہوگئی تھیں۔ اہل عرب میں لڑکیاں اسی عمر میں بیاہ دی جاتی تھیں۔

فاطمہؑ حسن نسوانی کا دلآویز شاہکار تھیں ـــــ خدیجہؓ کی دلکشی اور محمدؐ کا نور دونوں ہی فاطمہؑ کے پیکر میں جلوہ آراء تھے۔ محمدؐ کی تربیت کے سارے جوہر فاطمہؑ کی ذات میں ہویدا ہوئے تھے ـــــ وہ اپنی ہم عمر لڑکیوں میں منفرد و ممتاز تھیں۔ اپنے سلیقے، اخلاق اور پسندیدہ اطوار کے باعث مدینے کی خواتین میں مثال بن گئی تھیں۔ شہر کی عورتیں بنت محمدؐ کی گرویدہ تھیں۔ ہر گھر کی خواہش تھی کہ رسول اللہؐ کی بیٹی عزت و خوش بختی بن کر اسی کے گھر آئے۔ لیکن محمدؐ یا ان کے گھر والوں میں سے

Marfat.com

کسی نے ابھی اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔
کچھ اکابرین نے قسمت آزمائی بھی کی لیکن کوئی حوصلہ افزا جواب نہیں ملا اور یہ بات اکثر دلوں کی کھٹک بن گئی اور آپس میں تذکرے ہونے لگے۔
"حضور اکرمؐ سے یہ نسبت تو ہر دل کی آرزو بن گئی ہے لیکن انہوں نے اس باب میں خاموشی اختیار کر رکھی ہے" ــــ کسی نے اظہار خیال کیا۔
"ان کی خاموشی میں یقیناً کوئی مصلحت پوشیدہ ہے کیونکہ وہ کوئی بات اپنی مرضی سے نہیں کہتے ــــ وہ تو وہی کہتے ہیں جو وحی کہتی ہے" ــــ کسی دوسرے نے اظہار صداقت کیا۔
"شاید انہیں کسی خاص پیام کا انتظار ہے۔ اسی لیے تو انہوں نے اکابرین قریش کو مایوس لوٹا دیا ہے" ــــ کوئی اور بولا۔
"میرے اظہار مدعا پر حضورؐ نے رخ انور میری جانب سے پھیر لیا تھا جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ انہیں میری درخواست پسند نہیں آئی" ــــ عمر نے اپنا ماجرا بیان کیا۔
"میں نے بھی چہرہ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تھے۔ جس نے مجھے مایوس کر دیا ہے" ــــ ابوبکر نے حسرت و یاس سے کہا۔
"انہوں نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ خدا کی کنیز ہے اور اس کے بارے میں وہ امر الٰہی کے منتظر ہیں" ــــ سعد بن معاذؓ نے حقیقت کا انکشاف کیا۔
"نہ جانے یہ خوش بختی کا در کس پر کھلے گا" ــــ کوئی حسرت سے بولا۔
"ہم سب میں سے صرف علیؑ ہی ایسے ہیں جنہوں نے ابھی تک خواستگاری نہیں کی۔ نہ ہی کسی اور سے اس کا ذکر کیا ہے کہ وہ اس کے خواہشمند ہیں" ــــ عمر نے سب پیام دینے والوں کو تصور میں لاتے ہوئے کہا:

Marfat.com

یہ اعزاز حاصل کرنے کی تمنا کس دل میں نہیں ہوگی اور پھر علیؑ تو نوجوان ہیں اور ابھی تک کنوارے ہیں۔" کوئی بولا۔

"علیؑ بہت پاس لحاظ رکھنے والے نوجوان ہیں۔ انہیں اظہار مطلب میں حیا مانع ہوگی یا شاید وہ اپنی تنگ دستی کے خیال سے خاموش ہیں" ــ عبدالرحمٰن بن عوف نے اندازہ لگایا اور کچھ سوچ کر بولے ــــ "کیوں نہ علیؑ اس سلسلے میں بات کریں۔ بھلا وہ کیا کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے رسول اللہؐ انہی کے پیام کے انتظار میں ہیں۔"

سعد بن معاذؓ اور عمر ابن الخطاب نے بھی اتفاق کیا اور تینوں علیؑ کو تلاش کرتے ہوئے ایک انصاری کے نخلستان میں پہنچے ــــ دیکھا کہ علیؑ اپنے اونٹ کو پانی پلا رہے ہیں۔ علیؑ نے انہیں دیکھا تو قریب آئے اور آمد کا سبب دریافت کیا۔

" ابن ابی طالبؑ! آپ کے عمدہ اطوار اور نیک خصائل معروف اور سب پر بھاری ہیں" ــــ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تمہید باندھی ــــ "پھر رسول اللہؐ کی بارگاہ میں جیسا تقرب آپ کو حاصل ہے، کوئی دوسرا شخص اس میں آپ کا شریک نہیں۔ اکابرین مدینہ نے بنتِ محمدؐ کے لیے خواستگاری کی ہے ــــ لیکن کوئی بھی اس شرف سے مشرف نہیں ہو سکا۔ ہمیں یقین ہے کہ رسول اللہؐ کو آپ کے پیام کا انتظار ہے ــــ آپ خواستگاری کیوں نہیں کرتے؟"

نہ جانے کیا سوچ کر علیؑ کی آنکھوں میں نمی سی تیر گئی اور وہ انکساری سے بولے: "مجھ میں اتنی جرأت و جسارت نہیں ہے کہ حضور کے روبرو یہ درخواست گزاروں ــــ اور پھر اپنی تنگ دستی کا خیال بھی آتا ہے۔"

" حضورؐ کی آپ کے ساتھ محبت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ آپ پاس حجاب کو ایک طرف رکھیں اور بنتِ محمدؐ کے لیے خواستگاری کریں" ــــ سعدؓ نے زور دیا۔

علیؑ کے لیے یہ دشوار مرحلہ قدرے سہل ہوا۔ وہ کاشانۂ نبویؐ پر اسی ارادے سے پہنچے لیکن جب رسول اللہؐ کے رو برو ہوئے تو پاس ادب اور وفور حجاب سے نہ نگاہیں اٹھتی تھیں، نہ لبوں سے لفظ ادا ہوتے تھے۔

رسول اللہؐ پر علیؑ کا حال آشکار تھا۔ انہوں نے بشاش چہرے کے ساتھ علیؑ کی اس مشکل کو سہل کیا —— رسول اللہؐ کے نورانی چہرے پر قلبی مسرت کا پرتو جھلمل جھلمل کرنے لگا۔ مسکراتے ہوئے گویا ہوئے:

"علیؑ! تمہاری آمد سے کچھ دیر پہلے جبرئیل امین نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارا عقد فاطمہؑ کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے۔ ہاں اب تم کہو کہ زمین پر اس کے انعقاد کے لیے تمہارے پاس مال دنیا میں سے کچھ ہے؟"

علیؑ نے اپنی بے پایاں مسرت پر انکساری کا پردہ ڈالا —— "یا رسول اللہؐ! آپ تو جانتے ہیں کہ میرا کل سرمایہ ایک شمشیر، گھوڑا اور زرہ ہے۔ باقی جو آپ فرمائیں مجھے بسر و چشم قبول ہے۔"

"علیؑ! تم مجاہد ہو —— تلوار تمہاری زینت اور گھوڑا تمہاری ضرورت ہے۔ ہاں تم جیسے شجاع کے لیے زرہ ایک فاضل چیز ہے۔ تم اسے بیچ کر مہر کی رقم فراہم کرو تاکہ میں اپنے فرض سے بحکم خدا سبکدوش ہو جاؤں" ——

علیؑ متانت سے سر جھکائے ہوئے اٹھے لیکن دل کی شادمانی چہرے پر چھلکتی تھی۔ احباب اس گفتگو کا نتیجہ جاننے کے لیے بے تاب کھڑے تھے۔ علیؑ کو شاداں و فرحاں حجرۂ نبوی سے نکلتے ہوئے دیکھا تو استفسار کی ضرورت نہ رہی۔ علیؑ کا دمکتا ہوا خوبصورت چہرہ گواہی دے رہا تھا کہ ان کا دامن خوشیوں سے بھرا ہے۔ وہ قریب آئے اور مسرور لہجے میں بولے —— "رسالت مآبؐ نے زرہ فروخت کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ مہر کی ادائیگی کا بندوبست ہو سکے۔"

"مبارک ہو علیؑ! کہ آپ کو وہ سعادت حاصل ہوئی ہے جو زمین و آسمان پر کسی مخلوق کے حصے میں نہیں آئی" ــــ سب نے اظہار مسرت کے ساتھ تہنیت دی۔

"علیؑ! ــــ اگر آپ پسند کریں تو آپ کی زرہ میں خریدنے کے لیے تیار ہوں۔ کیا چار صد اسی درہم پر سودا ہوتا ہے؟" عثمان نے پیشکش کی جو علیؑ نے قبول کر لی۔

سودا ہو گیا ــــ اور علیؑ چار سو اسی درہم لے کر محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ رقم بطور مہر پیش کی۔ اس کے ساتھ ہی یہ خبر چہار جانب گردش کرنے لگی کہ رسالت مآبؐ نے علی المرتضیٰؑ کو اپنا داماد منتخب کر لیا ہے ــــ مسلمان جوق در جوق کاشانۂ رسالتؐ پر حاضر ہو کر اس بہترین فیصلے پر مبارکباد کہنے لگے۔ رسول اللہؐ نے ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ اس خوشی میں شریک ہونے والوں کا شکریہ ادا کیا اور سلمان فارسیؓ کو بلالؓ کے ہمراہ کچھ ضروری خریداری کے لیے روانہ کیا۔

خود اندرون خانہ تشریف لے گئے ــــ جان سے عزیز بیٹی کو قریب بلایا اور شفقت کی زبان میں گویا ہوئے ــــ "جان پدر! خدائے بزرگ و برتر نے تمہارا عقد آسمانوں پر علیؑ کے ساتھ باندھ کر مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کی تجدید اس زمین پر بھی کر دوں ــــ کہو اے نور نظر! تم بھی اس پر راضی ہو!"

وفورِ حجاب نے فاطمہؑ کی دراز پلکوں کو رخساروں پر سایہ فگن کر دیا اور خوبصورت چہرہ جھکتا چلا گیا۔ رسول اللہؐ نے فرط حیا سے گلنار گلاب چہرے کو دیکھا ــــ نازک لبوں کے سکوت میں اقرار و رضا کو جانچ لیا۔ فاطمہؑ کو گلے لگایا اور چاند سی پیشانی چوم کر شادمان لہجے میں بولے ــــ "بیٹی! اس خدائے ذوالجلال کی حمد کرو جس نے تمہارے لیے ایسا شوہر منتخب کیا ہے جو بے مثل و بے نظیر ہے۔"

انصار و مہاجرین رسول اللہؐ کی اس پہلی خوشی میں شریک ہونے کے لیے خوشی خوشی مسجد نبویؐ میں اکٹھے ہوئے۔ سبھی کے چہرے مسرت سے دمک رہے تھے۔

Marfat.com

سب ہی اس انتخاب کی تحسین کر رہے تھے۔ بنتِ رسول اللہؐ کے لیے علیؑ جیسا نادرِ روزگار نوجوان ہی مناسب و موزوں تھا جو اپنے حسنِ اخلاق سخاوت، شجاعت اور عمدہ اطوار کے باعث تھوڑے ہی عرصے میں اہل مدینہ کی آنکھوں کا تارا بن گیا تھا۔

ابھی مسلمان آپس میں اظہار خیال ہی کر رہے تھے کہ حجرۂ نبویؐ کا پردہ اٹھا اور رسالت مآبؐ مسجد میں داخل ہوئے۔ حاضرین نے نورانی چہرے پر نگاہ کی۔ آج تو حسن و تجلی کا عالم ہی سوا تھا۔ دل کی خوشی لبوں پر تبسم بن کر کھل رہی تھی۔ پر وقار قدم رکھتے محمدؐ رونق افروز منبر ہوئے اور حاضرین کو مخاطب کیا:

"اے گروہِ مسلم! مجھے میرے بھائی جبرئیل امینؑ نے خبر دی ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے اپنی کنیز خاص فاطمہؑ اور اپنے عبد خاص علی بن ابی طالبؑ کا عقد آسمانوں پہ ملائیکہ و مقربین کے سامنے باندھ کر مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سب کے درمیان اس نکاح کی تجدید کر دوں اور گواہوں کی موجودگی میں حجتِ نکاح قائم کروں۔"

محمدؐ نے تھوڑا توقف کیا اور سر جھکا کر بیٹھے ہوئے علیؑ کو مخاطب کیا:

"علیؑ ــــ اٹھو اور قاعدے کے مطابق اپنی درخواست پیش کرو۔"

علیؑ محجوب سے اٹھے اور فصیح لہجے میں خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا اور رسول اللہؐ پر درود بھیجنے کے بعد اپنی خواہشمندی کا اظہار کیا ــــ رسول اللہؐ نے رضامندی دی تو چہار جانب سے مبارک، سلامت اور مرحبا کی صدائیں گونج اٹھیں ــــ سب ہی دل مسرور تھے ــــ اور سب آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔

نکاح کی یہ رسم ادا ہوئے تقریباً ایک مہینہ ہو گیا لیکن رخصتی عمل میں نہیں آئی۔ علیؑ کی وضع داری اور پاس و لحاظ انہیں مہر بلب رکھے ہوئے تھے۔ ایک روز علیؑ کے بڑے بھائی عقیلؓ نے بر سبیل تذکرہ یہ ذکر چھیڑ دیا:

Marfat.com

"علیؑ! ـــــ رسول اللہؐ کے ساتھ تمہارے اس تعلق سے ہمارے سر بھی فخر سے بلند ہو گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اب تمہیں فاطمہؑ کی رخصتی کے لیے درخواست کرنی چاہیے کہ ہم بھی تم دونوں کو شاد و آباد دیکھ کر اپنے دلوں کو مسرور کریں۔"

علیؑ کے لبوں پر مسکراہٹ آئی ـــــ "بھائی عقیل! آپ نے میرے دل کی بات کہی ہے۔ مگر اس پر عمل کرنا میرے لیے دشوار ہو رہا ہے۔ رسول اللہؐ سے یہ تذکرہ کرنے میں حجاب مانع ہے۔"

عقیلؓ نے بھائی کی مشکل کا اندازہ کیا اور ان کا ہاتھ پکڑا ـــــ "تو پھر آؤ جانِ برادر! کوئی تدبیر کرتے ہیں کہ یہ درخواست حضورِ اقدسؐ میں پہنچ جائے۔" علیؑ جھجکتے ہوئے ساتھ ہو گئے ـــــ کاشانۂ نبویؐ پر طلب اذن کیا تو ام ایمنؓ دروازے پر آئیں ـــــ "آؤ عقیلؓ! کیا آج کوئی خاص بات ہے جو علیؑ کو اپنے ہمراہ لائے ہیں" ـــــ ام ایمنؓ نے علیؑ کی کیفیت سے اندازہ لگاتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔

علیؑ اپنی مسکراہٹ چھپا نہ سکے ـــــ عقیلؓ نے اظہارِ مدعا کیا: "اُم ایمنؓ! علیؑ میرا بہت پیارا اور عزیز بھائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب اس کا بھی گھر آباد ہو۔ اسی خیال سے آیا ہوں کہ حضورؐ کی خدمت میں عرض کروں کہ وہ فاطمہؑ کی رخصتی کا اہتمام فرما دیں۔"

"خدا آپ کو جزائے خیر دے عقیلؓ! ہم سب ان دونوں بچوں کا گھر بستا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں ـــــ لیکن یہ کام عورتوں کے ہیں۔ فاطمہؑ بن ماں کی بچی ہے ـــــ ہم سب کے دلوں کی ٹھنڈک اور آنکھ کا تارا ہے۔ ہم اسے ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دیں گے ـــــ آپ انتظار کریں۔ میں ام المومنین ام سلمیٰؓ سے بات کرتی ہوں۔ وہ دانشمند ہیں اور فاطمہؑ کو بہت چاہتی ہیں۔ وہ اس معاملے کو بطریقِ احسن

انجام دے سکیں گی"۔

علیؓ اور عقیلؓ مطمئن و دلشاد واپس ہوئے ــــ اُم ایمنؓ نے اُم سلمیٰؓ سے بات کی تو وہ دوسری ازواج کے ہمراہ رسول اللہؐ کی خدمت میں پہنچیں۔ رسول اللہؐ نے ان سب کو ایک ساتھ دیکھ کر استفسار کیا ــــ "کیوں ام سلمیٰؓ! کیا آج کوئی خاص معاملہ درپیش ہے جو میں تم سب کو ایک ساتھ دیکھ رہا ہوں"۔

"میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہؐ! آپ نے بجا ارشاد فرمایا ــــ آج ہمیں اپنی بہن خدیجہؓ کی یاد آ رہی ہے۔ کاش آج وہ نیک سیرت بی بی ہم میں موجود ہوتیں تو اپنی پیاری بیٹی فاطمہؓ کو اپنے ہاتھوں سے اپنی دعاؤں کے سائے میں رخصت کرتیں ــــ افسوس کہ ان کے دل کے ارمان ان کے دل ہی میں رہ گئے اور وہ اپنے رب ارباب سے ملاقی ہو گئیں"۔ وفورِ عقیدت سے ام سلمیٰؓ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

رسول اللہؐ کی یادوں کے افق پر خدیجہؓ کا دلآویز پیکر طلوع ہوا۔ گزرے ہوئے وقت کا تصور بندھا تو ابتدا کے وہ سارے کٹھن لمحے یاد آئے۔ جنہیں خدیجہؓ کی محبتوں نے سہل کر دیا تھا ــــ وہ سارے دکھ، صعوبتیں اور اذیتیں یاد آئیں۔ جنہیں گوارا بنانے میں خدیجہؓ نے قدم قدم پر ساتھ دیا تھا۔ گہری یادوں کے یہ عکس و نقوش دل کا گداز اور آنکھوں کی نمی بن گئے ــــ "خدیجہؓ کی مثل و نظیر کہیں نہیں ہے"۔ دل کا گداز لہجے میں اترا۔ اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگ میری تکذیب کرتے تھے۔ اس نے اپنی تمام دولت میری خوشی اور دین کی اشاعت کے لیے وقف کر دی تھی"۔

"بے شک وہ ایسی ہی تھیں کہ ہم فاطمہؓ کی نیک خوئی اور پسندیدہ اطوار میں اس کی ماں کا پرتو دیکھتے ہیں ــــ فاطمہؓ ہمیں اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔ ہمیں فاطمہؓ جیسی جلیل القدر ہستی کی ماں کہلوانے کی تو جرأت نہیں۔ ہم اس

Marfat.com

کی کنیزیں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان کے قرض سے سبکدوش ہوجائیں ــــ کیونکہ عقیلؓ نے اُمِ ایمنؓ کے توسط سے اس خواہش کا اظہار کیا ہے۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ بچی اپنے گھر کی ہوجائے۔"

"لیکن ــــ علیؑ نے تو کبھی مجھ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔" رسول اللہؐ نے کہا۔

"علیؑ تو کنواری لڑکیوں سے بڑھ کر حیادار ہیں۔ انہیں عرض حال میں حجاب مانع ہوتا ہے۔" ــــ ام سلمیٰؓ نے محبت سے علیؑ کا تذکرہ کیا۔

"ام ایمنؓ سے کہو کہ علیؑ کو بلا لائے، میں خود ان سے بات کرونگا۔" رسول اللہؐ نے ارشاد کیا۔

علیؑ کا حجرہ بھی مسجد نبویؐ سے ہی متصل تھا ــــ ام ایمنؓ دوڑی ہوئی گئیں اور علیؑ کو بلا لائیں۔ علیؑ رکے رکے قدموں کے ساتھ آئے اور سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ رسول اللہؐ نے مسکرا کر آغاز کلام کیا ــــ "علیؑ! تم نے فاطمہؑ کو رخصت کرانے کی خواہش کا اظہار کیا ہے؟"

"جی!" علیؑ نے دبے لفظوں میں جواب دیا۔

"تو کل تمہاری یہ آرزو پوری ہوجائے گی ــــ تم بھی انتظام کر لو اور ہم بھی تیاریاں کرتے ہیں" ــــ رسول اللہؐ نے مژدہ سنایا تو علیؑ کا دل پھول کی مانند کھل اٹھا، وہ شادمان و سرشار واپس ہوئے۔

اگلا دن مدینے کی تاریخ میں ایک خوبصورت دن تھا۔ رسول اللہؐ کی اکلوتی نورِنظر لختِ جگر نئی زندگی کا آغاز کرنے جا رہی تھی۔ یہ اس نوعیت کی پہلی تقریب تھی جو رسالت مآبؐ کے گھر میں ادا کی جا رہی تھی ــــ اسے ہی آگے چل کر ایک نمونہ، ایک مثال بننا تھا۔ اسی لیے رسول اللہؐ نے اس میں امت کے ہر طبقے ہر گروہ کا خیال رکھا تھا اور اس تقریب کو اتنی سادگی بخش دی کہ بے سر و سامان لوگ بھی آسانی سے

Marfat.com

اس خوشی کو حاصل کر سکتے ہیں۔

گھر گرہستی کے نام پر ایک بستر، ایک مشکیزہ، مٹی کے کچھ برتن وغیرہ اس رقم سے خرید لیے گئے تھے جو علیؑ نے اپنی زرہ بیچ کر بطور مہر ادا کی تھی۔ یہ تقریباً چار صد مثقال چاندی کے برابر تھا۔

اس تقریب میں ظاہری شان و شوکت کو تو کوئی اہمیت حاصل نہیں تھی۔ لیکن مہر و محبت کی شادمان کیفیتوں نے فضا کو جگمگا دیا تھا ـــــ علیؑ کے بھائی اور عزیز رشتہ دار ـــــ دوست احباب بڑھ چڑھ کر بارات کی رونق بڑھا رہے تھے۔ اس فخر و اعزاز نے انہیں سرشار کر دیا تھا کہ وہ تاجدارِ دو عالمؐ کے درِ اقدس پر بارات لے کر جا رہے ہیں ـــــ سرور و انبساط کی پُر کیف فضا میں بلند آواز سے قصیدہ خوانی کرتی ہوئی بارات درِ دولت رسولؐ پر پہنچی تو شایانِ شان استقبال ہوا۔

فاطمہؑ کے حسن و جمال کو دلہاپنے کے روپ نے اور بھی دلآویز بنا دیا تھا۔ دو عالمؐ کے تاجدار کی نورِ نظر پارۂ جگر کی آرائش سونے، چاندی اور قیمتی پتھروں کی محتاج نہیں تھی ـــــ حیا کی سرخی، حجاب کی افشاں نے دلہن کا سنگھار کیا تھا۔ روشن پیشانی پر سجدے کا نشان جھومر کی طرح دمک رہا تھا۔ عصمت و عفت کے ستاروں بھرے گھونگھٹ میں چاند چہرے پر چاندنی نثار ہوتی تھی۔ رسالت مآبؐ نے عمدہ تربیت کے سارے ہی جڑاؤ زیور اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہؑ کو پہنائے تھے۔ اخلاق و آداب کے سچے موتی بال بال پروئے تھے ـــــ فاطمہؑ اگلی نسل کے لیے دینی تربیت کا رابطہ تھیں۔ اسی لیے تو رسول اللہؐ نے دین کے سارے احکامات فاطمہؑ کے آنچل میں باندھ دیے تھے۔

زندگی کے اس حسین موڑ پر بچھڑی ہوئی ماں کی یادوں نے فاطمہؑ کو مغموم کر دیا تھا ـــــ لیکن عزیزوں، رشتہ داروں کی محبتیں اس کی تلافی کرنیکی کوشش

کر رہی تھیں۔ رخصتی کا لمحہ آیا تو فاطمہؑ کی ساری ماؤں نے انہیں اپنے جھرمٹ میں لے لیا اور سچے جذبوں کی نذریں گزارنے لگیں۔

"ہم سب خداوند قدوس کا شکر ادا کرتی ہیں۔" ام سلمیٰؓ نے رجز خوانی کی کہ اس نے اپنے عظیم احسان سے ہمیں دور ابتلا سے نکالا۔

ہم سب اس خوشی کے موقع پر اپنی اس بیٹی کے ساتھ ساتھ چلیں گی۔ جو تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے۔

"اس پر اس کی پھوپھیاں ___ خالائیں ___ اور ہم سب قربان ہیں۔ ہماری بیٹی فاطمہؑ تو دو جہانوں کے سردارؐ کی نور نظر ہے۔ جنہیں خلعت رسالت اور تحفۂ وحی عطا ہوا ہے"___ عائشہؓ نے جذبوں کو لفظوں میں پرو دیا:

"چلو اپنی پیاری بیٹی کے ساتھ
جس کے ذکر کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بلند کیا ہے
جسے حقیقی طور پر پاک وپاکیزہ، منزہ اور طاہرہ کہا گیا ہے
فاطمہؑ تو تمام جہانوں کی عورتوں کے لیے خیر وبرکت کا باعث ہے
اس کے خوبصورت چاند چہرے کو دیکھو
کیسا تابندہ اور درخشندہ ہے
ہم اس کے ساتھ ساتھ ہیں کہ اس کی فضیلت تو قرآن کی آیتوں سے ثابت ہے
مبارک ہے وہ نوجوان علیؑ کہ جس کے ساتھ فاطمہؑ کو منسوب کیا گیا ہے
وہ خود بھی قابل فخر جوان ہے
ہر عظمت والے کے نزدیک ان دونوں کی عظمت مسلم ہے"

رسالت مآبؐ نے پرنم آنکھوں کے ساتھ فاطمہؑ کے سر پہ ہاتھ رکھا ___

"بیٹی سدھارو ___ اپنے گھر شاد آباد رہو ___ میں نے تمہارے لیے ایسا شوہر

منتخب کیا ہے جو بہترین خلائق ہے ــــ خدا اور رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ ان سے محبت کرتا ہے ــــ دیکھو بیٹی! ہمیشہ اس کی فرمانبرداری اور اطاعت میں ہی اپنی خوشی کو محدود رکھنا۔"

فاطمہؑ کی سواری اس طرح چلی کہ خاندان ہاشمی اور انصار و مہاجرین کی خواتین نے انہیں جھرمٹ میں لے رکھا تھا ــــ رسول اللہؐ نے آگے بڑھ کر انہیں سوار کرایا ــــ سواری کی لگام سلمان فارسیؓ نے تھامی اور رسالت مآبؐ اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ خانۂ علیؑ تک پہنچے۔ علیؑ بہنوں اور والدہ نے دلہن کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اپنی اس خوش بختی کو اعزاز و اکرام سے دہلیز کے اندر لے گئیں۔

علیؑ اور فاطمہؑ نے مسجد نبویؐ کے سائے میں جو گھر بسایا وہ ویسا ہی آسودہ اور خوشحال تھا۔ جیسا کبھی محمدؐ اور خدیجہؓ کی رفاقتوں نے تخلیق کیا تھا۔ یہاں بھی دنیاوی آسائشوں کی تو کوئی نشانی نہیں تھی لیکن محبت وفا اور ہم آہنگی کے سارے رنگ اس کے در و دیوار سے پھوٹتے تھے۔ سکھ اور طمانیت کی دھنک یہیں سے طلوع ہوتی تھی۔ زندگی یہیں آ کر سنورتی اور سنگھار کرتی تھی ــــ رفاقتوں کی روشنی در و دیوار سے چھنتی تھی۔

خدیجہؓ کی بیٹی میں وہ سارے نمایاں امتیازات، وہ سارے دلنشیں وصف اور وہ تمام پسندیدہ اطوار پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر تھے جنہوں نے خدیجہؓ کے پیکر میں مجسم ہو کر محمدؐ کے لیے جنت کو چھوٹے سے کچے گھر میں اتارا تھا ــــ محمدؐ نے عمدہ تربیت اور اعلیٰ روایات کے جوہر فاطمہؑ کے آنچل میں باندھے تھے۔ یہ بہترین مقصد فاطمہؑ کے ہمراہ تھا کہ وہ محمدؐ اور آئندہ نسل کے درمیان ایک واسطہ اور تعلق ہیں۔ ان کے مثالی گھر نے ہی آگے چل کر

Marfat.com

مسلمانوں کے لیے نمونہ بننا ہے۔ اسی لیے انھوں نے بھی اپنی برگزیدہ ماں کی طرح پھر جنت کو کچے در و دیوار میں اتار لیا ـــ یہ جنت علیؑ کے لیے سنوری، علیؑ کے لیے تخلیق ہوئی اور علیؑ کے نام تھی۔

رسول اللہؐ ہر صبح اس درِ فردوس پر دستک دیتے اور بلند آواز میں اس گھر کے مکینوں پر سلامتی بھیجتے ـــ "اے اہل بیت نبوتؐ! تم پر سلامتی ہو کہ تمہیں جس سے اس طرح پاک کیا گیا ہے جس طرح کہ پاک کرنے کا حق ہے۔" یہ صدائے رحمت ہوا کے دوش پر بکھرتی تو علیؑ اور فاطمہؑ متشکر لہجوں میں اس کا جواب دیتے ـــ علیؑ نماز کے لیے رسول اللہؐ کے ہمراہ ہو لیتے، فاطمہؑ عبادت خداوندی میں مشغول ہو جاتیں اور مسجد کی جانب کھلنے والے دروازے کی اوٹ سے رسول اللہؐ کا خطبہ سنتیں۔

دن کا اجالا چاروں طرف بکھر جاتا تو فاطمہ کے خوبصورت ہاتھوں کا سلیقہ گھر داری کو ایک دلنشیں تخلیق میں ڈھال دیتا۔ علیؑ دن بھر کی محنت کے بعد جو کماتے اس کا بیشتر حصہ گھر تک آتے آتے ضرورت مندوں کے سوالوں میں بٹ جاتا۔ جب وہ دہلیز پر قدم رکھتے تو کبھی خالی ہاتھ ہوتے اور کبھی رزق سے محض ان کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں ہی پُر ہوتیں ـــ نئی نویلی دلہن فاطمہؑ ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ علیؑ کو خوش آمدید کہتیں، ان کے ہاتھوں میں رزق ہوتا یا نہیں فاطمہؑ کے دلربا چہرے کی طمانیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ وہ بارگاہِ خداوندی میں دامن پھیلاتیں اور ممنون لہجے میں کہتیں ـــ "خدایا! تیرا شکر ہے کہ تو نے میرے شوہر کی محنت میں دوسروں کا حصہ بھی رکھا ہے۔"

اگر مٹھی بھر اناج گھر آجاتا تو اسے فاطمہؑ کے نازک ہاتھ چکی میں پیستے، خمیر کرتے روٹی تیار ہوتی اور نمک کے ساتھ صاف ستھرے دستر خوان پر رکھی جاتی۔ علیؑ اور فاطمہؑ کھانے بیٹھتے تو ان کے بڑھتے ہوئے ہاتھوں کو کسی حاجتمند کی صدا روک لیتی۔

Marfat.com

فاطمہؑ، علیؑ سے پہلے بول اٹھتیں ـــــ "اللہ کے اس بندے کی بھوک ہم سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ جس نے اس کے لیے سوال کی ذلت کو گوارا بنا دیا ہے۔ آپ یہ روٹی اسے دیدیجیے۔ ہمارے لیے یہ آبِ خوشگوار ہی کافی ہے۔"

علیؑ کے چہرے پر طمانیت بکھر جاتی۔ وہ محبت کے لہجے میں کہتے ـــــ "فاطمہؑ مجھے تم پر فخر ہے۔ تم نے رسول اللہؐ کی قناعت و استغنا کا وافر حصہ پایا ہے۔ میرے دل کی بات ہمیشہ تمہارے لبوں سے ادا ہوتی ہے۔"

فاطمہؑ مسکرا کر خاموش ہو جاتیں اور علیؑ اٹھ کر اپنے دستر خوان کی روٹی ضرورتمند کی جھولی میں ڈال آتے اور دوسرے وقت کے لیے گھر میں کچھ نہ بچتا۔ اس کے باوجود فاطمہؑ کی روشن پیشانی پر کبھی شکن نہ ابھرتی ـــــ ان کے لبوں کی مسکراہٹ کبھی ماند نہ پڑتی۔ محبت میں کمی نہ ہوتی اور لہجوں کا تشکر اور بھی بڑھ جاتا۔

کبھی علیؑ نئی نویلی دلہن سے کہتے کہ وہ کوئی فرمائش کرے، کچھ مانگے، کوئی تقاضا کرے تو وہ اسے پورا کرنے میں بے اندازہ خوشی محسوس کریں گے تو فاطمہؑ مطمئن لہجے میں کہتیں ـــــ "بابا نے نصیحت کی ہے کہ آپ سے کبھی کوئی فرمائش نہ کروں۔ ہو سکتا ہے آپ کسی وجہ سے اسے پورا نہ کر سکیں اور آپ کو پشیمانی یا گرانی محسوس ہو اور پھر مجھے آپ کی رفاقت کے سوا کسی اور چیز کی نہ خواہش ہے نہ ضرورت" ـــــ علیؑ احساس تفاخر سے سرشار ہو جاتے اور فاطمہؑ، علیؑ کی محبتوں میں مسرتوں کے پھول چنتیں۔

مدینے کی عورتیں علیؑ اور فاطمہؑ کی محبت کو رشک کی نگاہ سے دیکھتیں۔ ان کی محبت اور حسن سلوک نے عزیزوں اور رشتہ داروں کو فاطمہؑ کا گرویدہ کر دیا۔ وہ سارے تعلقات کو ـــــ تمام رشتہ داریوں کو ـــــ اور سب قرابت داریوں کو بڑی خوبی سے نباہتیں اور ہر ایک کا خیال رکھتیں۔ علیؑ کو گھریلو مسائل میں

دخل دینے کی کبھی ضرورت نہیں پڑی۔ فاطمہؑ نے سب کچھ بڑی خوش اسلوبی سے سنبھال لیا اور اتنی سی عمر میں اپنی صنف کی دینی مسائل میں رہنمائی کرنے لگیں۔ وہ ہمسایوں کا خیال رکھتیں، صائب مشورے دیتیں اور دوسروں کی حاجتیں خاموشی سے پوری کر دیتیں□

Marfat.com

باب (۲۱)

رسول اللہؐ کے عزم و استقلال کا صلہ بدر کی فتح کی صورت میں عطا ہو چکا تھا۔ خالق کائنات نے اپنے محبوب کا نام فتح کے بلند پھریرے پر لکھ کر بہت بلند اٹھا دیا تھا۔ اس فتح مبین کی شہرت ہواؤں کے ساتھ لوگوں کی زبانوں پر قریش کے غم انگیز نوحوں میں اور شعراء کے قصیدوں میں دور و نزدیک پھیلتی چلی گئی۔ یہ اپنی نوعیت کی ایک ایسی عجیب جنگ تھی جو سرزمین عرب پر کبھی لڑی نہیں گئی تھی۔ اس کے انداز طریقے، اثرات سبھی کچھ قبائلی خونریزیوں سے اتنا مختلف اور متاثر کر دینے والا تھا کہ اسلام کا امتیاز صاف طور پر نمایاں ہو گیا تھا۔

اس میں عہدۂ شہادت روشناس ہوا — عزم و شجاعت کے بے مثال مظاہرے پیش کیے گئے — لاشوں کی بےحرمتی نہیں کی گئی اور قیدیوں کے ساتھ انتہا درجے کا حسن سلوک روا رکھا گیا — قلت نے کثرت پر فتح پائی، ناکافی آلات حرب نے بھرپور تیاریوں کا منہ پھیر دیا۔ گرد و پیش میں ہر طرف اسلام کی دھاک بیٹھ گئی اور وہ جنہیں

Marfat.com

اسلام کے بارے میں کوئی شبہے تھے — ان کے شبہے اس یقین نے باطل کر دیے کہ مسلمان اپنے دین کا تحفظ کرنا خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس فتح مبین نے مسلمانوں کو بحیثیت ایک قوم کے تمام عالمِ عرب میں منوا لیا۔

اس ذلت آمیز شکست کے بعد قریش اپنے زخم چاٹ رہے تھے کہ ابولہب شدید قسم کی مکروہ چیچک میں مبتلا ہوا اور اس کی حالت اس قدر عبرت انگیز ہو گئی کہ اس کے گھر والوں نے بھی بیماری کے خوف اور کراہت انگیزی کی وجہ سے اسے علٰحدہ کر دیا — رسول اللہؐ کے دشمن نے سسک سسک کر جان دی تو عبرت پکڑنے والی آنکھوں کو یقین کرنا پڑا کہ قرآن پاک نے ابولہب کے جس انجام کی خبر دی تھی، وہ حقیقت تھی۔

مدینے میں رہنے والے یہودیوں کی شرپسندیاں وقتاً فوقتاً مسلمانوں کو جان بوجھ کر الجھانے کی کوشش کرتیں — اگرچہ انہوں نے رسول اللہؐ کے ساتھ معاہدۂ امن کیا تھا لیکن بدر میں انہوں نے مشرکین کا ساتھ دیا۔ انہیں خفیہ اطلاعات پہنچانے میں وہ پیش پیش رہے — بدر کی فتح نے انہیں حسد میں مبتلا کر دیا۔ رسول اللہؐ کی عظمت اور بڑھتے ہوئے اقتدار کو دیکھ کر ان کی شرانگیزیاں عروج کی طرف بڑھنے لگیں۔

خلق عظیم کے پیکر نے انہیں خلق و محبت سے جیتنے کی کوشش کی۔ ان کی ریشہ دوانیوں کو نظرانداز کیا کہ شائد انہیں اخلاق کی کوئی ادا ہی ان کے رویے کی بدصورتی کا احساس دلا دے لیکن ان کی بدفطرتی کھل کر سامنے آنے لگی۔ وہ کھلے بندوں دشمنوں کو خبریں پہنچانے لگے — ان کی غیر اخلاقی حرکتیں کمزور اور غریب مسلمانوں کو ستانے لگیں تو ان کی سرزنش ناگزیر ہو گئی۔

رسول اللہؐ نے تینوں قبائل کے سرداروں کو طلب کیا۔ وہ آئے تو انہیں نرم لفظوں سے ملائم لہجے میں مخاطب کیا — "سنو اے گروہِ یہود! ہم نے باہم معاہدۂ

Marfat.com

امن کیا تھا۔ جس کی پابندی کرنا دونوں فریقوں پر لازم ہے۔ ہم نے ہمیشہ اس کا پاس کیا لیکن تم نے اسے فراموش کر دیا اور اس میں اس حد تک آگے نکل آئے ہو کہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اس کا احساس دلایا جائے کہ تم اپنے رویے کو درست کر لو ورنہ بدر کے میدان میں قریش کا حشر تم اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی چکے ہو۔"

بنی قریظہ اور بنی نضیر کے سرداروں نے تو اپنے چہروں کے تاثرات سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ___ لیکن بنو قینقاع نے اپنی طاقت کے زعم میں سرکش لفظوں کا سہارا لیا۔

"آپ نے ہمیں بھی قریش سمجھ رکھا ہے جو بدر کی فتح کا حوالہ دیتے ہیں؟ وہ جن سے آپ کا مقابلہ بدر میں ہوا تھا ___ انہیں فنِ حرب سے واقفیت نہیں تھی۔ ذرا ہمارے مقابل تو آ کر دیکھیے! ایک بار تو آپ کو بھی پتہ چل جائے گا کہ مردِ میدان کیسے ہوتے ہیں۔"

ان کا یہ گستاخانہ انداز تادیب کا سزاوار تھا ___ وہ جب معاہدے کی تمام شرائط اپنی بدکرداری سے توڑ چکے تھے تو اب اس کی پابندی کا فرض مسلمانوں پر بھی عائد نہیں ہوتا تھا۔ ایفائے عہد کی تمام منزلوں سے گزرنے کے بعد ان کی مبارز طلبی کا جواب دینا ضروری ہو گیا تھا۔ اسی لیے رسول اللہؐ شوال کے مہینے میں بنی قینقاع کی للکار کے جواب میں تھوڑی سی فوج لے کر روانہ ہوئے تو ان کی روانگی کی خبر فوراً ہی بنی قینقاع تک پہنچ گئی۔ جس پر وہ عربوں کے ایک مقبول طریق جنگ کے مطابق قلعہ بند ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جس دوران چھوٹی موٹی جھڑپیں، چھیڑ چھاڑ اور سنگ باری ہوتی رہی۔

پندرہ ہی دنوں میں ڈینگیں مارنے والوں کے حوصلے پارہ پارہ ہو گئے اور وہ صلح کے لیے حیلے بہانے کرنے لگے۔ ایک روز عبداللہ ابن ابی مدینے سے چل کر

Marfat.com

آیا اور رسول اللہ ؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی ـــــ بدر کے بعد وہ بھی بظاہر مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن اس نے دل سے منافقت کی گرہیں کبھی نہیں کھولیں۔ اجازت ملی تو خدمتِ رسول ؐ میں آیا، سلام کیا اور تعظیم دی۔

رسول اللہ ؐ نے ایک بلیغ مسکراہٹ کے ساتھ استفسار کیا: "سناؤ عبداللہ! کیسے آنا ہوا؟"

"حضور ؐ! آپ مدبر اور مہربان ہیں ـــــ کیا کوئی ایسی صورت نہیں نکل سکتی کہ بنو قینقاع اس محاصرے سے آزاد ہو جائیں۔" وہ محتاط لفظوں میں بولا۔

"یقیناً" ـــــ ایسا ممکن ہے! دین اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے۔ یہ بنی نوع انسان کی خوشحالی کا علمبردار بن کر آیا ہے۔ لیکن یہ محاصرہ جو پندرہ دن سے جاری ہے، قینقاع والوں کی اپنی خواہش کا ثمر ہے۔ کیونکہ انہیں مسلمانوں کے مقابل آنے کی بڑی آرزو تھی۔" رسول اللہ ؐ نے بردباری سے وضاحت کی۔

"لیکن اب وہ اپنے کیے پر پشیمان ہیں اور صلح کے آرزو مند ہیں۔ اس محاصرے نے ان کی کمر توڑ دی ہے ـــــ وہ اب اسے برداشت نہیں کر سکتے اور چاہتے ہیں کہ ان کے لیے امان ہو۔ آپ کریم ابن کریم ہیں۔ آپ کے کرم و عنایت سے امید ہے کہ آپ ان کے حق میں صلہ رحم فرمائیں گے" ـــــ عبداللہ نے بات آگے بڑھائی۔

رسول اللہ ؐ نے شکر خداوندی کی ادائیگی میں سر عجز جھکایا جس نے بغیر کسی نقصان کے دشمنوں کو مغلوب کر دیا تھا اور ملائم لہجے میں اس سے مخاطب ہوئے ـــــ "عبداللہ! گزشتہ دو برس اس امر کے گواہ ہیں کہ قوم یہود نے اپنی شرپسندیوں کا رخ مسلمانوں کی جانب ہی رکھا ہے۔ حالانکہ ہم نے ان کے ساتھ معاہدہ امن کیا تھا اور اس کی پابندی بھی کی ہے۔ ہم نے پہل نہیں کی ـــــ یہ جنگ ان کے اپنے

Marfat.com

زعم باطل کی بلائی ہوئی ہے۔ ان کے شعور کی پستی دین حق کو قبول کرتے میں مانع ہے تو ہم اس سلسلے میں جبر نہیں کریں گے ــــ لیکن انہیں اپنا ٹھکانہ مدینے سے دور لے جانا پڑے گا۔ انہیں اس سرزمین پر رہنے کا کوئی حق نہیں جس کے ساتھ ان کی وفاداریاں مشکوک ہیں۔ وہ دشمنوں کے حلیف ہیں اور ہر لمحہ کسی خونریزی کے مشتاق رہتے ہیں۔ ہمیں کسی کی جان لینے یا اسے غلام بنانے میں کوئی دلچسپی نہیں ـــ اسلام تو غلامی کا خاتمہ کرنے اور انسان کو نجات دلانے کے لیے آیا ہے۔ ہم محاصرہ اٹھالیں گے لیکن انہیں جلاوطن ہونا پڑے گا۔"

"آپ نے فیصلہ کرنے میں رحم و انصاف کے پلڑے بھاری رکھے ہیں"ــــ عبداللہ کو اپنے دل کی منافقت کے باوجود اعتراف کرنا پڑا ــــ "میں ان تک آپ کا یہ فیصلہ پہنچا دوں گا۔ وہ جلد مدینے سے دور چلے جائیں گے۔"

"تم جلد ان تک یہ پیغام پہنچا دو کہ وہ کوچ کے انتظامات مکمل کرلیں۔ عبادہ ابن صامت ان کے ہمراہ جائیں گے تاکہ انہیں مدینے کی حدود سے باہر نکال آئیں"ــــ رسول اللہ ؐ نے تحکم آمیز لہجے میں قطعی فیصلہ سنایا۔

اب رسول اللہ ؐ کے لیے فتح ہی فتح تھی ــــ یہودیوں کا سب سے مضبوط اور دولت مند قبیلہ بغیر کسی نقصان کے مدینے سے نکل کر سرحدِ شام کی طرف چلا گیا۔ جس سے اسلام کی دھاک اور رسول اللہ ؐ کے تدبر اور کرم کی شہرت دُور دُور تک پھیل گئی۔ قبائلی عصبیت سے بھرے ہوئے دلوں کے لیے یہ امر حیرت کا باعث تھا کہ قبضے میں آئے ہوتے دشمن کو جان و مال اور عزت کے ساتھ اتنی فراخدلی سے جانے کی اجازت دیدی گئی تھی۔ اس سے کچھ اور قبیلوں کو اسلام کی جانب رغبت ہوئی اور کچھ نے خود مدینے میں آکر رسول اللہ ؐ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرلی۔

Marfat.com

یہودیوں کی صنعت و حرفت، کتب سماوی کے علم اور دولت مندی نے ان کی دھاک ارد گرد کے قبائل پر بٹھا رکھی تھی ۔۔۔ وہ سود پر روپیہ دینے کا کاروبار بھی کرتے تھے۔ اس لیے بیشتر غریب لوگ ان کے جال میں بری طرح پھنسے ہوئے تھے اور ان کا رعب ماننے پر مجبور تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ مسلمانوں کے بارے میں خفیہ خبریں قریش تک پہنچانے کا فعل بد بھی کرتے تھے۔ ان کے ایک بڑے قبیلے کے جلاوطن ہو جانے سے دوسرے قبیلے بھی کچھ کمزور پڑ گئے اور عوام الناس ان کے ظلم اور زیادتی سے محفوظ ہو گئے۔ فتح بدر کے صرف ایک ہی مہینے کے بعد اس نمایاں کامیابی کی خبر قریش تک پہنچی تو وہ انگاروں پر لوٹنے لگے۔

ابوجہل کے بعد مسلمانوں کے خلاف مخالفتوں کی قیادت ابوسفیان کے ہاتھ میں آگئی۔ اس کا سازشی ذہن بڑا زرخیز تھا۔ وہ مطلب برآری کے لیے پست سے پست حربہ استعمال کرنے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتا تھا ۔۔۔ بدر میں اس کا ایک بیٹا حنظلہ مارا گیا اور دوسرا بیٹا عمرو اسیر ہوا۔ جب اس نے سنا کہ اس کی رہائی کے لیے فدیہ طلب کیا جا رہا ہے تو اس نے کوئی رقم دینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں جانی نقصان کے بعد مالی نقصان ہرگز برداشت نہیں کروں گا۔

اس کے ساتھ ہی وہ موقع کی تاک میں رہا ۔۔۔ انہی دنوں ایک ضعیف العمر مسلمان سعد بن نعمانؓ عمرہ کے لیے مکہ گئے۔ کیونکہ یہ طریق عام تھا کہ عمرہ اور حج کے لیے آنے والوں سے کوئی تعرض نہیں کیا جاتا تھا لیکن ابوسفیان نے انہیں پکڑ کر یرغمال بنا لیا اور اس وقت تک چھوڑنے سے انکار کر دیا جب تک کہ اس کے بیٹے کو نہیں چھوڑا جائے گا ۔۔۔ آخر سعدؓ کے قبیلے والے ایک وفد کی صورت میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے تمام معاملہ سنا تو عمرو بن ابوسفیان کو ان کے حوالے کر دیا تاکہ وہ اس کے بدلے میں اپنے بزرگ کو چھڑا کر لا سکیں۔

Marfat.com

بدر کی شکست کے بعد ابوسفیان نے ہی رونے کی ممانعت کر دینے کی تجویز پیش کی تھی اور جوشِ جذبات میں یہ غلیظ قسم بھی کھالی تھی کہ وہ اس وقت تک نہ غسل کرے گا۔ نہ سر میں تیل ڈالے گا جب تک کہ بدر کے مقتولوں کا بدلہ نہیں لے لے گا۔ لیکن تین مہینے سے اوپر ہونے کو آ گئے۔ مگر ایسی کوئی صورت آشکار نہ ہو سکی۔ جو اسے اس نجس قسم کی آلودگی سے نجات دلا سکے اور روز بروز اس کے باطن کی نجاست اس کے ظاہر میں بھی نظر آنے لگی ــــ گندگی اور نجاست نے اسے پاگل سا کر دیا۔ وہ سردار تھا، قسم توڑ کر ننگ و عار اپنے نام لکھوا لینا بھی اسے گوارا نہیں تھا اور بدر کی شکست نے قریش کی کمر اس طرح توڑ دی تھی کہ جنگ کی تیاریاں اتنی جلد مکمل ہو جانا ناممکنات میں سے تھا۔

اس کا شاطر ذہن کوئی نہ کوئی حیلہ سازی کرنے کے درپے تھا۔ اس نے طے کیا کہ شگون کے طور پر سہی کوئی نہ کوئی جھڑپ یا مقابلہ بازی ضرور ہو جائے تاکہ اس اس قسم کی تلافی کی جا سکے ــــ وہ اسی فکر میں کوئی منصوبہ بنا ہی رہا تھا کہ یہودیوں کی جلاوطنی نے اسے ایک نئی راہ سجھا دی۔ اس نے اندازہ کر لیا کہ یہودی جو پہلے ہی در پردہ مسلمانوں کی مخالفت پر کمربستہ رہتے تھے، اپنے ہم مذہبوں کی جلاوطنی سے مشتعل ہو چکے ہوں گے۔ اس لیے انہیں بھڑکا کر ایک نئی جنگ کا سامان پیدا کر دینا زیادہ دشوار نہیں ہو گا۔

اسی منصوبے کو ذہن میں رکھ کر اس نے ذی الحجہ ۲ھ میں دو سو سواروں کو ہمراہ لیا اور مدینے کی جانب اپنی ناپاک سازشوں کا جال لے کر چلا۔ اس نے تاریکیٔ شب کا لبادہ اوڑھ لیا اور دن کی روشنی سے پردہ کرنے لگا تاکہ مسلمانوں کو اس کی آمد کی خبر نہ ہو سکے اور وہ ان پر بے خبری میں وار کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اسی رازداری میں منزلیں مارتا وہ مدینے کے قریب پہنچ گیا۔ اپنے ساتھیوں کو کچھ

Marfat.com

مخفی مقامات پر چھپا کر وہ رات کے وقت مدینے میں داخل ہوا اور یہودیوں کے قبیلے بنو نضیر کے سردار حی بن اخطب کے دروازے پر دستک دی۔

جلاوطنی کا واقعہ ابھی تازہ تھا۔ اس لیے یہودیوں کی ہمتیں پست تھیں۔ وہ کوئی خطرہ مول لینے پر تیار نہیں تھے۔ پتہ بھی کھڑکتا تو ان کے دل دھڑکنے لگتے تھے۔ حی بن اخطب کو رات کی دستک نے ڈرا دیا۔ وہ چپکا پڑا رہا اور دروازہ کھول کر کسی زحمت کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔

اس کے دروازے سے مایوس ہو کر ابوسفیان نے ایک اور سردار سلام بن مشکم کا دروازہ کھٹکھٹایا ــــ وہ یہودیوں کا محافظ خزانہ تھا اور کچھ جی دار انسان تھا۔ اس نے دروازہ کھولا۔ ابوسفیان کو دروازے پر دیکھ کر حیران ہوا لیکن کچھ کہے بغیر اسے بڑی عزت کے ساتھ اندر لے گیا۔

عربوں کی روایت کے مطابق اس نے دسترخوان کو انواع واقسام کے کھانوں سے بھر دیا ــــ شراب خوش رنگ منگوائی اور خوشگوار گفتگو سے اپنے مہمان کی دلدہی کرنے لگا ــــ ابوسفیان مدینے کے تمام راستے میں ستوؤں پر گزارا کرتا ہوا آیا تھا۔ ان نعمت ہائے گوناگوں نے اسے تروتازہ کر دیا۔ یہ خاطر تواضع دیکھ کر اس کے دل کو یہ بھی اطمینان ہوا کہ یہ بہادر سردار یقیناً اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہو جائیگا کہ اس نے خوف ودہشت کے زمانے میں بھی مسلمانوں کے کھلے دشمن کو اپنے یہاں مہمان کیا تھا۔

خوب سیر ہو کر کھا لینے کے بعد ابوسفیان حرفِ مدعا زبان پر لایا ــــ "اے مشکم! میں تمہاری بہادری اور جرأت مندی کا معترف ہوں۔ تمہاری اس تواضع نے مجھے بہت حوصلہ دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہو اور ہمارے راز تمہارے پاس محفوظ رہیں گے۔ مسلمان ہمارے مشترکہ دشمن ہیں۔ انہوں

Marfat.com

نے ہمارے گھروں میں صف ماتم ہی نہیں بچھائی بلکہ تمہارے بھائیوں کو بھی باپ دادا کا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا ہے۔ ان زیادتیوں پر ہماری خاموشی ان کے لیے شہ بن جائے گی ـــــ کیوں نہ ہم ان کے خلاف ہاتھوں میں ہاتھ ڈالیں اور ان پر دھاوا بول دیں۔"

ابن مشکم نے سیاسی تدبیر کاری سے کام لیا ـــــ "سردار آپ درست کہتے ہیں لیکن ایسی مہمات کے لیے سوچ سمجھ کر منصوبہ بندی کرنی پڑتی ہے۔ میں اپنے تمام قبیلے کی ذمہ داری نہیں لے سکتا جب کہ دوسرے سرداروں سے ابھی مشورہ بھی نہیں ہوا ـــــ اور پھر قینقاع والوں کی جلا وطنی کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ عوام کے دل ٹوٹے ہوئے اور خوف زدہ ہیں۔"

ابوسفیان جہاں دیدہ انسان تھا۔ اس نے مشکم کی گفتگو میں اس کے تذبذب اور تردد کا سراغ لگا لیا۔ اس لیے رات ہی کو خاموشی کے ساتھ اس سے رخصت ہوتا ہوا اپنے سپاہیوں میں آیا تو اسے ناکام واپس جانے میں ندامت محسوس ہوئی اور پھر اپنی قسم پوری کرنے کا خیال بھی دامن گیر تھا۔ اس لیے اس نے خفت مٹانے کو کچھ دستے ترتیب دیکر انہیں مدینہ کے مضافات میں عریض کے مقام میں اتارا۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر کچھ مکانات کو جلایا ـــــ گھاس کے انباروں کو آگ لگائی اور کھیتوں میں کام کرنے والے ایک شخص سعد بن عمرو کو قتل کر دیا۔

رسول اللہؐ کو اطلاع ہوئی تو وہ کچھ فوج لے کر اس کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔ لیکن ابوسفیان چوکنا تھا ـــــ بدر کا معرکہ ابھی اسے بھولا نہیں تھا۔ اپنی جان اور اپنی فوج کی خیر مناتا ہوا وہ افراتفری میں اپنے لوگوں کو اکٹھا کرکے مکے کی سمت فرار ہو گیا۔ گھبراہٹ اور پریشانی میں اپنا بار ہلکا کرنے کو وہ

Marfat.com

ستوؤں کی وہ گٹھڑیاں جو بطور رسد اپنے ہمراہ لایا تھا راستے میں پھینکتا ہوا گیا۔ جب رسول اللہؐ اس مقام پر پہنچے تو جا بجا ستوؤں کے تھیلے گرے ہوئے نظر آئے جنہیں قبضے میں لے لیا گیا اور اسی مناسبت سے اس غزوے کا نام سویق ہو گیا۔ کیونکہ عربی میں ستوؤں کو "سویق" کہا جاتا ہے۔□

Marfat.com

باب (۲۲)

دشمنوں کی کثرت اور مخالفتوں کی افراط کے سبب رسول اللہؐ نے حفاظتِ خود اختیاری کی غرض سے کچھ لوگوں کو اس پر مامور کر رکھا تھا کہ وہ مدینے کی سرحدوں کی نگرانی کریں اور گرد و پیش سے معلومات حاصل کریں، تاکہ کوئی بے خبری میں وار نہ کر دے۔ ایسے لوگ وقتاً فوقتاً رسول اللہؐ کو اطلاعات دیتے رہتے تھے۔ ایک روز انہی میں سے ایک شخص رسول اللہؐ کی خدمت میں آیا اور پر تشویش لہجے میں بولا:

"یا رسول اللہؐ! نجد کے نخلستان میں آباد قبیلہ بنو غطفان اپنے برے ارادوں کا رخ جلد ہی مدینے کی جانب پھیرنے والا ہے۔"

"ان کے سردار کا نام کیا ہے؟" ——— رسول اللہؐ نے بغیر کسی تردّد کے استفسار کیا۔

"اس کا نام دعثور بن حارث محارب ہے۔ وہ قریش کا حلیف ہے اور چاہتا ہے کہ چھپ کر وار کرے۔ اس لیے اندر ہی اندر اس کی تیاریاں پوشیدہ طور پر کر رہا

Marfat.com

ہے۔" اس نے اطلاع دی۔

"کچھ اور لوگوں سے اس کی تصدیق ہو جائے تو ہم اس کا سدّباب خود اس کی زمین پر کریں گے۔ وہ اپنے ناپاک ارادوں کے ساتھ مدینے کا رخ کبھی نہیں کر سکے گا"۔۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے پریقین لہجے میں کہا۔

مکمل طور پر تصدیق ہو جانے کے بعد چار سو پچاس مجاہدوں کی فوج تیار کی گئی اور بنو غطفان کی طرف روانگی عمل میں آئی۔ بنو غطفان کے جاسوس بھی غافل نہیں تھے۔۔۔۔ انہوں نے مسلمانوں کی آمد کی خبر فوراً ہی قبیلے والوں تک پہنچائی تو وہ گھبرا گئے۔ مسلمانوں کے خلاف فوج ترتیب دینے سے ان کا مقصد مسلمانوں پر چھپ کر وار کرنا تھا۔ تاکہ بے خبری میں انہیں زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا سکیں۔ لیکن جب انہوں نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سنی تو انھیں بدر میں قریش کی تیاریاں اور مسلمانوں کی بے سروسامانی یاد آئی۔ جس کے باوجود انہوں نے قریش کے گھروں میں صف ماتم بچھا دی تھی۔۔۔۔ انہیں اندازہ ہو گیا کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے، اسی لیے وہ اردگرد کی پہاڑیوں میں روپوش ہو گئے۔ تاکہ اگر موقع ملے تو وہ کچھ کر سکیں۔ ورنہ براہِ راست مقابلے سے تو بچ ہی جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا اور صفر کا تقریباً سارا مہینہ اس علاقے میں گزارا۔ لیکن بنو غطفان کو حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ وہیں پہاڑیوں پر سے مسلمانوں کی نقل و حرکت کا معائنہ کرتے رہے لیکن خوف کے مارے نیچے نہ اترے۔

آسمان پر بادل چھائے اور باران رحمت نے نجد کی پہاڑیوں کو سیراب کر دیا۔ مسلمان موسم کی اس مہربانی پر نہال ہو گئے۔۔۔۔ اپنے اپنے گھروں سے دور سفر کی صعوبتوں میں یہ خوشگوار ہوا اور بوندا باندی۔۔۔۔ صحرائے عرب کی آب و ہوا میں اچھا شگون سمجھی گئی۔ مناسب سائبان مہیا نہ ہونے کے سبب اکثر لوگوں

Marfat.com

کے کپڑے آبِ باراں سے تر ہو گئے ـــــ رسول اللہؐ بھی بھیگ گئے اور اپنے ساتھیوں اور جاں نثاروں سے علٰحدہ ہو کر ایک درخت پر اپنے کپڑے خشک ہونے کے لیے پھیلا دیے اور خود اس درخت کے نیچے آرام کرنے کی غرض سے دراز ہو گئے۔

قبیلہ ذی امر والے مسلمانوں کے بارے میں پل پل کی خبر رکھتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہؐ کو اس طرح تنہا بے خبر دیکھا تو دوڑتے ہوئے اپنے سردار کے پاس پہنچے:

"سردار! یہی موقع ہے، جس کا ہم مہینے بھر سے انتظار کر رہے تھے ـــــ جلدی کرو ـــــ آج مسلمانوں کے لیے ایک ہی وار کافی ہو گا۔"

"مجھے صاف صاف بتاؤ کہ آخر معاملہ کیا ہے" ـــــ دعثور نے عجلت میں پوچھا۔

"مسلمانوں کے رسولؐ ـــــ اس وقت تنہا اور غافل ہیں۔ اگر ان کا کام تمام کر دیا جائے تو مسلمان قوم اپنی موت آپ مر جائے گی" ـــــ اطلاع دینے والے نے خوشی سے بتلایا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو ـــــ مسلمانوں کی قیادت ختم کر دی گئی تو ان کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ پھر ان پر قابو پانا آسان ہو گا" ـــــ دعثور یہ کہتا ہوا اٹھا اور ایک بڑی کاٹ دار تلوار منتخب کی۔

وہ پہاڑی راستوں کے بھید اچھی طرح جانتا تھا۔ چھپتا چھپاتا، احتیاط سے قدم رکھتا کئی چکر کاٹ کر عین اس مقام پر جا نکلا جہاں رسول اللہؐ آرام کرنے کی غرض سے لیٹے ہوئے تھے ـــــ اس کے بد ارادوں نے اس کے رویں رویں میں انگڑائی لی اس کے باطل عزائم نے تلوار تولی اور وہ عین رسول اللہؐ کے سرہانے آن کھڑا ہوا۔ انہیں نہتا دیکھ کر اس کے غرور نے آواز دی:

"محمدؐ! ـــــ بولو اس وقت تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟"

Marfat.com

رسول اللہؐ نہ چونکے ــــ نہ اپنی جگہ سے جنبش ہی کی ــــ نہ اپنا اندازِ استراحت بدلا۔ ایک نگاہِ غلط انداز اس کی برہنہ شمشیر اور بگڑے ہوئے تیوروں پر ڈالی اور اسی طرح لیٹے لیٹے ــــ دل کے پورے اطمینان کے ساتھ صرف ایک ہی لفظ کہا ــــ "اللہ!"

اس ایک لفظ میں، اس مطمئن لہجے میں، اس بے نیاز انداز میں یقین کی ایسی قوت اور جلال کے ایسے تیور تھے کہ دعثور کا دل بیٹھ گیا ــــ اس کے ہاتھوں پہ لرزہ طاری ہوا اور غرور سے اٹھی ہوئی تلوار ــــ رسول اللہؐ کے قدموں میں آن گری ــــ

رسول اللہؐ پر وقار انداز میں اٹھے ــــ اسی کی تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھا اور دعثور کی جانب دیکھ کر پر رعب لہجے میں پوچھا ــــ "بولو اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟"

دعثور کانپ اٹھا ــــ رعب و جلالت سے اس کا پتّہ پانی ہو گیا ــــ موت آنکھوں کے سامنے رقص کرنے لگی۔ جب تلوار اس کے ہاتھ میں تھی تو بھی وہ اس سے کام نہیں لے سکا تھا۔ اب تو وہ نہتا تھا۔ خوف سے لرزتا ہوا بولا ــــ "اس وقت کوئی نہیں جو مجھے اس تلوار کی کاٹ سے بچالے!"

"اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے تو اس مشکل وقت میں بھی وہ ہی تمہاری ڈھارس ہوتا۔" رسول اللہؐ نے ملائم لہجے میں اسے دعوتِ اسلام دی۔

دعثور جھک گیا۔ ہاتھ میں تلوار کے ہوتے ہوئے، اس کے نہتے ہونے کے باوجود اس کے بد ارادوں سے آگاہ ہوتے ہوئے انہوں نے وار کرنے کے بجائے نرم و ملائم لفظوں کو اس کی جانب بڑھایا تھا ــــ اب سے کچھ دیر پہلے اس نے جو لہجہ استعمال کیا تھا۔ انھوں نے تو وہ لہجہ بھی نہیں لوٹایا تھا۔ ان کے انداز میں شیرینی اور

Marfat.com

حلم تھا۔ اخلاق و محبت کے اس پیکر کے روبرو سر جھکا لینے میں ہی عزت اور سربلندی تھی۔ اس نے سر تسلیم خم کیا اور عاجزی سے اظہار ندامت کرتا ہوا بولا ــــ "میری اس گستاخی کو نظر انداز کیجیے، میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ یقیناً آپ کا دعویٰ سچ ہے ــــ مجھے ان کلمات کی تعلیم دیجیے جو میرے دل کے اقرار کے گواہ بن جائیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے تلوار اس کی جانب اچھال دی اور کلمہ پڑھوایا۔ اس نے اقرار کیا اور صدقِ دل سے بولا ــــ "یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کے خلاف لشکر کشی کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لاؤں گا۔ بلکہ اب جو میں اپنے قبیلے میں جاؤں گا تو آپ کا سفیر، آپ کا فرستادہ اور آپ کا پیامبر بن کر ــــ میرے حق میں دعا کیجیے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب رہوں اور اپنے قبیلے کو نجات کے دروازے تک لے آؤں۔"

رسول اللہ ﷺ نے اسے دعا دی ــــ وہ قدم بوسی کے بعد رخصت ہوا تو رسول اللہ ﷺ متشکر دل کے ساتھ فتح مند واپس ہوئے۔ خلق عظیم کا پیکر اپنے خلق سے دلوں کی شاہی جیت کر اپنے لوگوں میں واپس آیا، کوچ کا حکم دیا اور یہ غزوہ ہتھیار اٹھائے اور خون بہائے بغیر جیت لیا گیا۔

مدینے میں کچھ روز آرام کرنے کے بعد فرع کے علاقے میں بحران کی سمت روانگی ہوئی۔ جہاں بنی سلیم نے قریش کے بھڑکانے پر شورش و فتنہ انگیزی کو شعار بنا لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں ربیع الثانی اور جمادی الاول کے مہینے گزارے۔ لیکن بنی سلیم کو مقابلے میں آنے کی ہمت نہ ہوئی اور رسول اللہ ﷺ یہاں سے بھی کسی خون ریزی کے بغیر واپس ہوئے ◻

Marfat.com

باب ۲۳

رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور اس کی پندرہ تاریخیں گزریں ـــــ ۳ ہجری کا زمانہ تھا۔ اس روز سورج ایک انوکھی جگمگاہٹ کے ساتھ طلوع ہوا۔ فضاؤں کا رنگ بدل گیا اور ہواؤں میں تحسین و تہنیت کی گونج سنائی دینے لگی۔ صبح نے ایک نئی بشارت کا گھونگھٹ اٹھایا اور مسرتوں کی نوید لانے والے کسی ہاتھ نے درِ رسولؐ پر دستک دی ـــــ رسول اللہؐ باہر تشریف لائے تو خوش خبری لانے والا خوشی سے ہانپتا ہوا بولا : "یارسول اللہؐ! مبارک ہو، آپ کو اللہ نے نواسہ عطا کیا ہے۔"

رسول اللہؐ کے نورانی چہرے پر خوشی کی چمک اتری ـــــ "ابھی ابھی جبرئیل امینؑ بھی یہی خوش خبری لے کر آئے تھے۔ میں اپنی پارۂ جگر فاطمہؑ اور اپنے بیٹے کو دیکھنے روانہ ہونے ہی والا تھا۔"

"بسم اللہ! یارسول اللہؐ! تشریف لے چلیے۔ وہاں آپ کا بے چینی سے انتظار ہو رہا ہے" ـــــ نوید لانے والا جوشِ مسرت سے کہنے لگا۔

Marfat.com

رسول اللہؐ محبت سے سرشار بیٹی کے گھر تک آئے۔ علیؑ اور فاطمہؑ شاداں و فرحاں منتظر تھے۔ جان سے پیارے بابا کو دیکھ کر فاطمہؑ مسکراتی ہوئی اٹھیں اور اپنی گود میں کھلے ہوئے چاند کو رسول اللہؐ کی آغوش میں دے دیا۔ رسول اللہؐ نے اشتیاق سے نومولود کے چاند چہرے کو دیکھا تو اپنا ہی جمال اس ماہ پارے میں منعکس ہوتا ہوا نظر آیا۔ حسنؑ نے بھی آنکھیں کھول کر جمال رسالتؐ کی زیارت کی ___ رسول اللہؐ نے ایک کان میں اذان اور دوسرے میں اقامت کہی۔ اپنی زبان چوسائی اور علیؑ و فاطمہؑ سے مخاطب ہوئے:

"شکر ہے اس پروردگار کا جس نے اپنے وعدے کو بطریق احسن ایفا کیا ہے ___ حمد ہے اس ربِ ذوالجلال کے لیے جس نے مجھے میری بیٹی کے ذریعے صاحبِ اولاد کیا ہے اور ابتر اور مقطوع النسل کا طعنہ دینے والوں کی زبان کس خوبی سے قطع کی ہے۔ یہ میری سچائی کی پہلی نشانی ہے ___ یہ سورۂ کوثر کی تفسیر ہے۔ اس کی نسل مجھ سے منسوب ہوگی جو قیامت تک باقی رہے گی اور ہمارے دشمن کا نام لینے والا بھی دنیا میں کوئی نہیں ہوگا ___ علیؑ! یہ تمہارا نہیں میرا بیٹا کہلائے گا۔"

"بسر و چشم یا رسول اللہؐ!" علیؑ نے مسرور لہجے میں کہا۔ "میری جان آپ پر فدا ہو ہم سب بھی تو آپ کے ہیں۔"

"بے شک تم مجھ سے ہو علیؑ!" رسول اللہؐ مشفق لہجے میں گویا ہوئے اور فاطمہؑ سے کہا ___ "یہ میرا بیٹا سید و سردار ہے۔ یہ میری ہیبت اور میرے خلق کا وارث ہوگا۔ یہ امن کا شہزادہ ہے۔ یہ صلح کا سفیر ہے ___ یہ بادشاہت کو ٹھوکر پر رکھے گا اور خود معتوب ہو کر امت کو خونریزی سے بچالے گا۔"

فاطمہؑ نے فخر و انبساط سے ننھے شہزادے کی طرف دیکھا ___ "بابا اسے آپ کا سایہ رحمت، آپ کی شفقت اور آپ کی تربیت و محبت ملے گی۔ میرے چاند جیسا

Marfat.com

روئے زمین پر اور کون ہو گا!"

"یا رسول اللہؐ! یہ آپ کا بیٹا ہے ـــ آپ اس کے لیے کوئی اچھا سا نام تجویز کیجیے۔" علیؑ نے مؤدب درخواست کی۔

"اس کا نام موسیٰ علیہ السلام کے وصی ہارونؑ کے بڑے صاحبزادے کے نام پر رکھا جائے گا۔ اس لیے کہ تمہیں بھی مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ ان کے صاحبزادے کا نام شبّر تھا ـــ اس کا حسنؑ ہو گا۔ دونوں ہم معنی ہیں۔ لوگ اسے شبّر کے نام سے بھی پکاریں گے" ـــ رسول اللہؐ نے نومولود کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

"بابا! میرے چاند کا نام اس کے جیسا ہی ہے۔" فاطمہؑ محبت سے بولیں۔

"دنیائے عرب میں اس سے قبل یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا۔" علیؑ نے مسکرا کر فاطمہؑ کو بتایا۔

"ہاں علیؑ! تم درست کہتے ہو ـــ جس طرح تم سے قبل کسی کا نام علی نہیں تھا اسی طرح میرے بیٹے حسنؑ سے پہلے کسی کا نام حسن نہیں ہے۔ یہ نام جبرئیل امینؑ نے مجھ تک پہنچایا ہے۔"

خوشی کی یہ خبر کچھ دیر میں سارے مدینہ میں گردش کرنے لگی۔ جس نے سنی وہ بیت الشرف کی طرف دوڑا۔ رسول اللہؐ کو مبارکباد کے ہدیے نذر کیے۔ پھر علیؑ کے درِ دولت پر دستک دی۔ انہیں تہنیت کے نذرانے پیش کیے۔ زنانِ مدینہ فاطمہؑ کے لعل کو دیکھنے کے لیے جوق در جوق آنے لگیں۔ ہر ایک خانوادۂ رسالتؐ کی اس پہلی خوشی میں دل و جان سے شریک ہو گیا۔ ابتر کا طعنہ دینے والوں کی زبانیں بند ہو گئیں، ان کے چہرے سیاہ پڑ گئے ـــ ساتویں روز رسول اللہؐ نے حسنؑ کا عقیقہ کیا اور ننھے شہزادے کو گود لیے کھلانے لگے۔

Marfat.com

باب (۲۴)

بدر کی شکست قریش کے سینے کا ناسور بن گئی تھی ـــــ وہ اپنے مقتولین کا بدلہ لینے کے لیے بیتاب تھے۔ اس پر انہیں نوحہ اور گریہ وزاری سے روک دیا گیا تھا۔ جس سے ان کے جذبات اندر ہی اندر کھول کر ان کے سینوں میں آگ لگانے لگے۔ یہ سکوت یہ سناٹا ایک شدید طوفان کا پیش خیمہ بن گیا۔

اس سال بھی قریش کا ایک بہت بڑا قافلۂ تجارت شام کی سمت روانہ ہوا اور خرید و فروخت کے بعد ایک بڑے منافع کے ساتھ کامیابی سے واپس آیا۔ قافلے کے واپس آنے کی اطلاع ملتے ہی قریش کے سرکردہ لوگ جن میں عبداللہ ابن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ اور کئی دوسرے تھے ـــــ سب ملکر ابوسفیان کے پاس آئے جو اسلام کے خلاف قریش کے محاذ کا سردار تھا۔ انہوں نے تمام قریش کی طرف سے یہ مطالبہ پیش کیا:

"اے ابوسفیان! لات و عزیٰ کی برکت سے اس سفرِ تجارت میں ہمارے

Marfat.com

اندازے سے زیادہ منافع حاصل ہوا ہے۔ ہم سب چاہتے ہیں کہ یہ زرِ منافع سب میں فرداً فرداً تقسیم کرنے کے بجائے مسلمانوں سے بدر کا بدلہ لینے کے لیے تیاریوں میں صرف کیا جائے تاکہ جلد ایک فیصلہ کن جنگ سے انہیں صفحہ ہستی سے مٹایا جاسکے۔ جنہوں نے ہمارے دلوں میں آگ روشن کردی ہے اور ہمارے سینوں کو داغوں سے بھر دیا ہے۔

"تم نے میرے دل کی بات کی ہے"۔۔۔ ابوسفیان نے خوش ہوکر کہا اور اپنے اندر کی ساری نفرت اپنے لفظوں میں بھرتے ہوئے بولا۔۔۔ "بھلا مجھ سے زیادہ ان سے جنگ کرنے کے لیے کون بیتاب ہوگا؟ میرے سینے پر تو میرے ایک بیٹے کے قتل کا داغ ہے لیکن میری زوجہ ہند کو اپنے بیٹے کے علاوہ باپ اور بھائی کا غم بھی کھائے جارہا ہے۔۔۔ ہم تو جلد سے جلد اس ادھار کو چکا دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ ہماری سانسوں میں گھلتی ہوئی گرم راکھ کو ٹھنڈک پڑے۔"

"تو کیا فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں شروع کردی جائیں؟" انھوں نے وحشت اور درندگی سے چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ سوال کیا۔

"یقیناً۔۔۔ تم میں سے ہر ایک اس جنگ کی تیاری میں جیسی خدمت بھی کرنا چاہتا ہے کرے۔۔۔ جو بھی تجویز پیش کرنا چاہتا ہے کرے۔ عمرو جمحی اور مسافحی جیسے شعلہ بیان شاعروں کو دوسرے قبائل کی طرف روانہ کرو تاکہ ہمارے لیے زیادہ سے زیادہ حمایت حاصل کرسکیں۔۔۔ اس مرتبہ عورتیں بھی ہمارے ساتھ چلیں گی تاکہ مردوں کی غیرت کی مہاریں تھامے رکھیں اور انہیں فرار ہونے سے باز رکھیں۔"

یہ سنتے ہی قریش میں ایک نیا جوش و ولولہ دوڑ گیا۔ مکے کے ہر گھر سے ہتھیاروں کی جھنکار اور جنگی نعروں کی صدائیں سنائی دینے لگیں۔۔۔ شعراء اپنے لفظوں کی آگ لے کر دُور دُور تک نکل گئے اور عوام الناس کے سینوں میں جلتی ہوئی آگ کو اور بھڑکانے لگے۔

Marfat.com

چند ماہ کی مہیم تیاریوں کے بعد تین ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں کے ساتھ قریش کا لشکر پوری شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوا تو اس کے ہمراہ قریش کی اونچے گھرانوں کی عورتیں بھی ایک دستے کی صورت میں رجز خوانی کرتیں اور جنگی ترانے گاتیں چل رہی تھیں۔ ان میں ابوسفیان کی زوجہ ہند پیش پیش تھی ۔۔۔ اس کے علاوہ خالد بن ولید کی بہن فاطمہ، ابوجہل کی بیوہ ام حکیم، عمر بن العاص کی زوجہ ریطہ اور اسی قبیل کی دوسری عورتیں بھی شامل تھیں۔

ہند کے جوش انتقام کا یہ عالم تھا کہ وہ کسی طرف سے بھی غافل نہیں تھی۔ وہ ہر قیمت پر بدر میں مارے جانے والے عزیزوں کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔ اس نے جبیر بن معطم کے حبشی غلام وحشی کو بلایا جو حبش والوں کے مخصوص ہتھیار "حربہ" پھینکنے میں ماہر سمجھا جاتا تھا ۔۔۔ یہ ہتھیار دور سے پھینکا جاتا تھا اور اگر نشانہ درست بیٹھتا تو اپنا کام کر جاتا۔ اس ہتھیار کو منتخب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ہند جانتی تھی کہ علیؓ اور حمزہؓ جیسے شجاعت پیشہ شیروں پر دست بہ دست جنگ کر کے قابو پانا آسان نہیں ہوگا۔ لیکن چھپ کر وار کیا جائے تو ان کی بے خبری ہی ان کی قاتل ثابت ہو سکتی ہے۔

وحشی آیا تو ہند نے مکاری سے سوال کیا ۔۔۔ "کیوں وحشی کیا تم آزادی جیسی نعمت کے خواہاں ہو؟"

وحشی کی باچھیں کھل گئیں ۔۔۔ "کیوں نہیں مالکہ! ۔۔۔ بھلا وہ کونسا انسان ہے جو آزادی کو پسند نہیں کرتا۔"

"تو پھر تمہارے لیے خوشخبری ہے کہ عروسِ آزادی احد کے میدان میں تمہاری منتظر ہے کہ تم سے بغلگیر ہو!" ہند نے شاطرانہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کے شوق کو ابھارا۔

"کیا آپ سچ کہہ رہی ہیں؟" اس کی بے یقینی سوال بن گئی۔

"ہاں یہ سچ ہو سکتا ہے! ــــ اگر تم ہمت سے کام لو اور محمدؐ کے چچا حمزہؓ اور ان کے داماد علیؑ کو چھپ کر اپنی حربہ اندازی سے ٹھکانے لگا دو۔ اگر تم نے یہ کام کر دیا تو قریش میں تمہاری عزت ہو گی۔ کیونکہ ان دونوں کی تلواروں نے قوم قریش کو زخم زخم کر دیا ہے۔ اگر ان کے ہاتھ مسلمانوں کے ساتھ شامل نہ ہوتے تو فیصلہ بدر کے میدان میں ہی ہو جاتا" ــــ ہند نے معاملے کی اونچ نیچ سمجھائی۔

"آپ فکر نہ کریں ــــ آپ کی یہ آرزو میں نے اپنے دل پر لکھ لی اور اب تو یہ میری بھی آرزو بن گئی ہے کہ اس کے ساتھ میری آزادی مشروط ہے۔ میں اس کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دوں گا" ــــ وحشی نے چمکتی ہوئی قاتل آنکھوں کے ساتھ اقرار کیا اور حربہ اندازی کی مشقیں کرنے لگا تاکہ نشانہ بازی میں اپنی مہارت کو اور بڑھا سکے۔

طبلِ جنگ کے بجائے دف پر چوٹ پڑتی تھی اور نعرہ ہائے جنگ کے بجائے ابوسفیان کی زوجہ ہند آوازا اٹھاتی تھی اور اس کی ساتھی عورتیں اس کی آواز میں آواز ملاتی تھیں:

> "ہماری طرف دیکھو ــــ ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں۔ ہم نے قالینوں پر قدم رکھے اور ناز و نعمت میں پرورش پائی ہے۔ اگر تم بڑھ بڑھ کر حملے کرو گے تو تمہارے لیے وصال کی شیریں شراب ہے۔ اگر قدم پیچھے ہٹایا تو پھر جدائی اور فراق ہے ــــ ایسی جدائی اور فراق جس میں مہر و محبت کا شائبہ بھی نہیں ہو گا"

ان زبردست تیاریوں اور لشکر کثیر کی خبر پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔ جلد ہی یہ اطلاع رسول اللہؐ تک بھی پہنچی اور معلوم ہوا کہ قریش کا لشکر مدینے کے قریب مقام 'عریض' پر پہنچ چکا ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ نے بھی اپنی مدافعت کے لیے جوابی حملے کی تیاریاں کرنے کا حکم دیا۔ مدینے سے باہر نکل کر لڑنے کا فیصلہ ہوا ــــ شوقِ جہاد نے ایک ہزار مسلمانوں کے سینے گرمائے اور وہ ہتھیار سنبھال سنبھال کر رسول اللہؐ کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے جمع ہو گئے۔ یہ شوال کی ابتدائی دہائی تھی اور ۳ھ کا زمانہ ــــ صرف سو مجاہدین کے پاس زرہیں تھیں اور سواری کے لیے محض چند گھوڑے تھے۔

رسول اللہؐ نے اپنے مجاہدوں کے جوشِ شجاعت سے دمکتے ہوئے چہروں پر نگاہ کی تو دیکھا کہ بدر کی طرح آج بھی بہت سے کم سن بچے ساتھ چلنے کو تیار ہیں۔ موسمِ بہار کے ان تر و تازہ پھولوں کو جنگ کی بھٹی میں جھونک دینا رحمتِ دو عالم کا مقصد نہیں تھا ــــ دین اسلام کی بنیادیں آنے والی نسلوں کے لیے استوار کی جارہی تھیں۔ ان کی صورت میں اسلام کو اپنا مستقبل محفوظ رکھنا تھا۔ اسی لیے رسول اللہؐ صفوں کا معائنہ کرتے ہوئے جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے ــــ زید بن ثابت، ابو سعید خدری، عبداللہ ابن عمیر، اسیر بن ظہیر، برار بن عازب، عرابہ بن اوس جیسے کم سن بچوں کو شفقت اور نرمی کے ساتھ، ان کے جذبۂ جہاد کو داد دیتے ہوئے صفوں سے علٰحدہ کرتے گئے ــــ لیکن جب کم سن رافع بن خدیج کے قریب پہنچے تو اس نے سینہ پھیلایا اور پنجوں کے بل تن کر کھڑا ہو گیا تاکہ اپنے برابر کھڑے ہوئے بڑوں کے برابر نظر آکر اپنی کم سنی کی تلافی کر سکے۔

رسول اللہؐ کو ننھے مجاہد کے ذوق و شوق پہ پیار سا آگیا۔ مسکرا کر بولے ــــ

"گو تم کمسن ہو۔ مگر تمہارا جذبہ جوان ہے اور یہی جذبہ تمہیں جوانوں کے برابر لے آتا ہے۔ تم ہمارے ساتھ جہاد میں شریک ہو گے۔"

رافع خوشی سے اچھل پڑا ــــ جس نے سنا اس کی قسمت پر رشک کرنے لگا۔ اسے اجازت مل جانے کی خبر پل بھر میں سارے لشکر میں پھیل گئی۔ اسکے ہم سنوں

Marfat.com

کو بھی علم ہوا تو سمرہ بن جندب بیقرار ہو گیا۔ اس نے اپنے سرپرستوں کو مجبور کیا کہ اسے رسول اللہ ؐ کی خدمت میں لے چلیں۔ اس کے بار بار ضد کرنے پر اس کے سرپرست اسے ہمراہ لیے ہوئے رسول اللہ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے — اذنِ باریابی ملا تو سمرہ نے دست بستہ عرض کی:

"یا رسول اللہ ؐ! یہ چھوٹا منہ اور بڑی بات ضرور ہے — لیکن آپ کی شفقت اور محبت نے مجھے یہ جرأت عطا کی ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ نے رافع کو اذن جہاد دیدیا ہے۔ میں بھی اس کا ہم عمر ہوں اور اسے کشتی میں پچھاڑ لیتا ہوں اور اس لیے میرا بھی حق بنتا ہے کہ جنگ میں شریک ہوں۔"

رسول اللہ ؐ اس کے طفلانہ استدلال پر مسکرائے اور مسلمان بچوں میں شوقِ جہاد کو فروغ دینے کی خاطر محبت سے بولے — "اچھا سمرہ! اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو اسے ثابت کر کے دکھاؤ۔ تمہیں بھی اذن جہاد دیدیا جائے گا۔"

سمرہؓ جوش اور جذبے سے اچھل پڑے — رافع نے بھی لنگر لنگوٹ کس لیے۔ ارد گرد دوسرے مسلمان بھی اس دلچسپ مقابلے کو دیکھنے کے لیے اکٹھے ہو گئے۔ دونوں بچے بڑھ چڑھ کر اپنی قوت اور داؤ آزمانے لگے — لیکن سمرہؓ رافع پر بھاری پڑا۔ اس نے تھوڑی سی جدوجہد کے بعد رافع کی پشت لگا دی اور نعرے مارتا ہوا رسول اللہ ؐ کے قدموں میں آیا۔ رسول اللہ ؐ نے اس کی پشت تھپتھپائی اور شفقت سے بولے — "سمرہؓ! تم اطمینان رکھو۔ تم جہاد میں ہمارے ساتھ شریک ہو گے۔"

رسول اللہ ؐ نے کوچ کی تیاریاں کرنے کا حکم دیا اور خود اس دروازے پر آئے جہاں سفر پر روانہ ہوتے وقت سب سے آخر میں رخصت کے لیے آتے تھے اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے اسی دہلیز پر قدم رکھتے تھے۔ جہاں پردے کے پیچھے محبوب بیٹی کی منتظر نظریں ان کی راہ تک رہی ہوتیں۔

رسول اللہؐ خانۂ فاطمہؑ پر پہنچے تو علیؑ جہاد کی تیاریوں میں مصروف تھے ــــ

"فاطمہؑ! میری تلوار لے کر آؤ تاکہ میں ان کی جانب پیش قدمی کروں جو سمندر کی موجوں کی طرح جھپٹ جھپٹ کر ہمارے محبوب رسولؐ میرے بھائی اور تمہارے والد گرامی کے خلاف نبرد آزما ہوتے والے ہیں۔ جب تک میری جان میں جان ہے میں جہاد کروں گا۔ یہاں تک کہ دین اسلام غالب آجائے یا میری گردن سے خون کے دھارے بہہ نکلیں۔"

فاطمہؑ نے مطمئن دل اور کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ علیؑ کی تلوار انھیں دی۔ اسی وقت دروازے پر رسول اللہؐ کی آواز اور پہچانی ہوئی محبوب آہٹ سنائی دی۔ فاطمہؑ نے شوق و مسرت سے دروازے پر سے پردہ ہٹایا اور ننھے حسنؑ کو گود میں لیکر آگے بڑھیں ـــ "باباجان! خدا کا شکر ہے کہ میرا مجاہد شوہر بھی آپ کے ہمراہ ہوگا۔ اللہ میرے ننھے کو بھی جلد اس قابل کرے کہ وہ اسلام کی نصرت میں آپ کے ساتھ ساتھ ہو۔"

رسول اللہؐ نے محبت سے فاطمہؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا ــ ننھے حسنؑ کو پیار کیا اور الوداعی کلمات کہتے ہوئے علیؑ کے ہمراہ ـــ فاطمہؑ کی دعاؤں کے سائے میں رخصت ہو گئے ◻

باب (۲۵)

مدینہ منورہ کے شمالی جانب قریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی "اُحد" نامی تھی۔ مشرکین کی فوجیں اسی جانب پیش قدمی کر رہی تھیں۔ اسی لیے مسلمانوں کی فوجیں بھی اُحد کے دامن کی طرف روانہ ہوئیں ــــ لیکن اچانک ایک شور ہوا اور ہزار کے لشکر میں سے کچھ صفیں ٹوٹ کر ایک جانب جمع ہونے لگیں۔ باقی صفوں نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا ــــ ایک نے دوسرے سے کہا اور دوسرے نے تیسرے سے ــــ بات ہوتے ہوتے صفوں میں پھیلتی ہوئی سالارِ لشکر تک پہنچی ــــ پیش قدمی روک دی گئی اور ٹوٹ جانے والوں سے علٰحدگی کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے عبداللہ ابن ابی کی جانب اشارہ کیا کہ وہی ان کا سربراہ ہے۔ وہ ان کے ترغیب دینے پر لشکر اسلامی چھوڑ چلے ہیں۔

عبداللہ آگے بڑھا اور اپنی منافقت کو اس عذر میں پوشیدہ کرنے کی کوشش کرتا ہوا بولا ــــ "آپ کے لیے بہتر تھا کہ مدینے میں رہ کر اپنا دفاع کرتے۔ ہم نے

Marfat.com

ہمیشہ یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور کامیاب رہے ہیں ۔۔۔ آپ نے کم عمر لوگوں کی بات مان لی اور ہماری رائے کی وقعت کو گرا دیا۔ میں اپنے آدمیوں کو کثیر لشکر کے مقابلے میں بھیج کر موت کا نوالہ نہیں بنا سکتا۔"

"تو پھر تم کیا چاہتے ہو؟" ۔۔۔ دلوں کا حال جاننے والے رسول اللہؐ نے اس کی منافقت کو شناخت کر کے اسے اپنی رائے ایک مرتبہ پھر ظاہر کرنے کا موقع دیا۔

"میں کھلے میدان میں لڑنے کے لیے تیار نہیں ۔ اس لیے میں اپنے آدمیوں کے ساتھ مدینے کی طرف واپس جانا چاہتا ہوں"۔۔۔ عبداللہ نے ڈھٹائی سے کہا اور اپنے تین سو ہم خیالوں کو لیکر مدینے کی طرف لوٹ گیا۔

اپنے ہی لوگوں کی غداری سے مسلمان دل گرفتہ ہوئے۔ جن کے ایمان پختگی کے درجے پر نہیں تھے، وہ تعداد کے کم ہو جانے پر پریشان ہو گئے ۔۔۔ کچھ کے دل میں تردد جاگا۔ لیکن نیتوں کا حال جاننے والے سالار کو کسی کی پروا نہیں تھی۔ انہیں تعداد یا ہتھیار یا مخلوق پر بھروسہ ہی کب تھا۔ وہاں تو خالق سے رابطے استوار تھے اور حکم خدا کے سامنے کسی بندے کی کیا اہمیت تھی ۔۔۔ انھوں نے پیش قدمی کا حکم دیا اور ایک ہزار کا لشکر جو غداری کی زد میں آکر سات سو رہ گیا تھا۔ تیرہ یا چودہ شوال کو اُحد کے میدان میں وارد ہوا۔

۱۵ شوال کو دونوں جانب صف بندی کا آغاز ہوا ۔۔۔ رسول اللہؐ نے ترتیب لشکر میں اُحد پہاڑ کو پشت پر رکھا تاکہ اس طرف سے حملے کا خطرہ نہ ہو لیکن وہاں ایک پہاڑی درہ بھی تھا جس کے ذریعے عقب سے وار ہو سکتا تھا۔ وہاں پچاس ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ اس تاکید کے ساتھ مقرر کیا گیا کہ حالات خواہ کیسا بھی رخ اختیار کریں ۔۔۔ وہ کسی حالت میں بھی اپنی جگہ نہیں چھوڑیں گے۔ ان

Marfat.com

کی قیادت عبداللہ ابن جبیرؓ کے سپرد کی گئی۔ اس کے بعد بدر کے فاتح علیؑ کو پکارا گیا۔ علیؑ شجاعوں کی شان سے آگے بڑھے تو انھیں مہاجرین کا علم عطا ہوا۔ انصار کا علمبردار سعد ابن عبادہؓ کو منتخب کیا گیا۔

مشرکین کی تیاریاں بھی اپنے عروج پر تھیں۔ میمنہ کا افسر خالد بن ولید، میسرہ کا سپہ سالار عکرمہ بن ابوجہل اور سواروں کا قائد صفوان ابن امیہؓ کو مقرر کیا گیا۔ طلحہ علمبردار تھا اور ابوسفیان جو اس کثیر لشکر کا سربراہ تھا ــــ اپنے دونوں ہاتھوں میں اپنے ہی تراشیدہ خداؤں لات اور عزیٰ کو اٹھائے ہوئے تھا تاکہ ان کی پرستش کرنیوالے انہیں سامنے موجود پاکر ان کی حفاظت میں اپنی جانیں بھی لڑا دیں۔

رسول اللہؐ کا قلبِ اطہر اپنے معبودِ حقیقی سے ہمکلام تھا اور ان کی نگاہیں دشمن کے لشکر پر لگی ہوئی تھیں۔ تیروں کی بوچھاڑ سے جنگ کا آغاز ہوا اور اس کے ساتھ ہی مشرکین کا علمبردار طلحہ بن عثمان صفوں سے باہر نکلا۔ چمکتی ہوئی تلوار لہرائی اور اپنی شجاعت کے زعم میں پرغرور لہجے سے زہر آلود الفاظ مسلمانوں کی صفوں کی جانب اچھالنے لگا۔

"اے اصحابِ محمدؐ! تمہارا گمان ہے کہ تمہاری تلواروں سے قتل ہونیوالا جہنم میں اور ہماری تلواروں سے قتل ہونے والا جنت میں جائے گا تو پھر آؤ ــــ کس کس کو جنت میں جانے کا اشتیاق ہے!"

ابھی اس کے بدنما لفظ اس کے منہ میں ہی تھے کہ نوجوان علیؑ "تلوار لہراتے ہوئے اس کے سر پر موجود تھے اور شکوہ ہاشمی سے چھلکتے ہوئے لفظ علیؑ کی پرہیبت آواز میں چاروں طرف گونج رہے تھے:

"میں ہوں شیرِ نر گوشۂ چشم سے دیکھنے والا
جب شدید جنگ میں سانس پھولنے لگتی ہے

Marfat.com

میں اس وقت بھی شدید اور جان لیوا وار سے مرعوب نہیں ہوتا
قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے
میں اس وقت تک تجھ سے الگ نہیں ہوگا
جب تک تجھے جہنم رسید نہیں کروں گا۔"

لفظوں کے اس دعوے کو تلوار کے اس وار نے ثابت کر دیا جو طلحہ کے آہنی خود کو چیرتا ہوا کاسۂ سر تک اتر گیا۔۔۔ طلحہ سنبھل نہ سکا اور زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اسد کردگار نے تلوار اٹھائی، لیکن وار نہیں کیا اور اپنی صفوں کی طرف پلٹ آئے۔

مشرکین کے گرتے ہوئے علم کو دیکھ کر مسلمانوں نے تکبیر بلند کی اور ان میں سے کسی نے علیؑ سے پوچھا۔۔۔ کہ انہوں نے طلحہ پر دوسرا وار کرنے سے تلوار کو کیوں روک لیا تھا؟

"پہلا وار ہی اس پر مہلک پڑا ہے، وہ جانبر نہیں ہو سکے گا" علی نے جواب دیا۔ "ہاں، جب وہ گرا تو برہنہ ہو گیا اور مجھے قسم دینے لگا کہ اسے چھوڑ دوں۔ پس مجھے حیا مانع ہوئی کہ اس پر دوسری نگاہ ڈالوں۔ اس لیے میں نے وار نہیں کیا۔"

طلحہ کے ہاتھوں سے گرا ہوا علم اس کے بھائی عثمان نے بڑھ کر تھاما اور جوش انتقام میں چلایا۔۔۔ "علمبردار کا فرض ہے کہ نیزے کو خون سے رنگین کر دے یا ٹکرا کر توڑ ڈالے۔"

اس کے جواب میں مرد میدان حمزہؓ کا شجاعت آمیز رجز گونجا:
"میں ہوں حمزہؓ! ساقیٔ حجاج کا فرزند!"

تلوار اس کے شانے پر پڑی جو کمر تک اتر گئی۔۔۔ اگلے ہی لمحے عثمان اور علم دونوں زمین پر تھے۔

اب علم ابوسعید اور رطاس نے باری باری اٹھایا۔ لیکن علیؑ اور حمزہؓ نے

Marfat.com

علم کو پھر سرنگوں کر دیا۔ جس پر عام جنگ چھڑ گئی۔

رسول اللہؐ نے اپنی ایک تلوار ابودجانہؓ کو عطا کی۔ وہ فخر و انبساط میں ڈوبے ہوئے کشتوں کے پشتے لگاتے دشمن کی آخری صفوں تک نکل گئے ــــ علیؑ اور حمزہؓ کی تلواریں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں۔ جس طرف بھی نکل جاتیں میدان جنگ میں مشرکین کے خون سے اپنی شجاعت کی داستانیں رقم کرتی چلی جاتیں۔

مقداد بن اسودؓ اور زبیر ابن العوام بھی علیؑ اور حمزہؓ کی کمک بنے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ میدانِ جنگ میں قیامت کا سماں برپا ہو گیا ــــ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں بڑھ بڑھ کر حملے کرنے والے پیچھے ہٹتے ہوئے اپنی جانیں بچانے کی فکر کرنے لگے ــــ جنگی ترانے گانے اور دف بجانے والی حسینائیں اپنے منہ پیٹنے اور بین کرنے لگیں تو ابوسفیان نے بلند آواز میں پکارنا شروع کیا:

"اے اوس، اے خزرج والو! ہمیں تمہارے ساتھ کوئی دشمنی نہیں۔ تم ہمارے درمیان سے ہٹ جاؤ تو ہم اپنے اہل وطن سے خود نپٹ لیں گے۔"

اس کی اس جنگی چال کا جواب تلواروں کی جھنکار اور طعن آمیز رجز خوانی سے ملا تو اس نے ابوعامر کو بھیجا جو ہجرت رسولؐ سے پہلے اپنے زہد اور تارک الدنیا ہو جانے کے باعث راہب کہلاتا تھا اور مختلف قبیلے خصوصاً اوس اُس کی بہت عزت کرتے تھے ــــ رسول اللہؐ کو مرکزیت حاصل ہوتی دیکھ کر وہ مکہ چلا گیا اور مشرکین کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ وہ اپنی پارسائی کے گھمنڈ میں صفوں کے درمیان آیا اور سابقہ تعلقات کے پیش نظر اوس والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

"اے اوس والو! میری بات سنو ــــ میں ہوں ابوعامر! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟"

"ہاں اے فاسق! ہم تجھے اچھی طرح پہچانتے ہیں ــــ تُو ہمیں بہکاتا ہے۔ تجھ پر خدا کی مار ہو" ــــ اس کے سوال کا جواب آیا۔

Marfat.com

جن پر اسے گھمنڈ تھا' انہوں نے ہی اس کے منہ پر تھوک دیا۔ وہ بری طرح جھنجھلا گیا اور مشتعل ہو کر تلوار لیکر مقابلے پر اتر آیا۔ بالآخر جہنم رسید ہوا۔

یہ آخری اُمید بھی ٹوٹ گئی تو مشرکین کو اپنی جانیں بچانے کی فکر ہوئی۔ جس طرف جس کا منہ اٹھا وہ بھاگ کھڑا ہوا ــــ جنگ میں سستی کرنے والے کمزور ایمان مسلمان حرص و طمع کے لبادے اوڑھ کر مال غنیمت لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ درے پر متعین تیر اندازوں کے دستے پر بھی لالچ نے کمند پھینکی ــــ جہالت کی عادت نے ان کے اندر سر ابھارا ــــ اس خیال نے انہیں بیقرار کر دیا کہ اگر وہ یہیں کھڑے رہے تو ان کے حصے میں کچھ بھی نہیں آئے گا۔ عبداللہ ابن جبیرؓ انہیں روکتے رہے لیکن ان کے اندر کے ابلیس نے عبداللہؓ کی ایک نہ سنی اور ایک ایک کر کے وہ درہ چھوڑ کر مالِ غنیمت پر گرتے گئے۔ یہاں تک کہ عبداللہؓ کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے۔

مشرکین کے سپہ سالار ــــ خالد ابن ولید پسپا ہوتے ہوئے مکے کی سمت دوڑتا جا رہا تھا کہ اس کی نگاہ پہاڑی درے پر پڑی۔ وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ درہ تیر اندازوں کے دستے سے تقریباً خالی ہو چکا تھا۔ جتنے لوگ وہاں موجود تھے وہ دفاع کے لیے کافی نہیں تھے اور مال غنیمت سمیٹتے ہوئے مسلمان گرد و پیش سے بے خبر ہو چکے تھے۔ اس نے عجلت میں مشرکین کا ایک دستہ جمع کر کے پوری قوت کے ساتھ عقب سے حملہ کر دیا ــــ عبداللہؓ اور ان کے باقیماندہ ساتھیوں نے دفاع کرنے کی پوری کوشش کی لیکن کثیر تعداد کے سامنے ان کی مدافعت کمزور پڑتی چلی گئی اور ان کا خون اسی جگہ پر بہہ گیا' جہاں رسول اللہ ﷺ نے انہیں جمے رہنے کی تاکید کی تھی۔

خالد کے حوصلے اور بڑھے ــــ تیر اندازوں کو روندتا ہوا وہ پیش قدمی کرتا مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ اس کے دوسرے ساتھی بھی اس کی مدد کو دوڑے اور مالِ دنیا

Marfat.com

کے طلب گار اپنے ہتھیاروں سے غافل مسلمانوں کو اس وقت ہوش آیا جب وہ چاروں طرف سے گھر چکے تھے ــــ اس اچانک افتاد نے ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب کر لیں ان کے حوصلے پست ہو گئے، چھوڑے ہوئے ہتھیاروں کو سنبھالنے کے بجائے وہ اپنی جانوں کی فکر کرنے لگے اور جس کا منہ جس طرف اٹھا وہ اسی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

صرف چند مجاہدین، جو پہلی جنگ کے بعد ابھی اپنی سانس بھی بحال نہیں کر پائے تھے ــــ جس مقام پر تھے وہیں تلوار اٹھا کر مصروفِ پیکار ہو گئے ــــ کہیں علیؑ صفوں کو الٹ رہے تھے ــــ کہیں حمزہؓ ــــ اور کہیں ابو دجانہؓ، مقدادؓ، زبیرؓ اور مصعبؓ بن عمیر وغیرہ مصروف جنگ ہو گئے۔ لیکن افراتفری اس قدر تھی کہ کسی کو کسی کی خبر نہیں رہی۔ ہر ایک اپنے تئیں جنگ کا پانسہ پلٹ دینے میں جان کی بازی لگا رہا تھا۔ ہاتھوں سے جاتی ہوئی فتح کو مشرکین سے چھین لینے کے درپے تھے۔ لیکن ساتھ دینے والے بہت کم تھے اور مشرکین کے حوصلے بڑھتے چلے جاتے تھے۔

علیؑ نے ان کے حوصلوں کو توڑنے کے لیے ایک جنگی حکمتِ عملی اپنائی۔ انہوں نے حمزہؓ کو بھی اس منصوبے میں شریک کیا اور علمبرداروں پر ٹوٹ پڑے تاکہ علم سرنگوں ہو جانے سے کفار کی فوج کے حوصلے بھی سرنگوں ہو جائیں ــــ علیؑ ایک علمبردار پر ضرب لگاتے تھے تو دوسرا گرتے ہوئے علم کو تھام لیتا تھا اور باقی لوگ دفاع کرنے کے لیے اس کی طرف دوڑ پڑتے ــــ شیر خدا علمبردار سے دست بدست جنگ بھی کرتے اور اس کے بچاؤ کے لیے گھیرا ڈالنے والوں کو بھی منتشر کرتے ــــ حمزہؓ برابر اس مہم میں علیؑ کا ساتھ دیتے رہے اور علمبردار یکے بعد دیگرے گرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک عورت عمرہ بنت علقمہ نے علم سنبھال لیا۔

حمزہؓ جس طرف بھی شمشیر براں تولتے ہوئے بڑھتے وحشی اپنے وحشی ارادوں

Marfat.com

کے ساتھ پوشیدہ طور پر ان کے ساتھ سائے کی طرح لگا ہوا تھا۔ لیکن سامنے آنے کی جرأت نہیں تھی۔ حمزہؓ، سباع ابن العزیٰ سے مقابلہ کرتے ہوئے دور نکل گئے تو انہیں تنہا پاکر وحشی کو موقع مل گیا۔ اس نے جھاڑی کی اوٹ لے کر اپنا مخصوص ہتھیار حربہ تاک کر مارا، جو حمزہؓ کے فراخ سینے کے آرپار ہوتا ہوا شکم کو چاک کر گیا ــــ شیرِ شجاعت پیشہ نے اُف تک نہیں کی اور زخموں کی شدت کی پروا کیے بغیر غضبناک ہو کر وحشی کی طرف بڑھے ــــ لیکن زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے ضعف نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کرنے کی مہلت دی اور تیورا کر خاک پر آرہے۔ اس کے باوجود رعب شجاعت ایسا تھا کہ کسی کو قریب آنے کی ہمت نہیں تھی۔ وحشی بھی دُور کھڑا حمزہؓ کے آخری شجاع لمحوں کا مشاہدہ کرتا رہا۔ جب جسم سے روح کی مفارقت ہوئی تو خوشی اور مسرت میں جھومتا ہوا ہندہ کے پاس پہنچا جو شکست کو فتح میں بدلتے دیکھ کر خوشی سے دیوانی ہوئی جاتی تھی۔

وحشی دُور ہی سے چلّایا ــــ "مالکہ! میں آپ کے لیے ایک ایسی خبر لایا ہوں جو اس فتح کی مسرتوں کو بڑھا دیگی۔ آج مسلمانوں کی صفوں سے نوحے سنائی دینگے۔"

"ارے! تو کیا تو نے اپنا وعدہ پورا کر دیا؟" ہندہ نے بیقراری سے پوچھا۔

"ہاں مالکہ! میں حمزہؓ جیسے شیر کو ان ہاتھوں سے خاک و خون میں غلطیدہ کر کے آیا ہوں" ــــ اس نے اپنے دونوں گناہ گار ہاتھ ہندہ کے سامنے پھیلاتے ہوئے کہا۔

"اور علیؓ!" ہندہ کی بیتابی بڑھ گئی۔

"وہ سیماب صفت نوجوان کسی ایک جگہ ٹھہرے تو اس پر وار کیا جائے۔ وہ تو کوندتی ہوئی بجلی ہے، جو کبھی یہاں ہوتا ہے اور کبھی وہاں" ــــ افسوس کہ میں اسے نشانہ نہیں بنا سکا۔" وحشی نے افسردگی سے اپنی ناکامی کا اعتراف کیا۔

Marfat.com

"لات و عزیٰ کی کیسی مہربانیاں ہیں"___ ہندہ نے جھوم کر کہا___ "شکست فتح سے بدل گئی ہے اور ہمارے عظیم دشمن سے صفحۂ ہستی پاک ہو گیا ہے___ جاؤ اے وحشی! تمہیں آزادی اور یہ اعزاز مبارک ہو کہ تم حمزہؓ جیسے بہادر کے قاتل ہو۔" ہندہ نے وحشی کو آزادی کا مژدہ سنایا اور اپنی ساتھی عورتوں سے بولی:

"آؤ___ حمزہؓ کی لاش پر چل کر اپنی فتح کا جشن منائیں اور اپنے دلوں میں بھڑکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کریں۔"

وہ آنکھوں میں وحشت و حیوانیت لیے ہوئے حمزہؓ کی لاش پر آئی۔ شقاوت اور درندگی سے ان کا پیٹ چاک کیا اور کسی خونخوار چڑیل کی طرح ان کا جگر نکال کر چبانے لگی۔ لیکن وہ حلق میں اٹک کر رہ گیا___ اس نے اپنی سی کوشش کی۔ لیکن مجبوراً تھوک دینا پڑا۔ مگر اس کی اس خونخواری نے اس کا لقب ہمیشہ کے لیے جگر خوارہ رکھ دیا۔ اپنے اس وحشی ارادے میں ناکام ہو کر اس نے اپنی حیوانیت کی تسکین کے لیے اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ مل کر کچھ مسلمانوں کے ناک، کان اور مختلف اعضاء کاٹے اور ان کے ہار اور گلو بند بنا کر پہنے اور دوڑ کر ایک اونچی گھاٹی پر چڑھ کر وحشت و بربریت کا ننگا ناچ ناچتے ہوئے گانے لگی۔

اس طرف حمزہؓ پر قیامت ٹوٹی تھی تو دوسری جانب رسول اللہؐ دشمنوں کے نرغے میں تھے۔ مشرکین چاروں طرف سے حملہ آور ہو رہے تھے۔ رسول اللہؐ جاں نثاروں کو پکارتے تھے۔ لیکن اس مشکل لمحے میں جان اتنی عزیز ہو گئی تھی کہ کوئی محبوب کی اس صدا پر کان نہیں دھرتا تھا___ جس کا منہ جس طرف اٹھتا بھاگا چلا جاتا تھا۔ جاں نثاری کا دعویٰ کرنیوالے اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے۔

اسی بھگدڑ میں مسلمان ایک دوسرے پر وار کرنے لگے___ اسعد بن حفیر اور ابو لبرزہ اسی غلط فہمی میں زخمی ہوتے اور حذیفہؓ کے والد یمانؓ قتل ہو گئے۔

Marfat.com

اسی بھگدڑ کو قرآن پاک نے بھی مذمت کے انداز میں دہرایا کہ ــــ "یاد کرو اس وقت کو جب رسول اللہؐ تم کو پکارتے تھے اور تم پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔"

رسول اللہؐ کے قلب اطہر پر اس بزدلی اور نامردی نے چرکے لگائے ــــ شدت غضب سے روشن پیشانی پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح گرنے لگے۔ ایسے میں ابودجانہ انصاریؓ بے قرار ہو کر آگے بڑھے اور خود کو رسول اللہؐ پر گرا دیا ــــ اب جو وار ہوتا تھا اسے ابودجانہؓ اپنے جسم پر لیتے تھے ــــ جس طرف سے تیر آتا تھا ابودجانہؓ اپنے جسم کی ڈھال اسی جانب پھیر دیتے تھے۔ رسول اللہؐ اس جاں سپاری اور جرأت مندی پر کلمات خیر کہتے تھے ــــ زیدؓ بن مسکن، مصعب بن عمیرؓ، سعد بن حارثؓ اور حنظلہ دشمنوں کو دُور دھکیلنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ لیکن چند گوشت پوست کے انسان آہنی تلواروں، خونخوار نیزوں اور زہر آلود تیروں کے مقابل کہاں ٹھہر سکتے تھے۔ ایک ایک کر کے شمع رسالتؐ پر پروانہ وار نثار ہوتے رہے ــــ حمزہؓ شہید ہو چکے تھے اور علیؓ بری طرح دشمنوں میں گھرے ان کے علموں کو سرنگوں کرنے کی کوشش میں مصروف تھے کہ ام عمارہؓ جو زخمیوں کو پانی پلانے کے لیے ہمراہ آئی تھیں، رسول اللہؐ کے سامنے جا کھڑی ہوئیں اور ان پر کیے جانے والے حملوں کو اپنے جسم پر لینے لگیں ــــ رسول اللہؐ ایک نشیبی جگہ پر سے دشمنوں کو ایک نیزے سے دفع کر رہے تھے لیکن چہرے پر زخم آ جانے سے نور میں ڈھلا ہوا پیکر گلرنگ ہو گیا تھا۔ دشمنوں کی یلغار تھی کہ کم ہونے میں نہیں آتی تھی ــــ کوئی پتھر مارتا تھا ــــ کوئی نیزہ لے کر حملہ آور ہوتا تھا جس سے چاند سی پیشانی پر زخموں کا گلزار کھلا اور دہن مبارک پر بھی ضرب آئی ــــ مسلسل مقابلے، زخموں کی شدت اور ساتھیوں کے فرار نے رسول اللہؐ کو نڈھال کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ نشیب میں بیٹھ گئے۔

اچانک چاروں طرف سے ایک غلغلہ بلند ہوا ــــ "محمدؐ قتل ہو گئے!"

"رسول اللہؐ مار دیے گئے! حضورؐ کام آگئے"—— یہ آوازیں اس طرح بلند ہوئیں کہ ہر طرف ایک کہرام سا مچ گیا۔ جس کے کان میں یہ صدا پڑی اس کا حوصلہ ٹوٹ گیا—— جس کے ایمان میں کمزوری کے آثار تھے یا جو شخص رسول اللہؐ کا اقتدار دیکھ کر ان کے ساتھ ہو گیا تھا—— وہ اپنی جان کی فکر کرنے لگا—— سسکتے ہوئے زخمی آہ و بکا کرنے لگے—— اور جانثاروں کے دلوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ شدّتِ غم نے انہیں ریزہ ریزہ کر دیا۔

انس بن مالکؓ کے چچا انس بن نضرؓ مشرکین سے مقابلہ کرتے ہوئے اتفاقاً ان چٹانوں کی طرف نکل گئے، جہاں عمر بن الخطاب دوسرے لوگوں کے ساتھ پناہ گزین تھے۔ انسؓ انھیں دیکھ کر حیران رہ گئے—— "خدا کا غضب تم پر مسلمانو!" انہوں نے دھائی دی—— "اُدھر رسول اللہؐ دشمنوں کے گھیرے میں ہیں اور تم یہاں اطمینان سے ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہو!"

"اب ہم لڑ کر کیا کریں گے، رسول اللہؐ تو قتل ہو گئے ہیں"—— ایک آواز آئی۔

"کاش کوئی عبداللہ ابن ابی تک ہمارا یہ پیغام لے جاتا کہ وہ ابوسفیان سے ہمارے لیے امان حاصل کرے"—— کسی اور نے پریشانی سے کہا۔

"کیا کہا—— رسول اللہؐ قتل ہو گئے؟" انسؓ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ شدت غم سے وہ نڈھال ہو گئے—— "خدا کی مار تم لوگوں پر!" انس نے دانت بھینچ کر کہا—— "رسول اللہؐ قتل ہو گئے ہیں، خدا تو قتل نہیں ہوا۔ ہم اسی راستے پر جنگ کریں گے جس راستے پر رسول اللہؐ نے جنگ کی"—— انس نے بیقراری سے اپنی تلوار زمین پر ماری اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر بلند آواز میں بولے—— "خدایا! میں تیری بارگاہ میں معافی کا خواستگار ہوں اور اس سے بری الذمہ ہوں جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں"—— اس کے ساتھ ہی اپنی تلوار سنبھالی اور گھمسان کے

Marfat.com

رن میں گھس کر چاروں طرف حملے کرنے لگے۔

میدان کارزار میں گونجتی ہوئی یہ آواز دشمنوں میں گھرے تلوار چلاتے ہوئے علیؑ تک بھی پہنچی کہ رسول اللہؐ قتل ہو گئے ہیں ــــ یہ آواز نہیں قیامت تھی جو علیؑ کے دل پر ٹوٹی۔ اس صدائے جانکاہ نے علیؑ کے سارے وجود کو ہلا کر رکھ دیا۔ لیکن اس شدید صدمے نے علیؑ کو دل شکستہ کرنے کے بجائے اور غضبناک کر دیا۔

"حیف ہے مجھ پر اگر میں پیغمبرؐ کے بعد زندہ رہوں" ــــ انہوں نے اپنے آپ سے کہا اور اب علیؑ کی تلوار سے کسی کو امان نہیں تھی۔ جس طرف اس کی چمک بڑھتی، جس طرف اس کی جھنکار سنائی دیتی ــــ صفوں کی صفیں پناہ تلاش کرتی ہوئی نظر آتیں ــــ وہ راہ میں آنے والوں کو موت کے منہ میں دھکیلتے۔ سارے میدان میں دیوانہ وار رسول اللہؐ کو تلاش کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اس نشیب تک آئے جہاں رسول اللہؐ زخمی حالت میں بیٹھ گئے تھے۔

علیؑ کی نگاہ ان پر پڑی تو جان میں جان آئی ــــ دل کو آسرا ملا، ہمت اور ولولے تر و تازہ ہو گئے ــــ وہ دوڑ کر رسول اللہؐ تک پہنچے اور انہیں سہارا دے کر کھڑے ہونے میں ان کی مدد کی۔ رسول اللہؐ نے علیؑ کو دیکھا۔ وہ زخموں کی شدت سے لہو رنگ ہو رہے تھے۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ گلوگیر لہجے میں بولے: "علیؑ! تم بھی مجھے چھوڑ کر دوسروں سے کیوں نہیں مل گئے؟"

"یا رسول اللہؐ! مجھے ان سے کیا مطلب!" علیؑ نے ناپسندیدگی سے سر جھٹکا ــــ "میرے لیے تو آپ کے نقشِ قدم ہی نجات کا راستہ ہیں۔ میں ایمان کے بعد کفر کس طرح اختیار کر سکتا ہوں!"

"خدا تمہیں جزائے خیر دے علیؑ! بس اب دشمنوں پر ٹوٹ پڑو کہ وہ اسی جانب دیکھ رہے ہیں۔" رسول اللہؐ نے ہدایات دیں۔

Marfat.com

کوئی جمالِ جہاں آرا کو پہچان کر چلّایا ــــ "ارے! محمدؐ تو زندہ ہیں۔"
اس آواز نے ایک مرتبہ پھر تیروں، نیزوں اور پتھروں کا رخ اسی جانب پھیر دیا لیکن اب ان کا رخ انہی کی جانب پھیر دینے کیلئے علیؑ موجود تھے کسی کی مجال نہیں تھی کہ رسول اللہؐ کے مبارک وجود سے چھو بھی لیتا علیؑ غضبناک شیر کی طرح جھپٹے اور چشم زدن میں دشمنوں کے ہجوم میں چاروں طرف اس طرح تلوار ماری کہ انہیں دور تک دھکیل دیا۔ پھر کر رسول اللہؐ تک آئے اور پریشانی کے ساتھ غمگساری کے لہجے میں پوچھا ــــ "یارسول اللہؐ! زخم آپ کو زیادہ تکلیف تو نہیں دے رہے؟"
رسول اللہؐ نے نگاہِ محبت سے علیؑ کے زخم زخم متردّد چہرے کی طرف دیکھا اور مشرکین کی طرف اشارہ کر کے بولے ــــ "تم میری فکر نہ کرو علیؑ! اپنا دھیان دشمن کے دفع کرنے پر رکھو۔"
علیؑ نے دانت پر دانت جما کر ذوالفقار کو گردش دی تو انہیں غافل جاننے والے الامان! الامان پکارتے ہوئے بھاگے ــــ وہ جانتے تھے کہ علیؑ کی تلوار جس کے بدن سے چھو گئی اس کی روح کو پرواز کرنے کے سوا چارہ نہیں ہوگا۔ علیؑ انہیں دور تک تعاقب کرتے ہوئے بھگا کر واپس آئے تو جبرئیل امینؑ سدرہ سے زمین پہ چلے آئے تھے اور اللہ کے شیر کی شجاعت کی داد دے رہے تھے۔
"یارسول اللہؐ! علیؑ نے تو خلوص و غم خواری کا حق ادا کر دیا۔"
رسول اللہؐ نے نگاہِ تفاخر سے علیؑ کی جاں سپاری کو دیکھا اور محبت و یگانگت سے لبریز لہجے میں بولے: "کیوں نہ ہو جبرئیلؑ ــــ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں" ــــ
"اور میں ــــ آپ دونوں سے ہوں۔" جبرئیلؑ بھی اس الفت و خیر خواہی میں حصہ بٹائے بغیر نہیں رہ سکے۔

Marfat.com

اس وقت فضائے آسمانی میں ایک مہیب آواز گونجی ـــ جو سب کی سماعتوں کو چونکا گئی:

"لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیؑ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار!"

"کوئی جواں ـــ جواں نہیں ـــ سوائے علیؑ کے ـــ کوئی تلوار تلوار نہیں ـــ سوائے ذوالفقار کے ـــ

رسول اللہؐ نے مسکرا کر علیؑ کی طرف دیکھا ـــ "کیوں علیؑ! تم نے بھی اپنی توصیف سنی ـــ جو رضوانِ جنت آسمان سے کر رہا ہے۔"

علیؑ نے انکساری سے سر جھکا لیا۔

علیؑ کی تلوار سے زخم خوردہ لوگوں کے دلوں پر اس آواز نے ہیبت طاری کر دی۔ انہوں نے اپنی سی ہر کوشش کر کے دیکھ لی تھی۔ لیکن علیؑ کی شجاعت اور ان کی تلوار کی کاٹ نے ہر وار الٹ دیا تھا جس سے انہیں یقین ہو گیا کہ نہ تو وہ مکمل فتح حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے ناپاک ارادے رسول اللہ کو چھو سکتے ہیں۔ تھکے ہوئے تو پہلے ہی تھے۔ اس غیبی آواز نے انکی ہمتوں کو اور شکستہ کر دیا۔ وہ میدانِ جنگ سے پلٹ گئے اور اپنے اپنے زخموں کی فکر کرنے لگے۔

یہ یقین کر لینے کے بعد کہ خطرہ مکمل طور پر ٹل گیا ہے ـــ علیؑ اپنی ڈھال میں پانی لے کر آئے۔ رسول اللہؐ کے زخموں کو دھویا اور کچھ پانی رسول اللہؐ کے سر پر ڈالا۔ انہیں ضعف سے کچھ افاقہ ہوا تو بلند چٹانوں پر ایک محفوظ جگہ پہنچا دیا تاکہ خطرے کا کم سے کم اندیشہ ہو۔

ابوسفیان نے اپنے باقی ماندہ لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اس میں بھی سکت نہیں تھی کہ پھر کوئی نیا حملہ کرتا۔ اسی لیے مکہ کی جانب روانہ ہوتے ہوئے اپنی خباثت کی تسلی کو بولا ـــ "کیا محمدؐ زندہ ہیں؟"

Marfat.com

"ہاں ـــــ وہ خدا کے فضل سے ہمارے درمیان موجود ہیں اور تمہاری آواز سن رہے ہیں"ـــــ علیؑ نے پکار کر جواب دیا۔

"تو پھر وہ یہ بھی سن لیں کہ یہ بدر کے مقتولوں کا بدلہ تھا۔ اب اگلے برس اسی میدان میں اس جنگ کا بدلہ چکا دیا جائے گا ـــــ ہاں تم لوگوں کے لاشے مثلہ ہوئے ہیں۔ میں نے ان کا حکم نہیں دیا تھا۔ اب بھی میں اس حرکت پر خوش ہوں نہ مجھے اس کا کوئی غم ہے۔"

رسول اللہؐ نے جواب دینے سے منع کیا تو علیؑ خاموش رہے۔

وہ چلتے چلتے پھر چلایا ـــ "عزیٰ ہمارا مددگار ہے اور تمہیں عزیٰ نصیب نہیں۔"

رسول اللہؐ نے علیؑ کو جواب دینے کے لیے کہا تو علیؑ کی آواز پہاڑی چٹانوں میں گونجی ـــــ "اللہ ہمارا سرپرست ہے اور تمہارا کوئی سرپرست نہیں۔"

ابوسفیان بڑبڑاتا ہوا روانہ ہو گیا تو رسول اللہؐ نے اندیشہ ظاہر کیا ـــــ "اس بدبخت سے کوئی بعید نہیں کہ مکہ واپس جاتے ہوئے مدینے پر حملہ کر دے!"

علیؑ نے قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھا ـــــ "تو پھر ہم اس سے پہلے مدینے کی حفاظت میں سینہ سپر ہوں گے۔"

"خدا تمہیں جزائے خیر دے علیؑ! تم کچھ سواروں کے ہمراہ اس دشمن خدا کا تعاقب کرو اور بغیر کوئی تعرض کیے صرف یہ دیکھو کہ وہ گھوڑوں پر سوار ہیں اور اونٹوں کو خالی ہمراہ رکھا ہے تو ان کی نیت حملہ کرنے کی ہے اور اگر وہ اونٹوں پر سوار ہیں تو ان کا قصد مکے کا ہے ـــــ حالات کا جائزہ لے کر مجھے فوراً خبر کرو۔"

علیؑ تعمیل ارشاد میں چند ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے اور کچھ دیر کے بعد واپس آئے تو ایک اطمینان بخش خبر اپنے ہمراہ لائے ـــــ "یا رسول اللہؐ! آپ کا فرمان بجا تھا۔ ان کے گھوڑوں کی پشت خالی ہے۔ وہ اونٹوں پر سوار ہیں اور ان کا رخ

Marfat.com

مکے کی جانب ہے۔

"تو پھر اٹھو — انہیں ان کی آخری منزل تک پہنچائیں جنھوں نے خدا کی راہ میں اپنی جانوں کو نثار کر کے خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کو حاصل کر لیا اور اس عارضی زندگی کو چھوڑ کر دائمی زندگی کی طرف گامزن ہو گئے" — رسول اللہؐ نے اٹھتے ہوئے کہا تو سب ان کی اقتدا میں اٹھ کھڑے ہوئے۔

کچھ فرار ہونے والوں کے ذریعے سے اور کچھ غیر متعلق قبیلوں کے توسط سے یہ منحوس خبر مدینے کی طرف بڑی سرعت سے چلی کہ رسول اللہؐ شہید کر دیے گئے ہیں۔ جس جانب بھی اس نحوست آمیز خبر کا بدنما چہرہ دکھائی دیا' کہرام بپا ہو گیا — عورتیں اپنے عزیزوں کا غم بھول کر گریہ وزاری کرتیں خانۂ سیدہؑ پر ٹوٹ پڑیں۔ فاطمہؑ نے ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ یہ وحشت ناک خبر سنی اور یقین سے بولیں:

"نہیں — ابوالحسنؑ کے ہوتے ہوئے کسی دشمن کا وار میرے بابا کو نہیں چھو سکتا۔ کیا ان کے بارے میں بھی کسی کو کچھ پتہ چلا؟"

"گھمسان کے رن میں کسی کو کسی کی خبر نہیں" — حمزہؓ کی بہن صفیہ نے روتے ہوئے کہا — "سنتی ہوں کہ میرے بھائی حمزہؓ بھی خدا کی راہ میں کام آئے اور شقی القلب حرافہ ہندہ نے ان کی لاش کی بے حرمتی کی ہے۔"

فاطمہؑ کی آنکھوں میں بھرے ہوئے آنسو رخساروں پر بہہ گئے۔ "ہم خدا کی رضا میں راضی ہیں۔" انہوں نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔

"حمزہؓ جیسے ہزار بھائی قربان ہو جائیں لیکن تمہارے بابا' ہمارے رسول اللہؐ محفوظ رہیں — مجھے یہاں چین نہیں آئے گا۔ میں انصار کی عورتوں کے ساتھ اُحد کی طرف جا رہی ہوں کہ رسول اللہؐ کی خبر لوں اور اپنے بھائی کی لاش پر فاتحہ پڑھوں" — صفیہؓ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا اور مدینے کی دوسری عورتوں کے ساتھ

Marfat.com

اُحد کے میدان کی طرف روانہ ہوگئیں۔

راہ میں بنی نجار کی ایک ضعیف عورت توجہ کرتی ہوئی اُحد کی جانب چلی جاتی تھی ـــ "ارے میرا شوہر، میرے بھائی سب اُحد نے کھالیے ـــ مجھے کوئی غم نہیں۔ کوئی مجھے یہ بتائے کہ ہمارے حبیبؐ، ہمارے رسولؐ تو زندہ ہیں"۔

"ہاں ـــ ہاں! خدا کے فضل سے اللہ کے رسولؐ سلامت ہیں" ـــ کسی نے نوید سنائی" ـــ

ضعیف عورت کی جان میں جان آئی۔ وہ بیقراری سے دوڑتی ہوئی قریب آئی "ہٹو، ہٹو! مجھے راستہ دو ـــ مجھے ایک نظر رسولؐ کو دیکھ لینے دو ـــ تو میرے دل کو قرار آئے"۔

لوگوں نے راستہ چھوڑ دیا۔ وہ رسول اللہؐ کے قریب آئی اور وارفتگی سے پکارنے لگی ـــ "خدا کا شکر ہے کہ آپ سلامت ہیں ـــ اب ہمیں کسی اور کی ضرورت نہیں۔ اب تو ساری مشکلیں آسان ہیں۔ آپ کے ہوتے ہوئے کسی رشتے سے محروم ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ـــ آپ زندہ ہیں تو کوئی مصیبت، مصیبت نہیں"۔

صفیہ اور دوسری خواتین نے بھی رسول اللہؐ کو گھیر لیا اور اپنے اپنے جذبوں کا اظہار کرنے لگیں ـــ جب حضورؐ کو سلامت دیکھ کر انہیں اطمینان ہو چکا تو صفیہؓ نے اپنے بھائی حمزہؓ کی لاش کے بارے میں استفسار کیا۔

رسول اللہؐ نے ان کی دلآزاری کے خیال سے کہا ـــ "صفیہؓ! حمزہؓ کے لیے خدا کے یہاں بڑا درجہ ہے اور اس عہد میں وہ سید الشہداء ہیں۔ تم ان کی لاش پر جانے کا ارادہ ترک کرو"۔

"یا رسول اللہؐ! میں جانتی ہوں کہ اس جگر خوارہ ہندہ نے حمزہؓ کے ساتھ کیا کیا ہے۔ لیکن اسلام کی راہ میں یہ مصیبت بھی کوئی بڑی مصیبت نہیں۔ میں حمزہؓ

Marfat.com

جیسے شیر کی بہن ہوں۔ میں اس کی مصیبت کو صبر سے گوارا بناؤں گی" ـــ صفیہؓ نے پرسوز لہجے میں کہا۔

رسول اللہؐ نے بہن کے نرم و نازک دل کے خیال سے حمزہؓ کی لاش پر چادر ڈال دی تھی۔ صفیہ قریب آئیں ـــ فاتحہ کے لیے ہاتھ بلند کیے اور کچھ دیر لاش پر کھڑی رہیں۔ رخصت ہونے لگیں تو ضبط نہ کر سکیں۔ آنسوؤں کے نذرانے لٹاتیں واپس ہوئیں تو رسول اللہؐ کی آب دیدہ آنکھیں بھی ان کی شریک تھیں۔ شہداء کے دفن کا اہتمام کیا گیا، جن کی تعداد ستر تھی اور ہر لاش کی بے حرمتی کی گئی تھی ـــ حمزہؓ کی نماز جنازہ سب سے پہلے علاحدہ طور پر سات تکبیروں سے ادا کی گئی۔ اس کے بعد دوسرے شہداء کے جنازے حمزہؓ کے پہلو میں رکھے گئے اور ان کی نماز جنازہ میں حمزہؓ کو بھی شریک کیا گیا۔ قبریں تیار ہوئیں اور نمناک آنکھوں کے ساتھ لاشے سپرد خاک ہوئے۔ بعض قبریں اجتماعی بھی بنائی گئیں۔

مدینے کی طرف مراجعت ہوئی تو اکثر گھروں سے گریہ و بکار کی صدائیں آتی تھیں۔ رسول اللہؐ کو ان آوازوں نے رنجیدہ کر دیا ـــ یہ غم و اندوہ خود مسلمانوں کے اپنے ہاتھوں قوم کا مقدر بنا تھا۔ ورنہ خدائے ذوالجلال کی نصرت تو ہمیشہ اپنے محبوب کے ساتھ تھی۔ اگر قوم یوں لالچ کی اسیر نہ ہوتی، اپنے رسولؐ کی نافرمانی نہ کرتی اور مشکل لمحے میں بزدلی کا ثبوت نہ دیتی ـــ تو آج شہداء کی تعداد اتنی نہ ہوتی۔ مالک حقیقی کی جانب سے بھی تادیب ہوئی تو مسلمانوں کو اپنے کردار پر ندامت ہوئی۔ لیکن اب وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

گریہ و بکا کی صدائیں گھروں سے بلند ہوتی ہوئی سنائی دیں تو رسول اللہؐ نے حسرت سے کہا ـــ "سب اپنے شہیدوں پر ماتم کرتے ہیں لیکن حمزہؓ پر رونے والا کوئی نہیں جو سید الشہداء ہیں۔"

Marfat.com

رسول اللہؐ کے ان لفظوں نے اپنے کردار پر پشیمان لوگوں کے سینوں میں ایک تڑپ جگادی۔ وہ دوڑتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو گئے اور اپنی بیویوں سے کہنے لگے —— "تم شہیدوں پر آنسو بہاتی ہو لیکن رسول اللہؐ کے چچا کا حق نہیں پہچانتیں جو غریب الوطن تھے۔"

یہ سنتے ہی انصاری عورتیں درِ فاطمہؑ پر پہنچیں اور ہر ایک حمزہؓ کا پُرسہ انہیں دینے لگیں —— رسول اللہؐ نے ان کی آوازیں سنیں تو اُن کے لیے دعائے خیر کی۔ اس کے بعد یہ دستور ہو گیا کہ مدینے میں جب بھی کوئی موت ہوتی تو سب سے پہلے حمزہؓ کا نوحہ پڑھا جاتا۔

اپنی کوتاہیوں سے بلائی ہوئی اس عارضی شکست نے مسلمانوں کو اپنے اعمال اور کردار پر نظرِ ثانی کا موقع دیا۔ جاں نثاری کا دعویٰ رکھنے والوں کو اس مشکل وقت میں اپنے جذبوں کے کھوٹ کا پتہ چلا —— متزلزل ایمان رکھنے والوں کی قلعی کھل گئی —— اُحد کی آزمائش نے واضح کر دیا کہ ابھی تک زندگی جیسی حقیر شئے سارے جذبوں اور تمام دعووں سے زیادہ پیاری ہے۔ مسلمان ابھی تک قوت و اقتدار اور جذبۂ ایمانی میں فرق نہیں کر سکے تھے۔

رسول اللہؐ مسلمانوں کے کردار کی اس خامی پر دلگرفتہ تھے لیکن قلبِ اطہر میں ہفت آسمان کی وسعت اور فراخی تھی۔ ان خطا کاروں کو نہ ندامت دلانے والے لفظوں سے اور نہ ملامت آمیز نگاہوں سے ہی شرمسار کیا —— بلکہ اپنے عفو و درگزر کی ادائے دلنشیں سے ان کی ندامتوں کو زائل کر دیا۔

اس کے باوجود کم فہم اور ناپختہ ایمان رکھنے والوں نے آپس میں چہ میگوئیاں کرنی شروع کر دیں —— بعض کو عبداللہ ابن ابی کے ساتھیوں نے بہکایا کہ عبداللہ کا موقف درست تھا کہ مقابلہ شہر کے اندر رہ کر ہونا چاہیے تھا۔ اس کی تجویز سے اختلاف

Marfat.com

کرنے کے سبب ہی اُحد کی شکست مقدر بنی تھی۔

جاہلوں کے اس منافقانہ پروپیگنڈے کی خبریں رسول اللہؐ تک بھی پہنچ رہی تھیں۔ وہ ان کی کج فہمی پر رنجیدہ ہوئے۔ لیکن ابھی لب کشائی کی نوبت نہیں آئی تھی کہ خالقِ برحق کی جانب سے سورۂ آل عمران میں ان افواہوں اور منافقانہ رویے اور پروپیگنڈے کو باطل کر کے مسلمانوں کو کم ہمتی، میدان جنگ سے فرار اور رسول اللہؐ کے حکم سے سرتابی کو اس شکست کا باعث قرار دیا گیا ـــ وحی الٰہی نے زبان طعن دراز کرنے والوں کے ہونٹوں پر قفل لگا دیے ـــ دلوں میں خوفِ خدا جاگزیں ہوا اور اپنی ہی کمزوریوں پر نظر پڑی تو بڑھ بڑھ کر بولنے والے سر بہ گریباں ہو گئے □

Marfat.com

باب (۲۶)

مدینہ کے مضافات اور ارد گرد کے علاقوں سے مختلف وفود رسول اللہؐ کی خدمت میں آتے رہتے تھے ـــ تاکہ انہیں روبرو دیکھیں۔ جن باتوں کی شہرت چہار جانب بکھری ہے ان کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کریں اور مسلمانوں کی اس سلطنت کا جائزہ لیں جس کا فرمانروا چٹائی پر اپنی رعایا کے ساتھ ایک عام انسان کی طرح بیٹھتا ہے۔

انہی وفود میں ایک وفد عرب قبائل عضل اور قارۃ کی جانب سے بھی آیا۔ اس نے رسول اللہؐ کی خدمت میں درخواست گزاری کہ ان کے ساتھ کچھ مذہبی رہنماؤں کو روانہ کر دیا جائے جو علوم دینی میں مکمل دسترس رکھتے ہوں تاکہ وہ ان کے قبیلے والوں کو دین اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرائیں اور ہو سکتا ہے کہ ان کی تبلیغ کے اثر سے اہلِ قبیلہ اسلام لے آئیں۔

رسول اللہؐ نے مرثد ابن غنویؓ اور عاصم بن ثابتؓ کی سرکردگی میں چھ

Marfat.com

افراد کا ایک وفد ترتیب دیا اور انہیں ان لوگوں کے ہمراہ روانہ کر دیا ــــ ایک ایسا ہی وفد جو ستر آدمیوں پر مشتمل تھا قبیلہ کلاب کے سردار ابو برار کلابی کی ضمانت پر اہل نجد کی جانب روانہ کیا گیا تاکہ فرائض تبلیغ انجام دے سکے۔

عضل اور قارۃ کے ہمراہ جانے والے وفد کے ارکان نے ہتھیار لگائے اور ان کے ہم قدم ہو گئے۔ شدت کی گرمی اور صحرا کے سفر کی کلفتوں کو گوارا بنانے کے لیے ستاروں کی چھاؤں میں چلنے اور کڑی دھوپ سے بچاؤ میں تمام ہو جاتا۔ اسی طرح مدینہ پیچھے رہ گیا اور منزل کی جانب فاصلہ گھٹنے لگا۔ ایک ساتھ سفر کرنے سے وفود کے ارکان اور قبیلے والوں کی بے تکلفی اور اپنائیت بڑھی تو عضل اور قارۃ والوں نے مرثدؓ سے شکایت کی ــــ "اسلام کی رو سے آپ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم آپ کو مہمان بنا کر لے جا رہے ہیں۔ اس لیے مہمان نوازی کا رشتہ بھی ہمارے درمیان بھائی چارے کی ضمانت ہے۔ اسکے باوجود آپ سب ہر وقت ہتھیار لگائے رکھتے ہیں۔ جس سے ہمیں غیریت کا احساس ہوتا ہے۔ ہماری حمیت پر یہ سوچ کر چوٹ سی پڑتی ہے کہ شائد آپ کو ہم پر اعتبار نہیں۔"

"نہیں ــــ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" مرثدؓ نے بردباری سے وضاحت کی ــــ "آپ کسی بدگمانی کو اپنے دل میں جگہ نہ دیں ــــ رسول اللہؐ کا حکم ہے کہ ہر مسلمان حفاظت خود اختیاری کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھے کہ یہی مردوں کا شیوہ ہے۔ اسی لیے ہم ہتھیار باندھے رکھتے ہیں کہ مظلوم کی حمایت کریں اور ظلم کو پھیلنے سے روکیں اور ضرورت پڑے تو اپنی حفاظت میں کمربستہ ہو سکیں۔"

مرثدؓ کے معقول جواب نے انہیں مطمئن کر دیا اور سفر اسی طرح جاری رہا ــــ عسفان اور مکہ کے وسط میں مقام "رجیع" آیا تو میزبانوں نے قیام کا ارادہ ظاہر کیا۔ مرثدؓ نے بھی اپنے وفد کو دو گھڑی آرام کر لینے کی رضا دی اور سب نے شام

Marfat.com

تک وہیں آرام کیا۔ رات کا اندھیرا جھکا ــــ ستاروں کی قندیلیں روشن ہوئیں تو مرثدؓ نے اپنے میزبانوں سے چلنے کے لیے کہا۔ لیکن انہوں نے تھکاوٹ کا عذر پیش کیا اور رات وہیں گزار دی۔

اگلی صبح ابھی سورج بلند نہیں ہوا تھا کہ اچانک سنسناتے ہوئے تیروں اور جنگی نعروں کے شور نے انہیں چونکا دیا۔ مرثدؓ اور عاصمؓ نے ہوشیار ہو کر قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھا۔ خالدؓ ابن البکیر نے دور اڑتی ہوئی گرد کی طرف دیکھ کر کہا ــــ "سردار! معلوم ہوتا ہے ہمارے میزبانوں نے ہمارے ساتھ فریب کیا ہے۔ وہ دیکھو ــــ ان میں سے کچھ حملہ آوروں کے ساتھ چلے آتے ہیں"۔

"یہ تو قبیلہ ہذیل کے لوگ ہیں" ــــ کسی نے ان کے اطوار سے پہچان کر کہا۔

ان کے جنگی نعرے اور وحشیانہ للکار واضح ہوئی تو شکوک رفع ہو گئے۔ وفد کے ارکان نے سردار کی طرف دیکھا۔ سردار نے اپنے میزبانوں میں سے کسی ایک سے کہا ــــ "یہ لوگ اس طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں اور ہمیں ہی للکار رہے ہیں۔ تم دیکھتے نہیں؟"

"ہمیں اس سلسلے میں بے بس جانو ــــ یہ قبیلہ ہذیل کے مانے ہوئے تیرانداز ہیں۔ ہم ان کے ارادوں میں حائل ہو کر ان کا نشانہ نہیں بننا چاہتے" ــــ میزبان نے مکار لہجے میں عذر پیش کیا۔

مرثدؓ نے اس کی عیار آنکھوں میں سے جھانکتی ہوئی شیطنیت کو پڑھ لیا اور اپنے لوگوں سے عجلت میں بولے ــــ "ہمارے ساتھ غداری کی گئی ہے لیکن اب باتوں کا وقت نہیں رہا۔ دشمن سر پہ آ گئے ہیں۔ ہم سب اس ٹیکری پہ چڑھ کر ان کا مقابلہ کریں گے۔ جب موت مقابل آ ہی گئی ہے تو ہم شریفانہ موت کو ترجیح دیں گے۔ خدا اور رسولؐ کی اطاعت میں اپنی جان فدا کر دیں گے ــــ اس یقین

Marfat.com

کے ساتھ کہ شہادت جیسا بہترین اعزاز ہمارا منتظر ہے۔"

مرثدؓ کے عزم نے دلوں میں ولولے جگا دیے۔ رگوں میں خون کی گردش ایک مستحکم عہد کی ترجمان بن گئی ——— سب نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس عہد کا اعادہ کیا اور اس سے پہلے کہ للکارتے ہوئے بدعہد دشمن قریب آتے ——— وہ پلک جھپکتے میں دوڑتے ہوئے قریبی ٹیلے پر چڑھ گئے اور ہتھیاروں کو بے نیام کر کے مقابلے کے لیے تیار ہو گئے ——— بلندی پر سے ہوشیاری اور مہارت سے کام لیا جاتا تو اپنی تعداد سے کئی گنا زیادہ دشمنوں کا مقابلہ کرنا نسبتاً سہل تھا۔

فریب کار میزبان پہاڑی ٹیلے کے قریب آئے اور پکار کر کہنے لگے ——— "اگر تم سمجھتے ہو کہ اتنی بڑی تعداد کا مقابلہ کر لو گے تو یہ تمہارا خام خیال ہے۔ بہتر ہے کہ نیچے اتر آؤ، ہم تمہیں جان کی امان دیں گے۔"

"خدا کی راہ میں نہ جان کی اہمیت ہے اور نہ کسی کی امان کی پروا ——— ہم تمہاری امان لے کر اپنے خلوص و ایمان کو داغدار نہیں ہونے دیں گے۔ ہم شجاعوں کے طریق پر ان سے مقابلہ کریں گے ——— یہاں تک کہ ہماری روحیں جسم سے علیحدہ ہو جائیں۔"

عاصمؓ نے دلیرانہ تیوروں سے اپنے جذبوں کی ترجمانی کی۔ پھر آسمان کی طرف نگاہ کی اور پکار کر اس سے مخاطب ہوئے جو دلوں کے حال جانتا ہے ——— "خدایا! ہمارے محبوب، ہمارے پیغمبرؐ تک ہماری اس مصیبت کا حال پہنچا دے جس کا مقابلہ ہم نے جوانمردی اور استقلال سے کیا ہے۔"

دشمنوں کو ان کے عزم و ارادہ کی جھلک ان کے چہروں پر نظر آئی تو ایک ایک کے مقابل کئی ایک ہوئے دلیری اور شجاعت غیر معمولی تعداد کے مقابل ہار گئی اور عاصمؓ، مرثدؓ اور خالدؓ راہِ شہادت میں ایک دوسرے کے پیچھے

Marfat.com

روانہ ہوتے چلے گئے ــــ دشمنوں نے ایک مرتبہ پھر امان دینے کا وعدہ کیا اور باقیماندہ مسلمانوں کو ٹیلے سے نیچے اتر آنے کے لیے کہا۔ خبیبؓ بن عدیؓ اور زید بن الدثنہؓ کو تلواروں اور تیروں کا نشانہ بننے سے زندگی کچھ پرکشش معلوم ہوئی تو ان کے وعدے پر اعتبار کر کے انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور ٹیلے سے نیچے اتر آئے لیکن موت سے رہائی کے بدلے بد عہدی سے سابقہ ہوا۔ دھوکا باز لپک کر آگے بڑھے اور انہیں گرفتار کر کے مشکیں کس لیں۔

"تم ایک بار پھر بد عہدی پر آمادہ ہو۔ کسی جوانمرد کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی ننگ و عار نہیں کہ وہ اپنے قول کا پاس نہ کرے"۔ خبیبؓ نے احتجاج کیا۔

"تم جیسے دین سے پھر جانے والوں کے لیے کسی قول، کسی عہد کا پاس کرنا ضروری نہیں۔ ہم تمہیں مکے لیجا کر تمہارے دشمنوں کے ہاتھ بیچیں گے تاکہ تمہاری زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کر سکیں۔ پھر تمہارا جو مقدر ہوا وہ تمہیں مل جائیگا"۔

ابلیسوں کے اس وحشی گروہ کے سامنے دو بے بس انسانوں کی کیا بساط تھی۔ وہ انہیں غلاموں کی طرح گھسیٹتے ہوئے ہمراہ لے چلے۔ مکہ پہنچ کر انہوں نے عام اعلان کیا کہ مدینے کے دو مسلمان غلام بنا کر لائے گئے ہیں ـــ جو کوئی انہیں خریدنا چاہے وہ آ کر سودا کرے۔

انتقام کی آگ میں جھلستے ہوئے قریش مسلمانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھنے کے لیے جوق در جوق آئے۔ خبیبؓ اور زیدؓ انسانوں کے انبوہ کثیر میں ایک تماشہ بن گئے۔ نفرت بھری نگاہوں اور طعنوں کے درمیان آنے والے بدترین وقت کے اندیشوں میں گھرے ہوئے وہ بے بس بیٹھے تھے۔

دفعتاً حارث ابن عامر کا بیٹا ابو سرعہ آگے بڑھا اور خبیبؓ کی جانب حقارت سے اشارہ کر کے بولا ـــ "یہی ہے وہ خبیبؓ جس نے روز بدر میرے

Marfat.com

باپ کو آپ شمشیر چکھا پا تھا۔ میں اسے ہر قیمت پر خریدوں گا اور بدر کے سارے مقتولوں کا اسی سے بدلہ لوں گا۔"

سودا طے پا گیا۔ حارث کے بیٹے خبیبؓ کو لیکر چلے گئے اور زیدؓ کا خریدار امیہ ابن صفوان ہوا جو اپنی شرپسندی اور اسلام دشمنی کے سبب سے مسلمانوں کو تختۂ مشق بنا کر تسکین حاصل کرتا تھا ——— موت خبیبؓ اور زیدؓ کے تعاقب میں چلی آئی اور اپنے بے رحم عزائم کے ساتھ انہیں خوف زدہ کرنے کی کوشش کرنے لگی لیکن اب خبیبؓ اور زیدؓ کے لیے موت ——— موت نہیں تھی، کفر اور اسلام کے درمیان حد فاصل تھی۔ اسلام کو اپنی پہچان کروانی تھی ——— موت کو اس دھج سے قبول کرنا تھا کہ فرازِ دار ان کے دم سے سج جائے۔

حارث کے بیٹوں نے چند روز خبیبؓ کو بطور غلام گھر میں رکھا اور قریش کے تمام معززین کو فرداً فرداً پیغام بھیجا کہ وہ بھی حارث کے خاندان کی خوشی میں شریک ہوں اور آکر دیکھیں کہ حارث ابن عامر کا انتقام کس شان سے لیا جاتا ہے ——— یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے مکے میں پھیل گئی۔ وہاں ہر دل میں اس کے مقتول کی یاد سلگ رہی تھی۔ مکے کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس کا کوئی نہ کوئی شخص بدر یا اُحد میں کام نہ آیا ہو۔ اس لیے جس نے سنا اپنے ہی انتقام کی آگ میں جلتا ہوا اس مقام تک آ پہنچا جہاں خبیبؓ کے لیے سولی گاڑی گئی تھی۔ تاکہ خبیبؓ کے تڑپنے کا تماشا دیکھ کر اپنے وحشیانہ جذبوں کی تسکین کر سکے۔

اکابرین قریش جمع ہو گئے تو خبیبؓ کو صلیب تک لایا گیا۔ دیکھتی آنکھوں نے دیکھا کہ خبیبؓ کے شانے جھکے ہوئے نہیں ہیں۔ نہ ان کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ ہے۔ وہ سینہ تانے ——— سر اٹھائے قاتل مجمعے کے درمیان سے گزرے اور حارث کے ایک بیٹے سے بولے ——— "مرنے سے پہلے میں اپنے خدا کے حضور سر بہ سجود

Marfat.com

ہونا چاہتا ہوں ۔ اسے میری آخری خواہش سمجھ کر مجھے اس کی اجازت دیدو۔"
اپنی فتح کے نشے میں سرشار حارث کے بیٹوں نے اپنی فراخدلی کی نمائش کرنے کو خبیبؓ کو اس کی اجازت دیدی ۔ خبیبؓ قبلہ رو ہو کر اپنے محبوب حقیقی کی بارگاہ میں جھک گئے۔ کچھ لمحے اسی راز و نیاز میں گزرے۔ پھر انہوں نے سجدے سے سر اٹھایا اور وحشی قاتلوں سے بولے ۔ "نماز ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور اور دل کا سکون ہے۔ جی تو چاہتا ہے کہ اپنے معبودِ برحق سے دیر تک راز و نیاز میں مصروف رہوں۔ لیکن اس خیال سے اختصار کو ترجیح دی ہے کہ کہیں تم اسے موت کے خوف سے تعبیر نہ کر لو ۔ بس اب تمہیں اختیار ہے کہ محمدؐ کے فدائی کے حوصلے آزما دیکھو!"
موت کو اس کی اپنی دہلیز پر بہادروں کی شان سے ملنے کی خاطر خبیبؓ نے سوئے دار قدم بڑھائے اور سربلندی سے سولی کے لیے کھڑے ہو کر پکارے:
"کفار کے گروہ در گروہ میرے گرد جمع ہیں،
انہوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بلا لیا ہے۔
مجھے مضبوط شہتیر کے برابر لا کھڑا کیا ہے،
وہ کہتے ہیں کہ اگر کفر اختیار کرو تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔
لیکن میں کفر اختیار کرنے پر موت کو ترجیح دیتا ہوں،
میں دشمنوں کے سامنے نہ عاجزی کروں گا ۔ نہ چلاؤں گا۔
مجھے یقین ہے کہ میں خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے جا رہا ہوں"۔
خبیبؓ کے بیباک لہجے کی ہیبت سے چاروں جانب سناٹا چھا گیا۔ ابوسفیان نے اپنے بیٹے معاویہ کو زمین پر اوندھے منہ لٹا دیا۔ کیونکہ عرب میں یہ مشہور تھا کہ کسی مظلوم کی آہ اس طرح لیٹ جانے سے بے اثر ہو جاتی ہے۔ حویطب بن عبدالعزیٰ

Marfat.com

نے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ حکیم بن حزام درخت کے پیچھے چھپ گیا۔

لیکن حارث کے وحشی بیٹوں کے سر پر خون سوار تھا۔ ان کے ہمراہ بیس جوان نیزے تانے ہوئے آگے بڑھے اور نیزوں کی چمکتی ہوئی نوکوں سے خبیبؓ کے بدن کو چھیدنے لگے۔ خون کے فوارے اور گوشت کے ٹکڑے فضا میں اچھلنے لگے۔ لیکن خبیبؓ کے لبوں سے نہ آہ ہی بلند ہوئی ــــ نہ سسکی کی آواز سنائی دی ــــ انہوں نے ہر زخم پر اپنا رخ کعبے کی جانب پھیرا اور بلند آواز سے رجز خوانی کرتے رہے:

"انہوں نے میرے گوشت کو چھید دیا ہے،
خدا کی قسم! جب میں اسلام پر فدا ہو رہا ہوں تو
مجھ کو اس کی پروا نہیں کہ میں کس پہلو گرتا ہوں اور کس طرح جان دیتا ہوں۔
میری سب امیدیں خدائے بزرگ و برتر کے ساتھ وابستہ ہیں،
اگر وہ چاہے گا تو میرے جسم کے ہر ٹکڑے کو برکت عطا کرے گا۔
اے خدائے ذوالجلال ــــ میرے حال سے میرے رسولؐ کو آگاہ کر دے۔"

خبیبؓ کے یہ جرأت آموز لفظ چہار جانب ایک گونج سی بن کر بکھرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ خبیبؓ کی روح نے شہادت کی بلند منازل کی جانب پرواز کی۔

اس وحشیانہ کھیل سے فراغت پا کر انہوں نے کچھ روز کے وقفے سے پھر ایک مجمع کثیر اکٹھا کیا اور زید بن الدثنہؓ کے قتل کا تماشہ لگایا۔ زید نے بھی موت کے خوف کو دل سے مسافر کیا اور شہادت کی آرزو میں بہادروں کی سج دھج سے تلوار کی دھار تلے آ بیٹھے۔

ابوسفیان قریب آیا اور مکروہ ہنسی کے ساتھ بولا ــــ "کیوں زیدؓ اگر اس

اس وقت تمہاری جگہ محمدؐ ہوتے تو کیا تم اس کو اپنی خوش قسمتی نہ سمجھتے۔"

زیدؓ نے تڑپ کر سر اٹھایا ـــــ "رب کعبہ کی قسم! میں تو کبھی یہ گوارا نہیں کروں گا کہ رسول اللہؐ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔"

بھرے مجمع میں محمدؐ کے اس اکرام و منزلت نے قریش کو حسد کی آگ میں جلا کر خاکستر کر دیا۔ شدت غضب سے بے قابو ہو کر انہوں نے ایک غلام کو حکم دیا کہ زیدؓ کا تمکنت سے اٹھا ہوا سر قلم کر دے جو ابتلا کے اس وقت میں بھی سچے دین کی گواہی دے رہا تھا۔

دوسرا قافلہ جو زیادہ تر صلحاء، حفاظ اور پرہیزگار و صالح مسلمانوں پر مشتمل تھا۔ اس کی تعداد ستر کے قریب تھی۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کے اس سفر میں فاصلوں کو کلفتوں کو اور گرد راہ کو خوشی خوشی گوارا بنایا جا رہا تھا۔ یہ تمام جماعت ایک کنوئیں کے قریب پہنچی جس کا نام "بیر معونہ" تھا ـــــ بیر عربی میں کنوئیں کو کہا جاتا ہے۔ وہیں قیام کرنے کا فیصلہ ہوا اور وہاں کے سردار عامر بن طفیل کے نام ایک دوستانہ مراسلہ حرام بن ملحان کے ہاتھ روانہ کر دیا گیا تاکہ وہ لوگ مسلمانوں کی آمد اور ان کے بے ضرر مقاصد سے آگاہ ہو جائیں۔

حرام بن ملحان خط لیے ہوئے سردار عامر بن طفیل کے روبرو پیش ہوئے تو اس نے خط پڑھنا بھی گوارا نہیں کیا اور عربوں کے عام دستور کے خلاف حرام کو قتل کروا دیا۔ اس پر بھی اس کی آتش انتقام سرد نہ ہوئی تو اس نے عصیہ، رعل اور ذکوان قبیلوں کو اپنے ساتھ لیا اور غافل بیٹھے ہوئے بے ضرر مسلمانوں پر دھاوا بول دیا۔ پرہیزگاروں اور صالح لوگوں کی یہ جماعت ضرب و حرب سے پوری طرح آگاہ نہیں تھی۔ ان کا کل اثاثہ مصلیٰ اور عصا تھا۔ انہوں نے مقدور بھر مقابلہ کیا لیکن سب کے سب شہید کر دیے گئے صرف عمر بن امیہ کو نشان غلامی لگا کر چھوڑ دیا گیا۔

Marfat.com

قتل وغارت گری کا یہ وحشی کھیل کھیلنے کے بعد عامر بن طفیل تو واپس چلا گیا اور عمرو بن امیہ چھپتے چھپاتے رسول اللہؐ کی خدمت میں پہنچے۔ لیکن جوش انتقام میں راہ میں دو اشخاص کو موقع پا کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ رسول اللہ نے سنا تو آزردہ خاطر ہوئے۔ عمرو کو تادیب کی اور ان کا خون بہا ادا کرنا قبول کر لیا۔

اس سے قبل مقام "رجیع" پر گزرنے والے المیے کی خبر بھی پہنچ چکی تھی۔ اس تازہ سانحے نے رسول اللہؐ کو رنج والم سے چُور چُور کر دیا ــــ ان بے گناہ مسلمانوں کے ظالمانہ قتل نے رسول اللہؐ کو اتنا صدمہ پہنچایا کہ انہوں نے ایک مدت تک نماز میں ان تمام پر جو ان المیوں میں شریک اور اس کا باعث تھے نام بہ نام لعنت فرمائی۔□

Marfat.com

باب (۲۷)

اِن واقعات نے یہود کی تسکین کا سامان کیا۔ ان کے دلوں میں امنڈتے ہوئے رشک وحسد کے جذبات مسلمانوں کے خلاف کوئی نہ کوئی سازش تیار کرنے میں مصروف رہتے تھے ـــــ ان کے دو سردار کعب ابن اشرف اور ابو رافع جو معاہدۂ امن کے باوجود کھلم کھلا مخالفت پر کمر باندھے رکھتے تھے۔ اپنی اپنی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کی وجہ سے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے، جس کا انہیں شدید صدمہ تھا۔ ان کا انتقام لینے کا ارادہ بھی یہودیوں کے دلوں میں کھولتا رہتا تھا۔

"رجیع" اور "معونہ" کے پے در پے المیوں نے ان کی ہمت بڑھائی اور وہ اندر ہی اندر اپنی فطرت کا اظہار کرنے لگے اور ان کی خباثتِ باطنی مسلمانوں کو کوئی عظیم نقصان پہنچانے کے لیے موقع کی تلاش میں مصروف ہو گئی۔

مسلمانوں سے معاہدۂ امن کر لینے کے بعد یہود مسلمانوں کے زیرِ نگیں اور ان کے ساتھ وفادار رہنے کے پابند تھے۔ اس لیے وہ کھلم کھلا سامنے نہیں آتے تھے۔

اپنی اپنی کمین گاہوں میں چھپے ہوئے پشت پر وار کرنے کے منتظر تھے۔

اسی معاہدے کی رو سے وہ مسلمانوں کی ہر مشکل اور ضرورت میں حصہ بٹانے کے پابند تھے۔ دو مقتولوں کی دیت کا مسئلہ درپیش ہوا تو رسول اللہؐ ان سے گفت و شنید کے لیے بنو نضیر کی جانب روانہ ہوئے تاکہ انہیں دیت میں ان کا حصہ بتا دیا جائے۔

بنو نضیر کے سردار حی بن اخطب نے شایان شان استقبال کیا اور بڑی فرمانبرداری سے کہنے لگا — "اے ابوالقاسم! ہم لوگ اپنے عہد پر قائم ہیں۔ آپ جس طرح چاہتے ہیں، اسی طرح کیا جائے گا۔"

رسول اللہؐ نے تعجب سے ان کی تائید کو دیکھا اور ان کی دوررس نگاہیں ان کی اطاعت شعاری میں چھپی ہوئی سازش کو بے نقاب کرنے لگیں لیکن بظاہر ان پر کچھ ظاہر کیے بغیر رسول اللہؐ نے اطمینان کا اظہار کیا۔

"اے حی! یہ ہم سب کے لیے بہتر ہے کہ معاہدے کی شرائط کا اکرام کریں۔ تاکہ ہر طرف امن و سلامتی کی شاہی ہو۔"

حی نے اقرار میں سر ہلایا اور متواضع لہجے میں بولا — "ابن عبداللہؐ! کبھی ہمیں خدمت کا موقع دیا کیجیے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آج آپ اور آپ کے اصحاب ہمارے مہمان ہوں اور ہم اپنے دل کی آرزوؤں کو پھلتے پھولتے دیکھیں۔"

رسول اللہؐ نے غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا جس پر اس نے تواضع اور مدارات کی خوشنما نقاب ڈال رکھی تھی اور وہ مہمان نوازی کا اعزاز حاصل کرنے کو جھکا پڑتا تھا۔

"اے حی! تم خدا کے رسولؐ کی جس شوق سے مہمان نوازی کرنے کے خواہشمند ہو اس کا اجر تمہیں ملے گا لیکن اس کے لیے تمہیں کچھ انتظار کرنا ہو گا۔" رسول اللہؐ نے

Marfat.com

نرمی سے کہا۔

"بسروچشم! کہ ہم تو اس کے انتظار میں عمر گزار سکتے ہیں"—— حی نے گرم جوشی سے کہا اور دعوت کے انتظام میں مصروف ہو گیا۔ رسول اللہؐ نے اپنے نزدیک ہی کھڑے ہوئے نوجوان علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر آہستگی سے کچھ کہا اور اٹھ کر ایک جانب روانہ ہو گئے۔—— علیؑ نے ایک کڑی نگاہ چاروں طرف ڈالی اور اپنی جگہ پر آن کر بیٹھ گئے۔

یہودیوں نے تشویش سے رسول اللہؐ کو جاتے ہوئے دیکھا تو گھبرا کر علیؑ سے سوال کیا —— "ہم تو دعوت کا انتظام کر رہے ہیں اور ابوالقاسمؐ اٹھ کر چلے گئے ہیں"۔

علیؑ نے مڑ کر اس راستے کی طرف دیکھا۔ رسول اللہؐ کا نورانی پیکر نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا اور ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولے —— "انہوں نے تمہیں انتظار کرنے کو کہا تھا"۔

یہودی لاجواب سے ہو گئے۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے کرتے وہاں سے ہٹ گئے لیکن ان کی نگاہیں بار بار اسی راہ پر بھٹکتی تھیں جس راستے پر رسول اللہؐ گئے تھے لیکن ہر بار مایوس و نامراد واپس آتیں۔

لمحوں پہ لمحے گزرنے لگے۔ یہودیوں کی بے چینی بڑھتی گئی۔ رسول اللہؐ کے ساتھی بھی بار بار پہلو بدلنے لگے —— رسول اللہؐ کے آنے میں جیسے جیسے تاخیر ہوتی چلی گئی ان کی پریشانی بڑھتی چلی گئی لیکن علیؑ اپنی جگہ پر مطمئن بیٹھے یہودیوں کی سرگرمیوں کو گہری نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔

انتظار کے کچھ اور بھاری لمحے لاحاصل گزر گئے۔ یہودیوں پر انتظار بار ہونے لگا تو وہ پریشانی سے بولے —— "نہ جانے ابوالقاسمؐ کہاں چلے گئے ہیں، حالانکہ ہم نے ضیافت کا انتظام تو کب سے مکمل کر لیا ہے"۔

"تم نے جیسی ضیافت کا اہتمام کیا ہے، اس کا اجر تمہیں ضرور ملے گا"——

Marfat.com

علیؑ نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر معنی خیز لہجے میں کہا اور اپنے ساتھیوں سے بولے ——— "آؤ کہ ہم اپنے حبیبؐ کے مقدس نقوشِ پا تلاش کریں۔"

یہودیوں کے نحوست زدہ چہرے سیاہ پڑ گئے۔ وہ پریشانی اور تشویش سے بولے ——— "ابوالحسنؑ آپ کچھ دیر ٹھہر جائیں ——— وہ آتے ہی ہوں گے۔"

"نہیں ——— اب ہم روانہ ہوں گے" ——— علیؑ نے قطعی لہجے میں کہا اور اپنے ساتھیوں کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

یہودیوں میں افراتفری پھیل گئی۔ ان کے رنگ اڑ گئے۔ ناکامی کی راکھ نے ان کے بدصورت چہروں کو خاکِ سیاہ کر دیا۔ ان میں سے کچھ جی داروں نے چاہا کہ ان کا راستہ روکیں لیکن علیؑ کے تیور دیکھ کر ان کی ہمتوں پر اوس پڑ گئی۔

علیؑ اس وقت تک اپنی جگہ پر جمے کھڑے رہے جب تک ان کا ایک ایک ساتھی دشمن کی جُو میں سے دور نہیں نکل گیا۔ سب سے آخر میں جب وہ چلے تو ناکام اور نامراد یہودیوں کی جرائتیں مٹی کا ڈھیر ہو گئیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے علیؑ کو سربلندی کے ساتھ جاتا ہوا دیکھتے رہے۔ علیؑ تیز قدموں سے اپنے ساتھیوں سے آملے تو انہوں نے پریشانی سے اپنی تشویش کا اظہار کیا۔

"رسول اللہؐ اپنے خدا کی امان میں ہیں ——— وحی الٰہی ان کی رہبری کے لیے کافی ہے۔" علیؑ نے مختصر سا جواب دیا اور اپنے ساتھیوں کو لیے ہوئے مدینے میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ مسجد نبویؐ میں رسول اللہ متمکن ہیں۔

صحابہؓ کی ترسی ہوئی آنکھیں اس جمالِ جہاں آرار کو دیکھ کر آسودہ ہوئیں۔ بیتاب دلوں کو قرار آیا اور بیقراریوں نے سوال کیا ——— "یا رسول اللہؐ! آپ کے اچانک بغیر وجہ بتائے تشریف لے آنے میں کیا مصلحت تھی؟"

رسول اللہؐ نے نگاہِ تشکر سے سوئے فلک دیکھا ——— "حمد ہے اس عالم الغیب

Marfat.com

کے لیے جس پر کل عالم کے رازہائے سربستہ آشکار ہیں۔ میں وحی الٰہی کے ذریعے یہودیوں کی گھناؤنی سازش سے مطلع ہوا اور اس سے پہلے کہ میرے عین اوپر چھت پر بیٹھا ہوا عمرو بن فحاش مجھ پر بھاری پتھر گراتا ۔۔۔ میں حکم خدا سے ان کی باطل امیدوں کو شکستہ کر کے وہاں سے اٹھ آیا۔ بیشک جس کو خدائے بزرگ و برتر کی حمایت حاصل ہے اسے کسی اور کی ضرورت نہیں لیکن میں علیؑ کو تمہاری حفاظت کے لیے چھوڑ آیا تھا اور انہیں تاکید کر آیا تھا کہ جب تک تم میں سے ایک ایک یہودیوں کے علاقے سے باہر نہ نکل آئے، وہ اپنی جگہ نہ چھوڑیں۔"

اس گھناؤنی سازش کے انکشاف نے مسلمانوں کے دلوں میں ہلچل مچادی۔ وہ اس کے بدترین نتائج کے بارے میں سوچ کر ہی لرز گئے اور اپنے بیتاب جذبوں کا اظہار کرنے لگے ۔۔۔ رسول اللہ ؐ نے خوبصورت لفظوں سے ان کے جذبوں کا اکرام کیا اور قطعی فیصلہ سنایا:

"بنو نضیر کی سازشیں حد سے زیادہ بڑھتی جاتی ہیں۔ انہوں نے معاہدے کی شرائط کو کھیل بنا لیا ہے۔ انہیں اس سازش اور بدعہدی کا عوض ضرور دیا جائے گا۔ محمد بن مسلمہؓ! تم ہمارا یہ فرمان ان تک لے جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ان کی سازش سے مطلع کر کے ہماری حفاظت کی ہے لیکن ان کی اسی سازش نے ان کی عہد شکنی کو ثابت کر دیا ہے ۔۔۔ بس اب وہ اس امر کے پابند ہیں کہ دس دن کے اندر مدینہ چھوڑ دیں اور بنو قینقاع کی طرح اپنی گھناؤنی سازشوں کے ساتھ جلا وطنی کا مزہ چکھیں۔"

بنو نضیر تک ان کا یہ پیغام پہنچا تو ان کی فطری بزدلی عود کر آئی۔ انہیں بنو قینقاع کا محاصرہ اور ان کی ذلت خواری کے عالم میں جلا وطنی یاد آئی تو ان کے دلوں پہ خوف نے تسلط جما لیا۔ وہ دہشت اور سراسیمگی کے عالم میں کوچ کی تیاریاں کر رہے تھے کہ

Marfat.com

بنو قریظہ کے سردار نے ہمت بندھائی اور ہر طرح سے حمایت کرنے کا یقین دلایا۔ بنو نضیر کا دل قوی ہوا اور ان میں مدافعت کے حوصلے نے سر ابھارا ــــ ابھی وہ اس پہلو پر غور کر ہی رہے تھے کہ کیا مسلمانوں کے مقابلے میں انہیں بنو قریظہ کی حمایت ہی کافی ہو جائے گی کہ مدینے کی جانب سے ایک قاصد بڑی رازداری سے بنو نضیر کے سردار تک پہنچا اور تخلیے میں اس سے کہا ــــ "میں عبداللہ ابن ابی سلول کی جانب سے آپ کے لیے یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ آپ کو اس قدر خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم مدینے کے قلب میں بیٹھے ہیں اور آپ کے ساتھ ہیں ــــ ہمارے پاس دو ہزار کا لشکر بھی موجود ہے جن کی سپہ گری کی مہارت سب کی سب آپ کے ساتھ صف آرا ہو گی۔"

یہ پیغام نہیں، آب حیات تھا جس نے بنو نضیر کی مردہ رگوں میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔ ان کے سردار نے محمد ابن مسلمہؓ کو بلوایا اور بڑی جرأت مندی سے انہیں پیغام دیا ــــ "ہم اپنی جگہ سے سرِ مُو جنبش نہیں کریں گے۔ آپ نے جو کرنا ہو کر گزریں۔"

اس گستاخانہ پیغام نے ان کی سرکشی کا عام اعلان کر دیا۔ معاہدہ امن کی رو سے یہ کھلی ہوئی بغاوت تھی۔ جس کی سرکوبی کرنا لازمی تھا ــــ ربیع الاول کی ابتدائی تاریخیں تھیں اور سنہ ۴ھ کا زمانہ، رسول اللہؐ نے ایک لشکر ترتیب دیا۔ علمبردار لشکر علی ابن ابیطالبؑ مقرر ہوئے۔ یہودیوں کا محلہ مدینے سے دو ہی میل کے فاصلے پر تھا۔ یہودی ابھی اپنے پیغام کے جواب کا انتظار کر رہے تھے کہ انہیں محاصرے کی خبر ملی۔ انہوں نے قلعے کے سوراخوں میں سے جھانک کر دیکھا تو ہر طرف آبدار تلواروں کی چکا چوند نظر آئی ــــ لیکن عبداللہ ابن ابی اور بنو قریظہ کے حمایت کے وعدے نے یہودیوں کے دل قوی رکھے۔ وہ قلعہ بند ہو گئے اور عبداللہ کے لشکر کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن عبداللہ کے لیے اس نازک وقت میں سامنے آکر اپنے منافقانہ چہرے کی شناخت کروانا ممکن نہیں تھا۔

Marfat.com

بنو قریظہ بھی وقت پڑنے پر صورتِ حال کو اپنی بقا کے لیے خطرہ سمجھ کر خاموش ہو گئے۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے حال ہی میں ان کے ساتھ معاہدۂ امن کی تجدید کر لی تھی۔

دن پر دن گزرنے لگے جو پندرہ کے شمار تک پہنچے تو یہودیوں میں مایوسی پھیلنے لگی۔ جھوٹے وعدوں کی اصلیت آشکارا ہونے لگی ___ لیکن سامنے آکر مقابلہ کرنا ان کے بس میں نہیں تھا۔ وہ میدان بدر میں قریش کی ہزیمت اور اُحد کے معرکے میں تنہا علیؑ کی تلوار کی کاٹ کی شہرت سن چکے تھے اور وہی علیؑ علمبردار لشکر کی صورت میں ان کی نگاہوں کے سامنے تھے ___ انہوں نے اپنی فطری کمینگی اور شر پسندی کا سہارا لیا اور چھپ کر وار کرنے کی ٹھانی۔ وہ قلعے کے سوراخوں میں سے تیر اندازی کی مشق کرتے جن کا نشانہ جو خیمے بنتے ان کی جگہ تبدیل کر دی جاتی۔ چند تیر رسول اللہؐ کے خیمے میں بھی پیوست ہوئے ___ ایک رات صحابہؓ نے دیکھا کہ علیؑ اپنی جگہ پر موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے اِدھر اُدھر تلاش کیا لیکن وہ نہ اپنے خیمے میں تھے، نہ رسول اللہؐ کے پاس اور نہ کہیں ارد گرد ___ ساتھیوں کو فکر ہوئی۔ وہ گھبرائے ہوئے رسول اللہؐ کے پاس پہنچے۔

"حضورؐ! علیؑ نہ جانے کہاں چلے گئے ہیں ___ خدا خیر کرے وہ کہیں نظر نہیں آئے۔" انہوں نے پریشانی سے رسول اللہؐ کو بتلایا۔

"خدا ہمارے علمبردار کو اپنی امان میں رکھے۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوں گے، دینِ اسلام کے لیے ہی کوشاں ہوں گے۔" رسول اللہؐ نے پر یقین لہجے میں فرمایا۔

رات گزرتی چلی گئی لیکن علیؑ کا پتہ نہیں چلا۔ لوگ اپنے اپنے خیموں میں آرام کرنے کے لیے چلے گئے۔ پہرہ دینے والوں نے اپنے فرائض سنبھالے اور رات ڈھلی ___ صبح صادق کی چمپئی رنگت رات کے گھونگھٹ میں سے جھلکنے لگی تو دیکھا کہ علیؑ چلے آرہے ہیں۔ سب کی جان میں جان آئی ___ "رسول اللہؐ نے شفقت سے استفسار کیا: "علیؑ! تم کہاں رہ گئے تھے۔ سب تمہارے لیے فکر مند تھے۔"

علیؑ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا سر جھک کر رسول اللہؐ کے قدموں میں رکھ دیا۔۔۔۔"میں اس دشمن کے انتظار میں تھا کہ وہ آئے اور اپنے حصے کا پیمانۂ موت مجھ سے حاصل کرے۔"

صحابہؓ فرط اشتیاق سے قریب آ گئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔۔۔۔"علیؑ پورا واقعہ بیان کرو۔"

"یارسول اللہؐ! کل جو تیر آپ کے خیمے کی جانب آئے تھے، وہ اسی بدبخت کی کمان سے نکلے تھے۔ دن کے وقت اس کی جرأت سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ دوسرے یہودیوں کے مقابلے میں یہ شخص بہادر ہے۔ وہ اسی جرأت سے کام لیکر شب خون بھی مار سکتا ہے۔ اس لیے میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا تھا۔ میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔۔۔۔ رات کے پچھلے پہر ناگاہ میں نے دیکھا کہ وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ ننگی تلوار لیے خیموں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ میں نے اسے للکارا اور اس کا سر آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔۔۔۔ اس کے باقی ساتھیوں میں سے کچھ زخمی ہوئے ہیں لیکن بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"مرحبا علیؑ! تم نے علمبردارِ لشکر ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔" رسول اللہؐ نے تحسین کی۔ صحابہؓ بھی اس ستائش میں رسول اللہؐ کے ساتھ شامل ہو گئے۔

اس دلیرانہ مقابلے نے یہودیوں کی رہی سہی ہمتیں بھی پست کر دیں۔ انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمان غفلت میں نہیں ہیں۔ جب بھی مقابلے کی دعوت دی گئی وہ وہ بچ نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔۔۔۔ صورت حال کو مکمل طور پر اپنے خلاف دیکھ کر وہ صلح کی درخواستیں گزارنے لگے۔ رحمت دو عالمؐ نے خوں ریزی کو کبھی شعار نہیں بنایا تھا۔ جہاں حسنِ خلق کے جلووں کی ضرورت محسوس ہوئی انہیں عام کر دیا۔ بنونضیر پر پوری طرح تسلط کے باوجود انہیں مدینہ چھوڑ دینے کی اجازت فراخدلی سے دیدی گئی۔

Marfat.com

انہیں تین دن کی مہلت کے علاوہ یہ بھی سہولت دی گئی کہ وہ جتنا مال اپنے اونٹوں پر لاد کر لے جا سکیں لے جائیں۔ ان سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ باقی رہ جانے والا مال ــــ مالِ غنیمت متصور ہوگا اور اسے مسلمان اپنے تصرف میں لائیں گے۔

خلقِ رسول اللہؐ کی چھاؤں میں بنو نضیر روانہ ہوئے تو ہر آنکھ محمدؐ کے اس عفو و کرم کو حیرت آمیز استحسان سے دیکھ رہی تھی۔ یہودیوں نے قلعے میں اتنا مال و اسباب اور ہتھیار ذخیرہ کر رکھا تھا کہ وہ سب کا سب لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور بہت کچھ قلعے میں چھوڑ گئے جو مالِ غنیمت کی صورت میں مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔

اُحد کی شکست اور "رجیع و بیرِ معونہ" کے المیوں کے بعد اس فتح نے مسلمانوں کو دلشاد کیا اور ان کے حوصلوں کو ایک نئی تازگی عطا کر دی۔ رسول اللہؐ نے مالِ غنیمت کی تقسیم کے لیے مسلمانوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ خود رونق افروزِ منبر ہوئے۔ حمد و ثنائے کبریا کے بعد انصار و مہاجرین کو مخاطب کیا۔

"سنو اے گروہِ مسلمین! تحسین و آفرین ہے انصار کے جذبہ ایثار و فداکاری پر کہ انہوں نے غریب الوطنوں کو اپنے وطن میں اپنے بھائیوں کی طرح بسایا۔ انہیں اپنے اموال کا شریک بنایا، ان کے لیے کشادگی پیدا کی اور انہیں کسی کمی یا اجنبیت کے احساس سے محفوظ رکھا۔

اس کے بعد میں جو کچھ کہنے کا ارادہ رکھتا ہوں اس میں میرے مخاطب انصار ہیں اور انہیں ہی آزادانہ فیصلہ کرنے کا اختیار ہے تو اے انصار! اگر تم چاہو کہ یہ مال تم سب میں برابر تقسیم کیا جائے اور غریب مہاجرین اسی طرح زندگی بسر کریں جس طرح وہ تنگی ترشی میں زندگی بسر کرتے ہیں ــــ تو ایسا ہی کیا جائے گا لیکن اگر تم قبول کرو کہ یہ مال سب کا سب مستحق مہاجرین میں تقسیم کر دیا جائے کہ وہ خود کفیل ہو جائیں اور تم آئندہ ان کی کفالت سے سبکدوش ہو جاؤ ــــ تو بلاشبہ تمہارا یہ

Marfat.com

ایثار بڑی قدر و منزلت کا حامل ہو گا اور خوشحالی مسلمانوں کے طبقے میں عام ہو جائے گی۔"

رسول اللہ ﷺ نے جیسے ہی اپنی بات ختم کی سعد بن عبادہؓ اور سعد بن معاذؓ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور باری باری اپنی دلی رضامندیوں کا اظہار کیا کہ انہیں اس تجویز سے اتفاق ہے اور اگر یہ تمام مال غریب مہاجرین میں تقسیم کر دیا جائے تو انھیں خوشی ہو گی۔

سرداران قبائل کے فیصلوں کی توثیق میں سبھی انصاریوں کی آوازیں بلند ہوئیں اور مسجد کی فضا ایثار و قربانی سے چھلکتی ہوئی آوازوں سے بھر گئی۔ مہاجرین کے چہروں پر اس اپنائیت کے مظاہرے کو دیکھ کر رونق آ گئی۔

انصار کی اس فراخ دلی اور ایثار نے رسول اللہ ﷺ کو مسرور کر دیا۔ انہوں نے ستائشی لہجے میں انصار کی تحسین کی اور بارگاہ رب العزت میں دست دعا بلند کرتے ہوئے ان کے لیے رحمت و برکت کے خزانے طلب کیے۔

جلد ہی بنو نضیر کے چھوڑے ہوئے مال غنیمت کا جائزہ لے کر اسے مہاجرین میں تقسیم کر دیا گیا۔ انصاریوں کے اس ایثار و کرم سے مدینے کے تمام گھروں میں خوشحالی اور فارغ البالی امنڈ آئی اور محبت کی فضا پیدا ہو گئی جس نے مسلمان قوم میں بھائی چارے اور اخوت کے رشتوں کو اور مضبوط بنا دیا۔ اس ایثار و قربانی کی ستائش آیات قرآنی میں اتری تو انصار اپنی اس وقعت و سربلندی پر ناز کرنے لگے۔ ◻

باب ۲۸

شعبان کا مہینہ آیا اور چاند تین منزلیں آگے بڑھا تو یکبارگی خانۂ زہراؑ چاندنی میں نہا گیا۔ وفورِ نور سے مدینے کے در و دیوار جگمگانے لگے۔ فضاؤں میں مسرتوں کی دھنک بچھ گئی ــــ جبرئیل امینؑ کوئی انوکھی بشارت لے کر فلک سے اترے اور درِ رسولؐ پر شادماں شادماں سی دستک سنائی دی۔

پھر کچھ اور خوشی کے پیامبر آئے اور بیت الشرف کی جانب دوڑتے ہوئے پرجوش قدموں سے بڑھے کہ مسرت کے یہ پھول رسول اللہؐ کے حضور پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ دیکھا کہ رسول اللہؐ دولت کدے سے باہر تشریف لا رہے ہیں۔ مسرتوں کی نوید سنبھالے ہوئے لوگ آگے بڑھے تو ان کے دمکتے ہوئے چہروں میں سہانی بشارت کو عکس ریز دیکھ کر رسول اللہؐ کے دلآویز لبوں پر بھی ایک روشن مسکراہٹ طلوع ہوئی۔

"مسرتوں کی اس جاں فزا بشارت لانے میں جبرئیل امینؑ بھی تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ انہوں نے ابھی ابھی مجھ تک یہ نوید پہنچائی ہے کہ علیؑ و فاطمہؑ کے آنگن

Marfat.com

میں ایک اور چاند اترا ہے۔"

مبارکباد کہنے والے خوشی خوشی ساتھ ہو لیے ـــــ رسول اللہؐ نے کچے گھر کا بوسیدہ پردہ اٹھایا تو دروازے پر علیؑ نے ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ خوش آمدید کہا اور تعظیم و تکریم کو راہوں میں بچھاتے ہوئے رسول اللہؐ کو ہمراہ لے گئے۔ فاطمہؑ کی گود میں اپنے ہی جمال جہاں آرا کا پرتو دیکھ کر رسول اللہؐ نہال ہو گئے۔

فاطمہؑ نے بچے کو رسول اللہؐ کی آغوش میں دیتے ہوئے ممتا سے سرشار لہجے میں کہا:

"بابا جان! یہ تو حسنؑ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔"

"کیوں نہ ہو بیٹی! یہ خود بھی حامل امامت ہے اور اس کی نو پشتیں بھی اس شرف سے مشرف رہیں گی۔ یہاں تک کہ ہمارا قائم بحکم خدا پردۂ غیب میں پوشیدہ ہو گا۔ اور وقت معینہ پر ظاہر ہو کر اس دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اور حق کا بول بالا کرے گا۔" رسول اللہؐ نے نومولود کو گود میں لیتے ہوئے کہا۔

علیؑ و فاطمہؑ کے مسرور دل شکرِ پروردگار سے لبریز ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے بچے کے کانوں میں اذان و اقامت کہی ـــــ منہ میں لعابِ دہن ڈالا ـــــ ننھے کو اپنی زبان چوسائی۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور جمال رسالتؐ کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔

رسول اللہؐ نے شادمان لہجے میں کہا ـــــ "یہ سورۂ کوثر کی دوسری تفسیر ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے وعدے کو پورا کیا ہے۔ "ابتر" کا طعنہ دینے والی زبانیں ہمیشہ کے لیے کٹ گئی ہیں ـــــ علیؑ! یہ بھی حسنؑ کی طرح تمہارا نہیں، میرا بیٹا ہے۔ اسے میری نسبت سے ابن رسول پکارا جائے گا۔"

"خوشا میرے نصیب یا رسول اللہؐ! دنیا و آخرت میں آپ سے انتساب تو فخر و منزلت کا باعث ہے۔" شادمانی علیؑ کے لہجے میں بھی اتری۔

اس کا نام بھی موسیٰ علیہ السلام کے وصی ہارون علیہ السلام کے دوسرے بیٹے

Marfat.com

'شبیر' کے نام پر حسینؑ رکھا جائے گا' جو اس کا ہم معنی ہے ___ حسنؑ کی طرح میرے اس نور نظر کا نام بھی دنیائے عرب میں اس سے پہلے کہیں نہیں۔ یہ میرا لخت جگر مجھ سے اور میں اس سے ہوں۔ یہ میری سخاوت اور جرأت و استقلال کا وارث ہے۔ یہ دین اسلام کی بقار کا باعث ہو گا" ___ رسول اللہؐ نے ننھے حسینؑ کے لبوں اور گردن پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

سر اٹھایا تو پلکیں نم تھیں۔ فاطمہؑ بے چین ہوئیں ___ "بابا! یہ تو خوشی کا موقع ہے۔ لیکن میں آپ کے نورانی چہرے پر غم کے سائے اترتے محسوس کر رہی ہوں"۔

"جانِ پدر! یہ وہ غم ہے ___ جو ہمارے پارۂ جگر کے ساتھ ساتھ جوان ہو گا۔ اور اپنے عروج کی منزلوں تک سفر کرے گا ___ میری بیٹی! اگر تم صبر اور حوصلے کا دامن تھامو' تو میں تمہیں اس امر سے آگاہ کروں جو بذریعہ وحی الٰہی مجھ تک پہنچا ہے" رسول اللہ نے محزون لہجے میں کہا۔

"بابا! باپ کی آنکھوں میں آنسو ہوں تو بیٹی کی پلکیں کیوں نہ پرنم ہوں ___ آپ ہی نے مجھے رضائے الٰہی میں راضی رہنے کا درس دیا ہے۔ آپ مجھے میرے نور نظر کے بارے میں جو کچھ بتلائیں گے میں تحمل سے سنوں گی"___ فاطمہؑ نے سر جھکا کر فرمانبرداری سے کہا۔

"تو سنو بیٹی ___ تمہارا یہ نورِ نظر دین اسلام کی خاطر اپنے اہل خاندان کے ہمراہ تین دن کی بھوک پیاس کے ساتھ شہید کیا جائے گا۔ عم محترم حمزہ شہیدؓ تو اسی عہد کے سید الشہدار ہیں لیکن یہ آنے والے سب زمانوں کے لیے سید الشہدار ہو گا کہ اس کی قربانیوں اور شہادت کی نظیر آنے والے کل زمانے پیش کرنے سے قاصر ہوں گے"۔ رسول اللہؐ کا لہجہ گلو گیر ہوا۔

فاطمہؑ کی آنکھوں میں بھرے ہوئے آنسو چھلک گئے۔ علیؑ نے سر تسلیم جھکایا۔

Marfat.com

"یارسول اللہ! ہمارا مال، ہماری اولاد، ہمارے شب و روز اور ہماری تمام ملکیتیں دینِ خدا اور اطاعتِ رسولؐ میں صرف ہوں تو اس سے بڑھ کر ہمارے لیے خوش بختی کی بات کیا ہو گی۔"

ساتویں دن حسینؑ کا عقیقہ ہوا۔ پہلے حسنؑ تنہا رسول اللہؐ کی شفقتوں اور محبتوں کا محور تھے، اب حسینؑ بھی اس میں شریک ہو گئے۔ معلم کائنات کی تربیت اور توجہ نے دونوں ننھے منے بھائیوں کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ فاطمہؑ کے بعد گلشن محمدؐ میں جو خوش رنگ پھول کھلے تھے تو سارا گھر ان کی خوشبو سے مہک گیا تھا ــــ وہ اپنے گھر میں کم رہتے اور رسول اللہ کی گود میں زیادہ نظر آتے۔ کبھی شانوں پر سوار ہوتے، کبھی انگلی پکڑ کر ساتھ ساتھ چلتے۔ کبھی نماز میں پشت پر سوار ہو جاتے تو رسول اللہ سجدے کو طول دیدیتے ــــ کبھی ننھے منے قدموں سے چلتے ہوئے لڑکھڑاتے تو رسول اللہؐ اپنا خطبہ چھوڑ کر، منبر سے نیچے اتر کر انہیں سنبھال لیتے اور زینت آغوش بناتے ہوئے اپنے صحابہؓ سے مخاطب ہوتے ــــ "یہ دونوں میرے گلشن کے پھول ہیں، یہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں، انہیں خوب پہچان لو، میں ان سے محبت کرتا ہوں ــــ خدایا تو بھی انہیں محبوب رکھنا"

رحمت دو عالمؐ کے گھنے سائے تلے بچے اس طرح پروان چڑھ رہے تھے کہ ان کے انداز و اطوار میں رسول اللہؐ کے اخلاق و اوصاف منعکس ہوتے تھے۔ مدینے کی گلیوں میں انہیں چلتے دیکھ کر بڑے بوڑھے رسول اللہؐ کے بچپن کو یاد کرتے تھے۔ وہ اپنے ہم سنوں سے مختلف اور ممتاز نظر آتے تھے۔ اتنی سی عمر میں لوگ ان کی اٹھان میں رسول اللہؐ کے فرمانوں کی تصدیق دیکھتے تھے کہ حسنؑ میرے خلق و ہیبت کا وارث ہے اور حسینؑ کو میری سخاوت اور اخلاق ملا ہے۔ ان کی شباہتوں میں بھی رسول اللہؐ کا حسنِ جہاں تاب اس طرح جھلکتا تھا کہ لوگ دور سے پہچان لیتے تھے۔ فاطمہؑ جب

حسینؑ کو گہوارے میں لوری دیتیں تو وفور محبت سے کہتیں :

"میرے چاند ! تو میرے بابا کی تصویر ہے

میرے بیٹے ! تو علیؑ سے اتنا مشابہ نہیں،

جتنا میرے بابا سے ملتا ہے !"

خوشیوں کے ان سہانے لمحوں میں غم کی تاریک پرچھائیں نے اپنی جھلک دکھائی۔ محبتوں کی فراوانی میں سے محبت کی ایک زندہ علامت کے اٹھ جانے سے محرومی کا احساس طاری ہوا۔ بچھڑی ہوئی ساری محبتیں ـــ روٹھے ہوئے سارے رشتوں کی یاد ـــ تڑپ بن کر رگ و پے میں اتر گئی ـــ دل شکستہ اور رنجور علیؑ نے اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد کے انتقال کی خبر دی۔ رسول اللہؐ غم زدہ اور ملول علیؑ کے غم میں شریک ہوتے ہوئے دیگر لہجے میں بولے ـــ "علیؑ ! صبر کرو ـــ وہ تمہاری ہی نہیں، میری بھی ماں تھیں۔"

پھر اٹھے اور میت کے سرہانے بیٹھ گئے۔ علیؑ کی والدہ کے مہربان چہرے پر نگاہ کی جو کبھی ماں کا نعم البدل بن گیا تھا۔ جس کی شفقتوں نے بچپن میں بچھڑ جانے والی محبتوں کی تلافی کر دی تھی۔

آنکھوں سے آنسو ڈھلکے اور دل میں امنڈتے ہوئے جذبوں نے لبوں پر لفظوں کی صورت اختیار کی۔ "اے میری مادرِ مہربان ! خدائے بزرگ و برتر کا کرم آپ کے ہمرکاب ہو ـــ آپ تو میری ماں کے بعد میری ماں تھیں۔ مجھے آپ کی وہ شفقتیں خوب یاد ہیں۔ جب آپ بھوکی رہتی تھیں، اس لیے کہ میں پیٹ بھر کر کھا سکوں۔ آپ تنگی و ترشی میں بسر کرتی تھیں، اس لیے کہ میں اچھی پوشاک پہن سکوں اور یہ سب آپ صرف خدا کی خوشنودی کے لیے کرتی تھیں۔"

احسان کے بدلے میں بہترین احسان کرنے والے نے اپنا پیراہن کفن کے لیے

Marfat.com

دیا۔ قبر کی تیاری میں خود مدد کی۔ لحد تیار ہو گئی تو خود اس میں لیٹے ــــ دفن کے مرحلے کے بعد خصوصی دعائیں کیں۔ فراغت ہوئی تو کسی نے پوچھا ــــ "آپ نے علیؑ کی والدہؓ کے ساتھ جو نوازشات فرمائی ہیں، وہ کبھی کسی مرنے والے کے ساتھ روا نہیں رکھیں۔ آخر اس کا سبب کیا ہے؟

"وہ صرف علیؑ کی ماں ہی نہیں، میری بھی ماں تھیں۔ انہوں نے چچی کے رشتے پر ماں کے رشتے کو حاوی کیا تھا۔ میرے چچا ابو طالبؑ کے بعد میرے ساتھ سب سے زیادہ حسن سلوک اور شفقت کرنے والی تھیں۔ وہ میری ماں کا نعم البدل اور یتیمی میں میرا سہارا تھیں" ــــ ان کا لہجہ احسان مندی سے بوجھل تھا۔

Marfat.com

باب (۲۹)

قریش مکہ میں کفار کی سرداری ابوسفیان کے ہاتھوں میں آ چکی تھی۔ اس کا ہر پل مسلمانوں کے خلاف کوئی نہ کوئی سازش سوچنے میں گزرتا تھا۔ احد کی جزوی فتح نے اس کے حوصلے بلند کر دیے تھے۔ رجیع اور بیر معونہ کے المیوں نے اسے تقویت دی تھی۔ وہ ایک بار پھر مسلمانوں پر بھرپور وار کرنا چاہتا تھا ـــــ اسے وہ دعویٰ بھی پورا کرنا تھا جو اس نے اُحد کے میدان سے جاتے ہوئے اپنی جزوی فتح کے نشے میں کیا تھا اور آنیوالے سال میں پھر نبرد آزما ہونے کی دعوت ڈالی تھی۔

اسلام دشمن قبائل بھی ہمیشہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ مسلمانوں پر حملہ کیا جا سکے، انہیں کوئی زخم آ جائے یا انہیں نیچا دکھایا جا سکے ـــــ ۵ھ کا آغاز ہوا تو ابوسفیان اور دیگر قبائل چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کی صورت میں مدینے پر حملہ کرنے کے ارادۂ بد کے ساتھ آنے لگے لیکن رسول اللہ ؐ نے ہر بار انہیں مدینے سے باہر جا کر راستے میں ہی اس طرح جا لیا کہ انہیں سنبھلنے کی بھی فرصت نہ ملی ـــــ یہ چھوٹی چھوٹی جھڑپیں، الرفاع، دومۃ الجندل

Marfat.com

مریسیع کے مقام پر ہوتیں اور بغیر کسی نقصان کے فتمندی نے قدم چومے۔

رسول اللہؐ ایک طرف تو بیرونی دشمنوں سے نبرد آزما تھے جن سے اکثر کسی نہ کسی مقام پر آمنا سامنا ہو جاتا تھا۔ شجاعت اور جذبۂ ایمانی کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنا سہل بھی تھا۔ لیکن دوسری طرف اندرونی دشمنوں سے مقابلہ کرنا بہت دشوار تھا۔ منافقین کی جماعت اندر ہی اندر چھپ چھپ کر وار کرنے میں مصروف رہتی کیسا بھی واقعہ کیوں نہ ہوتا، وہ پشت کی جانب سے حملہ کرنے سے باز نہ رہتے۔ رحمت دوعالمؐ کے فضل و کرم سے یہ بعید تھا کہ وہ ان کو ہی سزا اور عتاب کا مزہ چکھاتے جو بظاہر ان کا دم بھرتے اور خود کو مسلمان کہتے تھے۔ وہ ہر بار انہیں اصلاح کا موقع دیتے کہ انہیں تو خلق خدا کو خُلق کی ادائے دلنشیں سے جیتنا تھا۔ لیکن ان منافقین کے سیاہ دلوں پر ان کی بدنیتی نے ایسی مہریں لگا دی تھیں کہ وہ اخلاق کے کسی مظاہرے سے نادم یا مرعوب نہیں ہوتے تھے۔

غزوہ مریسیع جو بنو مصطلق کے ساتھ درپیش ہوا، اس سے لوٹتے ہوئے عائشہؓ کسی ضرورت سے اپنی سواری سے اتریں تو قافلے سے بچھڑ گئیں ـــــ ابھی اس ادھیڑبن میں تھیں کہ قافلے تک کس طرح رسائی حاصل کریں کہ قافلے کے عقب میں حفاظت کی غرض سے آنے والے ایک اونٹ سوار سے سامنا ہو گیا۔ اس نے حرم رسولؐ کو پہچان کر اپنے اونٹ پر سوار کر لیا اور خود اونٹ کی مہار تھامے ہوئے قافلے تک جا پہنچا۔ لیکن اتنی معمولی سی بات کو منافقین نے کئی رنگوں میں رنگ لیا اور ایسی افواہیں مدینے میں گردش کرنے لگیں جو رسول اللہؐ کے قلب اطہر کے لیے بار گراں ثابت ہوئیں۔ انہوں نے کچھ کہہ کر ناگواری بڑھانے کے بجائے خاموشی سے وحی الٰہی کا انتظار کیا تاکہ معاملہ پوری طرح سے صاف ہو جائے۔

گرد و پیش گردش کرتی ہوئی زہریلی افواہیں اور رسول اللہؐ کی مصلحت آمیز

Marfat.com

خاموشی نے عائشہؓ کے دل پر چرکے لگائے ـــــ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کڑے وقت کو کس طرح ٹالا جائے۔ منافقین کے اڑائے ہوئے ان چھینٹوں کو کس طرح لوٹایا جائے۔

اسی فکر اور صدمے نے انہیں بستر سے لگا دیا۔ غمگساری کی خاطر وہ اپنے والدین کے یہاں چلی گئیں۔ آنسوؤں کی جھڑی تھی کہ آنکھوں سے نہیں تھمتی تھی لیکن یہ بحران چند ہی دنوں کو اپنی لپیٹ میں لے سکا۔ سچائی نکھر کر سامنے آ گئی۔ وحی الٰہی نے منافقین کے عزائم کو باطل کر دیا اور اتہام لگانے والوں کو ان کی بدنیتوں کا پھل دیدیا گیا عائشہؓ سرخرو سربلند اپنے گھر واپس ہوئیں اور بدبخت لوگ منہ چھپانے لگے۔

بنو مصطلق سے مقابلے میں فتح مندی کے ساتھ مال غنیمت کا ایک بڑا ذخیرہ اور چھ سو کی تعداد میں اسیران جنگ بھی ہاتھ آئے۔ کچھ امن وسکون ہوا تو مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کیا جانے لگا۔ اسیران جنگ بھی مختلف صحابہؓ کو عطا ہونے لگے تو ایک اسیر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ شکل وصورت اور ظاہری شباہت سے کسی اچھے خاندان کا معلوم ہوتا تھا۔

"اے محمدؐ! میری ایک درخواست سن لیجیے"۔ اس نے عاجزی سے کہا۔

رسول اللہؐ نے نگاہِ مہربان سے اس کی طرف دیکھ کر اسے بات کہنے کا اذن دیدیا۔

"میں بنو مصطلق کا سردار حارث ابن ابی ضرار ہوں۔ آپ سردارِ قوم اور بہترین گھرانے کے بہترین فرد ہیں۔ آپ کی کریمی سے یہ بعید ہے کہ آپ سرداروں کے ساتھ غلاموں کا سا برتاؤ کریں"۔ اس نے افسردگی سے سر جھکایا اور دھیمے لہجے میں بولا ـــــ "میں یہ سب کچھ اپنے لیے نہیں کہہ رہا۔ مجھے اپنی بیٹی جویریا کا خیال ہے۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ بھی کنیز نہ بنا لی جائے"۔

کریمؐ ابن کریم نے اس کے لہجے کی التجا کو سنا اور اپنی فراخدلی سے اسے اکرام

Marfat.com

عطا کیا ــــ "حارث! کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ اس سلسلے میں تم اپنی بیٹی سے بات کرلو۔ ہم سب کچھ اس کی مرضی پر چھوڑتے ہیں۔"

حارث کی جان میں جان آئی ــــ نجات کا یہ فرمان سن کر وہ لمحے بھر کو بھی نہیں رکا اور اس جانب لپکا جہاں اسیر عورتوں کو ٹھہرایا گیا تھا۔ جویریہ قریب آئیں تو اس نے بیتابی سے اظہار مدعا کیا۔

"بیٹی! محمدؐ ابن عبداللہ کی مہربانیوں نے میرا سر جھکا دیا ہے ــــ وہ عالی نسب ہیں اور دوسروں کی تکریم کا حق ادا کرنا جانتے ہیں۔ انہوں نے تمہیں کنیزی کی ذلت سے آزاد کر کے خود فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔"

جویریہؓ نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ ان کے خوبصورت چہرے کی رونق لوٹ آئی اور ان کا دل اس عالی مرتبت کے لیے تشکر سے بھر گیا۔ جس نے انہیں شرف کے ساتھ آزادی جیسی نعمت عطا کر دی تھی۔ حارث کو بیٹی کی خاموشی زیادہ دیر گوارا نہیں ہوئی۔ وہ اس کی عزت تھی۔ وہ جلد سے جلد اسے کسی بہترین پناہ گاہ میں محفوظ دیکھنا چاہتا تھا۔

وہ اسے اپنی عالی نسبی کا احساس دلائے بغیر نہ رہ سکا ــــ "بیٹی! دیکھنا اپنے خاندان کی عزت کا پاس رکھنا اور ہمیں رسوائی کے حوالے نہ کرنا۔"

جویریہؓ کے لبوں پر ایک طمانیت آمیز مسکراہٹ کھلی۔ دل میں آرزو کی چٹکتی ہوئی ننھی منی کلیوں کے کھلنے کی رُت آئی۔ جنگ سے اب تک کے عرصے میں جس کریم النفس کی اداؤں اور جس کے جمالِ جہاں آرا کے صد رنگ جلوؤں نے دل میں گھر کر لیا تھا ــــ دل اسی کے قرب کی آرزو میں دھڑکنے لگا۔ حیا کا گلابی رنگ چہرے پر نکھرا تو جویریہؓ نے محجوب ہو کر سر جھکایا اور شرمگیں لہجے میں بولی ــــ "میں اپنے مقدر کا فیصلہ اس کے ہاتھ میں دیتی ہوں جس نے مجھے فیصلہ کرنے کا شرف و اختیار دیا ہے۔

Marfat.com

میں ان کی خدمت میں رہنے پر راضی ہوں"۔
حارث سردار تھا۔ اسے بیٹی کے فیصلے پر اطمینان ہوا کہ اس نے عالی مرتبت خاندان کا ہی انتخاب کیا تھا۔ وہ خوشی سے واپس ہوا اور رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا ——"میرا خیال ہے کہ میری بیٹی کا فیصلہ میرے لیے باعثِ عزت ہوگا۔ اس نے آپ کی خدمت میں رہنا قبول کیا ہے۔ آپ عزت داروں کا شرف ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ شرف میری بیٹی کے حصے میں بھی آئے گا"۔
رسول اللہؐ بردباری سے مسکرائے اور عالم نسواں کو ایک اور شرف سے ہمکنار کر دیا۔ ——"جویریہؓ کو شرف زوجیت سے ہمکنار کیا جائے گا —— تم سامانِ عقد کر لو"۔ —— حارث اس کرم و عنایت پر مبہوت سا رہ گیا۔
جویریہؓ حرم نبوی میں داخل ہوئیں اور ام المومنین کا رتبہ ان کا مقدر ہوا۔ جیسے ہی اس کی اطلاع مدینے میں پھیلی تو ہر گھر نے غنیمت میں ملے ہوئے لونڈی اور غلام آزاد کر دیے کہ اب بنو مصطلق کی شان اس سے برتر ہے کہ انہیں غلامی کا داغ لگایا جائے کہ انہیں رحمتِ دو عالم سے رشتہ داری کا شرف حاصل ہو گیا ہے۔
طلوع اسلام سے قبل عالم نسواں کا ستارہ جس طرح ظلمتوں میں گھرا ہوا تھا۔ نورِ اسلام نے اسے اتنا ہی اوجِ کمال عطا کیا۔ رسول اللہؐ نے عورت کو رفیق زندگی کا درجہ دیا اور ان تمام صورتوں میں درماندہ عورتوں کو سہارا دیا جو ممکنات میں سے تھیں تاکہ آنے والے زمانوں میں اس کمزور صنف کے لیے مقدس رشتوں کی کمی نہ رہے —— سودہؓ بنت زمعہ اور حفصہؓ بنت عمر کی بیوگی کو سہارا دیا۔ ام سلمیٰؓ کے ساتھ ان کے بیٹے کو بھی شفقت دی۔ صفیہ بنت اخطب اور جویریہ بنت حارث کو کنیزی کی ذلت سے نکالا اور ان کے طفیل سیکڑوں اسیروں کو رہائی نصیب ہوئی۔
اُم حبیبہؓ کو شرفِ زوجیت سے ہمکنار کر کے ابوسفیان جیسے بدترین دشمن

پر مہربانی کی اور زینب رضی بنت امیہ سے رشتہ قائم کرکے عرب میں متبنیٰ کی منکوحہ سے مناکحت کی ممانعت جیسی رسم کو باطل قرار دیا ــــ ان ہی خواتین کے ذریعے سے کتنے ہی خاندان شرف اسلام سے مشرف ہوئے ــــ اور کتنے ہی قبیلے زیرنگیں ہوگئے ◻

Marfat.com

باب ۳۰

بدر اور اُحد کی فیصلہ کن لڑائیوں اور بعد کی چھوٹی موٹی جھڑپوں سے مشرکین مکہ نے اندازہ لگالیا تھا کہ ان کے لیے تنہا مسلمانوں کا مقابلہ کرنا آسان نہیں۔ اس کے ساتھ ہی جیسے جیسے رسول اللہ کی قوت و اقتدار ترقی پذیر ہوتا تھا' ان کے حسد کی آگ اور بھڑکتی تھی۔ یہودیوں کے طاقتور قبائل کی مدینے سے بیدخلی نے انہیں یقین دلادیا تھا کہ مدینے میں رسول اللہ ؐ کا تسلط روز بروز مضبوط ہوتا جارہا ہے۔ ابوسفیان کا سازشی ذہن ایک پل کے لیے بھی غافل نہیں ہوتا تھا۔ اس نے یہودیوں کی جلاوطنی اور ان کے بھڑکتے ہوئے جذبات کو اپنے مفادات کے لیے ایک نئی صورت دینے کا منصوبہ بنایا۔

دوسری جانب یہودیوں کے شکست خوردہ سردار اپنی محرومیوں پر رنج خوردہ تھے اور مسلمانوں سے اس کا بدلہ لینے کو بے چین تھے۔ بنونضیر اور بنوغطفان کے سردار اسی غرض سے مکہ پہنچے کہ رسول اللہ ؐ کے ازلی دشمنوں کے ساتھ مل کر کوئی راستہ نکالا جائے۔ وہ جیسے ہی مکہ پہنچے' ان کی اس پیش قدمی کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔

Marfat.com

جب ابوسفیان نے مکمل حمایت کا یقین دلا دیا تو سرداران یہود، کنانہ، بنی مرہ، اشجع اور طریف قبائل کے پاس بھی فرداً فرداً پہنچے اور ضروری بات چیت کے بعد انھیں بھی اپنے اس اتحاد میں شامل کر لیا ــــ بنو قریظہ جو رسول اللہؐ سے معاہدہ امن کر چکے تھے، انہیں بھی اپنی سحر بیانی سے اپنے حلیفوں میں شامل کر لیا۔

اس کے ساتھ ہی ان کا مدینے کے منافقین سے بھی رابطہ برابر قائم تھا تاکہ جب بھی بھرپور طاقت کے ساتھ مدینے پر حملہ آور ہوں تو مسلمانوں کے اپنے دشمن ان کی صفوں میں سینندھ لگالیں اور رسول اللہؐ چاروں طرف سے گھر جائیں۔

سردارانِ یہود اور دیگر قبائل کی پراسرار سرگرمیاں رسول اللہؐ سے مخفی نہیں تھیں۔ کل عالم کے رازوں کو جاننے والے نے اپنے حبیبؐ پر سارے بھیدوں کو آشکار کیا تھا۔ دور دراز سے آنے والے بھی اس اتحاد کی خبریں لے کر آ رہے تھے ــــ رسول اللہؐ نے اپنے ایلچیوں کو بنو قریظہ کے سردار کے پاس بھیجا تاکہ اندازہ لگایا جا سکے کہ مخالفت کا محاذ کس حد تک قوی ہے۔ قریظہ کا سردار کعب بن اسد سختی سے پیش آیا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ ان کے نزدیک معاہدے کی شرائط کوئی وقعت نہیں رکھتیں اور وہ جس کا چاہے گا ساتھ دے گا۔

اپنے حلیف قبیلے کی اس مخالفت نے ان اطلاعات کی توثیق کر دی تھی جو وقتاً فوقتاً چاروں جانب سے رسول اللہؐ تک پہنچ رہی تھیں ــــ اب حفاظت خود اختیاری فرض ہو گئی۔ خبریں لانے والوں نے بتایا کہ اسلام کے دشمنوں کے لشکر اپنی اپنی کمین گاہوں سے چیونٹیوں کی طرح نکل کر مدینے کا رخ کر رہے ہیں اور بنو قریظہ سے مل جانے کے بعد ان کی تعداد چوبیس ہزار کے لگ بھگ ہو چکی ہے۔ کمزور دل اور کمزور ایمان مسلمانوں کے دلوں کی کیفیت وہ ہوئی جو قرآن پاک میں بیان کی گئی ہے۔

Marfat.com

"جب دشمن اوپر کی طرف سے اور نشیب کی طرف سے آپڑے ــــ جب آنکھیں خوف سے پھٹنے لگیں اور کلیجے منہ کو آئے تو تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ تب مسلمانوں کی جانچ کا وقت آیا تو وہ اس طرح لرزنے لگے جیسے زلزلہ آتا ہے۔" (سورۂ احزاب)

دلوں کا حال اور نفوس کا ماجرا جاننے والے نے دلوں میں ابھرتے ہوئے خوف اور نفوس میں اٹھتی ہوئی بدگمانیوں کا سراغ پا لیا۔ اسی لیے خاص خاص اصحاب کو مشورت کے لیے بلایا۔ تاکہ سبھی خاندانوں کی نمائندگی ہو سکے اور تمام سرکردہ افراد کی جرأت و ہمت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ تاکہ آئندہ کے لیے لائحۂ عمل مرتب کرنے میں آسانی ہو۔

تمام اکابرین جمع ہو چکے تو رسول اللہ ؐ نے معاملے کی نوعیت ایک مرتبہ پھر واضح کی۔ گہری سوچ نے ہر طرف ڈیرا جمایا ــــ چہروں پر تفکر و تدبر کی لکیریں بننے اور مٹنے لگیں۔ پھر سلمان فارسی ؓ نے سر اٹھایا اور گویا ہوتے: "یا رسول اللہ ؐ! اگر اجازت ہو تو میں اپنی تجویز پیش کروں؟"

"ہاں سلمان ؓ کہو!" رسول اللہ ؐ نے حوصلہ افزائی کی۔

"ہم سب جانتے ہیں کہ دشمن کی تعداد ہم سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اگرچہ ہمارے حوصلے بھی ہارے ہوئے نہیں ہیں لیکن مصلحت بینی کا تقاضا ہے کہ کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جائے کہ کشت و خون میں جانوں کا زیاں نہ ہو اور ہم محفوظ بھی رہیں۔" سلمان ؓ نے تمہید باندھی۔

"اس سے بہتر اور کیا ہے سلمان ؓ! کہ انسان کا خون ارزاں نہ ہو۔" کسی نے توصیفی انداز میں کہا۔

"میرے ملک فارس میں ایسے موقعوں پر مدافعت کا ذریعہ خندق کو بنایا جاتا ہے۔ شہر کے گرد ایسی خندق کھود دی جاتی ہے جو دشمنوں کے لیے سدِ راہ ثابت ہوتی ہے۔ مدینے کے تینوں اطراف تو پہاڑیاں ہیں، جن کی طرف سے حملے کا خدشہ نہیں۔

Marfat.com

چوتھی جانب جو کھلا علاقہ ہے۔ وہاں گہری خندق کھود دی جائے تو وہ ہمارے لیے ایک مضبوط قلعے کا کام دے گی اور دشمن کی بھاری جمعیت کا مقابلہ ہمارے لیے آسان ہو جائے گا" سلمانؓ نے اپنی بات مکمل کی۔

"مرحبا سلمانؓ! تم نے بہترین قوتِ فکر سے کام لیا ہے اور بہترین تجویز سجھائی ہے انشاءاللہ ہم اس پر مکمل عمل درآمد کریں گے اور جب قریش مدینے کی سرحد پر پہنچیں گے تو خندق ان کے پاؤں پکڑ لے گی اور ان کے ارادوں کو خاک میں ملا دے گی۔"

رسول اللہ ﷺ نے تحسین و آفرین کہی اور خندق کی کھدائی کا حکم دیدیا۔□

باب (۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کا کام شروع کرنے سے پہلے سلع پہاڑ کی چوٹی پر فوجی چھاؤنی کی طرز پر ایک چوکی قائم کر دی تاکہ گردوپیش پر نگاہ رکھی جا سکے۔ سلمہؓ بن اسلم اشہلی اور زید بن حارثہ کو دو دو سو آدمیوں کے ساتھ مقرر کیا کہ وہ ہر روز صبح و شام نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے دونوں جانب سے مدینے میں داخل ہوں۔ تاکہ گھروں میں مقیم عورتوں اور پیچھے رہ جانے والے ضعیف اور کمزور لوگوں کے دل مضبوط ہوں اندرونی دشمنوں اور بنو قریظہ پر دھاک بیٹھ جائے اور انہیں تاثر یہ ملے کہ مدینے میں رہ جانے والے لوگ بے سہارا نہیں ہیں۔

مدینہ میں تین اطراف میں پہاڑیاں، مکانات اور نخلستان تھے جو شہر پناہ کا کام دیتے تھے۔ صرف شامی رُخ کھلا ہوا تھا اور اسی جانب خندق کی کھدائی کرنے کی ضرورت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خندق کی حدود متعین کیں۔ دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کر دی گئی اور خندق کی گہرائی پانچ گز مقرر کی گئی۔

Marfat.com

یہ ذیقعدہ ۵ھ کا زمانہ تھا ـــــ مدینے میں خشک سالی نے ڈیرہ جمایا تھا۔ خرمے کی پوری فصل تباہ ہو چکی تھی۔ فقر و فاقے کا سامنا تھا۔ بیرونی رسد کے تمام راستے کفار کے ٹڈی دل لشکروں نے روک رکھے تھے۔ تیز و تند ہوائیں چلتی تھیں۔ موسم کی شدتوں سے مقابلہ تھا لیکن آزمائش کے ان کڑے زمانوں نے اہل ایمان کے قلوب کو مردہ نہیں کیا۔ تین ہزار مسلمان امتحان کی اس گھڑی کو جھیلنے کے لیے میدان میں اتر آئے اور کھدائی کا کام شروع ہو گیا ـــــ کوئی کدال سے مٹی کھودتا، کوئی پشت پر اٹھا کر لے جاتا ـــــ کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہیں، کوئی خود کو اس دلپسند مشقت سے بالاتر نہیں سمجھتا، کوئی دامن بچانے کی کوشش نہیں کرتا ـــــ سب اس میں دل و جان سے شریک ہیں اور ایک خوش آواز لہجہ ان کے جذبوں کو زبان دیتا ہے۔ رسول اللہؐ کی مشقت میں ڈوبی ہوئی رجز خوانی چہار جانب گونجتی ہے تو انصار و مہاجرین کے دل فخر و انبساط سے جھوم جھوم اٹھتے ہیں:

"خدا نے ہم لوگوں پر تسکین نازل کی ہے
ہمیں ثابت قدمی عطا کی ہے
ہم اسی کے طفیل اس کی قدرت سے مشرف ہوں گے
اس مخالفت اور بغاوت کے مقابل وہی ہمارا بہترین پروردگار ہے
پروردگار ـــ کوئی خیر ـــ عاقبت کی خیر سے بہتر نہیں
تو ہمارے کل امور میں خیر و برکت نازل کر!"

تین ہزار انسانوں کے ہاتھوں کی مشقت ہم آمیز ہوئی تو نہ موسم کی شدتیں راستہ روک سکیں ـــــ نہ فقر و فاقہ کی سختی! کڑی مشقت کا کام بڑی سہولت سے ہونے لگا۔ رجز خوانی کے زیر و بم اور مقابلے کی صحت مند فضا میں دل چسپی اور خوشگواری بڑھی۔ انصار و مہاجرین ایک دوسرے کے مقابلے میں کام کرتے اور

Marfat.com

شام کو ایک دوسرے کو دکھاتے کہ کس نے زیادہ کام کیا ہے۔

سلمان فارسیؓ اپنے ملک کی روایت ہونے کے سبب کام کی نگرانی بھی کر رہے تھے اور جوش و ولولے میں اس طرح سرشار تھے کہ سن رسیدہ ہونے کے باوجود وہ اکیلے اتنا کام کر لیتے جتنا کئی جوان مل کر کرتے تھے۔

انصار ان کی اس مہارت کو دیکھتے تو صدا بلند کرتے ــــــ "سلمانؓ تو ہم میں سے ہیں۔ مہاجرین آواز دیتے ــــــ نہیں! سلمانؓ تو فارس سے ہجرت کر کے آئے ہیں، اس لیے وہ ہم مہاجرین میں سے ہیں۔"

ہر روز جب سلمانؓ کی محنت کے نتائج سب سے بڑھ جاتے تو انصار و مہاجرین دونوں ہی انہیں خود سے نسبت دینے پر بحث کرنے لگتے ــــــ یہ آوازیں بلند ہو کر رسول اللہ ؐ تک بھی پہنچیں تو انہوں نے خیمے کا پردہ اٹھایا اور گروہِ انصار و مہاجرین کی جانب دیکھ کر سوال کیا:

"یہ تکرار کس بات پر ہو رہی ہے؟"

اس خوش آواز کی صدائے دلپذیر نے سب کو چونکا دیا۔ آوازوں کے بلند ہو جانے پر سب نادم سے ہو گئے اور یکدم خاموشی چھا گئی ــــــ پھر کسی نے عرض مدعا کیا: "یہ سب آوازیں سلمانؓ سے نسبت قائم کرنے کے لیے بلند ہو رہی ہیں۔ انصار کہتے ہیں کہ سلمانؓ ہم میں سے ہیں کہ ان کا وطن مکہ نہیں ــــــ اور مہاجرین کی دلیل یہ ہے کہ سلمانؓ بھی ترک وطن کر کے مدینے میں آن بسے ہیں اس لیے وہ مہاجرین میں سے ہیں۔"

رسول اللہ ؐ کے دلآویز لبوں پر ایک مہربان مسکراہٹ کھلی ــــــ "لیکن کیا تم نے اس سے بھی استفسار کیا جس کے اصل میں سلمانؓ ہیں؟"

انصار و مہاجرین نے حیرت سے اس بات کو سنا، ایک دوسرے کی طرف

Marfat.com

دیکھا اور کئی نگاہوں کی حیرت سوال بن گئی : "یارسول اللہؐ! سلمانؓ کس کے ہیں ؟"

"سلمان فارسیؓ تو میرے اہلبیتؑ میں سے ہیں" ___ رسول اللہؐ کے مبارک لبوں کی جنبش سے وہ لفظ ادا ہوئے جنہوں نے سلمان فارسیؓ کو اس شرف عظیم سے ہمکنار کردیا جس سے کبھی کسی کو نہیں نوازا گیا تھا۔

سلمانؓ اس لطف و کرم پر مبہوت سے رہ گئے۔ دل میں امنڈتے ہوئے تشکر و ممنونیت کے بے پایاں جذبے آنکھوں میں آنسو بن کر چمکنے لگے۔ ہر آنکھ فرطِ حیرت سے سلمانؓ کی جانب تکنے لگی۔ ہر دل رشک میں ڈوب گیا۔ اس کے بعد سلمان فارسیؓ سلمان محمدی بھی کہلانے لگے۔

خندق کی کھدائی میں سارے ہاتھوں کی مشقت اور تمام دلوں کے جذبے شامل رہے۔ کام آگے بڑھتا رہا اور دن بیتنے لگے ___ خوراک کے محفوظ ذخیرے رفتہ رفتہ ختم ہوگئے اور ان مشقت بھرے دنوں میں فقر و فاقہ جھانکنے لگا۔ کھجور کا ایک دانہ اور اور روٹی کا سوکھا ہوا ٹکڑا بھی نایاب ہوگیا۔ خندق کی کھدائی اور دشمنوں کے چہار جانب پھیل جانے کے سبب وہ مقدس خطۂ ارضی ___ جسے مدینہ کہتے تھے چاروں طرف سے الگ تھلگ ہوگیا۔ ہر طرف سے رابطہ منقطع ہو جانے کی وجہ سے کسی جانب سے بھی کوئی رسد پہنچنے کا امکان نہ تھا اور فاقہ کشی تھی کہ کئی کئی دنوں پر مسلسل اپنا بنجر سایہ ڈال رہی تھی۔

خالی پیٹ کے ساتھ دن بھر کی کڑی مشقت حوصلوں اور روحوں کو تو بالیدہ کرتی تھی لیکن جسم کے تقاضے بھوک کے سامنے سپر انداختہ ہونے لگے۔ دلوں کے ولولے اور قوت ایمانی سہارا دیتی تو مسلمان عرب کے عام دستور کے موافق پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تاکہ کمر خمیدہ و ناتواں نظر نہ آئیں۔ اس طرح کمر تو سیدھی ہو جاتی لیکن ضعف و ناتوانائی کو کوئی افاقہ نہ ہوتا۔ رفتہ رفتہ کمزوری اتنی بڑھی کہ کچھ مسلمان

بے ہوش ہوگئے اور کچھ بھوک کے ہاتھوں نڈھال!

دلوں کا حال جاننے والا تو ایک ہی تھا جس کی مہربانی اور رحمت ساری سختیوں اور کلفتوں کا مداوا تھی۔ عرضِ احوال کے لیے مسلمان انہی کے پاس پہنچے اور ان سے بھوک کی چیرہ دستیوں کا تذکرہ کرنے لگے:

"یا رسول اللہؐ! بھوک نے ہماری انتڑیوں کو کھا لیا ہے اور ہمارے وجود کی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر اپنے مطالبات منوا لینا چاہتی ہے۔ ہمارے پیٹ کمر سے جا لگے ہیں اور ضعف کے مارے کھڑا ہونا دشوار ہے۔ دیکھ لیجیے کہ ہم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا ہے" ــــ کسی نے اپنا کرتہ اٹھا کر پیٹ پر بندھا ہوا پتھر دکھایا۔ کئی اور ہاتھ بھی اپنے اپنے دامن سے الجھ گئے تاکہ اس پتھر کو بے نقاب کر سکیں جس سے بھوک ایسے عفریت کو زیر کیا گیا تھا۔

رسول اللہؐ نے افسردگی سے ان کی جانب دیکھا اور بردباری سے بولے ــــ "خدا جزائے خیر دے گا کہ تم کڑے امتحان میں پورے اترے ہو۔ لیکن یہ گمان نہ کرنا کہ تمہارا رسولؐ تمہاری ان اذیتوں میں شامل نہیں ہے۔"

انہوں نے شکم مبارک سے کپڑا ہٹایا تو دیکھنے والوں کی نگاہیں جھک گئیں اور پلکیں نمناک ہو گئیں۔ خدا کے نزدیک روئے زمین پر محبوب ترین ہستی کے پیٹ پر دو پتھر بندھے تھے لیکن اس نے نہ بھوک کی شکایت کی تھی ــــ نہ ضعف و نقاہت کے سامنے ہتھیار ہی ڈالے تھے۔

رسول اللہؐ کی جرأت اور قوت برداشت نے مسلمانوں کے دل قوی کر دیے، روحوں کو تقویت پہنچی اور کام ایک نئے جوش اور ولولے سے انجام پانے لگا۔ کھدائی اسی طرح ہونے لگی۔ مشقت سے بھرے ہاتھ زمین کی گہرائیوں سے مٹی کو رہائی دلانے لگے کہ دفعتہً ایک سخت پتھر نے راستہ روک لیا۔ سب نے اپنی ہمتوں کو یکجا کیا اور

Marfat.com

پتھر کو راہ سے ہٹانے کی سعی کرنے لگے۔ سارے اوزار ایک ایک کر کے آزما لیے گئے لیکن وہ پتھر سنگلاخ چٹان کی طرح اپنی جگہ پر جما رہا۔ جب ہر وار اچٹ گیا اور ہر اوزار بیکار ثابت ہوا تو کسی نے کہا ــــ "رسول اللہ ؐ کو اس کی خبر کرو کہ ان کے ہونے سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔"

کوئی دوڑا ہوا رسول اللہ ؐ کے پاس گیا اور اپنی مشکل بیان کی۔ رسول اللہ ؐ نے روشن پیشانی سے مشقت کے آب دار موتی صاف کیے اور نپے تلے قدم اٹھاتے اس طرف آئے جہاں سنگلاخ چٹان کام کا راستہ روکے کھڑی تھی۔ پتھر کو دیکھا، پھاوڑے کو بلند کیا اور ایسی ضرب لگائی کہ پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ صحابہ ؓ نے جوش و جذبے سے تکبیر بلند کی۔

رسول اللہ ؐ نے پر یقین لہجے میں کہا ــــ "اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہمارے لیے قیصر و کسریٰ کی شہنشاہیاں اسی طرح مسخر کرے گا جس طرح اس سنگلاخ چٹان کو تودہ خاک کیا ہے۔"

رسول اللہ کا یقین مسلمانوں کے دلوں میں اترا اور ایک نئے حوصلے کا سرچشمہ بن کر پھوٹ نکلا ــــ کام اسی لگن اور محنت کے ساتھ ہوتا رہا اور بیس دن میں اس کے نتائج ایک گہری خندق کی صورت میں سامنے آ گئے جسے کسی شجاع اور کسی شہسوار کے لیے تسخیر کرنا ممکن نہیں تھا۔

مدینے کی جانب کفار کی پیش قدمی تین اطراف سے جاری تھی۔ قبیلوں کے لحاظ سے لشکر ترتیب دیے گئے تھے۔ قبیلہ غطفان، اشجع، اسد، قریظہ، نضیر اور قریش مکہ اپنے اپنے سرداروں کی قیادت میں پوری آن بان کے ساتھ مدینے کو گھیرے میں لے رہے تھے اور اس تمام اجتماع کا سردار ابوسفیان تھا ــــ جس کے انتقامی جذبوں کی آگ نے اس محاذ کو مسلمانوں پر کھول دیا تھا۔ قبیلوں کے اسی اجتماع کی

Marfat.com

وجہ سے اسے "احزاب" کا نام بھی دیا گیا۔

وہ اپنی طاقت کے زعم میں اپنی تعداد پر غرور کرتے ___ دھرتی پر پاؤں دھرتے تو ان کے قدموں کی دھمک سے زمین میں زلزلے کی سی کیفیت محسوس ہوتی تھی۔ جیسے جیسے مدینہ قریب آتا تھا' ان کی آنکھوں میں رقص ابلیس تیز تر ہوتا تھا۔ ان کے دلوں کی نفرتیں اپنے ہدف تلاش کرنے کے لیے بیتاب ہوتی جاتی تھیں۔ ان کی روحوں پر شیطان کا تسلّط اور مضبوط ہوتا تھا۔ اچانک انسانوں کے اس سیلاب پر کسی نے بند باندھ دیا ___ آگے آگے چلنے والوں کے پاؤں کسی نے پکڑ لیے ___ وہ پریشان ہو کر پیچھے ہٹے اور ان کے عقب میں آنے والے کچھ حیران ہو کر رک گئے۔

"پیش قدمی کیوں روک دی گئی؟" تشویش بھرے لہجے میں سوال ہوا۔

"آگے بڑھنا ممکن نہیں" ___ کسی نے بے بسی کو زبان دی۔

"کیوں؟" پیچھے آنے والوں نے بے صبری سے پوچھا۔

"راستے میں گہری خندق حائل ہے" کئی آوازوں نے کہا۔

"خندق! کیسی خندق؟ مدینے کے گرد تو کوئی خندق نہ تھی!" پر تحیّر آوازیں چاروں طرف سے ابھریں۔

"لیکن اب تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں" ___ آگے جانے والوں نے جواب دیا۔

قبیلوں کے سردار اپنے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر آگے بڑھے تاکہ معاملے کا سراغ لگا سکیں ___ مسلمانوں کی قوت مدافعت راہ کی دیوار بنی کھڑی تھی۔ ان کی جھنجھلاہٹ بڑھی ___ انتقام کا آتش فشاں اندر ہی اندر کھولنے لگا۔ یہ چند ہی دنوں میں مسلمانوں نے کیا کام کر دکھایا تھا!

"یہ یقیناً اسی عجمی کی سازش ہے جو محمدؐ کا بہت منہ چڑھا ہے۔ ورنہ عرب

Marfat.com

والے یہ خندقیں کھودنا کیا جانیں!" ابوسفیان نے دانت کچکچا کر کہا۔

"لیکن اب کیا کیا جائے؟" کسی دوسرے سردار نے پریشانی سے پوچھا۔

"بہت خوب! محمدؐ آپ ہی اپنے دام میں آگئے ہیں" — ابوسفیان نے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ کہا — "ہم اس خندق کو ان کی قبر بنا دیں گے — ہم ان کا محاصرہ کریں گے اور دیکھیں گے کہ محمدؐ اور ان کے ساتھی اپنے جذبوں اور اپنے دعووں کے ساتھ کب تک بسر کرتے ہیں — اب انکے ساتھ صرف بنی ہاشم نہیں ہیں جنہوں نے شعب ابی طالبؓ میں محاصرے کی سختیاں تین سال تک برداشت کرلی تھیں، اب ان کے ساتھ ہر طرح کے لوگ ہیں۔ جس طرح انھوں نے محمدؐ کو اُحد میں اکیلا چھوڑ دیا تھا، اسی طرح اب بھی وہ انہیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کردیں گے۔"

"سردار! تمہارا اندازہ درست ہے۔ مدینے میں قحط کی خبریں تو ہم کئی مہینوں سے سن رہے ہیں۔ ان کے پاس اتنی رسد نہیں ہوگی کہ زیادہ دیر ہمارے مقابل ٹھہر سکیں" — کسی دوسرے نے لقمہ دیا۔

"ہماری تعداد، ہمارے ہتھیار اور تمام قبیلوں کا اتحاد ہی ان کا پتّا پانی کر دینے کے لیے کافی ہے۔ وہ اس خوف سے ہی مرجائیں گے کہ خندق کے چاروں طرف موت ہی موت ہے" کوئی اور سردار دُور دُور تک پھیلے ہوئے انسانوں کے جمِ غفیر پر نگاہ ڈالتا ہوا بولا۔

"تو پھر محاصرے کا فیصلہ ہوتا ہے" کسی نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں! محاصرہ جاری رکھا جائے گا — اس وقت تک جب تک کہ مسلمان گھٹنے نہ ٹیک دیں اور ہمارے سامنے امان حاصل کرنے کی درخواست نہ کریں" — ابوسفیان نے قطعی لہجے میں کہا اور تمام سرداران قبائل گھوڑے دوڑاتے اپنے اپنے

Marfat.com

لشکروں کی جانب چلے گئے تاکہ نئے احکامات جاری کرسکیں اور ہر طرف سے محاصرہ اتنا تنگ کر دیا جائے کہ نہ تو کوئی جائے پناہ رہے ـــــ نہ کہیں سے تازہ ہوا کے جھونکے کا رستہ!

خندق کے ہتھیار نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کر دیے۔ یہ دیکھ کر انہیں اطمینان ہوا کہ قریش کے لشکروں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر خندق کے اس پار رک گیا اور کسی کو بھی ہمت نہیں ہوئی کہ خندق کو پھلانگنے کی کوشش کرتا۔

خندق تو دشمنوں کے درمیان حائل ہو گئی تھی لیکن اندرونی دشمنوں کے راستے میں کوئی خندق نہیں تھی جو انہیں مسلمانوں تک پہنچنے سے روک سکتی۔ موسم کی شدتیں، فاقوں کی یلغار ـــــ اور رسد کی کمی کے ساتھ منافقوں کی فتنہ انگیزی اور کمزور ایمان لوگوں کی پست ہمتی کا مقابلہ دشمن سے مقابلہ کرنے سے زیادہ شدید تھا۔ رسول اللہؐ کا تدبر، حکمتِ عملی، معاملہ فہمی اور بلند اخلاقی ہر بار معاملہ سلجھا دیتی اور حوصلے بلند ہو جاتے۔

بے شمار قدموں کی آوازیں، گھوڑوں کے ٹاپوں کی صدائیں اور اڑتی ہوئی گرد کے بادل خندق پر جھکنے لگے۔ محاصرہ تنگ ہوتا چلا گیا اور خندق سے پار حدِ نگاہ تک سر ہی سر نظر آنے لگے ـــــ بزدلوں کے دل تنگ ہوئے اور وہ جان بچانے کی حیلہ سازیاں کرنے لگے: "مدینے میں ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم ان کی خبر لے آئیں۔"

رسول اللہؐ کے لیے یہ صورت حال دشمن کے اجتماع سے زیادہ پریشان کن تھی۔ مسلمانوں کی تسلی کے لیے وہ خندق کے تمام حصوں کا جائزہ لیتے۔ ہر لشکر کے پاس جا کر اس کا حوصلہ بڑھاتے اور انہیں ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے۔ فتح کی بشارت دیتے اور ان کے ساتھ بھوک میں ـــــ صعوبتوں میں اور موسم کی شدتوں میں شریک رہتے

وہ کسی اپنے سے علٰحدہ، الگ یا ممتاز نہیں رہتے تھے۔ وہ اسی حال میں بسر کرتے جس میں ایک عام مسلمان!

محاصرہ تنگ ہونے لگا۔ دلوں میں فاقے اور صعوبتیں بڑھنے لگیں۔ رسول اللہؐ کے صبر و استقامت نے ہر بار لشکر کے حوصلوں کو سنبھالا دیا۔ کفار کے لیے اپنی طاقت، اپنے ہتھیار اور اپنی تعداد ہی جان کا آزار ہو رہی تھی۔ وہ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے لیکن گہری خندق نے اس پر بند باندھ رکھا تھا۔ وہ مسلمانوں کو اپنے سامنے دیکھتے تھے لیکن نبرد آزما ہونے سے قاصر تھے۔ وہ اپنی نفرتوں کو سنگ باری، تیر اندازی میں صرف کرتے تو مسلمان فوراً ہی ان کی پہنچ سے دُور ہٹ کر ان کے ارادوں کو توڑ دیتے جس سے ان کے اندر کی گھٹن بڑھنے لگتی ___ جیسے جیسے دن گزرتے گئے، وہ کچھ کر گزرنے کے لیے بیتاب ہوتے گئے۔

محاصرے کے بیس صبر آزما دن مسلمانوں پر صدیوں کی طرح بیتے۔ لیکن کفار کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ چنانچہ غصے اور جوشِ انتقام سے بے حال ہو گئے۔

ایک صبح خندق کے ساتھ ساتھ گھوڑوں کی ٹاپوں کی صدائیں گرد کے بادلوں کے ہمراہ فضا میں بکھرنے لگیں۔ سرپٹ دوڑتے ہوئے گھوڑے خندق کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتے اور پھر واپس ہو لیتے۔

مسلمانوں میں سے کسی نے کہا ___ "گھوڑوں کے سموں کی آواز بتاتی ہے کہ باگ کسی ماہر شہسوار کے ہاتھ میں ہے۔"

"آج ان کے تیور کچھ اچھے نظر نہیں آتے۔" کسی اور نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"خدا کی پناہ! یہ تو عمرو ابن عبدوذ ہے۔" کسی اور نے پہچان کر دہائی دی۔

"کیا کہا ___؟ یہ عمرو ابن عبدود ہے!" خوف سے کانپتی ہوئی آواز نے پوچھا۔

"ہاں! یہ وہی ہے۔ بنی عامر کا عمرو بن عبدود بن ابی قیس ــــ خدا کے لیے کوئی رسول اللہ تک یہ خبر لے کر جائے کہ وہ اپنے خوفناک ارادوں کی گرد ہمارے سروں پر اڑا رہا ہے۔" کسی تیسرے نے خوفزدہ لہجے میں آنے والے وقت میں خطرے کی بُو سونگھتے ہوئے کہا۔

"حوصلہ رکھو! یہ خندق پار کرنا کسی شہسوار کے بس کی بات نہیں" کسی مضبوط دل گردے والے نے حوصلہ بڑھایا۔

"وہ عمرو ابن عبدود ہے ــــ اسے ایک ہزار پہلوانوں کے برابر یونہی نہیں کہا جاتا!" کوئی اور آواز سنائی دی۔ کچھ لوگ رسول اللہؐ کی طرف دوڑے اور بدحواسی میں ان تک یہ وحشت ناک خبر پہنچائی۔

رسول اللہؐ نے پرسکون چہرے کے ساتھ انکی طرف دیکھا اور متانت اور یقین کے ساتھ ان کی وحشتوں کو تسکین دی ــــ "ہمارے لیے مشرکین کے اس اجتماع کے مقابلے میں خدا کی اعانت ہی کافی ہے۔ اس کی مدد ہمارے شامل حال ہے۔ ہمارے دشمنوں کے لیے ایک ذلت آمیز شکست مقدر ہو چکی ہے۔" رسول اللہؐ نے قطعی لہجے میں اپنی بات ختم کی اور استقلال و شجاعت کے ساتھ خندق کے کنارے کنارے چلے جس کے باہر عمرو ابن عبدود اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھوڑے دوڑا رہا تھا۔ رسول اللہؐ کو اپنے قریب پا کر مسلمانوں کی ڈھارس بندھی اور ان کے ٹوٹتے حوصلے یکجا ہونے لگے۔

لیکن کفار کے لیے صبر کرنا محال تھا۔ وہ اسی تگ ودو میں لگے ہوئے تھے کہ اپنی طاقت کا مظاہرہ کریں۔ خصوصاً عمرو کو بالکل قرار نہیں تھا۔ شجاعت اس کی رگوں میں مچل رہی تھی۔ اس نے خندق کے گرد گھوڑا دوڑانا معمول بنا لیا تھا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ عداوت کی کمان اٹھائے اپنے ذلیل منصوبوں کی تکمیل کے لیے ہدف تلاش

کرتا رہتا تھا۔

عکرمہ بن ابوجہل، ضرار ابن خطاب، ہبیرہ بن ابی وہب، نوفل بن عبداللہ اور مرداس جیسے بہادر اس کے ساتھ سائے کی طرح لگے رہتے تھے تاکہ اس کی شجاعت کی آڑ میں اپنے لیے شہرت اور ناموری حاصل کر سکیں۔ ایک صبح کامیابی بھی ان کے ساتھ ہو گئی —— عمرو ابن عبدود نے خندق کے قریب ایستادہ قبیلۂ کنانہ کی صفوں کی جانب اپنی پر غرور للکار اچھالی —— "اے کنانہ کے بہادرو! اپنی صفیں درست کر لو گھوڑوں کی زینیں کس لو اور تیار رہو۔ آج تم دیکھ لو گے کہ شہسوار کیسے ہوتے ہیں اور شجاعت کس کو کہتے ہیں!"

اہل کنانہ چونک گئے —— وہ بیتاب ہو کر اٹھے اور عمرو کی شہسواری کے کمالات متحیر آنکھوں کے ساتھ دیکھنے لگے۔ اتنی آنکھوں اور مشتاق چہروں کو اپنی جانب متوجہ دیکھ کر عمرو کی ہمت و شجاعت میں زبردست ہلچل پیدا ہوئی۔ اس نے ایک مہیب نعرہ مارا، گھوڑے کو بے تحاشا چابک لگاتا، ایڑ پر ایڑ دیتا صاف ہوا میں اڑا اور خوفناک ہنہناہٹ کے ساتھ خندق کے پار ہو گیا —— اس کی اس جرأت نے اس کے ساتھیوں کو مہمیز دی اور ان کے گھوڑے بھی اس کے تعاقب میں خندق پھلانگ گئے۔ مشرکین کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔

گھوڑوں کی خوفناک ہنہناہٹ، مہیب نعرے کی گونج اور سموں سے اڑتی ہوئی چنگاریوں نے مسلمانوں کو دم بخود کر دیا۔ جو بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی، وہ حقیقت کے روپ میں مجسم ہو گئی تھی —— وہ بظاہر چار پانچ آدمی تھے لیکن ان کی اس غیر معمولی جرأت نے ان کی دھاک اس طرح مسلمانوں کے دلوں میں بٹھا دی کہ وہ ان پر اجتماعی حملہ کرنے کے بجائے خوفزدگی کے عالم میں رسول اللہؐ کے خیمے کی طرف دوڑے۔ ان کے تعاقب میں عمرو کی پر غرور للکار روانہ ہوئی:

"اے مسلمانو!" اس نے نیزہ زمین کی چھاتی میں گاڑ کر کہا ــــ "آؤ کہ میں تم سے مقابلہ کرنے کا خواہشمند ہوں۔ تم میں سے ایسا کون ہے جو میری اس تمنا کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟"

یہ للکار نہیں، ایک سحر تھا جس نے مسلمانوں کو مبہوت کر دیا۔ وہ ساکت ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ ان کی زبانوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ سارے الفاظ بھول گئے ــــ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بدحواسی اور اڑتی ہوئی رنگتوں کی طرف دیکھا اور نرمی سے سوال کیا:

"کس مشکل نے تمہیں اتنا بدحواس کر دیا ہے؟"

"یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس کی دھاڑ آپ تک نہیں پہنچی جس کے گھوڑے کی جست نے خندق کی گہرائیوں کو فتح کر لیا ہے" کسی نے دہائی دی۔

اس کے ساتھ ہی عمرو کی غرور میں لتھڑی ہوئی آواز طعنہ بن کر مسلمانوں پر برس گئی ــــ "مسلمانو! کہاں ہے وہ تمہاری بہشت جس کے بارے میں تمہارا خیال ہے کہ جو تم میں سے قتل ہو گا وہ اس میں داخل ہو گا؟

تو پھر اس وقت میری طرف کسی کو بھیجتے کیوں نہیں تاکہ میں اس کا بہشت میں داخلہ آسان بنا دوں!"

رسول اللہ ﷺ کی روشن پیشانی پر بل آیا ــــ عمرو کی دریدہ دہنی ذاتیات سے بڑھ کر دین اسلام تک پہنچی تھی ــــ طنز و تشنیع کی کمان سے عقیدۂ آخرت و بہشت کی جانب وار ہونے لگے تھے۔ انھوں نے ایک نگاہ اپنے گرد جمع رنگ اڑائے ہوئے زرد چہروں پر ڈالی اور بولے: "کوئی ہے جو اس سگِ ناپاک کی زبان درازی کو قطع کرے؟"

سناٹا اتنا گہرا ہو گیا جیسے ارد گرد کوئی موجود ہی نہ ہو۔ عمرو کی دہشت نے لوگوں کو یوں بے حس و حرکت کر دیا کہ قرآن پاک کے لفظوں میں، جیسے انکے سروں

Marfat.com

پر پرندے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ذرا سی جنبش سے اڑ جائیں گے۔ مگر یہ توقف لمحے بھر پہ ہی محیط ہوا اور ایک پُر یقین آواز گونجی:

"میں اس کا مقابلہ کروں گا یا رسول اللہ ص!"

سب نے سانس روک کر اتنا بڑا دعویٰ کرنے والے کی طرف دیکھا۔۔۔ نوجوان علی ع شجاعوں کی شان سے سینہ تانے کھڑے تھے اور ان کا ہاتھ قبضۂ شمشیر پہ تھا۔ رسول اللہ ص نے بھی ایک نگاہ علی ع پر ڈالی اور بردبار لہجے میں بولے:

"علی ع! بیٹھ جاؤ۔ یہ عمرو ابن عبدود ہے۔"

"ہاں علی ع! جلد بازی سے کام نہ لو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کس بلا کا جرأت مند ہے۔۔۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اس نے ڈاکوؤں کے ایک پورے گروہ کا مقابلہ تن تنہا کیا اور جب اس کے ہاتھ سے سپر گر گئی تو اس نے اونٹ کے ایک بچے سے سپر کا کام لیا۔" عمر ابن خطاب نے اپنا مشاہدہ بیان کیا تو سننے والے لرز گئے۔

رسول اللہ ص نے دہشت زدہ چہروں پر پھر ایک نگاہ ڈالی اور دو ٹوک لہجے میں سوال کیا: "تم میں کون ہے جو اس کا مقابلہ کرے گا؟"

خاموشی نے پھر سارے ہونٹوں پر مہر لگا دی اور نگاہیں فرش ہو گئیں۔۔۔ علی ع پھر اپنی جگہ سے اٹھے اور بھرپور اعتماد کی زبان میں بولے۔۔۔ "میں ہوں یا رسول اللہ ص! میں اس کے مقابلے میں جاؤں گا۔"

"علی ع بیٹھ جاؤ! تمہیں معلوم ہے کہ یہ عمرو ابن عبدود ہے"۔۔۔ رسول اللہ ص نے علی ع کے جذبوں کو جانچنے اور دوسروں کو سوچنے کا موقع دینے کے لیے کہا۔

اس سکوت اور سناٹے نے عمرو کے حوصلوں کو بڑھایا اُس کے غرور و نخوت کو عروج پر پہنچا دیا۔ مسلمانوں کے اس تذبذب اور ہچکچاہٹ نے اس کے طعنوں

Marfat.com

کی کاٹ اور بڑھا دی۔ وہ حلق پھاڑ کر جیسے اپنی فتح کا اعلان کرنے لگا۔

"مسلمانو! تمہیں للکارتے للکارتے تو میرا گلا بیٹھ گیا ہے ـــ جب بہادر نامردی پر اتر آتے ہیں تو بھی میں دلیروں کی صف میں کھڑا ہوتا ہوں کہ کسی مرد کے لیے شجاعت ہی سب سے بہترین صفت ہے۔"

عمرو کا یہ طعنہ علیؑ کے دل پر جا کر لگا۔ وہ تڑپ کر اٹھے اور بیقراری سے بولے:

"یا رسول اللہؐ اذن دیجیے کہ میں اس کے دعووں کو باطل کر دوں!"

رسول اللہؐ کے نورانی چہرے پر تردد کی جھلک نظر آئی اور انھوں نے نرم لہجے میں علیؑ سے کہا ـــ "علیؑ! جانتے ہو کہ یہ عمرو ابن عبدود ہے!"

"وہ عمرو ہے تو ہوا کرے ـــ میں بھی تو علیؑ ہوں!" علیؑ نے شجاعت کے تیوروں سے کہا۔

رسول اللہؐ مسکرائے اور محبت سے بولے ـــ "ہاں میرے شیر! وہ تم ہی ہو جو اس کے فخر و غرور کو خاک میں ملاؤ گے۔ یہاں آؤ میرے پاس۔"

علی چند قدم آگے بڑھے ـــ رسول اللہؐ نے اپنا عمامہ ان کے سر پر رکھا اپنی زرہ پہنائی ـــ اپنی تلوار سجائی اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے:

"الٰہی! اس کی مدد فرما کہ یہ میرا بھائی اور ابن عم ہے
خدایا! مجھے اکیلا نہ چھوڑنا کہ تو ہی بہترین نگہبان ہے
الٰہی! تو نے مجھ سے بدر کے دن عبیدہؓ اور احد کے دن حمزہؓ کو لے لیا
اب یہ ایک علیؑ ہی رہ گیا ہے
خدایا! تو اس کی حفاظت کرنا اور مجھے اکیلا نہ چھوڑنا
تو ہی بہترین ذات ہے جو سب کے بعد رہنے والی ہے۔"

جیسے جیسے علیؑ شان و شکوہ سے چلے ـــ رسول اللہؐ کے لب ہائے مقدس

Marfat.com

کی جنبش شجاعت کے ان تیوروں کو اعزاز عطا کرنے لگی۔ انہوں نے صحابہؓ کو مخاطب کیا اور پرجوش لہجے میں گویا ہوئے: "دیکھو پورا ایمان پورے کفر سے ٹکرانے جارہا ہے!"

مسلمان سانس روک کر علیؑ کی پیش قدمی کو دیکھنے لگے۔ عمرو ابن عبدود نے بھی دیکھا کہ درمیانے قد کا ایک نوجوان تلوار علم کیے نپے تلے قدم لیتا اس کی طرف بڑھتا چلا آرہا ہے۔ اس نے جوش شجاعت میں گھوڑے کی لگامیں کھینچیں تو وہ زمین پر اس طرح سم مارنے لگا کہ اس کے ٹاپوں کی سختی سے ریت کی پھوار سی اڑنے لگی۔ اس نے طاقت اور غرور کے نشے میں چور لفظ علیؑ کی جانب اچھالے ——— "شاید مسلمانوں میں کوئی مرد نہیں جو میری مبارزطلبی کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہو!"

علیؑ نے دوڑ کر اس کے اور اپنے درمیانی فاصلے کو نگل لیا اور اس کے رجز کے جواب میں اسی بحر میں فی البدیہہ رجز خوانی کی:

"اے عمرو! تجھ پر افسوس ہے کہ تیرے مقابل وہ شخص میدان میں آیا ہے
جو تیری للکار کا جواب دینے میں عاجز نہیں
جو صاحب بصیرت ہے اور جو عورتوں کے بین تجھ پر جاری کرائے گا
جو تجھے ایک ایسی ضرب میں فنا کا مزہ چکھائے گا
جس کا ذکر معرکوں میں ہمیشہ باقی رہے گا!"

گہرے سکوت و سناٹے کے بعد اپنی طاقت کے غرور میں مخمور عمرو نے حیرت سے اس درمیانے قد کے کم عمر جوان کو دیکھا جو پاپیادہ اس کے مقابل تھا اور اس کی شجاعت اس کے لفظوں میں بول رہی تھی۔ دستور عرب کے مطابق وہ بڑی تمکنت سے بولا: "سن اے جوان ——— بتا کہ تو کون ہے اور تیرا نام نسب کیا ہے؟"

"میں علیؑ ابن ابیطالبؑ ہوں ——— رسول اللہؐ کا بھائی اور داماد!"

"اچھا! تو تم علی ہو"——— عمرو کو علیؑ کی شجاعت کے وہ معرکے یاد آئے جنہوں

Marfat.com

نے بدر اور اُحد میں نامور شجاعوں کے منہ پھیر دیے تھے اور مکے میں قریش کے ہر گھر میں صفِ ماتم بچھا دی تھی۔ وہ قدرے متامل ہوا لیکن اپنی بات سنبھالتا ہوا بولا ــــ
" بھتیجے تم کم عمر ہو! اور پھر تمہارے والد کے ساتھ میرے دوستانہ مراسم تھے۔ تم اپنے بڑوں میں سے کسی کو میرے مقابل بھیجو۔"

علیؑ مسکرائے ــــ " عمرو! کفر اور اسلام میں کیسے دوستانہ مراسم؟ میں جو کہتا ہوں مجھے اس کا جواب دو ــــ میں نے سنا ہے کہ تم اپنے مدمقابل کی تین باتوں میں سے ایک بات ضرور مان لیتے ہو۔ کیا یہ درست ہے؟ "

" ہاں! بیشک میں نے یہ عہد کیا ہے اور اس پر قائم ہوں" ــــ عمرو نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

" تو پھر میں بھی تمہارے سامنے تین تجویزیں رکھتا ہوں۔ تم ان میں سے کسی ایک کو قبول کر لو" ــــ علیؑ نے کہا۔

" ہاں کہو" ــــ عمرو پکارا۔

اوّل ــــ یہ کہ تم دینِ اسلام قبول کرو ــــ ایک خدا کو مانو اور رسول اللہؐ پر ایمان لے آؤ" ــــ علیؑ نے پہلی تجویز پیش کی۔

" نہیں ــــ یہ کبھی نہیں ہو سکتا" عمرو چلایا۔

" تو پھر تم جس طرف سے آئے ہو، اسی طرف لوٹ جاؤ اور اس جنگ میں قریش کا ساتھ نہ دو۔ اگر قریش کے مقابل ہمیں جنگ میں شکست ہوتی ہے تو تمہارا مقصد بغیر جنگ کے بھی حاصل ہو جائیگا اور اگر ہم کامیاب رہیں تو تم ایمان لانے پر غور کرنا" ــــ علیؑ نے مفاہمت کے انداز میں کہا۔

" نوجوان!" عمرو نے غصے میں جھنجھلا کر کہا ــــ " کیا تو چاہتا ہے کہ میں میدان جنگ سے پشت پھرا کر زنانِ قریش کے طعنوں کا ہدف بنوں اور تمام عمر کے لیے نامردی کی

Marfat.com

تہمت سہوں"۔

"تو پھر آؤ اور اپنی تلوار کی آب مجھے بھی دکھاؤ"۔ علیؑ نے اتنے پرسکون لہجے میں کہا کہ لمحے بھر کو تو عمرو بھی ٹھٹھک گیا۔

اس نے چند ثانیے غور کیا اور بولا ــــ "سنو نوجوان! تم کم عمر اور نا تجربے کار ہو۔ میرے مقابل کے آدمی نہیں ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں قتل کروں"۔

"لیکن میں تو چاہتا ہوں کہ تمہیں قتل کروں" ــــ علی نے یوں بے ساختہ کہا کہ عمرو کے خون میں ابال آ گیا۔ عربی حمیت جوش میں آئی۔ وہ نعرہ مار کر گھوڑے سے اترا اور اپنے نوجوان مقابل پر اپنی شجاعت کی دھاک بٹھانے اور اپنے ہاتھ کی صفائی دکھلانے کو گھوڑے پر ایسا وار کیا کہ اس کے چاروں سم ایک ہی وار میں کٹ گئے اور وہ خوفناک آواز میں ہنہناتا ہوا ریت پر گر کر تڑپنے لگا۔

اس کا دوسرا وار علیؑ کی جانب بڑھا۔ اس کی شمشیر آبدار لپکتا ہوا شعلہ تھی۔ علیؑ نے اس وار کو اپنی ڈھال پر لیا لیکن اس کی شدت نے ڈھال کو کاٹ دیا اور تلوار کی دھار علیؑ کی فراخ پیشانی کو چوم گئی۔

نعرۂ تکبیر کے ساتھ علیؑ کا مخصوص وار عمرو کے شانے پر پڑا ــــ ذوالفقار کی کاٹ شانے کو علٰحدہ کرتی پہلو تک اتر گئی اور کبر و نخوت کا مجسمہ اپنے ہی خون میں غلطاں ہو کر زمین پر تڑپنے لگا۔

عمرو کے بیٹے حنبل نے باپ کی حالت دیکھی تو جوش انتقام میں گھوڑے کو مہمیز دیتا ایک ہی جست میں خندق پار کر گیا۔ وہ تلوار لہراتا علیؑ کی طرف بڑھا۔ لیکن اسے وار کرنے کا موقع نہیں ملا اور وہ بھی اپنے باپ کے ساتھ خاک و خون میں لتھڑ گیا۔ وہ تمام کفار جو عمرو کی للکار کے ساتھ خندق کے کنارے آ گئے تھے اور یہ خیال کر کے کہ وہ ہی اس معرکے کا فاتح ہو گا، بڑے اشتیاق اور بے چینی سے اس

Marfat.com

ردوبدل کو دیکھ رہے تھے۔ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ ان کا شہ زور پہلوان نوجوان علیؑ کا ایک وار بھی نہ سہہ سکے گا۔ وہ فرش ہوا تو ان کے حوصلوں کو بھی شکستہ کر گیا۔ان کے منہ سے حیرت و خوف کی ملی جلی چیخیں نکل گئیں۔عمرو کے ہمراہ خندق پار آتے ہوئے شجاعوں کو بھاگنے کا راستہ نہیں ملتا تھا۔ وہ گھوڑوں کو چابک پر چابک رسید کرتے بدحواسی میں خندق پار کرنے کی کوشش کرنے لگے۔علیؑ نے انہیں فرار ہو جانے دیا کہ بھاگتے ہوؤں کا پیچھا کرنا علیؑ کا شعار نہیں تھا۔

علیؑ کے نعرے کی گونج فتح کا اعلان بن کر مسلمانوں تک پہنچی تو اں کی جرأتیں بڑھیں۔ وہ فتح اور شادمانی کے نعرے لگاتے اس طرف دوڑے۔ نوفل اور ضرار ابھی تک خندق عبور کرنے کی کوشش میں لگے ہوتے تھے۔

عمرؓ نے ضرار کا پیچھا کیا لیکن وہ خندق پار کر گیا۔۔۔۔ نوفل بدحواسی میں دوڑا تو خندق کے اندر جا پڑا۔خندق کے کنارے کھڑے ہوئے مسلمانوں نے اسے پتھروں اور تیروں کی زد پر رکھ لیا۔ وہ نہ اپنا بچاؤ کر سکتا تھا۔۔۔۔ نہ خندق سے پار جانا ہی اس کے لیے ممکن تھا اور تیر اور پتھر تھے کہ اس کے جسم کو زخموں سے بھر رہے تھے۔ وہ بیتاب ہو کر چلّایا۔۔۔۔"اے مسلمانو! میں اس ذلت آمیز موت پر شریفانہ موت کو ترجیح دیتا ہوں۔تم میں سے کوئی میرے مقابل آکر مجھے اس سے ہمکنار کر دے۔"

شیر خدا علیؑ نے اس کی آواز سنی۔۔۔۔ اگلے ہی لمحے وہ خندق کے اندر تھے۔ان کے ایک ہی وار نے نوفل کی خواہش کی تکمیل کر دی۔

اس اچانک معرکے نے کفار کے لشکر کو دم بخود کر دیا۔بہت دیر تک ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔کچھ دیر سنبھلے تو جس کے ہاتھ جو لگا وہ خندق کے پار مسلمانوں پر برسانے لگا۔اس افراتفری میں ایک تیر سعد بن معاذؓ کے بازو کی رگ میں آن لگا اور خون جاری ہو گیا۔دوسرے مسلمانوں نے انہیں اٹھا کر رسول اللہؐ کے خیمے میں پہنچا دیا۔

Marfat.com

اس حملے سے خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا تو کفار ہار کر پریشان خاطر خندق کے کناروں سے دور ہٹ گئے۔

رسول اللہؐ خیمے کے دروازے پر کھڑے اس عظیم معرکے کو دیکھ رہے تھے۔ گرد و غبار چھٹا۔۔۔ کفار کے ہجوم ٹل گئے اور مزید کسی جھڑپ کا خدشہ نہ رہا تو علیؑ اپنے لوگوں کی طرف پلٹے۔

ان کی شمشیر براں سے لہو کے قطرے ٹپک رہے تھے اور ایک ہاتھ میں عمرو ابن عبدود کا کٹا ہوا سر تھا۔ انھوں نے عمرو کی تلوار، قیمتی زرہ، ڈھال اور اس کے لباس کو اسی طرح چھوڑ دیا تھا۔ دستور عرب کے خلاف یہ شعار صرف علیؑ ہی سے مخصوص تھا کہ وہ اپنے مقتول کو برہنگی کی ذلت سے محفوظ رکھتے تھے۔

رسول اللہؐ فخر و انبساط سے اپنے شجاع کو دیکھ رہے تھے۔ علیؑ قریب آئے اور جھک کر عمرو ابن عبدود کا سر رسول اللہؐ کے قدموں میں رکھ دیا۔ رسول اللہؐ نے محبت سے گلے لگایا اور پیشانی چوم کر بولے:

"مرحبا علیؑ! تمھاری اس ضرب نے عمرو ابن عبدود کو ہی قتل نہیں کیا اس جنگ کا فیصلہ بھی کر دیا ہے۔ خدا کی نصرت و تائید سے مشرکین اب نہیں ٹھہر سکیں گے۔"

"یا رسول اللہؐ! میں اس کرم و عنایت کے لیے خدا اور اس کے رسولؐ کا شکر گزار ہوں کہ ان کی اطاعت ہی میری بندگی ہے۔"

"علیؑ! تمھارے لیے تہنیت ہے کہ معرکۂ خندق میں تمھاری یہ ایک ضرب جنوں اور انسانوں کی عبادت سے افضل ہے جو وہ قیامت تک بجالاتی رہے گی۔"۔۔۔۔

رسول اللہؐ نے علیؑ کی شجاعت کو اکرام عطا کیا۔۔۔ تو فرطِ مسرت سے علیؑ کی پلکیں بھیگ گئیں۔

نوفل اور عمرو کی لاشیں ابھی تک مسلمانوں کی دسترس میں تھیں۔ مشرکین نے پیغام بھیجا کہ کچھ رقم کے عوض یہ لاشیں ان کے حوالے کر دی جائیں۔

یہ رسول اللہؐ کے کرم سے بعید تھا کہ وہ لاشوں کا سودا کرتے ــــ انہوں نے قاصد کے ہاتھ پیغام کے جواب میں حسنِ خلق کی یہ ادا روانہ کی کہ "ہمیں نہ لاشوں کی ضرورت ہے نہ ان کی قیمت کی ــــ تمہیں اجازت ہے کہ اپنے لوگوں کی لاشیں لے جاؤ۔"

مشرکین نے فوراً ہی لاشیں اٹھوا لیں اور دشمن کی صفوں میں کہرام بپا ہو گیا۔ عمرو ابن عبدود کی شجاعت اور مردانگی ہی تو ان کے محاذ کا حوصلہ تھی۔ جو اُن کی آنکھوں کے سامنے ٹوٹ کر اس طرح بکھری تھی کہ ان کے عزم کو ریزہ ریزہ کر گئی تھی ــــ جیسے جیسے اس کے قتل ہو جانے کی خبر ان کے لشکروں میں گردش کرتی تھی ویسے ویسے ان کے بد ارادوں کو مسخ کرتی چلی جاتی تھی۔

عمرو کے گھر والوں تک بھی اس بہادر کے خاک میں مل جانے کی خبر پہنچ گئی۔ اس کی بہن روتی پیٹتی بین کرتی ہوئی صفوں میں آن پہنچی۔ مشرکین نے اس کی عزت و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اسے اس کے بھائی کی لاش تک پہنچا دیا ــــ وہ چند لمحے دم بخود اپنے بھائی کی لاش دیکھتی رہی۔ جس کے بدن پر اس کی زرہ، اس کا قیمتی لباس اور زیبائش اسی طرح موجود تھی۔ اس کی بیش قیمت تلوار اس کے برابر رکھی تھی۔ اس نے پلٹ کر کسی سے پوچھا: "ارے میرے بہادروں کے بہادر بھائی پر کس کا زور چل گیا؟"

"اس کا قاتل ہاشمی جوان علیؑ ابن ابیطالبؑ ہے" ــــ کسی نے بتلایا۔

اس نے گہرا سانس لیا، اپنے آنسو پونچھ دیے اور بلند آواز میں اپنے قبیلے کو مخاطب کر کے بولی ــــ "اے بنی عامر! اس سے بڑھ کر فخر کی بات کیا ہو گی کہ میرا

Marfat.com

بھائی علیؓ جیسے شجاع کے ہاتھوں قتل ہوا ہے۔ اگر عمرو کا قاتل علیؓ کے سوا کوئی اور ہوتا تو میں اس پر عمر بھر روتی۔ مگر اس کا قاتل تو وہ ہے جو ہمیشہ سے ایک ممتاز آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اس کا تو باپ بھی سردارِ قوم پکارا جاتا تھا۔"

عمرو کی بہن تو اپنے بھائی کی لاش لے کر چل دی اور اس کے ساتھ ہی مشرکین کی صفوں سے اعتماد اور استقلال بھی رخصت ہو گیا۔ بنو قریظہ کی جانب سے حسبِ وعدہ کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو مایوسی اور بڑھ گئی۔ ہزیمت اور ذلت کا دن تمام ہوا تو پریشانی کی رات طاری ہوئی۔ چہار جانب سیاہ اندھیرے نے بساط بچھائی۔ اچانک ایک مہیب گونج پیدا ہوئی ـــــ چنگھاڑتی ہوائیں چاروں جانب یلغار کرنے لگیں۔ خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں اور ہواؤں میں لپٹے ہوئے چھوٹے چھوٹے سنگریزے بدن چھیدنے لگے۔ سردی کی شدت میں اضافہ ہوا اور جلائے ہوئے الاؤ سرد پڑ گئے۔ گھوڑے اور دوسرے جانور اس خوفناک طوفان میں بدحواس ہو کر اپنے ہی مالکوں کو روندنے لگے۔ کسی طرف کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ حالات پر قابو پانے کی ہر کوشش بیکار ثابت ہو رہی تھی ـــــ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اگر چند لمحے اور اس طوفان کا سامنا ہوا تو کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ یہ اندازہ لگاتے ہی سب سے پہلے ابوسفیان نے اپنی سواری تلاش کی اور اپنے پھیپھڑوں کی پوری قوت کے ساتھ چلایا۔

"النجا! النجا ـــــ دوڑو، بھاگو، اپنی اپنی جان بچانے کی کوشش کرو!

وہی سردارِ لشکر تھا۔ اس کی آواز سنائی دی تو اس کے ماتحت سرداروں نے اس کی آواز میں آواز ملائی۔ عینیہ بن حصین پکارا ـــــ "النجا! النجا! اور اپنی سواری پر سوار ہو گیا۔

حارث بن عوف نے اس کی آواز کو اور آگے بڑھایا ـــــ "النجا! النجا!" اپنے گھوڑے کو تلاش کیا اور اس پر سوار ہو کر فرار کے راستے پر گامزن ہو گیا۔ ہر طرف

Marfat.com

افراتفری کا منظر تھا۔ جسے رسول اللہ ؐ کی جانب سے ان کی نگرانی پر مامور حذیفہ رضؓ دیکھ رہے تھے کنکریوں کی اتنی شدت تھی کہ سپاہیوں نے اپنے چہرے ڈھالوں میں چھپا لیے تھے اور ڈھالوں پر کنکریاں گرنے کی آوازیں چاروں جانب پھیل رہی تھیں۔ ہر طرف ایک قیامت صغریٰ برپا تھی۔

میدان خالی ہو گیا ــــ پیچھے اکھڑے ہوئے خیموں اور بجھے ہوئے الاؤ کے سوا کچھ بھی نہ رہا تو حذیفہ رضؓ واپس لوٹے۔ رسول اللہ ؐ بارگاہِ رب العزت میں دستِ دعا پھیلائے اس تائیدِ ایزدی کے لیے سپاس گزار تھے۔ حذیفہ رضؓ نے دشمنوں کے فرار کی نوید سنائی تو سجدۂ شکر بجا لائے ــــ ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی اور دشمنوں کے عظیم الشان اجتماع پر فتح مندی کی تکمیل ہو گئی۔

رسول اللہ ؐ فتح مند سرخرو لوٹے اور سب سے پہلے فاطمہ ؑ کے روشن چہرے کو دیکھا جو گھر کی دہلیز پر اپنی مشتاق آنکھیں بچھائے اپنے عالی مرتبت باپ اور بہادر شوہر کی منتظر تھیں ــــ حسن ؑ اور حسین ؑ ننھے ننھے قدم لیتے دامنِ رحمت سے لپٹ گئے۔ رسول اللہ ؐ نے فاطمہ ؑ کی معطر پیشانی پر پیار کیا، بچوں کو گود میں اٹھایا اور شاداں و فرحاں گھر کے اندر چلے آئے۔

علی ؑ نے اپنی تلوار فاطمہ ؑ کے حوالے کی ــــ "لو فاطمہ ؑ! ذوالفقار کو صاف کر دو کہ آج اس نے میرے ساتھ وفاداری کی حد کر دی ہے۔"

فاطمہ ؑ نے احساسِ تفاخر سے سرشار تلوار اپنے مجاہد شوہر کے ہاتھوں سے لی اور اسے صاف کرنے لگیں ــــ ان کا قلب شکرِ پروردگار سے لبریز تھا۔ ◻

Marfat.com

باب ۳۲

رسول اللہ ؐ نے سلاحِ جنگ اتارنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ امین وحی ایک تازہ پیام کے ساتھ اترے:

"حبیب ؐ! ابھی سلاحِ جنگ نہ اتاریئے اور سرکشوں کی جانب رجوع فرمائیے"۔۔۔

معبود کا حکم آ پہنچا تھا۔۔۔ رسول اللہ ؐ کو تھکن اتارنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ انہوں نے فوراً ہی بنو قریظہ کی طرف روانگی کا اعلان کیا۔ لشکر ترتیب دیکر علم لشکر علی ؑ کو عطا کر کے پیش قدمی کا حکم جاری فرمایا۔

بنو قریظہ کی سرکشی بڑھتی جا رہی تھی۔ انہوں نے جو معاہدۂ امن کیا تھا اس کی رتی بھر پروا نہیں کی تھی۔ جب انہیں اس کی طرف توجہ دلائی گئی تو انھوں نے بد زبانی سے کام لیا۔ حالانکہ اس معاہدے کی رو سے ان کا درجہ دیگر یہودی قبائل کے برابر کر دیا گیا تھا لیکن انھوں نے عہد شکنی کر کے جنگ خندق میں کفار کا ساتھ

Marfat.com

دیا تھا۔ اس جنگ میں عورتوں اور بچوں پر حملہ کروانے کی مسلسل کوشش کی جاتی رہی اور حی اخطب کو بھی جو بنو نضیر کا سردار اور انتہائی مکار تھا اپنے ہمراہ لے آئے تاکہ اپنی ریشہ دوانیوں میں اس کی اعانت بھی حاصل کی جا سکے۔ رسول اللہؐ نے لشکر کی روانگی سے قبل یہ واضح کر دیا کہ بنو قریظہ اپنے جرم کا اعتراف کر لیں گے اور آئندہ کے لیے یقین دلا دیں گے کہ وہ ایسی سازشوں میں شریک نہیں ہوں گے تو ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے گا۔

علیؑ اسلام کا علم اٹھائے تیزی سے پیش قدمی کرتے ہوئے بنو قریظہ کے قلعوں تک پہنچے تو نعرہ ہائے تکبیر کی گونج اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی صداؤں نے یہودیوں کو ہوشیار کر دیا۔ پہرے داروں نے قلعے کی بلندیوں سے جھانک کر دیکھا اور ان کی نظر علم اسلام تھامے ہوئے علیؑ پر پڑی۔

"یہ تو وہی ہے ــــ عمرو بن عبدود کا قاتل!" کوئی بولا۔

"ہاں یہ علیؑ ہی ہے ــــ وہی علیؑ جس کی شجاعت کی شہرت دور و نزدیک ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔" کسی دوسرے نے تصدیق کی۔

"یہ علیؑ ہے یا کوئی اور ــــ ہمیں اس سے فرق نہیں پڑتا۔ یہ آمنے سامنے آکر ہی وار کرتا ہے نا! ــــ اور ہم اس کی نوبت نہیں آنے دیں گے۔" کسی دوسرے نے اپنے اندر کے خوف کو زائل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے تاویل پیش کی۔

کچھ زبان دراز قلعے کی دیواروں پر چڑھ آئے اور انہوں نے اپنی بدزبانیوں کے وار رسول اللہؐ کی پاکیزہ و اطہر ذات کی طرف بڑھائے ــــ اپنے خبثِ باطن کو اپنی دریدہ دہنی میں دکھلایا اور بدترین لفظوں کے ساتھ مسلمانوں اور ان کے علمبردار کو اشتعال دلانے کی کوشش کرنے لگے۔

شجاعوں کے شجاع علیؑ کے لیے کسی بہادر کا جان لیوا وار پلٹنا تو آسان

Marfat.com

تھا لیکن کسی بدزبان کے بدنما لفظوں کو لوٹانا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔ یہودیوں کی اہانت آمیز گفتگو کے مقابل چند لمحوں کا قیام بھی علیؑ کے لیے محال ہو گیا ــــ انہوں نے وہاں ٹھہر کر ان رکیک لفظوں کو سننے کے بجائے علم اسلام ابو قتادہؓ کے حوالے کیا اور تیزی سے ان راستوں کی طرف پلٹے جن پر رسول اللہؐ مجاہدین کے دوسرے دستوں کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ انہوں نے گھوڑا دوڑاتے ہوئے علیؑ کو واپس آتے دیکھا تو تمام لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ علیؑ احتراماً گھوڑے سے اتر آئے۔ رسول اللہؐ نے محبت آمیز لہجے میں استفسار کیا:

"کیا معاملہ ہے جو ہمارا علم دار واپس لوٹ آیا ہے؟"

"یارسول اللہؐ! میں اس لیے لوٹ آیا ہوں کہ آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں کہ آپ یہیں قیام فرمائیں اور یہودیوں کے قلعوں کی طرف تشریف نہ لے جائیں۔ یہاں تک کہ خدائے بزرگ و برتر انہیں ذلت و رسوائی کا مزہ چکھا دے۔" علیؑ نے مضطرب لہجے میں زور دیتے ہوئے کہا۔

رسول اللہؐ نے علیؑ کے متغیر چہرے کی طرف دیکھا اور نرمی سے بولے: علیؑ! کیا تم نے کچھ ایسی باتیں سنی ہیں جو تمہارے خیال میں میرے لیے ایذا کا باعث ہوں گی۔"

علیؑ نے اثبات میں سر کو جنبش دی اور ان بدنما لفظوں کا تکدّر علیؑ کے چہرے پر اتر آیا۔

"خود کو رنجیدہ نہ کرو علیؑ!" رسول اللہؐ نے شفقت سے علیؑ کو تسلی دی۔ ــــ "قوت گویائی کا خالق ان کی زبانوں کو قطع کر دے گا۔ جب میں انکے مقابل ہوں گا تو ان کی جراتیں ماند پڑ جائیں گی اور ان کی زبان درازیوں کا سلسلہ آگے نہیں بڑھ سکے گا۔"

Marfat.com

علیؑ نے تعمیل ارشاد میں سر جھکایا اور رسول اللہؐ کے ساتھ ہو لیے۔ قلعہ قریب آگیا۔ اس کی برجیوں پر چڑھے ہوئے یہودیوں کی نگاہ جیسے ہی جمال محمدؐ پر پڑی خیرہ ہو گئی۔ بدنما لفظوں نے ان کے ناپاک ہونٹوں کی دہلیز پر آنے سے انکار کر دیا۔ وہ ششدر اور دم بخود سے رسول اللہؐ کو اپنے لشکر کو ہدایات دیتے ہوئے دیکھتے رہے۔

پڑاؤ ڈالنے کے بعد رسول اللہؐ نے انہیں پیغام بھیجا کہ وہ قلعے کے دروازے کھول دیں اور بات چیت کے ذریعے معاملات طے کر لیں۔ ورنہ ان کا محاصرہ کر لیا جائے گا۔ لیکن انہوں نے سرکشی سے انکار کر دیا اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے۔ رسول اللہؐ نے محاصرے کا حکم دیدیا اور چہار جانب سے ہر راستہ بند کر دیا۔

یہودی اپنی طاقت کے زعم میں ہتھیار ڈالنے سے انکاری ہوئے اور دن پر دن گزرنے لگے۔ یہودیوں کی جانب سے چھوٹی موٹی جھڑپیں اور اشتعال انگیزیاں جاری رہیں۔ ایک روز ایک یہودی عورت نے قلعے کی دیوار پر سے پتھر گرا کر ایک مسلمان کو شہید کر دیا ـــــ اسی طرح تقریباً پچیس دن گزر گئے اور یہودیوں کے لیے محصوری دشوار سے دشوار ہوتی چلی گئی۔ ان کے سامنے نہ کوئی عظیم مقصد تھا، نہ ہی قربانی کی کوئی روایت ـــــ وہ اپنی نفرتوں کی تسکین اور رسول اللہؐ سے اقتدار چھین لینے کی کشمکش میں گرفتار تھے۔ اسی لیے جذبوں کی اس صداقت سے محروم تھے جو مشکلوں کا سامنا کرنے کا حوصلہ بخشتی ہے۔ عورتوں اور بچوں کے ساتھ محاصرے کی سختیاں ان کی قوت برداشت کا امتحان لینے لگیں تو انھوں نے کوئی موزوں راستہ تلاش کرنے کی کوشش میں رسول اللہؐ کو پیغام بھیجا کہ وہ تصفیے کے لیے تیار ہیں اور اپنے حلیف قبیلے اوس کے سردار سعد بن معاذؓ کو اپنی طرف سے حَکم مقرر کرتے ہیں۔ یہ شرط پیش کرتے ہوئے ان کے ذہن میں یہ غلط فہمی پرورش پا رہی تھی کہ سعدؓ قبیلے کے حلیف ہونے کی وجہ سے ان کے حق میں نرم فیصلہ کریں گے۔

Marfat.com

رسول اللہؐ نے فراخدلی سے ان کی تجویز سے اتفاق کیا۔ یہودیوں نے قلعے کے دروازے کھول دیے ـــ تصفیے کے لیے سعدؓ بن معاذ کو سوار کرا کر لایا گیا جو معرکہ خندق میں بری طرح زخمی ہوئے تھے اور ابھی تک ان کی حالت سنبھلی نہیں تھی۔

سعدؓ آئے تو رسول اللہؐ نے اوس والوں سے کہا ـــ "اٹھو اپنے سردار کو شایان شان انداز میں لے کر آؤ۔"

اہل قبیلہ دوڑ کر ایستادہ ہوئے اور احترام کے ساتھ سعدؓ کو گھوڑے سے اتارا۔ دونوں طرف سے سہارا دے کر انہیں ان کی نشست پر لے آئے۔ سعدؓ اپنی جگہ بیٹھ کر بردباری سے بولے ـــ "جنہوں نے مجھے حکم بنایا ہے، کیا انہیں میرا فیصلہ منظور ہو گا؟"

"بلاشبہ ـــ ا ہم نے خود ہی تو آپ کو حکم بنایا ہے ہم آپ کا فیصلہ دل و جان سے منظور کریں گے۔" یہودیوں نے یک زبان ہو کر اقرار کیا۔

سعدؓ نے اس جانب دیکھا جس جانب رسول اللہؐ متمکن تھے ـــ "کیا حضورؐ بھی اسے قبول فرمائیں گے؟" سعدؓ نے مؤدب لہجے میں سوال کیا۔

"سعدؓ ہمیں تم پر اعتماد ہے کہ تم صاحب ایمان ہو" ـــ رسول اللہؐ نے حوصلہ افزائی کی۔

سعد بن معاذؓ نے ایک نگاہ ان سب منتظر آنکھوں پر ڈالی جن میں امید و بیم کی شمعیں جل بجھ رہی تھیں ـــ جو منت و لجاجت سے سعد کی طرف دیکھ رہی تھیں کہ وہ نرمی اور رعایت سے کام لیں گے۔ سعدؓ نے ان آنکھوں کا پیغام پڑھا اور نپے تلے لہجے میں بولے ـــ "اب میں زندگی کی اس منزل میں ہوں کہ میں کسی تعلق اور کسی نسبت کو عدل و انصاف پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہودیوں کی کتاب تورات کے مطابق فیصلہ کروں گا تاکہ انہیں تسلیم کرنے

Marfat.com

میں اہل یہود کو کوئی تامل نہ ہو۔"

سعدؓ کے دو ٹوک لہجے کو محسوس کر کے یہودیوں کے دل ڈوبنے لگے۔ انہیں یہ اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی کہ سعدؓ کے فیصلے میں کسی رعایت کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی لیکن اب کسی اعتراض کا موقع نہ تھا۔ انہوں نے خود سعدؓ کو حکم مانا تھا۔ اور ان کے فیصلے پر اعتماد کا اظہار کیا تھا۔ انکی بدگمانیوں نے انہیں رسول اللہؐ کے خلق و رحمت سے محروم کر دیا تھا۔

سعدؓ نے جرأت اور سربلندی سے فیصلہ سنایا ——"تورات میں لکھا ہے کہ جب کسی شہر پر حملہ کرنے کے لیے جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے۔ اگر وہ صلح کر لیں اور تیرے لیے دروازے کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں سب تیرے غلام ہو جائیں گے —— لیکن اگر صلح نہ کریں تو تُو ان کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلادے تو جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کر دے۔ باقی بچے عورتیں جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں، سب تیرے لیے مالِ غنیمت ہونگے۔

پس کتابِ مقدس تورات کی رو سے بنو قریظہ کے مردوں کو قتل کیا جائیگا ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنائے جائیں گے اور ان کے اموال بطورِ مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں گے۔"

سعدؓ کی زبان سے ادا ہونے والے لفظوں نے یہودیوں کو ساکت کر دیا۔ ان کے چہرے زرد پڑ گئے —— ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں اور خوف و صدمے سے حواس گم ہو گئے۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں کچھ کہنے کا حق کھو دیا تھا۔ انھوں نے سعدؓ سے امید لگائی تھی لیکن ان کے نزدیک یہودیوں کی امیدوں کو پورا کرنے سے زیادہ بہتر اپنے ایمان کی سلامتی تھی۔

رسول اللہؐ اٹھ کھڑے ہوئے۔

Marfat.com

"سعدؓ! خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ تم نے حق کے ساتھ فیصلہ کیا ہے بنو قریظہ نے اس پر عمل کرنے کا عہد کیا ہے اور اب وہ اس کے پابند ہیں۔"

رسول اللہؐ کا فرمان سنتے ہی بنو قریظہ کے مردوں کو اسیر بنا لیا گیا۔ انکی عورتوں اور بچوں کو ایک جگہ جمع کر لیا گیا۔ قلعہ کی تلاشی کے دوران پندرہ سو تلواریں، تین سو زرہیں، دو ہزار نیزے اور پانچ سو ڈھالیں برآمد ہوئیں۔ جس سے انکے خطرناک عزائم کا سراغ ملتا تھا ـــــ وہاں شراب کا ایک بڑا ذخیرہ بھی موجود تھا جسے رسول اللہؐ کے حکم سے بہا دیا گیا۔ بنو قریظہ کے مردوں کو اسامہ بن زیدؓ کے مکان پر ٹھہرایا گیا۔ اور عورتوں کو بنتِ حارث کے مکان پر!

اگلا روز مدینے کی تاریخ میں ایک ایسا عجیب دن تھا جو اس سے قبل کبھی طلوع نہیں ہوا تھا ـــــ یہ خود بنو قریظہ کے اپنے اعمال کا نتیجہ تھا۔ رحمتِ دو عالمؐ نے ہر چند کوشش کی تھی کہ وہ راہِ راست پر آ جائیں لیکن ان کی سرکشی میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ فیصلے کی گھڑی آن پہنچی!

رسول اللہؐ بیت الشرف سے نکلے اور صحابہؓ کو حکم دیا ـــــ "مناسب فاصلوں پر کچھ گڑھے کھودو ـــــ تاکہ اپنے اعمال کی سزا پانے والے اپنے انجام کو پہنچ جائیں۔ اس دوران مجرموں کو بہترین کھجوریں کھانے کے لیے دو۔ انہیں آبِ سرد سے سیراب کرو اور ہر طرح سے ان کا خیال کرو۔"

جن کو گڑھے کھودنے کا حکم ملا تھا وہ اس میں مصروف ہو گئے۔ کچھ کھجوروں کے ٹوکرے اور پانی لے کر مجرموں کی قیام گاہ کی طرف نکل گئے تاکہ وہ تسلی کے ساتھ اپنی بھوک پیاس مٹا لیں۔ عورتوں اور بچوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا گیا۔

گڑھے تیار ہو گئے تو رسول اللہؐ نے علیؑ کو طلب کیا ـــــ علیؑ لبیک یا رسول اللہؐ کہتے ہوئے حاضر ہوتے ـــــ رسول اللہؐ نے ہدایات دیں:

Marfat.com

علیؓ! اپنی تلوار بے نیام کرو اور بنو قریظہ کو اُن کے انجام تک پہنچانے کا فریضہ ادا کرو۔ زبیرؓ اس کام میں تمہاری مدد کریں گے۔"

"بسروچشم یا رسول اللہؐ!" علیؓ نے سرِ تسلیم خم کیا اور تلوار بے نیام کر کے زبیرؓ کے ہمراہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں سزا کا عمل بنو قریظہ کے مردوں کے مقدر میں لکھا جانے والا تھا۔ مجرم یہودی چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صورت میں لائے جانے لگے اور علیؓ کی تلوار ان کی تقدیر کا فیصلہ لکھنے لگی ــــ زبیرؓ مدد کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ سورج سر پر آ گیا ــــ رسول اللہؐ اپنی جگہ سے اٹھے اور اصحاب سے بولے: "بس اب گرمی زیادہ ہو گئی ہے، مجرموں کو آرام کرنے دو! انہیں ٹھنڈا پانی پلاؤ ــــ کھانے کی ضرورت ہو تو کھجوریں مہیا کرو۔ دھوپ ڈھل لے تو انہیں ان کی سزا سے ہمکنار کیا جائے گا۔ یہ مجرم ضرور ہیں لیکن ہمیں یہ گوارا نہیں کہ سورج کی گرمی اور تلوار کی آتش ان پر اکٹھی ہو جائے۔"

سزا کا عمل کچھ دیر کے لیے موقوف کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ سورج زوال کی طرف آمادہ ہوا۔ دھوپ ڈھل گئی۔ وقت ٹھنڈا ہوا تو رسول اللہؐ پھر اپنی جگہ پر تشریف لے آئے ــــ علیؓ تلوار لے کر مقتل گاہ پر پہنچے اور بنو قریظہ کے یہودیوں کو باری باری لایا جانے لگا۔ انہی میں بنو نضیر کا سردار حی بن اخطب بھی تھا جو بنو قریظہ کے قبیلے کو بھڑکانے کا ذمہ دار تھا اور وہ عورت بھی جس نے قلعہ پر سے بھاری پتھر گرا کر ایک مسلمان خلاد کو شہید کر دیا تھا۔

شام کے آخر ہوتے ہوتے تقریباً چھ سو کے لگ بھگ یہودی مرد اپنے انجام کو پہنچ گئے اور اسلام کے تصورِ عدل وانصاف کی وضاحت ہو گئی کہ غدّار اگر اپنے جرم پر ڈٹے رہیں تو ان کی سزا بھی اتنی ہی شدید ہو گی جتنا سنگین ان کا جرم ہے۔ بنو قریظہ نے ہر مرحلے پر غدّاری کی تھی۔ خصوصاً خندق کے موقع پر جب تمام قبائل

Marfat.com

کا اجتماع مدینے کو گھیرنے میں لیے ہوئے تھا، بنو قریظہ نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ اندرونی طور پر وہ مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں نیست و نابود کرنے میں کفار کی مدد کر سکیں لیکن دستِ قدرت نے مسلمانوں کو ان کی دست برد سے محفوظ رکھا تھا۔

عورتیں اور بچے جن کی تعداد تقریباً ایک ہزار کے قریب تھی، ان کے مردوں کی غداری اور عورتوں کی شر پسندی نے غلامی کی ذلت ان کے نام لکھ دی تھی۔ لیکن خلقِ عظیم کے علمبردار نے پھر بھی ان کے بارے میں تاکید کر دی کہ کسی ماں سے اس کے بچے کو جدا نہ کیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ اس کی ممتا کی ٹھنڈی چھاؤں میں جوان ہو جائے اور سن بلوغت کو پہنچے۔

اس واقعے کے چند ہی روز بعد سعد بن معاذؓ خندق میں لگے ہوئے مہلک زخم کے اثر سے خالقِ حقیقی سے جا ملے ــــ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو ملول ہوئے اور جنازے کی مشایعت میں پیادہ قبرستان تک گئے ◻

Marfat.com

باب ۳۴

خندق کی فتح کے بعد قریش کے حوصلے پست ہو گئے۔ ارد گرد کے قبائل جو اپنی پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہوئے تھے، اس شکستِ فاش کے اثر سے گنگ ہو کر رہ گئے۔ صرف چند ایک چھوٹی چھوٹی مہمات در پیش ہوئیں جن سے نپٹ لینا آسان ہو گیا تھا۔

سنہ ۶ ھ کا سال ایک مبارک ساعت کے ساتھ طلوع ہوا۔ رسول اللہؐ کسی مہم سے واپس ہوئے تو پیچھے رہ جانے والے ہدیۂ تہنیت لیے منتظر تھے۔ رسول اللہؐ نے شادمان چہرے کے ساتھ ان کی مسرتوں میں اس شرکت کو پسند کیا اور حسبِ عادت سب سے پہلے اپنی نورِ نظر فاطمہؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

فاطمہؑ کو مدینے کی ہواؤں میں پدرِ بزرگوار کی خوشبو محسوس ہو گئی تھی۔ وہ استقبال کے لیے اٹھیں اور گود میں سوئی ہوئی ننھی بچی کو رسول اللہؐ کی آغوش میں دے دیا:

"بابا! حسنؑ و حسینؑ کی ننھی بہن آپ کی راہ تک رہی تھی۔"

Marfat.com

رسول اللہؐ نے محبت آمیز نگاہوں سے چاند چہرہ دیکھا___ منہ میں لعابِ دہن ڈالا اور مسرور لہجے میں گویا ہوئے: "جانِ پدر! اللہ نے تمہاری بیٹی کی صورت میں تمہاری ماں خدیجہؓ کی شباہت ہمیں لوٹا دی ہے۔"

فاطمہؑ نے خوش ہو کر کہا___ "بابا! میرا اور علیؑ کا بھی یہی خیال ہے۔ ہم جب بھی مادرِ گرامی کی زیارت کے مشتاق ہوں گے تو حسینؑ کی بہن کو دیکھ لیں گے۔"

"نورِ نظر! تمہارا کہنا بجا ہے ___ یہ حسینؑ کی بہن ہے۔ جب ہم میں سے کوئی بھی حسینؑ کا ساتھ دینے کے لیے اس جہان میں نہیں ہوگا تو حسینؑ کی یہ بہن ہر مصیبت میں اس کا سہارا بنے گی۔ یہ اپنی نانی خدیجہؓ کی صورت ہی نہیں، سیرت بھی لے کر آئی ہے۔ یہ دین کے لیے ہر مشکل کو جھیلے گی۔ حسینؑ کے بعد تمہاری یہ بہادر بیٹی دین اسلام کا نام بلند کرنے والی ہوگی۔ یہ ہمارا سرمایۂ افتخار ہے ___ یہ علیؑ جیسے باپ کی زینت ہے۔ ہم اسے زینبؑ کے نام سے پکاریں گے کہ علیؑ کے بعد علیؑ کی شجاعت اور خطابت کو زندہ کرنے والوں میں سے تمہاری یہ ننھی بیٹی بھی ہے۔"

فاطمہؑ نے فرطِ مسرت سے دمکتی پیشانی کو چوم لیا اور پُر گداز لہجے میں بولیں: "بابا! میری جان، میرا شوہر، میری اولاد سبھی کچھ راہِ حق میں صرف ہو جائے تو مجھ سے بڑھ کر خوش بخت اور کون ہوگا!"□

باب ۲۴

ماہِ شوال کی ایک صبح نماز فجر کے بعد رسول اللہؐ رونق افروز ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا ـــــ "اے اہلِ اسلام! خدائے ذوالجلال نے خانہ کعبہ کا طواف کرنے اور قربانی دینے کی نوید عالمِ خواب میں عطا فرمائی ہے۔ وہ وقت دور نہیں جب ہم اپنے بچھڑے ہوئے وطن کی خاک پر قدم رکھیں گے اور طواف کعبہ کا شرف حاصل کریں گے۔ جس سے ہمیں ظلم و زیادتی کے علمبرداروں نے بزورِ شمشیر محروم کر دیا ہے۔"

حرم کعبہ کے نام نے مسلمانوں کے ترسے ہوئے دلوں میں طلب و محبت کی آگ سی بھڑکا دی۔ بچھڑے ہوئے وطن کی یاد نے مہاجرین کے سینوں میں ایک تڑپ جگا دی۔ بلالؓ نے پرنم آنکھوں کے ساتھ رندے ہوئے لہجے میں کہا ـــــ "آہ! کیا کبھی وہ دن آسکتا ہے کہ میں مکہ کی وادی میں ایک رات بسر کروں، میں مجنہ کے چشموں میں اتروں اور شامہ و طفیل مجھے پھر دکھائی دیں!"

Marfat.com

"یارسول اللہؐ! آپ پیغمبر برحق ہیں، آپ کے خواب سچے ہیں، ہم طوافِ حرم سے یقیناً شرف یاب ہوں گے۔" کسی اور نے پر یقین لہجے میں بلند آواز سے کہا۔
کاش! وہ مبارک ساعتیں جلد تر ہمارا مقدر بنیں جو خانۂ خدا کے سائے میں بسر ہوں گی۔"

"یارسول اللہؐ! ہمارے دلوں کی اس آرزوئے دیرینہ کو بار آور ہونے دیجیے۔ ہمیں اپنی معیت میں سوئے حرم لے چلیے۔" کسی نے دل کی بے قراری کو زبان دی تو کتنی ہی آوازیں اس کی تائید میں بلند ہونے لگیں۔

رسول اللہؐ نے دلوں کے گداز، آنکھوں کے آنسوؤں اور روح کی تڑپ کو دیکھا تو اعلان کیا ——"اگر خدا نے چاہا تو ہم یکم ذیقعد کو مکہ معظمہ کا قصد عمرے کی نیت سے کریں گے۔ ہم احرام باندھیں گے، قربانی کے جانور ہمراہ لیں گے اور ہتھیار نیام میں رکھیں گے تاکہ کسی طرح کی کوئی غلط فہمی پیدا ہونے کا احتمال نہ رہے۔ ہمارے اس سفر کا عنوان امن و آشتی ہے —— ہم نے عمرے کا قصد اس لیے کیا ہے کہ ہو سکتا ہے ایامِ حج میں دیگر قبائل کے جمع ہو جانے سے کوئی فتنہ پیدا ہو یا قریش کی فتنہ پرور ذہنیت اسے ہمارے کسی سیاسی مقصد سے تعبیر نہ کرے۔ جس کو ہمراہ چلنا ہو، وہ ہمارے ان مقاصد کو ذہن میں رکھ کر عمرے کی نیت باندھ لے۔ انشاء اللہ ہم زیارت حرم کریں گے۔ طواف اور دیگر فرائض بجا لائیں گے۔"

چہار جانب مسرت و سرخوشی کی لہر دوڑ گئی —— برسوں بعد آمد بہار کا مژدہ سنائی دیا۔ دل کی کلی کھلنے کا وقت آیا۔ روح میں تازگی اتری اور رونئیں رونئیں میں ایک نئی تڑپ جاگی۔ چودہ سو مشتاق دل اور بے قرار روحیں رسول اللہؐ کے ساتھ روانہ ہوئیں تو وہ ذیقعد کی یکم اور ۶ھ کا زمانہ تھا۔

Marfat.com

دلوں کا یہ قافلہ سفرِ شوق پر روانہ ہوا تو موسم کی مہربانیوں نے استقبال کیا۔ صحراؤں کے سفر کی ساری صعوبتیں، جذبوں کے والہانہ پن نے گوارا بنا دیں۔ ذوالحلیفہ تک کا سفر بڑی سہولت سے طے ہو گیا۔ اس مقام پر کچھ دیر قیام ہوا اور قربانی کے جانوروں کی گردنوں میں قربانی کی علامت آویزاں کر دی گئی ــــ لبیک ــــ اللھم لبیک ــــ کی صدائیں ہواؤں کے دوش پر دُور دُور تک بکھرتی چلی گئیں۔

سفر ابھی جاری تھا کہ دُور سے گرد و غبار کے اڑتے ہوئے بادلوں میں لپٹی گھوڑوں کی ٹاپوں کی صدائیں سنائی دینے لگیں ــــ قافلے کو روک دیا گیا۔ رسول اللہؐ نے چند لمحے آنے والوں کی سمت دیکھ کر تعداد کا تعین کیا اور قافلے کو ہدایات دیں:

"ہمارا مقصد نہ خون ریزی ہے نہ امنِ عامہ میں خلل اندازی ــــ اس لیے بہتر ہے کہ ہم وہ راستہ اختیار کریں جو امن و امان کے ساتھ طے ہو جائے اور جس میں نہ تلواروں کی جھنکار سنائی دے ــــ نہ خون کے چھینٹے اڑیں۔ تم سب اپنا رخ داہنی طرف پھیر لو۔ ہم حمض کی پُشت سے "ثنیۃ المرار" کے راستے حدیبیہ کے کنوئیں تک پہنچیں گے اور وہیں قیام پذیر ہوں گے۔ یہاں تک کہ قریش کے ساتھ مکے میں داخل ہونے کی بات چیت صلح و صفائی سے طے پا جائے۔"

پیغمبرِ امنؐ کی ان ہدایات پر چودہ سو کی جمعیت نے اپنا رخ اس جانب سے داہنی جانب پھیر لیا اور راستہ بدل کر اس متوقع خون ریزی کو ٹال دیا۔ جسے خالد بن ولید دو سو سواروں کی صورت میں لے کر بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ خالد نے جب رسول اللہؐ کو راستہ بدلتے دیکھا تو واپس مکے کی جانب پلٹ گیا۔ تاکہ قریش کو رسول اللہؐ کے ارادوں سے باخبر کر دے۔

باقی سفر سہولت سے طے ہو گیا اور یہ کاروانِ امن حدیبیہ کے مقام پر فروکش ہوا جو مکے سے نو میل کی مسافت پر واقع ہے۔ حدیبیہ کا کنواں ایک

Marfat.com

عرصے سے خشک ہو چکا تھا۔ لیکن اس کی برکت سے، جس کی خاطر ابر بھیگے ہوئے موتی لٹاتا ہے۔ خشک کنواں آبِ شیریں سے چھلکنے لگا۔ چند گھڑیاں آرام کرنے کے بعد سفر کی تھکن کم ہوئی تو رسول اللہ ؐ نے عمر ابن خطاب سے فرمایا — "ابن خطاب! تم ہماری طرف سے یہ پیام لے کر مشرکین مکہ کے پاس جاؤ کہ ہماری آمد کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہم حرم پاک میں عمرہ ادا کر نیکی سعادت حاصل کریں۔ ہم نے احرام باندھے ہیں — قربانی کے جانور ہمارے ساتھ ہیں اور ہتھیاروں میں محض تلواریں ہیں جو ہر عرب کی زینت ہے — لیکن یہ بھی بے نیام نہیں۔"

"یا رسول اللہ! مجھے اس خدمت سے معاف رکھیے" — عمرؓ نے عذر پیش کیا۔ "آپ کو تو علم ہے مکہ میں میرے قبیلے بنی عدی کا کوئی ایسا فرد نہیں جو میری حفاظت کر سکے۔ میں اگر ان کے ہاتھ آ گیا — تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ہاں — اگر آپ عثمان ابن عفانؓ کے سپرد یہ خدمت کر دیں تو وہ بخوبی اس کو انجام دے سکیں گے۔ کیونکہ ان کے قبیلے بنو امیہ کے بیشتر لوگ وہیں ہیں۔ وہ سب ان کی حفاظت کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر تم عثمان ابن عفانؓ سے کہو کہ وہ فوراً ہمارا یہ پیام لے کر مکے کی جانب روانہ ہو جائیں۔"

رسول اللہ ؐ نے حکم دیا اور عثمان اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی حمایت میں مکہ پہنچے تاکہ انھیں کوئی گزند نہ پہنچے۔

عثمان یہ پیغام لے کر مکے کی سمت روانہ ہو گئے اور ہر دل میں انتظار کا کڑا لمحہ آن کر ٹھہر گیا۔ گوہر مقصود محض نو میل کے فاصلے پر ہی تو رہ گیا تھا۔ بے تابیاں سوا ہو گئیں اور بے قراریوں میں اضافہ ہوا۔ گزرنے والی ہر ساعت انگلیوں پر گنی جانے لگی۔ آنکھوں میں حرم کعبہ کی تصویر کھنچنے لگی۔ طواف کے لیے قدم اٹھنے

Marfat.com

کو بیتاب ہو گئے لیکن مکے کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

اندازے سے زیادہ وقت گزر گیا لیکن پیامبر لوٹ کر نہیں آیا۔ ہر دل میں تردّد جاگا ــــ طرح طرح کے اندیشے اور وسوسے ذہنوں کو پراگندہ کرنے لگے۔ کچھ پریشان خیالوں نے یہ گمان کیا کہ عثمان کے آنے میں تاخیر ہونے کی وجہ یہی ہے کہ وہ کسی مشکل میں گرفتار ہیں یا قتل کر دیے گئے ہیں ــــ یہ غلط فہمی اور گمان پہلے شکوک و شبہات کی حد تک رہا۔ لیکن جیسے جیسے آپس میں تبادلۂ خیال ہوا بے اندازہ افواہ میں بدلا اور قریش کے ساتھ کشیدگی اور پچھلے تلخ تجربات نے اسے تصوّر ہی تصور میں حقیقت کا روپ دیدیا۔ مختلف ذہنوں اور طبیعتوں نے اسے مختلف انداز میں سوچا اور بیان کیا۔ مکے سے آنے والے کچھ شر پسندوں نے چپکے چپکے مختلف لوگوں سے مل کر اس خیال کو تقویت دی۔ وہ مسلمانوں کے کانوں میں پھونک کر چلے گئے کہ عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے۔

یہ خبر مسلمانوں پر قیامت بن کر ٹوٹی ــــ قاصد کا قتل یوں بھی دستورِ عرب کے خلاف تھا۔ اس پر دلوں کی وہ تڑپ جو حرمِ کعبہ کا طواف کرنے کے لیے بیتاب تھی۔ جب یوں ناکام ہوئی تو جوش و اضطراب کو بڑھا گئی۔ پھر خندق کی فتح سے مسلمانوں کی ہمتیں بڑھی ہوئی تھیں اور قریش کا خوف ان کے دلوں سے نکل گیا تھا۔ کچھ سرکردہ افراد جوش و جذبے سے بھرے ہوئے رسول اللہؐ کے پاس پہنچے:

"یا رسول اللہؐ! کیا آپ نے سنا کہ آپ کے قاصد کو مکے میں قتل کر دیا گیا ہے؟"

"خدائے ذوالجلال بہتر جاننے والا ہے" ــــ رسول اللہؐ نے ان کے پرجوش سوال کا پُرسکون جواب دیا۔

"یا رسول اللہؐ! ہم عثمان کا قصاص لیں گے" کسی نے غصے سے کہا۔

"ہم انتقام لیں گے اور خانۂ کعبہ پر اپنا حق ثابت کریں گے" کسی اور

Marfat.com

نے اپنے جوش اور جذبے کا اظہار کیا۔

"یارسول اللہؐ! ہم اپنے اور خانۂ کعبہ کے درمیان حائل فاصلے بزورِ شمشیر طے کریں گے" کسی اور نے مرنے مارنے پر تل کر کہا۔

رسول اللہؐ تحمل و بردباری سے ان کے جوش اور جذبے کی زبان سنتے رہے۔ پھر نپے تلے لہجے میں بولے ـــــ "ہم نے اس سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ہی واضح کر دیا تھا کہ ہمارا مقصد امن و امان میں خلل اندازی نہیں۔ اب بھی ہماری کوشش یہی ہے کہ خون ریزی کی نوبت نہ آئے۔ لیکن اگر تمہارے جذبے اتنے ہی بیتاب ہیں تو کیا تم اس بات پر عہد کرتے ہو کہ اگر جنگ کی صورتِ حال پیدا ہوئی تو تم فرار نہیں ہو گے اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو گے؟"

رسول اللہؐ کے اس واضح سوال نے ذہنوں میں اُحد کے میدان کا نقشہ اور خندق میں عمرو بن عبدود کا مقابلہ کرنے میں تامل اور تذبذب کا لمحہ جگا دیا۔ ان مشکل لمحات میں اپنے اپنے کردار کی کمزوریوں کے شعور نے انھیں باور کروا دیا کہ رسول اللہؐ کے خدشات برحق ہیں۔ ان کے کردار کی خامیوں کو نگاہ میں رکھ کر ہی رسول اللہؐ کو یقین دہانی اور تجدید بیعت کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

سب نے یک زبان ہو کر اپنے اپنے جذبوں کی ترجمانی کی ـــــ "یارسول اللہؐ! ہم یہ عہد کرنے کو تیار ہیں کہ فرار کی راہ اختیار نہیں کریں گے۔"

رسول اللہؐ نے درخت کے تنے سے پشت لگائی اور اپنا مبارک ہاتھ بڑھایا:

"تو پھر اس بیعت کی طرف تقدم اختیار کرو کہ تم ثابت قدم رہو گے اور اگر جنگ کی ضرورت محسوس ہوئی تو راہ فرار اختیار نہیں کرو گے۔"

مسلمان ایک ایک کر کے آگے بڑھے اور رسول اللہؐ کے مبارک ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر "بیعت رضوان" میں داخل ہو گئے۔ چودہ سو اصحاب سے بیعت لینے میں پورا

Marfat.com

ایک پہر بیت گیا۔ فراغت ہوئی تو بے قابو جوش و جذبے میں ٹھہراؤ کی سی کیفیت پیدا ہو چکی تھی۔ خدائے بزرگ و برتر کی جانب سے دلوں میں تسلی و سکون اتر آیا تھا۔ اس بیعت نے ہر مسلمان کے شانوں پر ایک بھاری ذمہ داری رکھ دی تھی۔

ابھی اس بیعت کو ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ مکے کی سمت سے کوئی گھوڑا دوڑاتا ہوا اس طرف آتا نظر آیا۔ اڑتی ہوئی گرد اور گھوڑے کے سموں سے پیدا ہونے والی آواز نے اس کے آنے کی خبر اس کی آمد سے پہلے ہی دیدی۔ مسلمان اُٹھ اٹھ کر اس کی طرف دیکھنے لگے ـــــ طرح طرح کی قیاس آرائیاں کی جانے لگیں۔ کچھ اس سوار پر عثمان کا گمان کرنے لگے کچھ نے اسے ایک عام مسافر سمجھا اور کچھ نے اسے جاسوس قرار دیا۔ رفتہ رفتہ گرد بیٹھی، فاصلہ کم ہوا، شباہت واضح ہوئی۔ کچھ نے پہچانا، کچھ کو معلوم نہ ہوا کہ وہ کون ہے۔ آنے والے نے قریب آکر گھوڑے کی باگیں کھینچیں اور بلند آواز میں پکارا ـــــ "میں ہوں عروہ بن مسعود ثقفی، میں اہل مکہ کا فرستادہ ہوں۔ میرے پاس محمد ابن عبداللہؐ کے لیے ایک پیغام ہے۔ مجھے ان کے پاس لے چلو۔"

قاصد اور سفیر کے لیے اسلام میں تحفظ اور احترام ہے۔ اگرچہ قریش نے مسلمانوں کے قاصد عثمان کو نظر بند کر لیا تھا لیکن مسلمانوں نے ان کے سفیر کو عزت دی اور اسے رسول اللہؐ کی خدمت میں لے گئے۔ ابتدائی آداب و رسوم کی بجا آوری کے بعد اس نے اپنا مدعا بیان کیا:

"محمد ابن عبداللہؐ! اگر آپ کا مقصد خون ریزی نہیں تو ہمیں بھی اس سے اجتناب ہے۔ ہاں اس سال آپ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ یہ سراسر قریش کی ذلت ہے۔ آپ کے ہمراہ بھاری جمعیت دیکھ کر دیگر قبائل کو غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ آپ طاقت کے بل پر مکہ میں داخل ہوتے ہیں اور قریش یہ ذلت کسی قیمت پر گوارا

Marfat.com

نہیں کریں گے۔"

رسول اللہ ؐ کا مقصود خونریزی ـــــ امنِ عامہ میں خلل اندازی ـــــ یا جنگ میں پہل کبھی نہیں رہا تھا۔ اسی لیے انہوں نے کسی اشتعال کے بغیر بڑی ملایمت سے پوچھا:

"تو پھر قریش کیا چاہتے ہیں؟"

"اس سال آپ بغیر مراسم زیارت انجام دیے واپس ہو جائیں۔ البتہ آئندہ سال اس پر معاہدہ ہو سکتا ہے کہ قریش تین دن کے لیے مکہ خالی کر دیں اور آپ اپنے حسبِ منشا اپنے فرائض زیارات کی تکمیل کر لیں۔" عروہ نے اہل مکہ کا موقف پیش کیا جس کے پس پردہ یہی مقصد کارفرما تھا کہ اس معاہدے کی خبر تمام قبائل کو ہو جائے گی اور اگر مسلمان مکے میں داخل ہوں گے تو اس میں قریش کی کسی کمزوری کا ثبوت نہیں ملے گا۔

"میں پیغمبر امن ہوں ـــــ سلامتی کا دین لے کر آیا ہوں۔ ہم نے ہتھیار اس لمحے تک نہیں اٹھائے جب تک ہمارے دروازوں پر طبل جنگ نہیں بجائے گئے۔ اس سے بڑھ کر بہتری کی راہ اور کیا ہو گی کہ ہم کسی معاہدے کے پابند ہو جائیں ـــــ اور انسانی خون کو ارزاں کیے بغیر کسی بہتر نتیجے پر پہنچ جائیں۔ ہم ہر اس معاہدے کے لیے غیر مشروط طور پر تیار ہیں جو مکے اور مدینے کے راستے کو سلامتی کے ساتھ کھول دے۔"

"میں آپ کے یہ خیالات قریش تک پہنچا دوں گا۔ اگر انہیں منظور ہوا تو وہ کسی نمائندے کو شرائطِ صلح طے کرانے کے لیے آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ اب مجھے اجازت دیجیے کہ میں واپس جا کر قریش کو صورتِ حال سے آگاہ کروں۔" عروہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

عروہ سے ہونے والی گفتگو کا چرچا جلد ہی مسلمانوں کی ساری جمعیت میں ہو گیا

Marfat.com

مصلحتوں کو پس پشت ڈالنے والے ظاہر بینوں پر یہ امر بہت شاق گزرا کہ کوئی ایسا معاہدہ لکھا جانے والا ہے جس کی رو سے انہیں اس سال زیارت حرم کے بغیر ہی واپس ہونا پڑے گا۔ رسول اللہ ؐ کے فیصلے کی گہرائی کو نہ پانے والے بے چینی کا مظاہرہ کرنے لگے ـــ دبی زبان میں سرگوشیاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سرایت کرنے لگیں۔ دین کے احکامات اور وحی الٰہی کے مقابل عوام الناس کی رائے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ اسی لیے رسول اللہ ؐ نے اس ردعمل کو قطعاً نظر انداز کر دیا، جو معاہدہ ہو جانے کی خبر کے ساتھ مسلمانوں میں پیدا ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ قریش کی جانب سے سہیل ابن عمرو معاہدے کی حتمی شرائط طے کرنے اور اسے تحریری صورت میں لانے کے لیے پہنچ گیا۔ اس کی عزت کی گئی۔ ابتدائی گفتگو کے بعد رسول اللہ ؐ نے علیؑ کو پکارا ـــ "علیؑ! قرطاس و قلم لاؤ کہ معاہدہ تحریر کیا جا سکے!"

علیؑ تعمیل ارشاد میں قریب آ بیٹھے۔ رسول اللہ ؐ نے لکھوانا شروع کیا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!"

علیؑ نے ابھی قلم کاغذ سے مَس کیا ہی تھا کہ سہیل بول اٹھا ـــ "ابن عبداللہ ؐ! ہم اس عبارت کو نہ جانتے ہیں نہ مانتے ہیں جو آپ لکھوانا چاہ رہے ہیں۔ اگر لکھوانا ہے تو وہی لکھوائیے جو شروع سے ہمارا طریق ہے۔ یعنی باسمک اللھم!"

"علیؑ! وہی لکھو جو سہیل کی خواہش ہے۔" رسول اللہ ؐ نے فراخدلی سے کہا کہ یہ بھی اللہ ہی کا نام ہے اور اس میں بت و اصنام کا تذکرہ نہیں تھا۔

علیؑ نے وہی لکھا جو حکم ملا۔ رسول اللہ ؐ آگے بڑھے ـــ "علیؑ! لکھو کہ یہ وہ معاہدہ ہے جو رسول اللہ ؐ نے تسلیم کیا ہے۔"

علیؑ کا قلم حرکت میں نہیں آیا تھا کہ سہیل نے پھر ٹوکا ـــ "ابن عبداللہ ؐ! اگر ہم آپ کو پیغمبر تسلیم کر لیں تو پھر آپ کے اور ہمارے درمیان وجہ نزاع ہی ختم

Marfat.com

ہو جاتی ہے ــــ آپ اسی طریق سے اپنا اور اپنے والد کا نام لکھوائیں جو عرب میں رائج ہے۔"

"گو تم تکذیب کرتے ہو۔ لیکن میں پیغمبر حق ہوں!" رسول اللہؐ نے بردباری سے کہا اور علیؑ سے بولے ــــ "علیؑ! جس طرح سہیل کا اصرار ہے اسی طرح لکھو کہ میں ابن عبداللہ بھی تو ہوں۔"

علیؑ کو ناگوار تو ہوا لیکن تعمیل ارشاد میں کوئی کمی علیؑ سے بعید تھی۔ انہوں نے حرف حرف اسی طرح لکھا جس طرح رسول اللہؐ نے لکھوایا۔ لیکن ابتدا میں ہی سہیل کی یہ تنگ نظری اور غیر معمولی مداخلت مسلمانوں میں بے چینی کی لہر جگانے لگی۔ کچھ پہلو بدلنے لگے ــــ کچھ کے چہروں پر ناپسندیدگی کا رنگ اترا۔ سہیل جیسے جہاں دیدہ مدبّر نے اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کو بروئے کار لاتے ہوئے عام مسلمانوں کے چہروں سے اختلافات و بے چینی کو پڑھ لیا اور ایسا انداز اختیار کیا کہ اختلافات کو اتنی ہوا ملے کہ یہ کھلی ہوئی بغاوت میں بدلکر خانہ جنگی کی صورت اختیار کرلے۔ اس نے جتنی بھی شرائط لکھوائیں سب کی سب بظاہر ایسی تھیں کہ ظاہر بین اس میں مسلمانوں کی سراسر توہین اور اہانت محسوس کر رہے تھے۔ لیکن رسول اللہؐ کی فراخدلی سیاسی تدبّر اور منشائے الٰہی کے حصول کی جستجو نے کہیں بھی رکاوٹ پیدا نہیں ہونے دی اور معاہدے کا مسودہ مکمل کرلیا گیا۔ جس کی شرائط اس طرح تھیں :

(۱) ــــ رسول اللہؐ اس سال مع متبعین کے بغیر زیارت کیے واپس جائیں گے۔

(۲) ــــ دس سال تک آپس میں جنگ نہیں کی جائے گی۔

(۳) ــــ جو قبیلہ رسول اللہؐ کا حلیف ہونا چاہے وہ ان کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرلے اور جو قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدۂ دوستی کرنا چاہے وہ ان کے ساتھ ہو جائے۔

Marfat.com

(۴)۔۔۔ سال آئندہ مسلمان مکہ کی زیارت کے لیے آسکیں گے۔ اس طرح کہ باشندگانِ مکہ تین دن کے لیے مکہ خالی کر دیں گے مگر مسلمانوں کے لیے لازم ہو گا کہ تین دن کے اندر مکہ سے باہر نکل جائیں اور ایک آدمی بھی تین دن کے بعد مکہ میں نہ رہنے پائے۔

(۵)۔۔۔ مسلمان اپنے ساتھ اسی طرح اسلحہ لاسکیں گے جیسے مسافر اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ یعنی تلواریں نیام میں رکھی جائیں گی۔

(۶)۔۔۔ جو شخص قریش میں سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر رسول اللہ ؐ کے پاس چلا جائے اسے رسول اللہ ؐ واپس کر دیں گے۔ مگر جب آپ کے پاس سے کوئی نکل کر قریش کے پاس چلا جائے گا تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔

رسول اللہ ؐ نے اس کی مطلق پروا نہیں کی کہ ہر شرط کے منظور ہونے پر مسلمانوں کے چہروں کے رنگ کیا ہو رہے ہیں۔ ان کی آپس کی سرگوشیاں کیا کہہ رہی ہیں۔ ان کے چشم و ابرو کے اشارے کون سے مطالب کا اظہار کر رہے ہیں کہ وحی الٰہی کے مقابل کسی بندے کی رائے کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اسی لیے رسول اللہ ؐ نے کسی سے کوئی مشورہ نہیں لیا اور تمام شرائط خود طے کیں۔ دستخط ہو گئے ۔۔۔ مہریں لگیں اور سہیل اپنی ظاہری کامیابی پر شاداں و فرحاں چلنے کے لیے اٹھا۔ اچانک دور سے ایک شور برپا ہوا، سبھی آنکھیں اس طرف متوجہ ہو گئیں ۔۔۔ کچھ لوگ اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے کچھ اچک اچک کر دیکھنے لگے۔ کچھ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ یہ کیسا شور ہے۔ دور تک پھیلے ہوئے لوگوں میں سے کسی نے کہا مکے کی جانب سے کوئی چلا آتا ہے۔

سہیل بن عمرو یہ سن کر رک گیا اور متجسس نگاہوں سے اس طرف دیکھنے لگا۔ لوگوں نے دونوں جانب پیچھے ہٹ کر راستہ چھوڑ دیا۔ گرد و غبار سے اٹا ہوا، زخم زخم وجود کو سنبھالتا، آبلہ پا ۔۔۔ پابہ زنجیر ایک تباہ حال نوجوان رسول اللہ ؐ کی

Marfat.com

طرف بڑھا اور شدّت ضعف سے ان کے قدموں میں گر پڑا۔ اس نے چٹختے ہوئے خشک لبوں کے ساتھ بمشکل اپنا مدعا بیان کیا ـــ "خدا کا شکر ہے کہ مجھے گوشۂ نجات اور گہوارۂ عافیت نصیب ہو گیا۔ میں مکے سے یہ زنجیر اور زخم لے کر چلا ہوں کہ آپ کے دامن میں پناہ حاصل کروں۔ میرے اپنے ہی مجھ سے بیگانے ہو گئے ہیں۔ میرے خون کے رشتے میرے خون کے پیاسے ہیں۔ اس لیے کہ میں نے دین اسلام کو بہ دل و جان قبول کر لیا ہے۔"

اس کی بات منہ میں ہی رہی۔ سہیل ابن عمرو آگے بڑھا، اسے بیدردی کے ساتھ بالوں سے پکڑ کر اٹھایا اور زوردار تھپڑ لگا کر بولا ـــ "ابو جندلؓ! تو نے وہی کیا جس کے اندیشے سے ہم نے تجھے لوہا پہنایا تھا۔" پھر وہ رسول اللہؐ سے مخاطب ہوا ـــ "اے محمدؐ! مجھ میں اور آپ میں اس کے آنے سے پہلے اس مسئلے پر تصفیہ ہو چکا ہے۔ یہ میرا بیٹا ہے اور مجھے حق ہے کہ میں اسے اپنے ساتھ واپس لے کر جاؤں۔"

ابو جندلؓ نے باپ کے ہاتھوں سے اپنا گریبان چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے دہائی دی ـــ "یہ میرا باپ نہیں، میرا دشمن ہے، میرے خون کا پیاسا ہے۔ یا رسول اللہؐ! خدا کے لیے مجھے ان مشرکین کے ہاتھوں سے بچا لیجیے۔ یہ مجھے میرے دین سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ میرے تن زخم زخم کو دیکھیے اور مجھے پناہ دیدیجیے۔"

مسلمانوں میں اضطراب بڑھا ـــ وہ اپنی جگہ تلملانے لگے۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ اٹھ کر سہیل پر حملہ کر دیں اور ابو جندلؓ کو اس کی بے رحم گرفت سے آزاد کر والیں جس کا زخم زخم جسم اور ابتر حالت جذبات ترحم کو ہر دل میں بیدار کر رہی تھی ـــ رسول اللہؐ نے ایک نگاہ ابو جندل پر ڈالی اور اس کا شانہ تھپتھپا کر بولے: "ابو جندل! صبر کرو۔ یہ تکلیف چند روز پر محیط ہے۔ خدا تمہارے لیے کشائش پیدا کرے گا۔ اب معاہدہ ہو چکا ہے اور بدعہدی کرنا ہمارا شیوہ نہیں" ـــ پھر

Marfat.com

سہیل سے بولے: "تم اپنے بیٹے کو لے جا سکتے ہو کہ ہماری جانب سے معاہدے کی خلاف ورزی تم کبھی نہیں دیکھو گے۔"

سہیل ابوجندل کو کھینچتا ہوا لے چلا تو مسلمان بیتاب ہو گئے۔ انہیں اس فعل میں سراسر اپنی شکست نظر آنے لگی۔ عمر ابن خطاب سے ضبط نہ ہو سکا۔ وہ جست لگا کر اٹھے اور ابوجندلؓ کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دبی زبان میں بولے ــــ "ابوجندلؓ! ثابت قدم رہو اور اس مشرک کے خون کو مثل کتے کے سمجھو۔" انھوں نے اپنی تلوار کا قبضہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

ابوجندلؓ نے ہاتھ کھینچ لیا اور دو ٹوک لہجے میں بولا ــــ "اے عمرؓ! اب رسول اللہؐ کی فرمانبرداری کا حق مجھ پر واجب ہے۔ میں اس سے سرتابی نہیں کر سکتا۔"

عمر خفگی سے واپس ہوئے لیکن برہمی میں کمی نہیں ہوئی۔ مزاج کی فطری تلخی ایمان و یقین پر غالب آئی۔ رسول اللہؐ کے قریب پہنچے اور درشتی سے پکارے ــــ "یا رسول اللہؐ! کیا آپ پیغمبر برحق نہیں ہیں؟"

"بے شک میں حق کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں" ــــ رسول اللہؐ! کے لہجے میں ملائمت تھی۔

"کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟" عمر نے تیزی سے کہا۔

"یقیناً ہم حق پر ہیں"۔ رسول اللہ کے انداز میں یقین تھا۔

"پھر ہم دین میں یہ ذلت کیوں گوارا کر رہے ہیں؟" عمر کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

"میں اللہ کا پیغمبر ہوں۔ میں خدا کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ اللہ میرا معین و مددگار ہے۔ وہ مجھے نظرانداز نہیں کریگا۔" رسول اللہؐ نے سمجھانے کی سعی فرمائی۔

Marfat.com

لیکن عمر کے دل سے وسواس دُور نہیں ہوئے۔ انہوں نے پھر قدرے گستاخانہ لہجے میں استفسار کیا ــــ "کیا آپ ہم سے یہ نہیں کہتے تھے کہ ہم خانہ کعبہ کا طواف کرینگے"۔

"ہاں میں نے یہ کہا تھا ــــ لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ ہم اسی سال طواف کریں گے"۔ ــــ رسول اللہؐ نے تحمل سے فرمایا۔

عمر لاجواب ہوگئے تو رسول اللہؐ کی خدمت سے اُٹھے ــــ لیکن شکوک وشبہات نے جیسے دل میں گھر کر لیا تھا۔ ابوبکر نظر آئے تو ان سے اپنے وسواس کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکے ــــ "اے ابن ابی قحافہ! میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے، مجھے رسول اللہؐ کی رسالت میں کبھی ایسا شک نہیں ہوا جیسا آج ہو رہا ہے"۔

"خدا تم پر رحم کرے پسرِ خطاب! یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو"۔ ابوبکر گھبرائے۔

"میں درست کہہ رہا ہوں ــــ بھلا ہم اتنی ذلت کیوں برداشت کر رہے ہیں"۔ عمر نے تندی سے سوال کیا۔

"اے پسرِ خطاب! وہ اللہ کے پیغمبرؐ ہیں ــــ تم ان کا دامن تھامے رہو۔ یقیناً وہ کھلے ہوئے حق پر ہیں"۔ ابوبکر نے سمجھایا۔

لیکن ان کے دل کو تسلی نہیں ہوئی ــــ بعدازاں وہ اپنے رویے پر بہت نادم ہوئے اور اس کا کفارہ ادا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

مسلمانوں میں ان ہی جیسے بہت سے تھے جن کا ایمان ابھی پختگی کی اُس منزل پر نہیں پہنچا تھا جس پر رسول اللہؐ کی رضا میں ہی راضی رہنے میں طمانیت ملتی ہے۔

اکثر لوگ اس معاہدے کو اپنی ذلت خیال کر رہے تھے۔ ان کے نفسوں میں برہمی اس حد تک تھی کہ اس کا اظہار کھلے بندوں ہو رہا تھا لیکن رسول اللہؐ کو حکم الٰہی کے مقابلے میں کسی برہمی کی پروا نہیں تھی۔ آپ اٹھے اور حکم دیا:

Marfat.com

"تمام مسلمان اپنی اپنی قربانیاں دیدیں اور سروں کے بال منڈوائیں۔"
مجمعے میں خاموشی طاری رہی اور چہروں کے تاثرات سے ناگواری کا اظہار ہونے لگا۔ رسول اللہؐ نے اس امر کو دہرایا:

"تمام مسلمان قربانیاں دیں اور سروں کے بال منڈوائیں۔" بہت کم لوگوں نے اپنی جگہ سے حرکت کی — باقیوں پر سکوت کا عالم طاری رہا۔ رسول اللہؐ نے تیسری مرتبہ اپنی بات دہرائی اور ان کے چہروں پر برسنے والی ناپسندیدگی کے تاثرات کو نظرانداز کر کے اٹھے اور خود جا کر قربانی کی اور سر کے بال منڈوائے جس سے سب پر آشکارا ہو گیا کہ اس فیصلے میں کسی رد و بدل کی گنجائش نہیں۔ سب طوعاً کرہاً اٹھے اور اسطرح قربانیاں کرنے اور بال ترشوانے لگے جیسے ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں۔

تین دن حدیبیہ میں قیام کے بعد رسول اللہؐ روانہ ہوئے تو اس صبر و ضبط، تحمل و استقلال کے ساتھ اس آزمائش سے گزرنے پر معبودِ برحق کی جانب سے تحسین کی آیات اتریں۔ اس فیصلے کی گہرائی میں مضمر کامیابیوں اور کامرانیوں کی بشارت اثنائے راہ میں ہی دیدی گئی:

"محبوبؐ! ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی ہے۔"

متذبذب دلوں تک یہ پیامِ خداوندی پہنچا تو انہیں ندامت نے گھیر لیا۔ وہ اپنے سابقہ رویے پر شرمسار اور دل گرفتہ ہوئے اور اپنے ایمان و ایقان پر نظرثانی کرنے پر مجبور ہو گئے ▫

Marfat.com

باب ۳۵

صلح حدیبیہ کے بعد امن کی پرسکون فضا کی تخلیق ہوئی۔ جس نے خون ریزی تلخی اور عداوتوں میں کافی حد تک کمی کردی۔ جنگ نہ کرنے کے معاہدے نے اس خوف اور کشمکش کو ایک طویل عرصے تک ٹال دیا۔ جس کی وجہ سے بہت سا وقت جنگ کی تیاریوں، تدبیر کاریوں، اطلاعات کی فراہمی اور سراغ رسانی میں صرف ہوجاتا تھا۔ اب اس وقت کے کئی بہتر مصرف تلاش کرلیے گئے ـــــ مکہ اور مدینہ کے درمیان راستے کھل گئے ـــــ آزادانہ آمدورفت ہونے لگی ـــــ تجارت شروع ہوگئی ـــــ معاملات طے پانے لگے ـــــ کفار مکہ کو مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ان کے طرزِ معاشرت، آپس کے میل ملاپ میں مہر و محبت کے نمونے نظر آئے ـــــ خود رسول اللہؐ کے خلق عظیم کی دلآویز ادائیں ہی ان کا دل موہ لینے کے لیے کافی تھیں ـــــ آپس میں کشیدگی کم ہوئی تو نسبتاً فراخدل اور باشعور لوگوں کو سوچنے اور سمجھنے اور فیصلہ کرنے کا موقع ملا اور انھوں نے اپنے

Marfat.com

لیے وہ راہ اختیار کی جو راہِ حق تھی۔ ان میں خالد بن ولید اور عمر بن عاص وغیرہ شامل تھے۔
مختلف قبائل قریش اور مسلمانوں کے حلیف بن گئے جس سے ان قبائل کی آپس کی رنجشیں ختم ہو گئیں۔ کیونکہ قریش اور مسلمانوں میں جنگ نہ کرنے کا معاہدہ عمل میں آچکا تھا۔ ان دونوں فریقوں کے حلیف ہونے کی وجہ سے وہ بھی اس معاہدے کے از خود پابند ہو گئے۔ ان قبائل میں خزاعہ اور بنی بکر جیسے قبائل شامل تھے جن میں خزاعہ مسلمانوں کے حلیف تھے۔

جنگ و جدل سے فرصت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے روم، ایران اور دیگر ممالک کے سلاطین کے نام خطوط لکھوائے۔ جن میں انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ قیصر روم اور عزیزِ مصر مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کا اکرام کیا اور جواباً تحائف بھیجے۔ لیکن اپنے ملک و رعایا کے خوف سے اسلام قبول نہیں کیا۔ شہنشاہ ایران نے قاصد کی بے عزتی کی اور خط کو پرزے پرزے کر دیا۔ جس کے کچھ ہی عرصہ بعد اس کی اپنی سلطنت بھی پارہ پارہ ہو گئی ـــــ عزیزِ مصر نے تحائف کے ساتھ دو کنیزیں بھیجیں۔ جن میں سے ماریہ قبطیہؓ رسول اللہ ﷺ کے حرم میں داخل ہوئیں اور ان کے بطن سے ابراہیم پیدا ہوئے جو بچپن میں ہی انتقال کر گئے۔

قریش کے ساتھ خونریزیوں کا سدِباب تو ہو گیا تھا ـــ لیکن یہودی اپنی فتنہ پرور خصلت کے سبب ایسا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے جو مسلمانوں کے خلاف کسی طرح بھی استعمال ہو سکتا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی دن بہ دن بڑھتی ہوئی قوت اور اقتدار ان کے لیے سوہانِ روح تھی۔ بنو قریظہ کے انجام نے ان کے دلوں میں انتقام کی آگ لگا دی تھی ـــــ گو ان کی حیثیت رسول اللہ ﷺ کی رعایا کی سی تھی اور رسول اللہ ﷺ کی شفقت و رحمت سب پر عام تھی لیکن یہودی اپنے طور پر بغاوت کے بیج بوتے رہتے تھے تاکہ وہ کسی بھی وقت بار آور ہو کر مسلمانوں کے خلاف ایک بڑا محاذ کھول سکیں۔

Marfat.com

مدینہ بدر ہونے والے یہودی قبائل بنو نضیر اور بنو غطفان شام کی طرف نکل گئے تھے اور مدینے سے تقریباً چھیانوے میل شام کی طرف خیبر کے مقام پر انہوں نے کچھ مضبوط قلعے قائم کیے اور اسے ہی اپنا مستقر بنا لیا ـــ خیبر کے معنی بھی قلعے کے ہیں۔ اس علاقے کا نام اسی وجہ سے خیبر ہو گیا تھا کہ یہاں قلعوں کا ایک سلسلہ قائم کر دیا گیا تھا۔ جن میں سالم، نطاۃ، قصارۃ، شق، مربطہ نامی قلعے شامل تھے۔ ان سب میں قلعہ قموص کو مرکزی حیثیت حاصل تھی جو سب سے مضبوط اور بڑا فوجی مرکز تھا۔

یہودیوں کے لیے قریش بڑی ڈھارس تھے کہ ان کے باطل عزائم کا آلۂ کار بننے میں پیش پیش رہتے تھے لیکن اب ان سے معاہدۂ صلح طے پا جانے کے بعد یہودیوں کو خود سامنے آنا پڑا۔ انہوں نے اردگرد کے قبائل اور خصوصاً بنو غطفان سے معاہدہ کیا کہ اگر وہ مدینہ میں فیصلہ کن حملہ کرنے میں ان کا ساتھ دیں تو وہ خیبر کی نصف پیداوار کے حقدار ہوں گے ـــ اپنے اتحاد اور قوت کو جانچنے کے بعد انہوں نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور چھوٹے چھوٹے حملے کرنے لگے۔ بعض چراگاہیں ان کی چیرہ دستیوں کا شکار ہوئیں۔ وہ بہت سے جانور ہنکالے گئے اور رکھوالوں کو موت کے گھاٹ اتار گئے۔

ان کی شرپسندیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا تو رسول اللہؐ نے ان کی تادیب کے لیے روانگی کا قصد کیا۔ یہ ۶ھ کا آخر یا ۷ھ کی ابتدائی تاریخیں تھیں کہ مسجد نبویؐ میں عام اعلان ہوا:

"رسول اللہؐ نے بحکم خدا خیبر کی جانب پیش قدمی کا قصد کیا ہے۔ جس کو اس جہاد میں شرکت کرنے کی آرزو ہے وہ ہتھیار باندھ لے ـــ لیکن صرف وہ جن کے لیے جہاد خوشنودیٔ خدا اور رسولؐ کا ذریعہ ہے۔ مالِ غنیمت کی آس رکھنے والے ہمراہ چلنے سے اجتناب برتیں۔"

Marfat.com

آوازِ جہاد کا آنا تھا کہ تقریباً چودہ سو مسلمان ہتھیار باندھ کر تیار ہوگئے۔ رسول اللہؐ نے لشکر ترتیب دیا اور روانگی عمل میں آئی۔ عامر بن الاکوع اپنے سرمایۂ شعروسخن سے دلوں کو گرماتے ہوئے آگے آگے چلے:

"اے خدا اگر تو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے
نہ خیرات کرتے نہ روزہ رکھتے
ہم تجھ پر نثار ہوں۔ ہم جو احکام بجا نہیں لاسکتے ان کو معاف کردے
ہمارے دلوں پر طمانیت کا پرتو ڈال دے
اے خدا ہم تیری عنایت سے بے نیاز نہیں
تو ہمیں ہر معرکے میں ثابت قدم رکھنا"

قدم قدم سے ہم آہنگ ہوتے تو خیبر کی وادی گونج اٹھی۔ یہودیوں میں افراتفری پھیلی ـــــ لیکن انہیں اپنے مضبوط قلعوں پر ناز تھا۔ ان کے غرور و نخوت کو یقین تھا کہ مضبوط قلعے ان کی حفاظت کا فریضہ خوب اچھی طرح سے ادا کرینگے۔ انہوں نے ہتھیار سنبھالے اور قلعہ بند ہوگئے۔ لشکر اسلامی کی آمد کی خبر سن کر وہ خوراک کا وافر ذخیرہ جمع کر چکے تھے۔ کیونکہ ان کا مقصود ہی قلعہ بند ہو کر لڑنا تھا۔ رسول اللہؐ نے اسلام قبول کرنے یا پرامن اطاعت کر لینے کی دعوت دی لیکن یہودیوں نے اسے مسترد کر دیا۔ جس پر رسول اللہؐ نے محاصرے کا حکم دیدیا اور رسد کی تمام راہیں بند کردی گئیں۔ چھوٹے چھوٹے لشکر اسلامی ترتیب دیکر مختلف قلعوں کی طرف روانہ کیے گئے۔ جو فتوحات سے ہمکنار ہوتے اور یہودی بالآخر اپنے سب سے مضبوط قلعے قموص میں اکٹھے ہوگئے۔ یہاں اسلحے کا ذخیرہ بھی وافر تھا اور حفاظت کے انتظامات بہترین تھے۔ اس قلعے کی کمان مشہور جنگی بہادر مرحب کے ہاتھوں میں تھی جو یہودیوں کا ایک ایسا بہادر پہلوان تھا جسے ایک ہزار بہادروں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

Marfat.com

باب (۳۶)

اس محاصرے کو تقریباً ایک ماہ ہونے کو آیا تھا کہ رسول اللہؐ کی طبیعت اچانک ناساز ہوگئی ــــ دردِ شقیقہ نے انہیں مضطرب کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے خیمے میں استراحت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ قلعہ قموص فتح کی راہ میں چٹان کی طرح حائل تھا۔ یہودیوں کی قوت کے اس مرکز کے ساتھ ہی خیبر کی فتح وابستہ تھی۔ تمام مسلمانوں کی آنکھیں اسی طرف لگی ہوئی تھیں۔ ہر بہادر اسے فتح کر لینے کے لیے بیتاب تھا۔ رسول اللہؐ کی ناسازیٔ طبع نے اس بے چینی میں اور اضافہ کر دیا۔

ایک صبح عمر ابن خطاب نے اعلان کیا ــــ "آج قلعۂ قموص میں پناہ لینے والوں کا غرور توڑ دیا جائے گا۔ جس کو اس حملے میں میرا ساتھ دینا ہو ــــ وہ چلنے کی تیاری کرے۔"

فتح کی امنگ میں سرشار بہت سے مجاہدین عمر کے ساتھ ہولیے ــــ نعرۂ تکبیر کی گونج میں یہ لشکر قلعے کی سمت روانہ ہوا اور پیچھے رہ جانے والے علمِ اسلامی

Marfat.com

پر نگاہیں جمائے کسی اچھی خبر کا انتظار کرنے لگے۔

دن ڈھلا اور غروب آفتاب کے ساتھ لشکر کے ہمراہ جانے والوں کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں بدحواسی میں واپس ہوئیں ـــ ان کے پیچھے ہی عمر بھی غصے میں بھرے ہوئے لوٹے اور ناراضگی سے اپنے ہمراہیوں کو ملامت کرنے لگے۔

"تم لوگوں کی نامردی نے مجھے یہ وقت دکھایا ہے کہ قلعہ فتح نہیں ہو سکا۔"

"مرحب کی للکار کے جواب میں تو کوئی بھی آگے نہیں بڑھا تھا"۔ کسی نے جواباً بھڑک کر کہا۔

بحث طول پکڑ گئی۔ لیکن یہ فیصلہ نہ ہو سکا کہ ناکام واپس آنے کی ذمہ داری کس پر ہے۔

دوسرے روز ابوبکر نے جانے کا قصد کیا اور علم اسلامی اٹھایا۔ ان کے ہمراہ مجاہدین کے دستے بھی عزم وارادہ کے ساتھ روانہ ہوئے ـــ اور پیچھے رہ جانے والے کسی بشارت کی امید میں اس وقت کا انتظار کرنے لگے جب نعرہ ہائے تکبیر فتح کا اعلان بن جائیں گے۔

لیکن دن ڈھلنے سے پہلے ہی جانے والے لشکر میں شامل مجاہدین تھوڑی تھوڑی تعداد میں واپس آنے لگے۔ ان کے پیچھے پیچھے ابوبکر بھی واپس پہنچے اور ایک مرتبہ پھر یہ تکرار ہونے لگی کہ پسپائی کی ذمہ داری کس پر ہے ـــ لیکن کوئی بھی اپنی غلطی تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھا۔

اگلے روز عمر پھر ایک نئے عزم وارادے سے روانہ ہوئے ـــ لیکن بہتری کی کوئی صورت نہیں نکلی۔ مرحب جب بھی قلعے کا دروازہ کھول کر باہر نکلا، مسلمان اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکے ـــ اور ناکامیابی کے ساتھ واپس لوٹے۔ جس پر لشکر میں پھر لے دے شروع ہو گئی۔ سالار اور لشکر ایک دوسرے پر الزام دھرنے لگے۔ جس سے

Marfat.com

چاروں طرف ایک شور سا مچ گیا۔
اسی وقت رسول اللہؐ نے خیمے کا پردہ اُٹھایا اور بحث کرتے ہوئے لوگوں کی جانب نگاہ کی ــــ "یہ شور کیسا ہے؟"
رسول اللہؐ کی صدائے دلکشا سنتے ہی سب صدائیں مدھم پڑ گئیں ــــ لمحے بھر کو سناٹا طاری ہوا ــــ پھر کوئی مؤدب لہجے میں گویا ہوا ــــ "یارسول اللہؐ! قلعۂ قموص کو یہودیوں کے سردار مرحب نے ناقابل تسخیر بنا دیا ہے ــــ ہماری مسلسل کوششیں بھی بار آور ثابت نہیں ہوئیں ــــ اسی پر تکرار ہو رہی ہے۔"
"تو کل یہ علم ایک ایسے مرد کو دیا جائے گا، جس کے ہاتھوں پر خیبر فتح ہوگا۔ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے ــــ اور اللہ اور رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں ــــ وہ بڑھ بڑھ کر حملے کرنے والا ہے اور فرار ہونے والوں میں سے نہیں ہے" ــــ رسول اللہؐ نے قطعی لہجے میں کہا۔
رسول اللہؐ کے لب ہائے مقدس سے مس ہونے والے ان لفظوں میں آبِ حیات کی سی تاثیر تھی۔ پے در پے ناکامیوں سے مرجھائے ہوئے دلوں میں زندگی کی لہر دوڑ گئی ــــ یقینی فتح کی بشارت سے مسلمان جیسے زندہ ہو گئے اور اس مخصوص شخص کو عطا ہونے والے گرانقدر اعزاز کے تصور نے روحوں میں ایک نرالی طلب جگا دی۔ رسول اللہؐ یہ نوید عطا کر کے واپس اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔
لیکن مسلمانوں کو ایک نوع کی بیقراری نے گھیر لیا ــــ خیبر کی فتح تو ایک بڑا اعزاز تھی ہی ــــ لیکن فاتح خیبر کے جو خصائص بیان ہوئے تھے انہوں نے دل میں ایک بے چین تڑپ جگا دی تھی۔ خیبر کو فتح کرنے والا خدا اور رسولؐ کا محبوب بھی تھا اور یہ ایک ایسا منفرد اعزاز اور ایک ایسا گرانقدر شرف تھا جس کے حاصل کر لینے کی آرزو ہر دل میں ہلچل مچا رہی تھی۔ تمناؤں کی خوش فہمیاں اپنی

Marfat.com

ہی خوبیوں کو خوشنما کر کے دکھلائیں ــــ تو ہر دل میں یہ امید کلیوں کی طرح چٹکنے لگتی کہ شاید کل یہ خوش نصیبی اسی کا مقدر بنے گی اور اسلام کا پھریرا اسی کے ہاتھوں میں بلند ہو گا۔

رات لمحہ لمحہ آگے بڑھی ــــ لیکن کسی آنکھ میں نیند نہیں اتری۔ دل کی بیقراریوں نے کسی کو سونے نہیں دیا۔ اس سعادت کے انتظار نے جس کے درمیان بس ایک ہی رات کا فاصلہ تھا ــــ روئیں روئیں کو بیدار کر دیا۔ آپس میں یہی تذکرے ہوتے تھے کہ آنے والے کل میں خوش بختی کس کی پیشانی کو روشن کرتی ہے۔ کس کے مقدر میں عروج لکھا جاتا ہے ــــ کس کے سر پہ تاج سعادت سجتا ہے؟

رات آنکھوں میں کٹ گئی ــــ صبح صادق کی نشانیاں نمودار ہوئیں تو ہر آنکھ بیدار تھی ــــ اذان کی روح پرور صدا نے اس صبح سعادت کے طلوع کی نوید چہار جانب خوشبو کی مانند پھیلا دی جو ہر دل کی آرزو اور ہر روح کی طلب بن گئی تھی لوگ اشتیاق و بیقراری کو سنبھالتے ہوئے اٹھے ــــ صفیں قائم ہوئیں اور پیشانیاں اس خدائے بزرگ و برتر و اعلیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گئیں ــــ جو عزتوں کا عطا کرنیوالا اور ذلتوں کو مسلط کرنے والا ہے۔

رسول اللہؐ نماز فجر کے بعد خطبے کے لیے ایستادہ ہوتے تو دلوں کی آرزوئیں خود کو نمایاں کرنے کے لیے مختلف ڈھنگ اختیار کرنے لگیں تاکہ رسول اللہؐ کی نگاہِ اعجاز ان تک پہنچ جائے ــــ دلوں کی ہلچل آنکھوں میں بیقراری بن کر تیرنے لگی۔ ہر شخص اس سعی میں مشغول تھا کہ اسے سب سے آگے جگہ ملے۔ تاکہ رسول اللہؐ اسے صاف طور پر ملاحظہ فرما سکیں۔ کسی کو کسی کل چین نہیں آ رہا تھا۔ سعد بن ابی وقاص نے خود کو گھٹنوں کے بل اپنی جگہ سے بلند کیا ــــ بیکلی بڑھی تو کھڑے ہو گئے۔ عمر ابن خطاب کے دل میں اس منصب کے حصول کی ایسی شدید طلب تھی کہ اس سے قبل

Marfat.com

کبھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ بار بار رسول اللہؐ کے قریب آنے کی کوشش کرتے ــــ ابوبکر کو بھی یہ آرزو قرار نہیں لینے دے رہی تھی۔ بالآخر رسول اللہؐ نے یکبارگی سوال کیا ــــ "علیؑ کہاں ہیں ؟"

رسول اللہؐ کے اس سوال کے ساتھ ہی چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں، بیٹھے ہوئے لوگ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوتے اور ہر طرف ایک شور سا مچ گیا:

"یا رسول اللہؐ! علیؑ کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔"

"یا رسول اللہؐ! انہیں آشوب چشم ہے۔"

"حضورؐ! انہیں بہت تکلیف ہے۔"

"ان کی آنکھیں تو اس شدّت سے آئی ہوئی ہیں کہ وہ اپنے پیروں تلے کی زمین بھی نہیں دیکھ سکتے۔"

"وہ جس حالت میں بھی ہیں انھیں میرے پاس لے کر آؤ" ــــ رسول اللہؐ نے حکم دیا۔

تعمیل ارشاد میں کچھ لوگ اٹھے اور تھوڑی ہی دیر میں علیؑ کو دونوں طرف سے سہارا دیے راستہ دکھاتے ہوئے لے کر آئے ــــ لوگوں نے ایک طرف ہٹ کر جگہ دی اور علیؑ، رسول اللہؐ کے مقابل پہنچے۔ ہر طرف ایک گہرا سناٹا چھا گیا اور منتظر آنکھیں اس عجیب منظر کو استعجاب سے دیکھنے لگیں ــــ رسول اللہؐ نے علیؑ کو قریب بلایا اور ان کی دکھتی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا ــــ فخرِ مسیحاؑ کے دستِ شفا سے مَس ہوتے ہی علیؑ کی آنکھیں یوں روشن ہو گئیں ــــ جیسے ان میں آشوب کبھی تھا ہی نہیں۔

رسول اللہؐ نے اپنی زرہ علیؑ کو پہنائی ــــ تلوار کمر سے لگائی ــــ عَلَم ہاتھ میں دے کر لہرایا اور علیؑ کو عظیم سعادت بخشتے ہوئے گویا ہوئے: "علیؑ جاؤ! خدا

تمہارا حامی و ناصر ہو"

"یا رسول اللہؐ! کیا میں ان سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ اسلام قبول نہ کر لیں؟"

"ہاں علیؑ! جب تم ان کے علاقے میں اترو تو تمہارا شیوہ امن ہو۔ انہیں نرمی سے اسلام کی دعوت دو اور حق کی طرف بلاؤ۔ اگر ان میں سے ایک بھی ہدایت کے راستے پر گامزن ہو جائے تو تمہارے لیے ہر قیمتی شے سے زیادہ قیمتی ہے"۔ رسول اللہؐ نے ہدایات دیں۔

علیؑ نے سر نیاز خم کیا ــــ عَلَم اسلام اٹھا کر بلند کیا تو اس پر نگاہ نہیں ٹکتی تھی۔ جوشِ جانبازی اور ولولہ شجاعت میں سرشار ــــ علیؑ دوڑتے ہوئے میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوتے۔ باقی اصحاب جو اس غیر یقینی منظر کو نگاہِ حیرت سے دیکھ رہے تھے سنبھلنے بھی نہیں پائے۔ اکثر نے اپنے ہتھیار عجلت میں لگائے اور سعد بن ابی وقاص نے پکار کر کہا ــــ "اے ابو الحسن! ذرا ٹھہریے کہ ہم لوگ بھی پہنچ جائیں"۔

لیکن علیؑ کے لیے میدانِ جنگ بازیچۂ اطفال تھا۔ جب تک دوسرے لوگ روانہ ہونے کے لیے تیار ہوتے ــــ علیؑ بہت آگے نکل چکے تھے اور اپنے نقشِ قدم رہنمائی کے لیے چھوڑ گئے تھے۔

چشم زدن میں علیؑ قلعۂ قموص کے سامنے تھے۔ انہوں نے وہاں پہنچتے ہی اپنا نیزہ ایک پتھر میں گاڑ دیا اور ایک فلک شگاف نعرہ بلند کیا۔ قلعے کے اوپر سے نگرانی کرنے والوں نے یہ طمطراق اور تیور دیکھے تو آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ کچھ نے علیؑ کو پہچان کر ایک دوسرے سے کہا:

"یہ تو علیؑ ہے ــــ عمرو ابن عبدود کا قاتل!"

اتنا سنتے ہی قلعے میں ہلچل مچ گئی۔ کچھ یہودی عالم صحائف آسمانی کی پیشین گوئیوں کا تذکرہ کرنے لگے کہ یہودیوں کو مغلوب کرنے والے کی سب نشانیاں علیؑ کے پیکر میں مجسم ہیں ـــــ ان کی ہمتیں چھوٹنے لگیں تو مرحب کا بھائی حارث جوش و جذبے سے ہانپتا ہوا قلعے سے باہر نکلا۔ لیکن اس کے لیے علیؑ کا ایک ہی وار کافی تھا۔ اس کے بعد عنتر، یاسر، اسیر اور عامر جیسے یہودی سامنے آئے مگر ٹھہر نہ سکے ـــــ اپنے ناموروں کی ناموری کو خاک میں ملتے دیکھ کر یہودیوں کے حوصلے پست ہونے لگے۔ قلعے کی دیواروں پر تماشا کرنے والے خوفزدگی کے عالم میں بھاگے تو مرحب کا خون کھول اٹھا۔ بھائی کے قتل نے اس کی آتش انتقام کو اور ہوا دی وہ سنگ و آہن میں ڈوبا ہوا قلعے سے باہر آیا اور مہیب آواز میں رجز خواں ہوا:

"خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں
تجربہ کار اور سلاح پوش
میں اپنی آبرو کی حفاظت تلوار و نیزہ سے کرتا ہوں
میرے مقابل جو بھی آیا اپنے ہی خون میں غلطاں ہوا۔"

علیؑ نے اس کی آہنی دوہری زرہ اور سنگی خود کو دیکھا اور شجاعت کے تیوروں کے ساتھ اس کے رجز کا جواب اسی بحر میں دیا:

"میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے
میں شیر نیستاں کی طرح مہیب اور بدمنظر ہوں۔
جو شخص بھی میرے مقابل آئے گا وہ موت و ہلاکت سے بغلگیر ہو گا
اس لیے کہ میرا ہاتھ تو سروں سے کھیلا کرتا ہے۔"

علیؑ کے پرشکوہ رجز مرحب کی سماعت سے ٹکراتے اور اس نے ایک نگاہ علیؑ کی معمولی زرہ پر ڈالی ـــــ اس کا غرور اور بڑھا اور اس نے آگے بڑھ کر علیؑ پر

Marfat.com

وار کرنا چاہا لیکن علیؑ نے اس کا موقع نہیں دیا۔۔۔ ان کی تلوار یکبارگی تیرتی ہوئی نظر آئی۔ اور اگلے لمحے ہی مرحب کا آہنی خود کاٹتی، کاسہ سر میں اترتی، دانتوں سے ٹھوڑی کو قطع کرتی، سینے کو چیرتی مرحب کے ساتھ گھوڑے کو زین سمیت اس طرح دو ٹکڑے کر گئی کہ اس ضرب شدید کی مہیب صدا فوج تک پہنچی۔

مرحب کے ہمراہ آنے والے شجاع اس کا یہ انجام دیکھ کر ساکت ہو گئے۔ لشکر اسلامی ان کے سر پہ پہنچ چکا تھا۔ جب تلواریں اور نیزے ان کی جانب بڑھے تو وہ ہوش میں آئے اور سنبھل کر اپنا دفاع کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مگر کب تک! ان کی ہمتیں مردہ اور حوصلے پست ہو چکے تھے۔ تھوڑے سے ردو بدل کے بعد قلعے کی طرف پسپا ہونے لگے اور چاہتے تھے کہ قلعے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیں کہ اچانک کسی یہودی کے وار سے علیؑ کے ہاتھ سے ڈھال چھوٹ گئی۔ اس کے دوسرے ساتھی نے بڑھ کر ڈھال اٹھالی کہ علیؑ کے پاس دفاع کا کوئی ذریعہ نہ رہے تو انہیں چاروں طرف سے گھیرا جا سکے۔

علیؑ کو ان کے اس فعل نے غضبناک کر دیا۔ وہ ایک ہی جست میں قلعے کے گرد کھدی ہوئی خندق پھلانگ کر قلعے تک پہنچے اور قلعے کے دروازے کو پکڑ کر اس قدر شدید جھٹکا دیا کہ سارا قلعہ لرز اٹھا اور دروازہ اکھڑ کر ان کے ہاتھ میں آگیا جسے بطور سپر استعمال کرنا علیؑ کے لیے دشوار نہ تھا۔

یہ محیر العقول منظر دیکھ کر یہودیوں کے رنگ زرد پڑ گئے۔۔۔ ان کے دل ڈوبنے لگے۔ وہ ۔۔۔ "الامان ۔۔۔ الامان!" پکارتے ہوئے جائے پناہ تلاش کرنے لگے۔ لیکن اب قلعے کا دروازہ ٹوٹ چکا تھا۔ لشکر اسلامی کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی تھی علیؑ نے دروازہ، قلعے کے گرد کھدی خندق پر اس طرح پھینکا کہ وہ پل کا کام دینے لگا۔ تمام لشکر اسلامی اس کے ذریعے قلعے میں داخل ہو گیا۔

Marfat.com

ہمت و شجاعت کے اس حیرت انگیز مظاہرے نے یہودیوں کو دہشت زدہ کر دیا۔ وہ علیؑ کو کوئی مافوق الفطرت ہستی سمجھنے لگے۔ جیسے ہی وہ لشکرِ اسلامی کے ہمراہ قلعے میں داخل ہوئے ـــــ یہودیوں کی روح فنا ہو گئی۔ انھوں نے ہتھیار ہاتھوں سے چھوڑ دیے اور ـــــ الامان ـــــ الامان! پکارتے ہوئے اپنے لیے سلامتی کے طالب ہوئے۔

علیؑ تلوار اسی وقت روک لیتے جب کوئی نہتا ہو جاتا ـــــ یا پشت پھیر کر فرار کی راہ اختیار کرتا ـــــ یا امان کی درخواست کرتا۔ اب جب کہ یہودی خود امان کی بھیک مانگ رہے تھے تو علیؑ کو وار کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ یہودیوں کا اعتراف شکست از خود فتح کا اعلان بن گیا تھا۔

علیؑ قلعے پر مکمل قبضے کے بعد رسول اللہؐ کو فتح کی نوید سنانے کے لیے پلٹے لیکن فتح کی خوشخبری کو اس ضربت کی صدا نے بہت پہلے رسول اللہؐ تک پہنچا دی تھی جو مرحب کے آہنی خود سے ٹکرا کر اسے گھوڑے سمیت دو ٹکڑے کر گئی تھی۔

رسول اللہؐ دیگر مسلمانوں کے ساتھ علیؑ کو مبارکباد دینے بہ نفس نفیس قلعے تک پہنچ گئے تھے۔ علیؑ نے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ مسرت و شادمانی سے رسول اللہؐ کا نورانی چہرہ دمک اٹھا ـــــ چند قدم آگے بڑھ کر انھوں نے علیؑ کو مبارکباد دیتے ہوئے گلے لگا لیا اور شفاف پیشانی چوم کر فخر و انبساط کے لہجے میں بولے:

"علیؑ! تمہاری شجاعت کے قصیدوں سے تو ہفت آسمان گونج رہے ہیں۔ بیشک خدائے ذوالجلال بھی تم پر راضی ہے اور ہم بھی تم پر راضی ہیں۔"

علیؑ نے انکساری سے سر جھکا یا۔ دلی کیفیات سے آنکھیں نم ہوئیں تو پلکیں بھیگ گئیں۔

رسول اللہؐ نے مسکرا کر استفسار کیا ـــــ "کیوں علیؑ! اس خوشی کے موقع پر تمہاری آنکھوں میں یہ آنسو کیوں ہیں؟"

Marfat.com

"یا رسول اللہؐ! یہ اشکِ مسرت ہیں۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر خوش بختی کا لمحہ اور کوئی نہیں کہ آج خدا اور اس کا رسولؐ دونوں مجھ پر راضی ہیں۔"

فتح خیبر کی خوشی اس وقت دوچند ہو گئی جب علیؑ کے بھائی جعفر ابن ابیطالبؓ اسی روز حبشہ سے مدینے پہنچے۔ وہ شاہِ حبشہ کی جانب سے خیر سگالی کے جذبات اور تحائف لیکر آئے تھے۔

رسول اللہؐ نے جعفر کی آمد کی خبر سنی تو بڑھ کر انہیں گلے لگالیا اور پر مسرت لہجے میں بولے ـــ "بھائی! آج تو خدا نے ہمیں دو خوشیاں اکٹھی عنایت کر دی ہیں۔ ایک فتحِ خیبر اور دوسری تمہاری آمد!"

فتحِ خیبر یہودیوں کی قوت و طاقت پر ضربِ کاری تھی۔ یہ ان کا آخری مستقر تھا۔ جسے انہوں نے اپنی ریشہ دوانیوں کا مرکز بنا رکھا تھا۔ اپنے قلعوں کی مضبوطی اور مال و دولت کی فراوانی پر انھیں بہت ناز تھا۔ قلعوں کے اندر انہوں نے ہتھیار اس کثرت سے ذخیرہ کر رکھے تھے کہ انہیں گمان تھا کہ کوئی طاقت ان پر فتح حاصل نہیں کر سکتی۔ مگر جب علیؑ نے قلعہ قموص کا دروازہ اکھاڑا تو ان کا سب غرور و نخوت خاک میں مل گیا اور وہ اپنی جان کی خیر منانے لگے۔ ان کا جمع کیا ہوا مال ـــ مالِ غنیمت کی صورت میں اکٹھا کر لیا گیا ـــ باقی لوگوں کو اسیر بنا لیا گیا۔ مجاھدین میں سے کسی نے علیؑ کو بتایا ـــ "سردار بنو نضیر حی اخطب کی بیٹی، جو کنانہ ابن ربیع کی بیوہ ہے، وہ بھی اسیروں میں شامل ہے۔"

"اگر وہ سرداروں کے خاندان سے متعلق ہیں تو ان سے وہی سلوک کیا جائے گا، جو ان کے لیے زیبا ہے۔ کسی کو بلاؤ تاکہ میں انہیں رسول اللہؐ کی خدمت میں بھیج دوں۔ وہی ان کے بارے میں فیصلہ کریں گے"ـــ علیؑ نے اسلام کی اس مخصوص رواداری سے کہا جو مسلم و غیر مسلم کی بحیثیت انسان بھی تکریم کا لحاظ رکھتی ہے۔

Marfat.com

بلال رضؓ حاضرِ خدمت ہوئے۔ علیؑ نے صفیہ کو ان کے حوالے کیا تاکہ وہ انھیں رسول اللہ ؐ کی خدمت میں لے جائیں۔ بلال رضؓ قلعے سے باہر آئے اور انہیں رسول اللہ ؐ کے خیمے کی طرف لے چلے ــــ صفیہ کے دل کی دنیا زیر و زبر تھی۔ کہاں وہ عروج تھا کہ سردار قبیلہ کی بیٹی اور اہلیہ تھیں ــــ کہاں یہ پستی کہ اسیری کی ذلت سہنا پڑی تھی۔ بار بار اس خیال سے روح کانپ جاتی تھی کہ مسلمانوں کا امیر نہ جانے مقدّر میں کیا لکھ دے۔ اب تک جو شاہانہ زندگی گزاری تھی، نہ جانے کس انجام سے دوچار ہو گی۔ قوم کی شکست سر اٹھانے نہیں دیتی تھی۔ عزیزوں سے بچھڑنے کا غم دل کو چھلنی کیے دیتا تھا لیکن خوف کے عالم میں بلال رضؓ کے ساتھ چلی جاتی تھیں کہ اچانک قلعے کے باہر میدانِ جنگ پر نگاہ پڑی ــــ جہاں کچھ دیر پہلے شکست یہودیوں کی پیشانیوں پر لکھی گئی تھی۔ کشتوں کے لاشے ابھی تک خاک و خون میں غلطاں پڑے تھے۔ صفیہ نے نگاہ ڈالی تو دل پر چوٹ پڑی۔ قدم اٹھائے نہیں اٹھتے تھے۔ اپنے خون کے رشتوں ــــ اپنے عزیزوں سے جدائی کے زخم اور گہرے ہو گئے۔ آنکھوں سے آنسو نہیں تھمتے تھے اور دل غم و اندوہ میں ڈوب رہا تھا۔ لیکن بلال رضؓ سے کچھ کہنا مناسب نہ تھا۔ اب وہ رئیسۂ قوم نہ تھی کہ غلام اور کنیزیں ان کے اشارے کے منتظر ہوں ــــ وہ اسیر تھیں اور ان کی آزادی ــــ ان کے ارادے اور انکی زندگی سبھی کچھ تو فاتح کے پاس رہن تھا۔ وہ اپنی حالت پر بمشکل قابو پاتی اپنے عزیزوں کی لاشوں کے قریب سے گزرتی چلی گئیں۔ لیکن ان کی سسکیاں اور آنسو تھمتے نہ تھے۔ ایک خیمے کے قریب پہنچ کر بلال رضؓ نے احترام سے سر جھکایا اور بولے ــــ "ٹھہرو! ہمارے آقا و مولا رسول اللہ ؐ کا خیمہ آ گیا ہے۔ وہی تمہارے بارے میں فیصلہ کرینگے۔"

بلال رضؓ نے صفیہ کی آمد کی اطلاع کروائی ــــ رسول اللہ ؐ باہر آئے۔ ایک نگاہ صفیہ پر ڈالی اور بلال رضؓ سے مخاطب ہوتے: "بلال رضؓ! اس خاتون کی حالت غیر کیوں ہے؟

Marfat.com

کیا ان کے ساتھ ناروا سلوک کیا گیا ہے؟

"یا رسول اللہؐ! راستے میں ان کے عزیزوں کی لاشیں پڑی تھیں جنہیں دیکھ کر ان کی حالت غیر ہو گئی۔" بلالؓ نے وضاحت کی۔

رسول اللہؐ کے پر جمال چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھرے۔ انہوں نے سرزنش کے انداز میں کہا ــــ "بلالؓ! کیا تمہارے دل سے رحم بالکل ہی سلب ہو گیا تھا؟ سب انسانوں کے جذبات و احساسات ایک جیسے ہوتے ہیں۔ خواہ وہ اسیر ہوں یا آزاد!"

بلالؓ نے ندامت سے سر جھکایا ــــ "میں خدا اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی سے پناہ کا طالب ہوں لیکن میں نے یہ سب کچھ دانستہ نہیں کیا!"

"آئندہ تم اور ہر مسلمان ایسی باتوں کا خیال رکھے کہ رحم و کرم کے مستحق سبھی افراد ہیں خواہ وہ دوست ہیں یا دشمن"۔ رسول اللہؐ نے ملائمت سے سمجھایا۔

بلالؓ نے تسلیم میں پھر سر جھکایا اور بصد ادب بولے ــــ "یا رسول اللہؐ! یہ رئیسِ بنو نضیر حی ابن اخطب کی بیٹی اور کنانہ ابن الربیع کی بیوہ ہیں، جو اپنے قبیلہ کا رئیس تھا۔ وہ اس جنگ میں کام آیا ہے ــــ علیؑ نے انھیں آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ہی ان کے بارے میں بہتر فیصلہ کریں!"

"دین اسلام حفظ مراتب کا پاس رکھتا ہے اور اشراف کی عزتوں کا محافظ ہے ــــ اے خاتون! ہم نے تمہیں آزاد کیا۔ تم چاہو تو اپنی قوم کی طرف واپس چلی جاؤ"ــــ رحمتِ دو عالمؐ نے کریمی کے لہجے میں صفیہ کو عزت و تکریم دی۔

صفیہ اس کرم و نوازش میں شرابور ہو گئیں ــــ ان کا خوف زائل ہو گیا اور دل سے وسوسے جاتے رہے۔ مسلمانوں کے رسولؐ کے حسن و اخلاق کی ان اداؤں نے انہیں جیت لیا۔ اس جمالِ آرا کے جلووں کو دیکھنے کے بعد نگاہ کسی اور

Marfat.com

طرف جاتی ہی نہیں تھی۔ یہی مقام زندگی بھر کا حاصل معلوم ہونے لگا۔ منزل کو سامنے دیکھ کر کسی اور جانب نکل جانے کا گمان بھی دل سے نکل گیا۔ فیصلے کی اس گھڑی میں صفیہ نے اپنے حوصلوں کو یکجا کیا اور دبے لہجے میں بولیں ــــ "میں رسول اللہؐ کی خدمت میں رہنے کی خواہشمند ہوں"۔

رسول اللہؐ نے صفیہ کی بات سنی ــــ اور شانِ کرم نے انہیں ان کی خواہش سے بڑھ کر عطا کیا ــــ "اے خاتون! اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو ہم اسے عزت دیں گے۔ تمہیں زوجیت کا شرف عطا کیا جائے گا"۔

اہل یہود کو مسلمانوں کے رسولؐ کے اس حسنِ سلوک نے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ عام دستور کے مطابق رسول اللہؐ کو اختیار تھا کہ یہودی سردار کی بیٹی کو کنیزی کی ذلت میں گرا رہنے دیتے۔ لیکن انہوں نے ان کے رئیس کی خاندانی عزت کا پاس کیا تھا اور اس کی بیٹی کو نہ صرف آزاد کر دیا تھا بلکہ اس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اسے وہ شرف عطا کر دیا تھا جو مسلمانوں میں بڑی قدر و منزلت کا حامل تھا۔

رسول اللہؐ کی اس نوازش و مہربانی نے اکثر یہودیوں کے دل جھکا دیئے۔ انہیں دین اسلام قبائلی عصبیّتوں اور عداوتوں سے یکسر مختلف نظر آیا اور خلقِ عظیم کی اس ادائے دلنشیں سے ان کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی۔

خیبر کے قلعوں سے بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ جس نے مسلمانوں کی مالی آسودگی میں گرانقدر اضافہ کر دیا۔ بہت سے ہتھیار بھی قبضے میں آئے۔ رسول اللہؐ نے تمام معاملات کو سلجھانے کی خاطر خیبر میں چند روز قیام کرنے کا اعلان کیا۔ اسی دوران مالِ غنیمت کی فہرستیں مرتب ہوئیں۔ البتہ مفتوحہ زمینوں کا مسئلہ درپیش ہوا تو یہودیوں کے کچھ سردار رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست گزاری:

"اے محمدؐ! آپ کریم ابن کریم ہیں۔ آپ نے ہمارے ساتھ عفو کا برتاؤ کیا

Marfat.com

ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ درخواست بھی قبول کریں گے۔"

"ہاں کہو" ___ رسول اللہؐ نے اذن دیا۔

"ہم میں سے اکثر کا پیشہ زراعت ہے اور ہماری گزر اوقات اسی ذریعے سے ہوتی ہے۔ اگر آپ قبول کریں تو زمینیں ہمارے ہی قبضے میں رہنے دیں اور پیداوار کا نصف آپ کا ہوگا۔" انہوں نے وضاحت کی۔

رحمتِ عالمؐ نے کبھی اس سوال کو نہیں ٹھکرایا تھا جس میں کسی پہلو سے بھی بنی نوع انسان کی بھلائی مضمر ہو۔ انہوں نے یہودیوں کی درخواست قبول کرتے ہوئے بردباری سے کہا ___ "تمہاری زمینیں تمہارے ہی قبضے میں رہیں گی ___ بٹائی کے موقع پر عبداللہ ابن رواحہ تمہارے پاس بھیجے جائیں گے۔ وہ پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے۔ پھر اس میں سے جو تم چاہو رکھ لینا۔"

رسول اللہؐ کا قیام ابھی خیبر میں ہی تھا کہ بنی نضیر کے سردار سلام بن مشکم کی بیوی نے حاضری کی اجازت مانگی۔ اذن دیا گیا تو وہ حاضرِ خدمت ہوئی "یا رسول اللہؐ!" اس نے انکساری سے کہا ___ "اگرچہ آپ فاتح ہیں اور ہم مفتوح! لیکن آپ کے کرم سے امید ہے کہ آپ ہماری درخواست قبول کرتے ہوئے کھانے کی دعوت قبول کریں گے۔"

"تم لوگ ناحق تکلیف کرتے ہو" ___ رسول اللہؐ نے اسے ٹالنا چاہا۔ لیکن وہ مصر رہی۔

"نہیں نہیں! یا رسول اللہؐ! ہمیں عزت بخشیے ___ اپنی میزبانی کا شرف عطا کیجیے اور اپنے اصحاب کو بھی ہمراہ لیکر آئیے۔"

اس کے اصرار کو دیکھتے ہوئے رسول اللہؐ نے اس کی دعوت قبول کر لی اور اگلے روز ان کے یہاں پہنچے۔ بشر بن براءؓ بھی ہمراہ تھے۔ سلام کی بیوی زینب نے دسترخوان

Marfat.com

بچھایا اور خوش رنگ کھانے چن دیے۔ رسول اللہؐ نے ایک لقمہ اٹھایا۔ زینب کی بیتاب نگاہیں نورانی چہرے کا طواف کرنے لگیں۔ انہوں نے نوالہ منہ میں رکھا۔ زینب کی بے چینی بڑھ گئی ـــــ رسول اللہؐ نے وہ نوالہ حلق سے نیچے اتار لیا تو اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

بشرؓ بھی کھانے کا لقمہ اٹھا کر منہ تک لے گئے کہ رسول اللہؐ نے ٹوکا ـــــ "بشرؓ! کھانے کو ہاتھ سے رکھ دو۔"

بشرؓ نے قدرے حیران ہو کر ہاتھ میں پکڑا ہوا لقمہ واپس رکھ دیا۔ رسول اللہؐ نے کڑی نگاہوں سے زینب کی طرف دیکھا اور بولے ـــــ "زینب! تمہاری سازش بے نقاب ہو چکی ہے۔"

زینب کا رنگ فق ہو گیا ـــــ خوف و حیرت نے اسے ساکت کر دیا۔ یہودی سردار زینب کی اس سازش کے نتائج کے انتظار میں وہیں پر موجود تھے۔ اس کی مدد کو آئے اور بات بناتے ہوئے بولے ـــــ "آپ ہماری آزمائش پر پورے اترے ہیں۔ ہم نے آپ کے کھانے میں اس لیے زہر ملایا تھا کہ اگر آپ واقعی پیغمبر ہیں تو زہر آپ پر بے اثر ثابت ہو گا۔"

اس سازش کی زد میں صرف رسول اللہؐ کی اپنی ذات ہی آئی تھی۔ یہودی قبائل پہلے ہی مفتوح ہو چکے تھے۔ اس لیے زینب کو اس کے اس قبیح فعل پر معاف کر کے اسے پشیمانیوں میں مبتلا چھوڑ دیا گیا۔

خیبر کی فتح جہاں مسلمانوں کے لیے کامیابی و کامرانی لیکر آئی تھی، وہیں قریش مکہ کے لیے مایوسی اور نامرادی کا پیغام بھی لائی تھی ـــــ خیبر یہودیوں کا وہ مستقر تھا جہاں وہ بیٹھ کر مختلف سازشوں کے جال بنتے تھے اور قریش جب بھی مسلمانوں کے خلاف کوئی اقدام کرنے پر تیار ہوتے تو وہ ان کی تقویت کا باعث بنتے تھے۔ لیکن خیبر کی فتح نے قریش کا مضبوط بازو شکستہ کر دیا۔ اس کے علاوہ اس فتح

Marfat.com

سے اس قدر مال غنیمت حاصل ہوا کہ گھروں میں خوشحالی عام ہوگئی ـــ کچھ زمینوں کی آمدنی بیت المال اور جنگی مصارف کے لیے مخصوص کر دی گئی اور ایک سازشی دشمن سے نجات حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کو امن وسکون کے کچھ اجلے دن حاصل ہوتے □

Marfat.com

باب (۳۷)

صلح حدیبیہ کو تقریباً سال بھر گزر چکا تھا کہ ایک صبح مسجد نبویؐ میں ایک ایسا اعلان ہوا جس نے دلوں کی کلیاں کھلا دیں — لوگ جوق در جوق مسجد کی طرف جانے لگے۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ رسول اللہؐ کی جانب سے اعلان کیا گیا تھا کہ جو لوگ عمرہ کی خواہش رکھتے ہوں، وہ تیاری کر لیں — وہ سب بھی جو معاہدہ حدیبیہ میں شریک تھے، یہ سعادت حاصل کریں گے۔

صلح حدیبیہ کے ایک سال کے اندر یہ ممکن ہو گیا تھا کہ حرم محترم سے بچھڑے ہوؤں کو حرم کی زیارت کا شرف حاصل ہو — ترسی ہوئی آنکھوں میں ان جلووں کے مشاہدے سے ٹھنڈک پڑے۔ گزشتہ سال محروم واپس آنے والے شان و شوکت کے ساتھ اپنی محرومیوں کا ازالہ کریں۔ رسول اللہؐ کی جانب سے اعلان سنتے ہی دلوں کے قافلے شوق و انبساط میں ڈوبے ہوتے رختِ سفر

باندھنے لگے۔ جذبوں کے ہجوم بیتابیوں سے نیاریاں کرنے لگے۔ ذوق و شوق سے گرمائی ہوئی روحیں نئی تڑپ کے ساتھ روانگی پر آمادہ ہوگئیں۔

ادائے عمرہ کے لیے کارواں ترتیب دے لیا گیا اور کامیابی کا یہ سفر سوئے حرم شروع ہوا تو "لبیک۔ لبیک" کی ایمان افروز صداؤں سے فضائیں گونج رہی تھیں ـــ اثنائے سفر کی مشکلات ہنس ہنس کر گوارا کی جا رہی تھیں۔ آنے والے مقدس لمحوں کے تصور میں سبھی کشاں کشاں بڑھے چلے جاتے تھے۔ میلوں کا سفر منٹوں میں طے ہوگیا اور راجح کی بستی آئی جو مکہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں پڑاؤ ہوا اور عام اعلان کر دیا گیا:

"تمام زائرین اپنے اپنے ہتھیار یہیں چھوڑ دیں کیونکہ معاہدۂ حدیبیہ کی رو سے مکہ میں داخلہ ہتھیاروں کے بغیر ہوگا۔ ایفائے عہد ہر شئے پر مقدم ہے۔"

مسلمانوں نے فوراً اپنے اپنے ہتھیار کھول کر ایک جگہ جمع کر دیے۔ جن پر کچھ سواروں کے دستے متعین کر دیے گئے تاکہ ہتھیاروں کی حفاظت کریں۔ کاروانِ شوق چلا ـــ لبیک! لبیک! کی صداؤں نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کی آمد کی خبر دے دی۔ ان کے جذبے، ان کی عقیدتیں بیتابیوں اور بیقراریوں میں ڈھل گئیں۔ عبداللہ ابن رواحہ رضؓ، رسول اللہ ﷺ کے ناقہ کی مہار تھامے ہوئے رجز پڑھتے آگے آگے چلے:

"قریش مکہ اپنے وعدوں کا پاس کرو

ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ

کہ ہمارا شوق قراداں کسی رکاوٹ کو گوارا نہیں کرے گا!"

رسول اللہ ﷺ کا منور چہرہ چمکتے ہوئے روشن چاند کی طرح ستاروں کے جھرمٹ میں تھا۔ مدینے سے تنِ تنہا آنے والا چہروں کے ہجوم میں گھرا ہوا تھا ـــ لبیک اللھم لبیک کی صداؤں سے فضائیں گونج رہی تھیں۔ صلح حدیبیہ کو خالقِ کائنات

نے فتح مبین سے تعبیر کیا تھا ــــ اور یہ اس فتح مبین کی کڑی تھی کہ دوسرے ہی سال وہی مکہ ــــ جہاں مسلمانوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی تھی ــــ اُن کے لیے خالی کر دیا گیا تھا۔

رسول اللہؐ بڑی شان و شکوہ کے ساتھ سوئے حرم قدم قدم بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ خدائے بزرگ و برتر کی اس عنایت پر دلوں میں شکر و امتنان کے جذبات امنڈ رہے تھے۔ ایک عرصے بعد اس خاک کو قدم چوم رہے تھے۔ جس میں اپنوں کی بوباس اور گزرے وقتوں کی نشانیاں دفن تھیں۔ فضاؤں میں اپنائیت تھی اور ہواؤں نے جیسے بچھڑے ہوؤں کو پہچان لیا تھا۔ حدودِ حرم دور سے نگاہوں میں اتریں ــــ تو مسلمانوں کو صبر کا یارا نہ رہا۔ لوگ بیتابانہ دوڑنے لگے تو رسول اللہؐ نے حکم دیا: "اپنے سینوں کو فراخ کرو ــــ شانوں کو پھیلاؤ اور اپنی کمریں کس لو تاکہ دیکھنے والے جب تمہیں طواف کرتے ہوئے دیکھیں تو ان کا یہ خیال باطل ان کے دلوں سے نکل جائے کہ مدینے کی آب و ہوا اور فقر و فاقہ نے مسلمانوں کو کمزور کر دیا ہے ــــ اور تمہاری دھاک ان کے دلوں پر بیٹھی رہے۔"

اہل مکہ سب کے سب مکے کی مضافاتی پہاڑیوں پر منتقل ہو گئے تھے کہ ان کے دل میں کھولتے ہوئے حسد اور شکست کے ندامت آمیز احساس نے انھیں اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ وہ اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کو سعی و طواف کرتے ہوئے دیکھیں۔ جن سے اپنے تئیں انھوں نے ہمیشہ کے لیے کعبہ و حرم ــــ رکن و مقام چھین لیا تھا۔ لیکن خدائے کعبہ نے انکے سب ارادوں کو شکستہ کر کے مسلمانوں کو ان کی نگاہوں کے سامنے پھر کعبہ و حرم بخش دیا تھا ــــ تین دن گزر گئے تو معاہدے کے مطابق رسول اللہؐ نے واپسی کا قصد کیا۔ جس شان و شکوہ سے آئے تھے ــــ اسی وقار و سربلندی سے واپس ہو گئے۔

باب (۳۸)

اب اسلام کے لیے سربلندی، عظمت اور وقار تھا۔ مسلمانوں کو دنیائے عرب کی ایک نمایاں اور قوی ملّت تسلیم کر لیا گیا تھا۔ رسول اللہؐ نے قیصر و کسریٰ کے درباروں میں اپنا پیام جانفزا روانہ کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی ضمن میں عمیر ازدیؓ کو شاہِ بصرہ کے پاس بھیجا تاکہ وہاں تک بھی پیغامِ حق کی رسائی ہو جائے۔

عمیر ازدیؓ اس فخر کے ساتھ روانہ ہوئے کہ وہ رسول اللہؐ کے فرستادہ ہیں۔ اپنے فرائض کی تکمیل میں وہ کشاں کشاں بڑھے چلے جاتے تھے ـــــ راہ میں موتہ کے مقام پر شرجیل بن عمرو سے ملاقات ہو گئی۔ وہ شام کے سرحدی علاقوں میں سردار قبیلہ تھا اور عیسائی مذہب رکھتا تھا۔ قیصر روم کا ماتحت ہونے کی وجہ سے بڑا مغرور اور خودسر تھا۔ اس کے ہمراہیوں نے عمیرؓ کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ وہ مسلمان ہیں۔

شرجیل قریب آیا اور بظاہر بے ضرر سے انداز میں استفسار کیا: "تم کون لوگ ہو اور کدھر کا ارادہ ہے؟"

Marfat.com

"ہم نے شام کی سرحدوں کا قصد کیا ہے"۔ عمیرؓ نے جواب دیا۔

"تم چہرے مہرے سے مسلمان نظر آتے ہو۔ یقیناً تمہارے رسول محمدؐ نے تمہیں ان علاقوں کی طرف قاصد بنا کر بھیجا ہے"۔ اس نے اندازہ لگایا۔

"خدا کا شکر ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور یہ ہماری خوش بختی ہے کہ ہم اپنے رسولؐ کا پیغام لیکر جا رہے ہیں"۔۔۔ عمیرؓ نے فخر و انبساط کے ملے جلے جذبوں کے ساتھ کہا۔

"اور ہماری خوش بختی یہ ہے کہ تم ہمارے ہاتھ آ گئے ہو"۔۔۔ شرجیل نے ایک شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور اس کے ایک اشارے سے اس کے غلام چاروں جانب سے یلغار کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ عمیرؓ اور ان کے ساتھی ابھی صورت حال کو صحیح طور پر سمجھ بھی نہیں پائے تھے کہ شرجیل کے غلاموں نے آگے بڑھ کر ان پر قابو پا لیا اور ان کی مشکیں کس لیں۔ ظلم و زیادتی کا وار ہوا اور عمیرؓ اپنے دل میں رسول اللہؐ کی پیامبرسانی کی حسرت لیے غریب الوطنی میں اس کا نشانہ بن گئے۔

رسول اللہؐ تک یہ خبر پہنچنے میں دیر نہیں ہوئی کہ امن کے پیامبر کا خون موتہ کی سرحد پر بہا دیا گیا۔۔۔ رحمت اللعالمینؐ کے دل مہربان پر ایک چرکا سا لگا۔۔۔ انسانی قدروں کی اس پائمالی نے انہیں محزون کر دیا۔ غریب الوطنی میں ظلم و زیادتی کے وار سہنے والوں کے لیے دعائے مغفرت کے بعد رسول اللہؐ نے اعلان کیا:

"موتہ والوں نے ظلم و زیادتی کا دامن دراز کیا ہے۔ انھوں نے ہمارے قاصد کو راہ میں روک کر اسے اپنی چیرہ دستیوں کا نشانہ بنایا ہے۔ ان پر قتل کا جرم ثابت ہے۔ اس لیے اس کا قصاص لینا ہم پر واجب ہو گیا ہے۔ جو لوگ اس مہم میں شریک ہونے کا عزم رکھتے ہوں، وہ ہتھیار باندھ لیں"۔

اس اعلان کے ساتھ ہی تین ہزار کا لشکر تیار ہو گیا۔ رسول اللہؐ نے ہدایات دیں:

"گو تم لوگ قصاص کی نیت سے جا رہے ہو لیکن اپنے اس فریضے کو فراموش نہ کرنا کہ غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینا فرض ہے۔ اگر وہ قبول کریں تو معاملات خوش اسلوبی سے امن و امان کے ساتھ طے کر لو۔ اگر وہ انکار کریں تو پھر ثابت قدم رہ کر ان کا مقابلہ کرو ــــ خدا تمہارے ساتھ ہے۔"

علیؑ کے بھائی جعفر ابن ابیطالبؓ حبشہ سے آ چکے تھے۔ اعلان جہاد سنتے ہی ہتھیار باندھ کر نکل آئے ــــ رسول اللہؐ نے انہیں قریب بلایا اور علم لشکر سے نوازا۔ پھر مسلمانوں سے مخاطب ہوئے:

"اس لشکر کے تین سردار مقرر کیے جاتے ہیں ــــ زید ابن حارثہؓ، جعفر ابن ابیطالبؓ اور عبداللہ ابن رواحہؓ ــــ بوقت ضرورت یہ تینوں لشکر کی قیادت کریں گے اور اگر یہ تینوں نہ رہیں تو تمہیں اختیار ہے جس کو چاہو اپنا امیر مقرر کر لو اور اپنی شجاعتوں کا عزم جہاد کا نقیب بناؤ۔ اللہ کی امان میں سدھارو۔"

یہ جمادی الاول ۸ھ کا زمانہ تھا۔ ثنیۃ الوداع تک خود رسول اللہؐ لشکر کے ساتھ ساتھ چلے اور انہیں دعاؤں کے سائے میں رخصت کیا ــــ سردارانِ لشکر کی قیادت میں مجاہدین کی پیش قدمی جاری تھی کہ موتہ کی طرف سے آنے والوں میں سے کسی نے کشاں کشاں بڑھتے ہوئے لشکر کو دیکھ کر سردار لشکر کو روکا اور حیرت سے کہا ــــ "کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ شرجیل بن عمرو نے قیصر روم سے امداد طلب کر لی ہے اور ایک لاکھ کا جم غفیر تمہاری تاک میں بیٹھا ہے۔ کیا تم اتنی سی تعداد کے ساتھ ان کا مقابلہ کرو گے؟"

سننے والے ٹھٹھک گئے ــــ کچھ سردار سوچ میں پڑ گئے۔ کسی نے متفکر لہجے میں اظہار خیال کیا ــــ "بہتر یہی ہے کہ رسول اللہؐ کو اس کی اطلاع دیدی جائے۔ پھر جیسا وہ حکم کریں ہم اسی پر عمل کریں گے۔"

"نہیں!" عبداللہ ابن رواحہؓ نے بھرپور جذبوں کے ساتھ دو ٹوک لہجے میں کہا ــــ "ہم نے پہلے کبھی تعداد اور ہتھیاروں کے زور پر جنگ کی ہے جو اب کریں گے۔ تمہیں بدر و خیبر کی لڑائیاں یاد نہیں ــــ ہم تو ہمیشہ اپنے جذبۂ ایمانی اور جوشِ جہاد کے ساتھ دشمن پر غلبہ حاصل کرتے ہیں۔ اگر ہم غالب آ جائیں تو ہمارے لیے سعادت ہے اور اگر درجۂ شہادت پر فائز ہو جائیں تو اس سے بلند مرتبہ تو کوئی اور ہے ہی نہیں" ــــ عبداللہ کے جذبۂ ایمانی نے سرداران لشکر کے حوصلوں کو مہمیز دی اور وہ موتہ کی طرف سے آنے والی خبروں سے بے نیاز آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ بلقاء کا گاؤں آ گیا ــــ جس کو شرف کہتے تھے۔ قریۂ موتہ میں قیام کا ارادہ ہوا تو حدِ نگاہ تک شام کے سرحدی قبائل کے ساتھ رومی فوجوں کے عظیم الشان اجتماعات جگہ جگہ نظر آئے۔ مسلمانوں کا لشکر ان کے مقابل بے حد قلیل تھا۔

دشمن کی اتنی بڑی تعداد نے مجاہدین کے دلوں میں وسواس کو جگایا۔ دشمن کے ہتھیاروں کی چمک نے کتنی ہی آنکھوں کو چندھیا دیا۔ کتنے ہی ڈھلمل یقین والوں کے جذبے ڈگمگائے۔ لیکن سرداران لشکر رسول اللہؐ کے چنے ہوئے تھے۔ ان کے جذبوں کی پرکھ میں کوئی کھوٹ نہیں تھا۔ جنگ کا آغاز ہوا تو زید ابن حارثہؓ نے علمِ لشکر اٹھایا اور آگے بڑھے ــــ زیدؓ کے جذبے بلند اور قوتِ ایمانی اوجِ ثریا پر تھی۔ رومیوں اور شامیوں کی یلغار میں بھی زیدؓ کی شجاعت اپنی شناخت آپ تھی۔ پھر تلوار ہاتھ سے چھوٹی، نیزہ ٹوٹا اور زیدؓ زخموں سے چور چور زمین پر آ رہے۔ جعفر ابن ابیطالبؓ نے آگے بڑھ کر علم کو زمین بوس ہونے سے محفوظ رکھا اور چاروں جانب سے بڑھتے ہوئے لشکر کو اپنی تلوار کی آب سے خیرہ کرنے لگے۔

علم اسلام کو ایک مرتبہ پھر بلند دیکھ کر رومیوں کی نفرتیں عود کر آئیں۔ جعفرؓ کی

Marfat.com

تلوار انہیں اس جانب بڑھنے سے روکتی تھی۔ ہاشمی شجاعت کے بھرپور وار سہنا ان کے لیے دشوار ہو رہا تھا ــــ انہوں نے تلواروں سے تلواریں ملائیں اور جعفرؓ کو چاروں جانب سے گھیر لیا۔ جعفرؓ نے ہر تلوار کا وار لوٹایا لیکن زخموں سے چُور چُور ہو گئے۔ گھوڑے پر سنبھلنا دشوار ہو گیا تو وہ جست کر کے گھوڑے سے اترے اور ایک ہی وار میں گھوڑے کی کونچیں کاٹ کر پرجوش لہجے میں پکارے:

"میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے گھوڑے کو دیکھ کر کوئی ایک لمحے کے لیے بھی یہ خیال کرے کہ میں نے فرار کا ارادہ کیا تھا۔ اسی لیے میں نے گھوڑے کے لیے بھی فرار کے راستے مسدود کر دیے ہیں ــــ ہم ہاشمی وہ ہیں کہ ہماری پشتیں زخموں سے آشنا نہیں ہیں"۔

دشمنوں نے جعفرؓ کو گھوڑے سے اترتے دیکھا تو حملہ سخت کر دیا۔ گھیرا تنگ کرتے ہوئے کسی نے اس بازو پر وار کیا جو علم تھامے ہوا تھا۔ وار کاری پڑا اور جعفرؓ کا بازو کٹ گیا۔ جعفرؓ نے کٹے ہوئے بازو کی پروا کیے بغیر علم کو دوسرے ہاتھ میں تھام لیا اور زخمی چہرہ اٹھا کر خون بھری آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا کہ کوئی مسلمان نظر آئے تو علم اس کے سپرد کر سکیں ــــ لیکن تب تک دشمن اور قریب آ چکے تھے اور دوسرے بازو کی تاک میں تھے۔ ایک اور وار کسی جانب سے آیا اور جعفرؓ کا دوسرا بازو بھی کٹ کر علیحدہ ہو گیا۔ علم اسلام لڑکھڑایا۔ جعفرؓ کو اپنے بازوؤں سے زیادہ فکر علمِ اسلام کی تھی۔ عَلَم کو سنبھالنے کے لیے بازو نہ رہے تو جعفرؓ بہتے ہوئے لہو اور دکھتے ہوئے زخموں کو بھول کر علم کو سنبھالتے ہوئے اس طرح جھک گئے کہ گرتا ہوا علم ان کے فراخ سینے کے سہارے ٹک گیا ــــ دشمن کا ہجوم جعفرؓ پر ٹوٹ پڑا۔

عبداللہ ابن رواحہؓ نے دیکھا تو تلواریں مارتے ہوئے جعفرؓ تک پہنچے اور ایک مرتبہ پھر علمِ اسلامی ان کے ہاتھ میں بلند ہو گیا اور جعفرؓ کی ٹوٹتی ہوئی

سانسیں اس طمانیت سے لبریز ہو گئیں کہ علم اسلامی ان کے ہاتھوں میں سرنگوں نہیں ہوا۔
مسلمانوں پر گھبراہٹ طاری ہو گئی ـــــ جذبہ ایمان پر جان کی فکر غالب آ گئی۔
شوقِ جہاد ماند پڑ گیا ـــــ فوجوں کا ہجوم دیکھ کر دل کمزور پڑنے لگے۔ عبداللہ ابن رواحہ کے بے مثال جذبوں اور بے پایاں شجاعتوں کو سہارا نہ ملا۔ انہوں نے اپنے خون کا آخری قطرہ بہہ جانے تک علم اسلامی کو بلند رکھا لیکن جب بازو بے جان ہو گئے اور وہ اپنے ہی خون میں غلطاں ہو کر زمین پر آ رہے تو مسلمانوں کے حوصلے بالکل ہی ٹوٹ گئے۔ خالد بن ولید نے علم تھاما اور دفاعی انداز میں لڑتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے۔ ان کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی اپنی اپنی جانوں کو عزیز کیے ہوئے جنگ کے شعلوں میں سے نکلے اور ایک محفوظ مقام پر اکٹھے ہو گئے ـــــ خالد ابن ولیدؓ نے عبدالرحمٰن ابن سمرہؓ کو اپنے آگے آگے روانہ کیا تاکہ رسول اللہؐ کو لشکر کی شکست خوردگی کی خبرِ بد سے آگاہ کر دیں۔

عبدالرحمٰنؓ محزون و دلگرفتہ مدینے میں وارد ہوا۔ سیدھا مسجد نبویؐ کے دروازے پر پہنچا تو ٹھٹھک گیا۔ مسجد میں کہرام برپا تھا۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی ـــــ لوگ زیدؓ، جعفرؓ اور عبداللہؓ کا نام لے کر ان کی شجاعتوں پر مرحبا کہتے اور لشکر کی ہزیمت پر افسوس کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن حیران و ششدر رہ گیا۔ کچھ لوگوں کی نگاہ اس پر پڑی تو انہوں نے حیرت سے دوسروں کو بتایا ـــــ "دیکھو! یہ عبدالرحمٰن بن سمرہؓ ہے۔ یہ تو اسی لشکر کے ساتھ گیا تھا جو موتہ کی مہم میں شریک تھا۔ اس کو اندر آنے دو۔ تاکہ یہ جنگ کا حال بیان کرے" ـــــ کسی نے دوسروں سے کہا۔

لوگ سمٹ گئے اور عبدالرحمٰن کو آگے آنے کا راستہ دیا۔ وہ سر جھکائے ہوئے آگے بڑھا۔ رسول اللہؐ کی قدم بوسی کی اور پشیمانی سے بولا ـــــ "میں اس جنگ کا حال

Marfat.com

کیا بیان کروں کہ جیسے رسول اللہ ؐ نے اس طرح سنا دیا ہے جیسے اسے اپنی آنکھوں سے یوں دیکھ رہے ہیں جس طرح ہم اپنے سامنے کی چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ بلاشبہ انہوں نے جس طرح بیان کیا ــــ سب کچھ اسی طرح وقوع پذیر ہوا ہے۔"

رسول اللہ ؐ نے رتبۂ شہادت پر فائز ہونے والوں کے لیے دعائے مغفرت کی، مسجد سے باہر آئے اور جعفرؓ کے گھر کی جانب چلے۔ نورانی چہرے پر حزن و ملال کی گھٹائیں چھائی تھیں۔ جعفرؓ کے دونوں بیٹے عبداللہؓ اور محمدؓ دوڑ کر قریب آئے۔ رسول اللہ ؐ نے گود میں لے کر پیار کیا۔ ان کی زوجہ اسماءؓ بنت عمیس بولیں ــــ

"یا رسول اللہ ؐ! کچھ موتہ کی طرف جانے والوں کے بارے میں بھی بتلایئے کہ مدینے میں ان کے بارے میں اچھی خبریں سننے میں نہیں آ رہیں۔"

"اسماءؓ! انہوں نے راہِ خدا میں اپنی جانیں نثار کیں اور ان درجات کو حاصل کر لیا جن پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔" رسول اللہ ؐ کی آنکھوں میں نمی تیر گئی۔

اسماءؓ کے آنسو رخساروں تک آ گئے۔ وہ گلوگیر لہجے میں بولیں ــــ "کیا جعفرؓ نے اپنا حق ادا کیا؟"

"ہاں اسماءؓ!" رسول اللہ ؐ توصیفی لہجے میں بولے ــــ "جعفرؓ نے کوئی زخم پشت پر نہیں کھایا۔ انہوں نے علم کی سربلندی کے لیے اپنے دونوں بازوؤں کی قربانی دے ڈالی اور اپنی جان کو عزیز نہیں رکھا۔ بلاشبہ انھوں نے علمبرداری کا حق ادا کیا۔ خدائے بزرگ و برتر نے انھیں جنت میں دو پر عطا کیے ہیں۔ جن سے وہ جنت میں فرشتوں کے ہمراہ پرواز کرتے ہیں۔ آج سے ان کا لقب طیّار ہوا۔ وہ اب جعفر طیّارؓ کے نام سے پہچانے جائیں گے۔"

اسماءؓ نے اپنے آنسو پونچھ لیے اور متشکر لہجے میں بولیں ــــ "اس خدائے بزرگ و برتر کا شکر ہے کہ اس نے میرے شوہر کی قربانیوں کو اعزاز عطا کیا ہے۔ یا رسول اللہ ؐ میرے

ماں باپ آپ فدا ہوں۔ اگر آپ جعفرؓ کے ان فضائل کا تذکرہ مجمع عام میں فرمادیں تو یہ لوگوں کی یادداشتوں میں محفوظ ہو جائیں گے اور جعفرؓ کی اولاد اپنے باپ پر فخر کرسکے گی۔"

"ہاں اسماءؓ! یہ جعفرؓ کا حق ہے جو ہم پر واجب ہے۔ ان کے فضائل سے امت کو ضرور باخبر کیا جائے گا۔" رسول اللہؐ نے تائیدی انداز میں کہا اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ مجمع عام میں جعفرؓ کے اعزازات شجاعت کا اعلان کیا اور گھر آئے۔ فاطمہؑ علیؑ کے بھائی کی شہادت پر دلگرفتہ تھیں۔ رسول اللہؐ نے تسلی دی اور بولے ——

"فاطمہؑ! اٹھو اور کھانا تیار کرو اور تین دن تک جعفرؓ کے گھر بھیجو۔ اس کے بچوں کی دلجوئی کرو۔ یہ ان کا حق اور تمہارا فرض ہے۔"

فاطمہؑ نے کھانا تیار کیا اور جعفرؓ کے گھر بھجوایا اور اسی روز سے یہ سنت قرار پائی کہ مصیبت زدہ لوگوں کے یہاں تین دن تک کھانا بھیجا جانے لگا۔ ◻

Marfat.com

باب ۳۹

۸ھ کا زمانہ تھا اور رمضان کا مہینہ ــــ رسول اللہؐ مسجد میں صحابہؓ کے درمیان تشریف رکھتے تھے کہ دور سے دردانگیز مرثیے کی صدائیں بلند ہوئیں ــــ صحابہؓ چونک گئے ــــ امن و امان کے اس گہوارے میں یہ نوحہ و فریاد کی آوازیں کس جانب سے آرہی تھیں۔ کون اس طرح ستایا گیا تھا کہ اس کی فریاد سنی نہیں جاتی تھی۔ رحم اور انصاف کی اس بستی میں کس کو ظلم کا علم بلند کرنے کی جرأت ہوئی تھی جو کسی کے لبوں پر فریاد مچل اٹھی تھی ــــ سب گردنیں موڑ موڑ کر اسی جانب تکنے لگے جس طرف سے یہ صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ رسول اللہؐ نے بھی پریشانی سے مسجد کے دروازے کی طرف دیکھا۔

اونٹوں پر سوار ایک گروہ مسجد کی دہلیز پہ رکا اور ایک شخص دردانگیز شعر پڑھتا ہوا اندر داخل ہوا:

"اے خدا کے رسولؐ! کیا آپ کو معلوم ہے

کہ قریش نے عہد شکنی کی ہے ——بنی بکر نے
ہمارے قبیلہ پر چشمہ کے کنارے
کمین گاہ سے حملہ کر دیا —وہ سمجھتے تھے کہ ہمارا کوئی فریاد رس نہیں ہے
اگر ہم جنگ کے لیے تیار ہوتے تو ان کی کیا مجال تھی کہ ہم پر وار کر جاتے
وہ تعداد میں کم ہیں اور شجاعت میں کم تر ہیں
مگر ہم تو اس وقت نمازِ شب میں مشغول تھے
انہوں نے رکوع و سجود کی حالت میں ہم پر حملہ کیا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کے بردبار چہرے کا رنگ متغیر ہوا —امن و آشتی کے علمبردار کی کشادہ جبین پر شکن آئی۔ انہوں نے ملائمت اور ہمدردی سے فریاد کرنیوالے کو مخاطب کیا:

"عمرو بن سالم! قریب آکر تمام واقعہ بیان کرو۔"

عمرو قریب آیا اور گلوگیر لہجے میں بولا —— "میں قبیلہ بنوخزاعہ کا نمائندہ ہوں۔ ہم صلح حدیبیہ کے بعد سے آپ کے حلیف ہیں اور بنی بکر نے قریش والوں کا حلیف بننا پسند کیا تھا۔ ہم نے اسی لیے ہتھیار کھول دیے تھے کہ معاہدے کی رو سے امن و امان کی شاہی قائم ہو گئی ہے۔ ہم نے آپ جیسے عہد کے پاس کرنے والے سے ایفائے عہد کا سبق سیکھا ہے۔ اسی لیے ہم اس کے پابند تھے۔ مگر بنوبکر نے ہمیں انتقام کا نشانہ بنایا— چشمہ کے کنارے بے خبری میں ہم پر وار کیا۔ ان کے ساتھ قریش میں سے عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو جیسے بھی شریک تھے۔ جنہیں ہم نے بھیس بدلنے کے باوجود خوب اچھی طرح سے پہچان لیا۔"
اس نے دردانگیز پیرائے میں اپنا مطلب واضح کیا اور جوش و جذبے سے اشعار پڑھنے لگا۔

"میں آپ کو وہ معاہدہ یاد دلانے آیا ہوں جو ہمارے اور آپ کے درمیان

Marfat.com

ہوا تھا۔ اے پیغمبرِ خدا! اب ہماری نصرت کیجیے! اپنے مددگاروں کو بلا کر ہمارے بازو قوی کر دیجیے!"

"اے عمرو بن سالم! اطمینان رکھو اور سمجھو کہ بس تمہاری مدد ہو گئی۔ یہ وعدہ پیغمبرِ خدا کا ہے۔ جس کی صداقت میں اس کے دشمنوں کو بھی کلام نہیں"۔ رسول اللہ نے قطعی لہجے میں کہا اور فوراً ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

قریش کی اس کارروائی میں شرکت اور نقضِ امن سے معاہدۂ حدیبیہ کی شرائط کی خلاف ورزی ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے باوجود رسول اللہ نے قریش کو فردِ جرم سے آگاہ کرنا ضروری خیال کیا اور انہیں پیغام بھیجا کہ وہ مقتولوں کا خون بہا ادا کریں یا بنی بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں —— یا حدیبیہ کے معاہدے کے ٹوٹ جانے کا اعلان کر دیں۔

قریش نے اس کے جواب میں آخری شرط منظور کر لی اور معاہدۂ حدیبیہ کے ٹوٹ جانے کا اعلان کر دیا۔ جس پر رسول اللہ نے مجمع عام سے خطاب کیا:

"قریش نے معاہدے کی شرائط کو پائمال کیا اور عہد شکنی کا چلن اپنایا ہے انہوں نے بنو خزاعہ پر ظلم کیا ہے اور اس کا خون بہا ادا کرنے پر بھی آمادہ نہیں۔ پس اب ہم پر بنو خزاعہ کی حمایت فرض ہو گئی ہے اور ظالم کو اس کے ظلم کا بدلہ دینا واجب ہے۔ تم سب مکے کی سمت چلنے کی تیاریاں کرو۔ لیکن یہ امر مکہ والوں سے پوشیدہ رہے کہ ہم ان کی جانب فوج کشی کا ارادہ رکھتے ہیں —— اس راز کی خاص طور پر حفاظت کی جائے۔"

رسول اللہ کے اس اعلان کے ساتھ ہی ہر دل میں جوش و جذبے کی فراوانی ہوئی۔ حرم کعبہ کی کشش اور مٹی کی مہک نے روحوں کو گرم جوشی عطا کی اور جہاد کی تیاریاں ہونے لگیں۔ لیکن رسول اللہ کے حکم کے بموجب اسے خفیہ رکھا گیا۔

Marfat.com

ایک روز رسول اللہؐ نے علیؑ کو طلب کیا۔ علیؑ حاضر ہوئے تو رسول اللہؐ ان سے مخاطب ہوئے ـــــ "سنو علیؑ! جبرئیل امین یہ خبر لے کر آئے ہیں کہ مدینے سے کچھ خفیہ اطلاعات مکے کی سمت روانہ کی گئی ہیں۔ تم زبیرؓ کو ہمراہ لے جاؤ اور انہیں مکہ پہنچنے سے پہلے راستے ہی میں روک لو۔"

"بسر و چشم یا رسول اللہؐ! میں ابھی روانہ ہو جاتا ہوں۔" علیؑ نے مستعدی سے کہا۔

"جاؤ علیؑ! اللہ کی امان میں!" رسول اللہؐ نے دعا دی۔

علیؑ ــــ زبیرؓ کو ہمراہ لے کر مکے کی جانب جانے والے راستے پر چوکس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ لیکن کوئی ایسا قاصد ـــ کوئی مشکوک فرد یا فرستادہ نظر نہیں آیا جس پر شک کیا جا سکتا۔ سوائے ایک عورت کے جو ناقے پر سوار مکے کے راستے پر گامزن تھی ــــ "اس عورت کے سوا تو اس راستے پر جانے والا کوئی نظر نہیں آتا۔" زبیرؓ نے کہا۔

"چلو آؤ ــــ اسی سے معلوم کرتے ہیں۔" علیؑ نے جواب دیا اور گھوڑا بڑھا کر اس کے مقابل لے آئے۔ وہ ابولہب کی آزاد کردہ کنیز سارا تھی۔ علیؑ نے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ کچھ پریشان ہوئی۔ لیکن علیؑ اور زبیرؓ کو قریب دیکھ کر اس نے اونٹنی کو ٹھہرا لیا۔

"اے سارا! تیرے پاس جو کچھ پوشیدہ ہے اسے ظاہر کر دے۔" علیؑ نے درشتی سے کہا۔

"خدا کی قسم! میں کچھ نہیں جانتی کہ آپ کس بارے میں پوچھ رہے ہیں۔" وہ بدحواسی میں کہنے لگی۔

"خدا کی قسم جھوٹی نہ کھاؤ اور اس خط کو ہمارے حوالے کر دو جو تم مکے والوں کے لیے لے جا رہی ہو۔" علیؑ نے سرزنش کے انداز میں کہا۔

"آپ یقین کریں، میرے پاس کوئی خط نہیں۔" وہ گھبرا کر رو پڑی۔

اس کے آنسوؤں نے زبیرؓ کو متاثر کیا۔ وہ علیؓ سے بولے ــــ "یہ بیچاری عورت ذات ہے اسے جنگی سیاست کی کیا خبر! یہ ٹھیک ہی کہہ رہی ہے کہ اس کے پاس کچھ نہیں۔"

"نہیں زبیرؓ! اس کی باتوں پر نہ جاؤ ــــ مجھے رسول اللہؐ نے خبر دی ہے اور خدا کی قسم! رسول اللہؐ کا فرمان میرا ایمان ہے۔ وہ خط یا اطلاع اسی کے پاس ہے۔"

علیؑ نے زبیرؓ کو ٹوکا اور تلوار کھینچ کر سارہ کے سر پہ پہنچے۔

"اے عورت! جلد بتا وہ خط کہاں ہے؟ ورنہ میں تیری گردن اڑانے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔"

لرزتی ہوئی آواز میں اس نے دہائی دی ــــ "ابن ابیطالبؑ! خدا کے لیے میری جان بخش دیجیے۔ میں ابھی وہ خط آپ کے حوالے کرتی ہوں۔" اس نے سر پہ لپیٹی ہوئی چادر کو ہٹایا ــــ گندھے ہوئے بال کھولے اور ان میں لپٹا ہوا خط نکال کر علیؑ کے حوالے کر دیا۔ علیؑ وہ خط لیے ہوئے رسول اللہؐ کے پاس آئے تو رسول اللہؐ نے منادی کا حکم دیا کہ مدینے میں مذاکرے کے لوگ مسجد نبویؐ میں اکٹھے ہو جائیں۔

اہل مدینہ کے لیے یہ منادی تعجب کا باعث تھی۔ آپس میں قیاس آرائیاں ہوئیں، چہ میگوئیاں کی گئیں لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ بے وقت مسلمانوں کو مسجد میں اکٹھا کرنے کا سبب کیا ہے۔ اکثر کا خیال تھا کہ شائد مکے کی جانب روانگی کا حکم ملنے والا ہے۔

مسجد کھچا کھچ بھر گئی تو رسول اللہؐ منبر پر تشریف لے گئے اور وہ خفیہ خط لوگوں کو دکھاتے ہوئے ان سے مخاطب ہوئے ــــ "اے مسلمانو! ہم نے اپنے عزم و ارادہ کو قریش سے خفیہ رکھنے کی تاکید کی تھی لیکن تم ہی میں سے ایک شخص نے

Marfat.com

ہمارے ارادوں کو دشمن کی جانب منتقل کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ اسے چاہیے کہ از خود اپنا آپ ظاہر کر دے اور اپنی غلطی تسلیم کرے ــــ ورنہ اس کے لیے رسوائی و ذلت ہے۔ یاد رکھو کہ خدا اور اس کے رسولؐ سے کوئی عیب ــــ غیب نہیں۔"

چاروں جانب سناٹا چھا گیا ــــ لوگوں کے دل دھک دھک کرنے لگے۔ مشکوک نگاہیں ایک دوسرے کے چہرے کھوجنے لگیں ــــ رسول اللہؐ نے چند لمحوں کے توقف کے بعد اپنی بات پھر دہرائی۔ سناٹا اور گہرا ہوا۔ سانسوں کی آواز بھی معدوم ہو گئی۔ پھر ایک شخص لرزتا کانپتا اٹھا اور ندامت کے بوجھ سے دوہرا ہوتا ہوا بولا ــــ "میں ہوں وہ بدنصیب حاطب ابن ابی بلعتہ ــــ جس نے یہ خط لکھا ہے۔ لیکن خدا کی قسم! نہ میں منافق ہوں اور نہ رسول اللہؐ کی رسالت میں کسی طرح کا کوئی شک رکھتا ہوں ــــ میرے اہل خاندان ابھی تک مکہ میں دشمنوں کے درمیان ہیں۔ جہاں کوئی ان کا حمایت کرنے والا نہیں ہے۔ مجھے خوف ہوا کہ قریش کہیں انہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ اس لیے یہ اطلاع دے کر میں انہیں احسان مند کرنا چاہتا تھا تاکہ میرے اہل خاندان محفوظ رہ سکیں ــــ یا رسول اللہ! میں نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے اور آپ کے رحم و کرم سے بھلائی کا امیدوار ہوں۔"

چاروں طرف سے لعنت ملامت کی بوچھاڑ نے حاطب کا چہرہ سیاہ کر دیا۔

عمرؓ نے اٹھ کر کہا ــــ "یا رسول اللہؐ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں!"

"نہیں عمرؓ! بیٹھ جاؤ" ــــ رسول اللہؐ نے ملائمت سے کہا: "ہم نے اس کا عذر سنا ہے اور خدا بڑا بخشنے والا اور رحیم و کریم ہے۔" پھر حاطب سے مخاطب ہوتے ــــ "اے حاطب! خدا کی ذات پر بھروسہ رکھو اور اس کی بارگاہ میں استغفار کرو اور آئندہ اپنے اہل و عیال کی محبت کو دین کی محبت پر ترجیح نہ دینا۔"

Marfat.com

حاطبؓ کے مردہ تن میں جیسے زندگی کی لہر دوڑ گئی ـــ خوف سے بگڑے ہوئے نقوش میں سکون کے آثار ظاہر ہوئے اور وہ بلند آواز میں رسول اللہؐ کی مدح اور اپنے گناہ کے لیے استغفار کرنے لگا۔

مکے کی جانب روانگی کا اعلان کر دیا گیا۔ جوش و جذبے سے لبریز مجاہدین ہتھیار سجائے، فخر سے سینے فراخ کیے، علم اسلام اٹھائے مکے کے راستوں کی طرف روانہ ہوئے تو ان کے قدموں کی دھمک سے زمین لرزنے لگی ـــ یہ شان و شکوہ یہ رعب و جلال دیکھ کر رسول اللہؐ کا قلب اطہر حمدِ خداوندی سے بھر گیا۔ خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا ـــ اس عزم و استقلال اور صبر و استقامت کے عوض جس سے بیتے ہوئے ماہ و سال بھرے تھے۔ آج فتح کا یہ انمول دن طلوع ہوا تھا۔ جس کی گواہی راہ کا ذرّہ ذرّہ دے رہا تھا۔

قبائلِ عرب راہ میں ہتھیاروں سے آراستہ ملتے اور اس عظیم الشان لشکر کا ایک حصّہ بن جاتے۔ یہاں تک کہ جب مکہ سے ایک منزل ادھر مرا الظہران میں پڑاؤ ہوا تو لشکر کی تعداد دس ہزار سے تجاوز کر چکی تھی۔ رسول اللہؐ کے لیے خیمہ برپا کر دیا گیا تو انہوں نے حکم دیا ـــ "تمام قبیلے اپنے لیے علٰحدہ علٰحدہ آگ روشن کریں تاکہ قریش مکہ کو لشکر کی تعداد کا اندازہ ہو۔"

جلتے ہوئے الاؤ سے زعفرانی روشنی چھن چھن کر تمام میدان میں پھیلی تو لشکروں کی کثرت دیکھ کر دلوں پر ہیبت طاری ہونے لگی۔ یہ عظیم الشان لشکر جن کے ایک اشارے پر اپنا خون ارزاں کر سکتا تھا، وہ اپنے خیمے میں سجدے میں سر رکھے اپنے معبود سے راز و نیاز میں مشغول تھے۔

"اے عزتوں کے خالق اور ذلتوں کو مسلط کرنے والے ـــ تیری یہ عنایت تیرے عاجز بندے کے دل کا شکر بن گئی ہے۔ تو ایسا عطا کرنے والا ہے جس کی

Marfat.com

نعمتوں کی کوئی حد اور شمار نہیں ہے۔"

لشکر کثیر کی آمد اگر پہلے پوشیدہ تھی تو اب طشت ازبام ہو چکی تھی۔ مکے کے مضافاتی علاقے مجاہدین سے بھرے پڑے تھے۔ چاروں طرف آگ کے ارغوانی شعلے بلند تھے ــــ ہتھیاروں کی چمک نگاہیں خیرہ کر رہی تھی۔ انسانوں، جانوروں اور ہتھیاروں کی آوازیں باہم آمیز ہو کر مکے میں سنائی دینے لگیں تو حکیم بن حزام، ابوسفیان اور بُدیل بن ورقا سن گن لینے کے لیے مکے سے باہر آئے اور ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی ــــ وہی غریب الوطن جو انتہائی بے کسی اور بے سروسامانی کے عالم میں مکے سے نکلنے پر مجبور ہوا تھا ــــ آج اس کی شان و شوکت پر نگاہ نہیں ٹکتی تھی۔ وہ مکے کی سرحدوں پر اپنی تمام تر طاقت کے ساتھ اس طرح متمکن تھا کہ اب اہل مکہ کی زندگیاں اسی کے رحم و کرم پر تھیں۔

ابوسفیان نے پریشان ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا ــــ "حیرت ہے کہ محمدؐ نے تھوڑے سے عرصے میں اتنی بھاری جمعیت اکٹھی کر لی ہے!"

"یہ اظہارِ حیرت کا وقت نہیں۔ اس وقت جان بچانے کی کوئی تدبیر سوچو ــــ ورنہ یہ رات نہ جانے کیسی صبح لے کر آئے۔" بُدیل نے بدحواسی سے اپنے اندیشوں کا اظہار کیا۔

"محمدؐ ــــ کریم الاصل اور خاندانی ہیں۔ ان کے بدترین دشمن بھی ان کے کرم سے مایوس نہیں ہوتے۔ ہمیں چاہیے کہ رات ہی رات میں کوئی تدبیر کر لیں ورنہ صبح مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔" حکیم بن حزام نے مشورہ دیا۔

"کاش ہمیں تھوڑا سا وقت بھی مل جاتا تو ہم اپنے حلیفوں کو آواز دے لیتے اور تازہ کمک کے ساتھ اس اجتماع کو تتر بتر کر دیتے۔" ابوسفیان نے کفِ افسوس ملتے ہوئے کہا ــــ "یہ تمہارا خیال خام ہے۔ تمہیں احزاب کا معرکہ یاد نہیں جہاں محمدؐ

نے سارے عرب کے اجتماع کو چٹکیوں میں مسل دیا تھا۔ اب خیالی پلاؤ پکانے کے بجائے جان بچانے کی فکر کرو۔" بدیل نے پھر تنبیہ کیا۔

ابوسفیان کو ہوش آیا۔ صورت حال کی سنگینی کا احساس ہوا تو وہ اپنے ساتھیوں سے بولا ـــــ "اچھا ٹھہرو! میں کوشش کرتا ہوں کہ محمدؐ تک رسائی حاصل کر سکوں تاکہ معاملات بات چیت کے ذریعے طے پا جائیں۔"

حکیم اور بدیل واپس ہو گئے اور ابوسفیان چھپتا چھپاتا آگے بڑھ گیا کہ رسول اللہؐ کے چچا عباس بن عبدالمطلب سے ملاقات ہو گئی۔

"عباسؓ! تمہارے بھتیجے نے پلک جھپکنے میں یہ کیسی قوت و اقتدار حاصل کر لیا ہے۔" ابوسفیان نے رشک و حسد سے جلتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ خدا کے رسولؐ ہیں اور اللہ ان کا مددگار ہے۔" عباس نے پریقین لفظوں میں جواب دیا۔

"ہماری حفاظت کی بھی کوئی صورت نکالو، ورنہ اگلی صبح تو اس فوج کے ہاتھوں مکہ تباہ ہو جائے گا۔" ابوسفیان نے اپنی التجاؤں کو لجاجت میں لپیٹ کر کہا۔

"میرے بھتیجے کو مکے کی حرمت ہر شے سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ عفو و حلم کو دشمنی اور عداوت پر ترجیح دیتا ہے ـــــ اگر اب بھی تم ایمان لے آؤ تو قریش محفوظ رہ سکتے ہیں۔" عباسؓ نے سرزنش کے انداز میں کہا۔

"ہاں! اب اس کے سوا چارہ بھی تو نہیں ہے۔" ابوسفیان نے بے لبسی سے سرد آہ بھری اور پرامید لہجے میں بولا ـــــ "عباسؓ! محمدؐ تک رسائی حاصل کرنے میں میری مدد کرو ـــــ اگر ہو سکے تو ان سے میرے لیے امان کی سفارش بھی کر دو۔"

"چلو آؤ ـــــ میرے پیچھے سوار ہو جاؤ! میں تمہیں رسول اللہؐ کی خدمت میں

Marfat.com

لیے چلتا ہوں۔" عباسؓ نے کہا اور ابو سفیان کو سواری پر بٹھا لیا۔

ہر طرف ہتھیار لگائے ہوئے فوجوں کا جم غفیر دیکھ کر ابو سفیان ششدر رہ گیا۔ اس کے دل میں رشک و رقابت کے جذبے سر ابھارنے لگے۔ لیکن ان کے اظہار کا موقع تھا نہ ہمت ــــ اس لیے مجبوری اس کے لبوں کی خاموشی بن گئی۔ عباسؓ رسول اللہؐ کے خیمے کے باہر پہنچے ــــ اجازت لے کر اندر گئے اور ابوسفیان کے بارے میں بتلایا۔

یہ وہی ابوسفیان تھا جس کی عداوت اور کینہ پروری نے اسلام کے خلاف ایک بڑا محاذ کھول رکھا تھا جو رسول اللہؐ کے خلاف ہر سازش کا سرکردہ تھا جس کی اشتعال انگیزی نے پورے عرب کو اسلام کے مقابل صف آرا کر دیا تھا لیکن رحمتِ دو عالم کا کرم کائنات کی وسعتوں پر بھی حکمران تھا۔ عفو و درگزر کی شان انتقام اور عداوت سے بالاتر تھی۔

بدترین اور کمینہ خصلت دشمن ہونے کے باوجود بھی ابوسفیان، رسول اللہؐ کی کرم گستری سے آگاہ اور فراخ دلی سے آشنا تھا ــــ اس لیے اس نے عباس کا سہارا لے کر خود کو رسول اللہؐ کے روبرو پیش کرنے میں جھجک محسوس نہیں کی۔ رسول اللہؐ نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور پروقار لہجے میں گویا ہوئے ــــ "کیوں ابوسفیان! کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو خدا کی وحدانیت کا اقرار کر لے؟ اور میری رسالت کی گواہی دے۔"

ابوسفیان نے سر جھکایا اور لرزتی ہوئی آواز میں بولا ــــ "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ کتنے حلیم و کریم اور صلۂ رحم والے ہیں۔ اگر خدا کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو وہ یقیناً ہماری مدد کرتا لیکن آپ کی نبوت میں مجھے ابھی تک شک ہے۔" اس کے دل میں کفر و ضلالت اس حد تک راسخ ہو چکی تھی کہ وہ اس کا اظہار کیے

Marfat.com

بغیر نہ رہ سکا۔

عباسؓ کو طیش آیا "ابوسفیان! اب بھی تیرے سیاہ دل میں روشنی کی کوئی کرن نہیں اتری۔ کلمہ پڑھ لے ورنہ تیری گردن ہوگی اور میری شمشیر!" انہوں نے اتنے سخت لہجے میں کہا کہ ابوسفیان کو مجبوراً کلمہ پڑھنا پڑا۔

وہ رات اس نے وہیں عباسؓ کے خیمے میں گزاری۔ تمام رات وہ لشکروں کی نقل و حرکت، ان کے ہتھیاروں کی چمک کو دیکھ کر کڑھتا رہا۔ حسد کی آگ اسے جلا کر راکھ کرتی رہی۔ اس کا شاطر ذہن منصوبے سوچتا اور بگاڑتا رہا لیکن کامیابی کی کوئی راہ نہ نکال سکا ـــــ رسول اللہؐ کی اطاعت میں مسلمانوں کو سرگرم دیکھ کر اسے یقین ہو گیا کہ اس عظیم الشان لشکر کو صرف ایک اشارے کی ضرورت ہے۔ اور قریش کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا۔ مجبوراً وہ رات بھر کی خوفزدہ کر دینے والی لاحاصل سوچوں کے بعد صبح پھر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل مکہ کے لیے امان طلب کی۔

رحمت دو عالم کا عفو و کرم کا دامن دراز ہوا اور ایذا دینے والوں اور قتل کے منصوبے بنانے والوں کو اس فراخدلی سے امان عطا کر دی گئی کہ رسول اللہؐ کی اس ادائے عفو و کرم میں پروردگار عالم کی غفاری اور کریمی کا پرتو جھلکنے لگا ـــــ جیسے جیسے رسول اللہؐ بخشش و درگزر عام کرتے تھے، ابوسفیان کی انتقام پسند فطرت مبہوت ہوتی چلی جاتی تھی۔ رسول اللہؐ کا پر وقار لہجہ بنی نوع انسان کو بخشش و رحمت کے معنی سمجھا رہا تھا۔

"سنو ابوسفیان! اہل مکہ سے جا کر کہہ دو کہ جو شخص کلمہ پڑھ لے گا اور لڑائی سے ہاتھ اٹھائے گا اس کے لیے امان ہے۔

جو شخص ہتھیار لگائے بغیر حرم کعبہ میں پناہ حاصل کرے گا اس کے لیے

Marfat.com

بھی امان ہے۔

جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا وہ بھی مامون ہو گا۔

اور اے ابوسفیان! جو تمہارے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے بھی امان دی جائے گی۔"

رسول اللہؐ نے یہ آخری رعایت دے کر ابوسفیان کو ایک ایسا اعزاز عطا کر دیا تھا کہ وہ اسی بات پر اکڑتا ہوا مکے کی جانب روانہ ہوا کہ اسے بھی ایک بڑا اعزاز حاصل ہو گیا ہے اور اہل مکہ کے سامنے جا کر اس نے رسول اللہؐ کی ان عنایات کو نشر کر دیا۔ سہمے ہوئے لوگوں کی جان میں جان آئی ـــ ان کی رکی ہوئی سانسیں بحال ہو گئیں جو اپنے سابقہ کردار اور ایذا رسانیوں سے ڈرے ہوئے تھے کہ کہیں وہ ہی انہیں نہ لوٹائی جائیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ نے ہر جان کے دشمن کو امان دی ہے تو طعنہ دینے والے ـــ زبان درازی کرنے والے اور بدنما بولنے والے دشمن ہونٹ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ہاں محمدؐ کریم ابن کریم ہیں۔ ان سے کسی انتقام یا شقاوت کو ایک لمحے کے لیے بھی منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ وہ عفو اور درگزر کرنے والے مہربان ہیں۔

رسول اللہؐ نے علیؑ کو طلب کیا اور گویا ہوئے: "علیؑ! علم اسلام بلند کرو اور خدا کی حمد کرتے ہوئے رحم و شفقت کے ساتھ مکہ میں داخل ہو۔"

علیؑ نے اسلام کا پھریرا لہرایا اور مکے میں داخل ہوئے تو عظیم الشان لشکر کے قدموں سے بلند ہونے والا غبار مکے کی پہاڑیوں پر گھٹاؤں کی طرح چھا گیا۔ اہل مکہ کو اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آتا تھا کہ بے سروسامانی کے عالم میں مکہ سے نکلنے والے محمدؐ اس شان و شکوہ سے مکہ میں داخل ہو رہے ہیں کہ عرب کی تاریخ میں کسی ایک فرد کے گرد اتنی فوجوں کا اجتماع نہیں دیکھا گیا تھا انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ اتنی بے پناہ

Marfat.com

طاقت و اقتدار رکھنے والا فاتح اپنے مفتوحہ علاقے میں اس طرح داخل ہو رہا ہے کہ ہر طرف امن وامان ہے۔ دل خوف اور خدشات سے خالی ہیں ــــ تلواروں کی دھاریں خون سے پاک ہیں اور مکے کی وادیاں رحمت و کرم سے شرابور ہیں۔"

رسول اللہؐ حرم کعبہ میں آئے۔ بہت سے لوگ امان کی جستجو میں بغیر ہتھیار لگائے خانۂ کعبہ کے قریب پر امید نگاہوں سے اس جمال جہاں آرا کو دیکھ رہے تھے جو ایک فاتح سے زیادہ مہربان دوست معلوم ہوتا تھا۔ ان کا ابوسفیان کے کہے ہوئے لفظوں پر یقین پختہ ہو گیا۔ رسول اللہؐ نے کعبہ کی چابی طلب کی جو کلید برداروں نے تھوڑی پس و پیش کے بعد حاضر کر دی۔ رسول اللہؐ نے دروازہ کھولا اور آوازِ رسالتؐ کی گونج چہار جانب پھیل گئی:

"حق آ گیا ــــ باطل مٹ گیا ــــ بلاشبہ باطل مٹنے کی ہی چیز ہے۔"

کعبہ کی دیواروں پر ایستادہ تین سو ساٹھ بت اسی آواز کے ساتھ سرنگوں ہونے لگے۔ دیواروں کے ساتھ ساتھ لگے ہوئے بتوں کی طرف رسول اللہؐ چھڑی سے اشارہ کرتے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ رسول اللہؐ نے بلندی کی جانب نگاہ اٹھائی چھت کے قریب دیواروں کے اوپری حصوں میں قیمتی پتھروں سے تراشے ہوئے بت آویزاں کیے گئے تھے۔ جنہیں پارہ پارہ کرنے کے لیے اونچائی پر جانے کی ضرورت تھی۔ رسول اللہؐ نے پلٹ کر علیؑ کی طرف دیکھا:

"علیؑ! یہاں آؤ" ــــ انھوں نے پکارا۔

"لبیک یا رسول اللہؐ!" ــــ علیؑ قریب آئے۔

رسول اللہؐ نے بلندی پر نصب بتوں کی طرف اشارہ کیا: "علیؑ آؤ! اور میرے شانوں کی بلندی پر سے ان شرک کے نشانوں کو مٹا دو۔"

"بسر و چشم یا رسول اللہؐ!" علیؑ نے تعمیل ارشاد کی اور وہی اصنام

Marfat.com

جن کی کل تک پرستش کی جاتی تھی ـــــ خاک ہو کر بکھرنے لگے۔ رسول اللہ ؐ کے ساتھ علیؑ کی آواز بھی باطل کے مٹ جانے کا اعلان بن گئی ـــــ "حق آ گیا ـــ باطل مٹ گیا ـــ بلاشبہ باطل مٹنے ہی کی چیز ہے"۔

"علیؑ! خود کو کس مقام پر پاتے ہو؟" رسول اللہ ؐ نے اپنے شانوں پہ بلند علیؑ سے استفسار کیا۔

"یا رسول اللہ ؐ! عرش اعظم بھی مجھے پست معلوم ہو رہا ہے" ـــــ علیؑ نے متحیّر لہجے میں جواب دیا۔

رسول اللہ ؐ کے دلنشیں لبوں پر ایک دلآویز تبسم چمکا ـــــ "علیؑ! تمہارے کیا کہنے کہ تم حق کا کام کر رہے ہو اور میں نے حق کا بوجھ اٹھا رکھا ہے"۔

رسول اللہ ؐ کے عزم و ارادے کی عملداری ہر طرف قائم ہو گئی ـــــ خانۂ خدا کی تطہیر نے خدائے بزرگ و برتر کی وحدانیت کا اعلان کر دیا۔ طعنہ دینے والی زبانیں خاموش، ایذا پہنچانے والے ہاتھ بے بس ـــــ اور حقارت سے دیکھنے والی نگاہیں فرش ہو چکی تھیں۔ ہنسی اڑانے والے غم میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے سردار اس منظر کی تاب نہ لاتے ہوئے مکہ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

خانۂ خدا کی تطہیر ہو گئی تو محبوب خدا نے شکر خداوندی میں اپنی نورانی جبیں خاک پر رکھی کہ اس کے شکر کا حق ادا ہو، جس نے صبر و استقامت کو دوام بخشا تھا۔ جس نے حوصلوں کو ہمیشگی عطا کی تھی ـــ جس نے عزم و ارادے میں پختگی کو سمویا تھا۔ اور جس نے اپنے محبوب بندے کی کاوشوں کو تکمیل تک پہنچایا تھا۔

نمازِ شکرانہ کے بعد رسول اللہ ؐ نے چابی کلید برداروں کو واپس کر دی تو انکے دل اس فراخدلی کے سامنے جھک گئے۔ رسول اللہ ؐ صحن حرم میں پہنچے اور اہل مکہ کو مخاطب کیا۔ رسول اللہ ؐ کے لفظ صرف اہل مکہ کے لیے ہی نہیں تھے۔ یہ لفظ بنی نوع

Marfat.com

انسان کے لیے بھی تھے۔ یہ جذبے، یہ قدریں اور یہ روایتیں ــــ جن کی داغ بیل اس عظیم فاتح نے اپنے حسنِ عمل سے رکھی تھی ــ قیامت تک کے لیے اصولِ اسلام بن کر زندہ و تابندہ ہو گئے۔

"اے اہلِ مکہ! ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس نے اپنا سچا وعدہ پورا کیا ــــ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو متفرق کر دیا ــــ سارے فخر و غرور، سارے انتقام اور قدیم خون بہا ــــ میرے قدموں تلے ہیں ــــ صرف حجاج کی آب رسانی اور حرم کعبہ کی تولیت اس سے مستثنٰی ہے ــــ

اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور ــ نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا ہے ــ تمام لوگ آدمؑ کی نسل سے ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔ خدائے بزرگ و برتر قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

"لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ــ تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ آپس میں ایک دوسرے کی پہچان ہو جائے۔"

لیکن خدا کے نزدیک شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ پس خدا دانا اور واقفِ حال ہے۔"

خطبہ تمام ہوا تو رسول اللہ صلعم نے اپنے گرد جمع ہو جانے والے مجمع سے پوچھا: (جن کی آنکھوں کا خوف ان کے تذبذب کا حال کہہ رہا تھا) "اے اہل قریش! تم جانتے ہو کہ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں!"

چہار جانب سے ایک ہی صدا سنائی دی: "آپ کریم ابن کریم ہیں آپ کے پاس ہمارے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے۔"

نماز کا وقت قریب آیا تو بلالؓ کی خوش الحانی سے مکے کی فضائیں جھوم

اٹھیں۔ برسوں بعد خانۂ خدا میں خدائے ذوالجلال بزرگ و برتر کا نام اپنی تمام تر عظمتوں اور لاانتہا برکتوں کے ساتھ گونج اٹھا۔ پیشانیوں میں مچلتے ہوئے سجدے صحنِ حرم میں نثار ہو ــــ ہو گئے۔

نماز تمام ہوئی تو رسول اللہ ؐ مقامِ صفا پر ایک بلند جگہ پر تشریف فرما ہوئے۔ جو لوگ اسلام قبول کرنے پر بہ دل و جان آمادہ تھے ــــ انہیں کلمہ پڑھا کر بیعت لینے لگے۔ مردوں کے بعد عورتوں کی باری آئی تو ان سے اس طریقے سے بیعت لی گئی کہ رسول اللہ ؐ پانی کے لگن میں ہاتھ ڈبو کر نکال لیتے ــــ اس کے بعد عورتیں اسی لگن میں ہاتھ ڈبو کر اقرار کرتیں۔ جس سے بیعت کی تکمیل ہو جاتی۔

رسول اللہ ؐ نے پندرہ دن تک مکے کے تمام انتظامات مکمل کرنے کے بعد معاذ بن جبل ؓ کو مقرر کیا کہ لوگوں کو احکاماتِ اسلام کی تعلیم دیں۔ عتاب بن اسید ؓ کو حاکم بنایا اور مدینے کی جانب روانہ ہو گئے۔ اس عظیم فاتح کی مانند جس نے ملک و ملت کے ساتھ ــــ دلوں پر بھی فتح پائی تھی۔

اس سنہری فتح کا چرچا چہار جانب گونج اٹھا۔ قریش کی یہ ذلت آمیز رسوائی سننے والوں کو ناقابل یقین معلوم ہوتی تھی کہ ایک ایسا شخص ــــ کہ کل تک جس کی آواز سننے والا کوئی نہیں تھا آج اس کی صدا کی گونج سارے عالم عرب میں سنائی دے رہی تھی۔ قریش میں تو اب تابِ مقاومت رہی ہی نہیں تھی ــــ اس لیے انہوں نے مجبوراً خاموشی اختیار کر لی تھی۔ لیکن ارد گرد کے کچھ ایسے قبائل، جن کے دلوں میں حسد نے آگ لگا رکھی تھی ــــ مسلمانوں سے ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ انہیں یہ بھی اندیشہ تھا کہ اگر انہوں نے مسلمانوں پر اپنی دھاک نہ بٹھائی تو ممکن ہے کہ قریش کے بعد مسلمان ان کی جانب رخ پھیر لیں۔ ◻

Marfat.com

باب (۴۰)

مکّہ اور طائف کے درمیان اونچی نیچی گھاٹیوں اور نشیب و فراز سے اٹی ہوئی وادی کا نام حنین تھا — قبیلہ ہوازن اور ثقیف کے حسد اور نفرت نے انھیں جنگی تیاریاں کرنے پر اکسایا۔ انھوں نے اوطاس کو اپنا مستقر بنالیا اور اپنی بستیاں ویران کر دیں۔ وہ اپنے ہمراہ عورتوں اور بچوں کو بھی لے آئے اور گھر کے گھر خالی کر دیے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن معرکہ برپا کرنا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ عورتوں اور بچوں کی موجودگی ان کے لیے غیرت کی ایک حدِ فاصل بن جائے گی کہ اسے پھلانگ کر فرار ہونے کی تہمت کا داغ کوئی بھی اپنے دامن پر لینا پسند نہیں کرے گا۔ قبیلہ ہوازن کے نوجوان سردار مالک ابن عوف کو سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ جس نے ضروری تیاریوں کے بعد مکے کی جانب پیشقدمی شروع کر دی۔

رسول اللہؐ کو اس کی اطلاع برابر پہنچ رہی تھی۔ ان کی تیاریوں اور پیش قدمی کے بارے میں تصدیق کر لینے کے بعد اعلان جہاد کر دیا گیا۔ اس مرتبہ وہ نومسلم بھی جنگ

Marfat.com

کے لیے تیار ہو گئے تھے جو فتح مکہ سے متاثر ہو کر اسلام لاتے تھے اور اپنی محدود سوچ کے سبب یہ سمجھتے تھے کہ جنگ محض مالِ غنیمت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ان کی تعداد تقریباً دو ہزار تھی۔ دیگر قبائل اور مسلمانوں کی شمولیت سے تعداد میں اضافہ ہوا اور مختلف قبائل کو شناخت کے لیے چھوٹے چھوٹے نشان دیدیے گئے۔ جب کوچ کا وقت آیا تو انسانوں کا یہ عظیم الشان اجتماع لہریں لیتا ہوا سمندر معلوم ہوتا تھا۔ جہاں تک نگاہ جاتی تھی ــــ ہتھیاروں کی چمک اور جوش و جذبے کی چکا چوند تھی۔ جسے دیکھ کر ابو بکرؓ فخر و نازش کے لہجے میں بولے: "یا رسول اللہؐ! آج ہم قلتِ افواج کی وجہ سے مغلوب نہیں ہونگے ــــ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے؟"

رسول اللہؐ کی فراخ پیشانی پر شکن آئی ــــ "خدائے بزرگ و برتر کے کرم و عنایت پر فتح کا انحصار ہے۔ اس کا قلت و کثرت سے کوئی تعلق نہیں" ــــ انھوں نے قدرے ناپسندیدگی سے کہا اور چند آیاتِ قرآنی کی تلاوت کی۔ جن کے مفہوم میں رضائے پروردگار اور اس کے کرم و رحم پر ہی ہر شے کے موقوف ہونے کا تذکرہ تھا۔

پیش قدمی جاری ہوئی تو مجاہدوں کے اس انبوہِ کثیر کے قدموں کی دھمک سے زمین ہلنے لگی ــــ راہ چلتے حیرت سے رُک رُک کر اس لشکر کے شان و شکوہ کو دیکھنے لگے۔ کبھی وہ وقت تھا کہ اسلام چند بے سروسامان لوگوں کا نام تھا۔ لیکن آج اس کی عظمت و شوکت پر نگاہ نہیں ٹکتی تھی۔ راہ کی مشکلات آسان ہوئیں اور وادی حنین کی صورت نظر آئی۔ مسلمانوں نے ابھی وادی کا پوری طرح سے جائزہ بھی نہیں لیا تھا۔ ابھی سب کو اپنے اپنے مقام کی خبر بھی نہیں ہوئی تھی ــــ ابھی سفر کے تھکے ہوؤں کے سانس بھی ہموار نہیں ہوئے تھے کہ دشمن کی خونخوار تدبیر چاروں جانب سے حملہ آور ہو گئی۔

وادیٔ حنین کے گرداگرد پہاڑوں اور دروں میں چھپے ہوئے تیر اندازوں نے

Marfat.com

اس شدت کے ساتھ تیر برسائے کہ مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی۔ ہراول دستے میں وہی نومسلم شامل تھے جنہیں قوت ایمانی سے زیادہ رسول اللہؐ کی فتوحات اور کامرانی نے اسلام لے آنے پر مجبور کر دیا تھا کیونکہ انہیں یہ احساس ہو گیا تھا کہ اسلام نے اس قدر غلبہ حاصل کر لیا ہے کہ اب اسے اختیار کر لینے میں ہی عافیت ہے۔ ان کے پاس کوئی خالص جذبہ، کوئی بلند مقصد اور جہاد کی اعلیٰ قدروں کا شعور نہیں تھا۔ انہیں جان سے بڑھ کر کچھ عزیز نہیں تھا ـــ وہ ایمان کی اس منزل پر نہیں تھے جہاں مقصد ہی سب کچھ نظر آتا ہے۔ وہ تیروں کی اس بارش کے مقابل لمحے بھر کو بھی نہیں ٹھہر سکے اور فوراً ایک دوسرے کو روندتے ہوئے پلٹ پڑے ـــ پیچھے آنے والوں کو صحیح طرح سے معلوم بھی نہ ہو سکا کہ آگے جانے والوں پر کیا افتاد آن پڑی ہے لیکن افراتفری ایسی تھی کہ ہر ایک کو اس عالم میں اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں تھی۔ جس کا منہ جس طرف اٹھتا تھا ـــ وہ اسی طرف بھاگا چلا جاتا تھا اور قبیلۂ ہوازن و ثقیف تھے کہ انہوں نے ان بھاگتے ہوئے مسلمانوں کو جنہیں ہاتھوں میں تھامے ہوئے ہتھیاروں کے استعمال کا حوصلہ بھی نہیں تھا۔ اپنے تیروں اور تلواروں کی زد پر رکھ لیا تھا۔ ہر طرف چیخ و پکار کی صدائیں بلند ہوئیں ـــ گرد و غبار پھیل گیا ـــ اور لہو کی پھوار سی پڑنے لگی ـــ اس افراتفری اور نفسانفسی کے نازک ترین لمحوں میں ایک آواز کا عزم و استقلال ہر آواز پر چھا رہا تھا:

"میں محمدؐ ہوں ـــ عبدالمطلب کا بیٹا!

میں محمدؐ ہوں ـــ دو ذبیحوں کا فرزند!

میں پیغمبرؐ ہوں ـــ اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔"

جب ہر طرف الامان ـــ الامان! ـــ النجات! ـــ النجات کی پکار سنائی دے رہی تھی تو رسول اللہؐ ثابت قدمی سے اپنی جگہ پر قائم تھے۔ عباس بن عبدالمطلبؓ

نے رکاب تھام رکھی تھی۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلبؓ دوسری جانب تھے اور شجاعتوں کی تاریخ رقم کرنے والے علیؑ سواری کے عین سامنے سپر بنے شعلہ مستعجل کی مانند متحرک تھے۔ ذوالفقار برقِ تپاں معلوم ہوتی تھی ــــ کوئی ذرا بھی رسول اللہؐ کی جانب متوجہ ہوتا تو علیؑ کی تلوار نہ اسے آگے بڑھنے دیتی ــــ نہ پلٹ کر فرار ہو جانے کا موقع دیتی۔

علیؑ کے بھائی عقیل ابن ابیطالبؑ رسول اللہؐ کے چچازاد ربیعہ ابن حارث، قثم بن عباسؓ، فضل بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلبؓ اور اُمِّ ایمن کے بیٹے ایمنؓ ــــ حملہ کرنے والوں سے بری طرح الجھے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ ایمنؓ مشرکین کی تلواروں کا نشانہ بن گئے۔

اُحد کا سناٹا چہار جانب چھا رہا تھا ــــ کوئی مسلمان بھی تو رسول اللہؐ کی آواز پر پلٹ کر نہیں دیکھتا تھا۔ جسے دیکھ کر رسولؐ کا قلبِ اطہر حزیں و رنجور ہو رہا تھا۔ خدائے لم یزال نے تو انہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑا تھا۔ لیکن جانثاری کا دعویٰ کرنے والوں کو آج اپنی جان ہر شے سے بڑھ کر عزیز معلوم ہو رہی تھی۔ دشمن کے حوصلے بلند ہو رہے تھے ــــ وہ چاروں جانب سے بڑھ بڑھ کر مسلمانوں کی بزدلی کا مذاق اڑا رہے تھے۔ ان کے فرار پر طنز کر رہے تھے۔

طنز کے نشتروں اور طعنوں کے تیروں کا رخ مسلمانوں کی جانب نہیں تھا بلکہ ان کا نشانہ دینِ اسلام تھا ــــ ان کی یہ دریدہ دہنی اور چیرہ دستیاں رسول اللہؐ کو بہت شاق گزر رہی تھیں۔ انھوں نے اپنی رکاب کے ساتھ کھڑے ہوئے چچا عباسؓ سے کہا:

"عمِ محترم! آپ کو اللہ تعالیٰ نے بلند آواز اور طویل قامتی عطا کی ہے۔ آپ مہاجرینؓ و انصار کو پکاریے ــــ شاید ان کے دلوں میں سوئی ہوئی غیرتِ اسلامی بیدار ہو اور

Marfat.com

وہ پلٹ آئیں۔ ان کا فرار دین اسلام کے لیے ننگ و عار ہے۔"

"بسر و چشم یا رسول اللہؐ!" عباسؓ نے مستعدی سے کہا ــــ اور برستی ہوئی تلواروں میں دُور دُور تک نگاہ دوڑاتے ہوئے بلند آواز میں پکارے: "اے گروہِ انصار! اے گروہِ مہاجرین! اے بیعتِ رضوان والو! ــــ اے بدر اور خندق والو! اپنے عہد کو فراموش نہ کرو! ــــ اور اپنے نبیؐ کی طرف لوٹ آنے میں تقدم اختیار کرو" ــــ عباسؓ کی آواز ہوا کے دوش پر چلی پھیلی اور دُور دُور تک پہنچی۔ افراتفری میں گرد و پیش کو فراموش کر دینے والوں کی سماعت میں اتری اور ان کے ضمیروں کو جھنجھوڑ گئی ــــ ایسے دل جو اس خود فراموشی کے عالم میں اپنا آپ بھلا چکے تھے۔ ہوش میں آئے۔ اپنے اس فعلِ قبیح پر شرمسار ــــ ندامت میں ڈوبے ــــ لبیک لبیک کی صداؤں کے ساتھ اپنے مرکز کی طرف پلٹے۔

فرار ہونے والے ایک ایک کر کے لوٹنے لگے ــــ لیکن بکھری ہوئی فوج کو مجتمع کر کے بلند حوصلہ دشمنوں کے خلاف صف آرا کرنا اب ممکن نہیں رہا تھا۔ ان کی سابقہ کمزوری اور بزدلی نے رسول اللہؐ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ چاروں طرف سے یلغار کرتے ہوئے دشمنوں کی ہمتوں کو دیکھتے ہوئے رسول اللہؐ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اب ان کا مقابلہ ہتھیاروں کے بجائے روحانی قوت سے ہی کیا جا سکے گا۔

دشمنوں کی پیشانیوں کو شکستِ فاش سے داغنے کے لیے رسول اللہؐ نے اپنے پہلو میں کھڑے اپنے چچازاد ابوسفیان سے کہا ــــ "برادرِ عم! زمین سے مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر مجھے دو!"

ابوسفیان نے جھک کر کنکریوں سے مٹھی بھری اور رسول اللہؐ کے ہاتھ میں دیدی ــــ رسول اللہؐ نے وہ مٹھی بھر کنکریاں یلغار کرتے ہوئے دشمنوں کی سمت اچھالیں اور غضبناک لہجے میں پکارے ــــ "شاہت الوجوہ!" (خدا

تمہارے چہروں کو مسخ کرے) معبودِ برحق نے اسے قرآن پاک میں اس طرح لکھ دیا:

"حبیبؐ! تم نے کنکریاں ان کی جانب نہیں پھینکی تھیں، وہ کنکریاں تو ہم نے انہیں ماری تھیں۔"

یہ کنکریاں نہیں ایک آفت تھی جو مشرکین پر ٹوٹ پڑی ـــ ایک عذاب تھا جو دشمنوں پر نازل ہوا ـــ ایک قیامت تھی جو ان کی فوجوں پر برپا ہو گئی ـــ تیر و تبر، تلوار و خنجر کا وار تو پلٹایا جا سکتا ہے لیکن اللہ کی جانب سے اتری ہوئی ہولناک آفت کا کوئی جواب مشرکین کے پاس نہیں تھا۔ گرد و غبار نے ان کی بینائیوں کو چاٹ لیا۔ ان کی شجاعتیں سنگسار ہونے لگیں اور ان کی ہمتوں کی بلندیاں آپ سے آپ پستیوں میں بدلنے لگیں ـــ وہ افراتفری جو اب سے کچھ دیر پہلے مسلمانوں پر طاری تھی اب بڑھ بڑھ کر مشرکین کو شکار کرنے لگی۔ انہیں پاؤں جمانے مشکل ہو گئے اور وہ گھبراہٹ میں ایک دوسرے کو روندنے لگے۔

تقریباً سو کے لگ بھگ مسلمان واپس آ گئے اور غیر منظم صورت میں اس تائیدِ ایزدی میں شامل ہو گئے۔ غیب سے نمودار ہونے والی تلواروں نے بھی دشمنوں کو دھکیلنا شروع کیا۔ وہ اس طرح پیچھے ہٹے کہ پھر آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر سکے۔ ان عورتوں اور بچوں کی وجہ سے جنہیں وہ اپنے ہمراہ لے آئے تھے، وہ ان کی اور اپنی جانیں ہی بچا کر فرار ہوئے اور اتنا مالِ غنیمت چھوڑ گئے جو اس سے پہلے کبھی حاصل نہیں ہوا تھا۔

دشمنوں سے میدان خالی ہو گیا ـــ مسلمان سنبھلے، فرار ہو جانے والے لوٹ لوٹ کر آنے لگے۔ مالِ غنیمت اور اسیروں کو اکٹھا کیا گیا۔ جن میں چھ ہزار اسیر، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی مقتولین تقریباً ستر تھے۔ انہیں ایک مقام پر جمع کیا گیا تو لوگوں نے حیرت سے کشتوں کو دیکھا۔

Marfat.com

ان میں سے اکثر اس طرح قتل ہوئے تھے کہ تلوار کے کاری وار نے انہیں دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ پہچاننے والے پہچان گئے کہ یہ کس کے ہاتھ کی صفائی ہے۔ لیکن وہ نئے لوگ جو پہلی بار کسی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ ان کے متحیر ذہنوں کی تشفی کے لیے رسول اللہؐ گویا ہوئے:

"یہ وار تو ہمارے علم بردار علیؑ کی شناخت ہیں۔ ان کی شمشیر جس کے بدن کو چھو جائے اس کا دو ٹوک فیصلہ کرتی ہے۔"

صحابہؓ میں سے کوئی آگے بڑھا اور خوشی سے سرشار لہجے میں بولا "یارسول اللہؐ غنائم کی اتنی کثرت ہے کہ اب مسلمانوں کے گھروں سے فقر و فاقہ رخصت ہو جائے گا۔"

"ہاں! ہمیں اس کے لیے اپنے پروردگار کی رحمت و عنایت کا شکر گزار ہونا چاہیے"۔۔۔ رسول اللہؐ نے متانت سے انہیں ان کا فریضہ یاد دلایا۔

"یارسول اللہؐ! مالِ غنیمت کی تقسیم کا عمل کب شروع کیا جائے گا" کسی نومسلم نے بے صبری سے سوال کیا۔

"غنائم کو مقام جعرانہ میں محفوظ کر دیا جائے۔ جب تک کہ ہوازن والوں کا کوئی فیصلہ نہیں ہو جاتا" مالِ غنیمت تقسیم نہیں ہو گا۔ ہمیں خبر ملی ہے کہ ہوازن اور ثقیف والوں نے طائف اور اوطاس میں اجتماع کیا ہے"۔۔۔ رسول اللہؐ نے ہدایات دیں۔

"یارسول اللہؐ! مالک بن عوف نے طائف کو اپنا مستقر بنایا ہے اور اپنی فوج کی از سر نو تنظیم کر رہا ہے۔ طائف کا قلعہ اور شہر پناہ ان کے لیے محفوظ سائبان ثابت ہو رہی ہے" کسی نے اطلاعات فراہم کیں۔

"ہم منجنیقوں سے ان کے یہ حفاظتی بند توڑ دیں گے" سلمان فارسیؓ نے جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر کہا۔

Marfat.com

"ہاں! اس مرتبہ انہیں منجنیق سے سنگباری کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ سلمانؓ کی تجویز معقول ہے"۔ رسول اللہؐ نے سلمانؓ کی تائید کی اور لشکر کی روانگی کا حکم دیا۔

لوگوں نے ہتھیار باندھے اور طائف کی طرف پیش قدمی کے لیے تیار ہوگئے۔

ابھی شہر پناہ کے قریب بھی نہیں پہنچے تھے کہ قبیلۂ ہوازن کے مشاق تیر انداز فصیل پر کھڑے ہو کر تیر برسانے لگے ــــ ان کے نشانے پختہ اور ہاتھ میں صفائی اور مہارت تھی۔ پھر یہ حملہ بغیر کسی پیشگی اطلاع کے کر دیا گیا تھا۔ اسی لیے سامنے آجانے والے بہت سے مسلمان ان تیروں کا نشانہ بن گئے۔

رسول اللہؐ نے یہ صورتِ حال دیکھی تو تیروں کے جواب میں پیچھے ہٹ کر سنگباری کا حکم دیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ منجنیقوں سے فصیل کو نشانہ بنایا جانے لگا۔ رسول اللہؐ نے علیؓ کو بلایا اور ہدایت دی ــــ "علیؓ! اپنے ساتھ کچھ مجاہدین کو لے جاؤ اور طائف و اوطاس کے اطراف و جوانب میں جہاں کہیں بھی کوئی بت کدہ یا صنم خانہ نظر آئے اس کو ویران کر دو! اس سرزمین کو کفر و شرک کی ان نشانیوں سے پاک کر دو۔"

محاصرہ طویل ہوا اور اس دوران چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ اہلِ طائف کے کچھ غلام چوری چھپے بھاگ کر رسول اللہؐ کے پاس آنے لگے۔ تاکہ اسلام کی رحمت و برکت کے سائے تلے پناہ لے سکیں۔ محصورین کو اندازہ ہوگیا کہ وہ زیادہ دیر مقابلہ جاری نہیں رکھ سکیں گے۔ اس میں ان کے لیے تباہی اور زیاں کے سوا کچھ نہیں۔ حالات کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے انھوں نے صلح کا پیغام بھیجا:

"اگر یہ محاصرہ اٹھا لیا جائے تو اہلِ طائف کا ایک وفد مدینے میں آکر بات چیت سے تمام معاملات طے کرنے کے لیے تیار ہے۔"

رحمتِ دو عالمؐ کا مقصد کبھی بھی خون ریزی اور باہمی آویزش نہیں رہا

Marfat.com

تھا۔ وہ پیغمبر امن اور خلقِ عظیم کے حامل تھے۔ انہوں نے مغلوب دشمن کو فراخدلی سے جیت لیا اور محاصرہ ہٹا لینے کا حکم دیدیا۔

جعرانہ میں ابھی تک حنین کی جنگ سے حاصل ہونیوالا مال غنیمت بطورِ امانت رکھا گیا تھا۔ رسول اللہؐ سب سے پہلے جعرانہ میں ہی اترے۔ ہر طرف سرور انبساط کی لہر دوڑ گئی۔ نومسلموں کے لیے یہ صورت حال بیحد ارمان انگیز تھی کہ دُور دُور تک پھیلے ہوئے جانوروں کے ریوڑوں، ہتھیاروں، مال و دولت، کنیزوں اور غلاموں میں انہیں بھی حصہ ملنے والا تھا۔ کمزور ایمان لوگ جن کے لیے مال دنیا ہی سب کچھ تھا، مسرت سے بے قابو ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے مال غنیمت کی تقسیم شروع کی۔

اہل مکہ کی آنکھیں پھٹ گئیں — ان کے دلوں کی مسرتیں سنبھالے نہ سنبھلتی تھیں۔ رسول اللہؐ نے انہیں اتنا کچھ دیا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ جو مسلمانوں کو فقر و فاقہ کا طعنہ دیتے تھے، آج اسلام نے انہیں اس طرح مالا مال کر دیا تھا کہ ان سے یہ دولت سمیٹی نہیں جاتی تھی۔ رسول اللہؐ کی نگاہِ اعجاز نے دلوں کی کیفیتوں کو جانچ لیا۔ نومسلموں کی حرص وطمع کی تسکین کے لیے ان کے دامن بھر دیے۔ ان کی تالیفِ قلب کے لیے انہیں بے پایاں عطا کیا۔ ادنیٰ سے ادنیٰ حیثیت کے مسلمان کو بھی سو اونٹ سے زیادہ دیے گئے۔ اسی وقت کسی نے آ کر کہا — "یا رسول اللہؐ! اشاعر عباس بن مرداس اپنے حصے پر راضی نہیں۔ اس نے آپ کے بارے میں ہجو یہ شعر نظم کیے ہیں اور انہیں جگہ جگہ پڑھتا پھرتا ہے۔"

"کہاں ہے وہ، اسے میرے پاس لاؤ۔" رسول اللہؐ نے حکم دیا۔

ابھی ان لفظوں کی گونج بھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ لوگ عباس بن مرداس کو گھسیٹتے ہوئے لے آئے۔ وہ خوفزدہ اور سراسیمہ دہائی دیتا ہوا چلا آیا۔

"اسے چھوڑ دو!" رسول اللہؐ نے کہا اور اس سے مخاطب ہوئے: "اے

Marfat.com

ابن مرداس! سچ بتا کہ کیا تو نے میرے لیے ہجو یہ اشعار نظم کیے ہیں۔"
اتنے گواہوں کے سامنے وہ انکار نہ کر سکا اور ڈرتے ڈرتے سر کو اثبات میں جنبش دی۔

"علیؑ!" رسول اللہؐ نے علیؑ کی جانب دیکھا — "اسے لے جاؤ اور اس کی زبان کاٹ دو!" چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔ شاعر کا رنگ فق ہو گیا۔ علیؑ تیزی سے اٹھے اور اس کا بازو تھام کر اسے اپنے ہمراہ لے چلے۔

شاعر کا حلق خشک ہو گیا۔ اس نے لرزتے ہوئے پوچھا: "ابن ابیطالبؑ! کیا آپ میری زبان کاٹ دیں گے؟"

"رسول اللہؐ نے جو حکم دیا ہے، میں اس کی تعمیل کروں گا۔" علیؑ نے قطعی لہجے میں جواب دیا۔

شاعر عباس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی — خوف سے اسے جھرجھری سی آ گئی۔ قدم قدم علیؑ کے ساتھ چلتے ہوئے اس نے پھر دہشت زدہ لہجے میں پوچھا: "یا علیؑ! کیا واقعی آپ میری زبان کاٹ دیں گے؟"

"میں نے تمہیں بتایا ہے تاکہ میں رسول اللہؐ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔" — علیؑ نے دوٹوک لہجے میں کہا اور ایک احاطے کے باہر ٹھہر گئے۔

اس کا دروازہ کھولا۔ شاعر نے دیکھا کہ اندر اونٹ ہیں۔ علیؑ نے اس کی طرف دیکھا اور اونٹوں کی طرف اشارہ کر کے بولے — "اے عباس! رسول اللہؐ نے تجھے جتنا حصہ دیا تھا وہ مہاجرین کے برابر تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے تجھے مہاجرین کے شرف میں شریک کر دیا تھا۔ لیکن اگر تجھے یہ اخروی منزلت منظور نہیں تو یہ تیرے سامنے مالِ دنیا ہے — جس قدر چاہتا ہے لے لے، تو آزاد ہے۔"

عباس مبہوت ہو گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی علیؑ کی طرف دیکھتا اور

Marfat.com

کبھی اونٹوں کی طرف ــــ اس کی وہ زبان جو اَب سے کچھ دیر پہلے رسول اللہؐ کے خلاف زہر اگل رہی تھی، بے ساختہ گویا ہوئی: "خدا کی قسم! آپ کس قدر کریم، بُردبار صاحبِ عقل اور نیک کردار ہیں ــــ آپ نے میرے زہریلے لفظوں کا جواب کتنی کریمی سے دیا ہے۔ اب آپ ہی میری رہنمائی کیجیے کہ میں کون سا راستہ اختیار کروں۔"

"بہتر تو یہی ہے کہ تو رسول اللہؐ کے عطا کردہ حصے پر راضی ہو جا اور مہاجرین کے شرف میں شریک رہ کہ اس میں بھلائی بھی ہے۔" علیؓ نے مشورہ دیا۔

"میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ نے مجھے دنیا اور آخرت کی رسوائی سے بچا لیا ہے۔ میری زبان پر اب آپ کے قصیدوں کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔" عباس نے جذباتی لہجے میں کہا اور مطمئن و سرشار واپس ہو گیا۔

مالِ غنیمت کی کثرت کے سبب رسول اللہؐ ابھی تک تقسیم غنائم سے فارغ نہیں ہوئے تھے۔ اسیروں کو بانٹا جا رہا تھا کہ اسیروں میں سے ایک عورت مجمعے کو چیرتی ہوئی آگے بڑھی اور رسول اللہؐ کی سمت دوڑی ــــ لوگوں نے بڑھ کر اسے روکنا چاہا تو وہ دہائی دینے لگی: "لوگو! مجھے رسولؐ کے پاس جانے دو ــــ میں ان کی بہن ہوں!"

لوگوں نے تعجب سے ہاتھ روک لیے اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ آگے بڑھی تو اب کسی نے اسے نہیں روکا۔ سب اس کے قول کی سچائی کو جانچنے کے لیے وقت کا انتظار کرنے لگے ــــ کیونکہ سب کو علم تھا کہ رسول اللہؐ کی حقیقی بہن کوئی نہیں ہے۔

وہ رسول اللہؐ کے قریب پہنچیں اور گلوگیر لہجے میں بولیں۔ "آپ نے مجھے پہچانا نہیں، میں شیماں ہوں۔ آپ کی دایہ حلیمہ سعدیہؓ کی بیٹی۔ مقدر نے یہ وقت دکھایا ہے کہ آپ کی بہن اسیر ہو کر آپ کی خدمت میں آئی ہے۔"

Marfat.com

رسول اللہؐ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنی چادر بچھائی اور عزت و تعظیم کے ساتھ اسے قریب بٹھایا اور التفات و محبت سے حال احوال دریافت کرنے لگے۔ شیما کا دل اس لطف و عنایت سے بڑھ گیا ـــ پیغمبر اسلامؐ سے اس رشتے اور تعلق نے ان کی تکریم میں اضافہ کر دیا۔ وہ احساسِ تفاخر سے سرشار سی ہو گئیں اور بڑے مان سے بولیں ـــ "مجھے فخر ہے کہ آپ میرے بھائی ہیں۔ میں اس نسبت پر جتنا بھی ناز کروں کم ہے۔ آپ رسول اللہؐ ہیں۔ مسلمانوں پر آپ کا حق مسلم ہے۔ آپ اپنی اس غریب بہن کی درخواست کو قبول فرمالیں اور میرے قبیلے کے اسیروں کو آزادی کی نعمت لوٹا دیں۔"

"شیماؓ تمہیں آنے میں دیر ہوئی۔ اب میں بہت سے اسیر مسلمانوں میں تقسیم کر چکا ہوں ـــ تم میری بہن ہو۔ میں تمہاری سفارش پر ان تمام اسیروں کو آزاد کرتا ہوں جو میرے خاندان یعنی بنی عبدالمطلب میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ مگر باقی دوسرے مسلمانوں کی ملکیت بن چکے ہیں۔ ان پر ان کے مالکوں کا حق فائق ہے۔ وہ جو چاہیں ان کے بارے میں فیصلہ کریں۔"

شیماؓ کے چہرے پر مایوسی کے سائے لہرائے۔ وہ ابھی کچھ کہہ نہیں پائی تھیں کہ گرد و پیش میں موجود مسلمان از خود بول اٹھے ـــ "ہمیں بھی رسول اللہؐ کی ہمشیرہ کا اکرام مقصود ہے ـــ ہمارے لیے رسول اللہؐ کے اتباع میں فخر و نجات ہے۔ ہم بھی ان تمام اسیروں کو رہا کرتے ہیں جن کی سفارش شیماؓ نے کی ہے۔"

فرطِ مسرت سے شیماؓ کا چہرہ کھل اٹھا۔ وہ فخر و انبساط سے سر اٹھائے واپس ہوئیں۔ ان کے بھائی نے بہن کا مان رکھا تھا اور اسے اور اس کے قبیلے والوں کو وہ نعمت بخش دی تھی جو انمول تھی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم ہو چکی تو رسول اللہؐ ہاتھ جھاڑ کر اٹھے۔ انہوں نے مالِ غنیمت

Marfat.com

سے خمس بھی علیحدہ کیا تھا جو کل غنیمت کا پانچواں حصہ تھا۔ جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر رسول اللہؐ کا ذاتی حصہ قرار دیا گیا تھا۔ لیکن اس میں سے بھی انہوں نے کچھ نہیں بچایا۔ سب کچھ ضرورت مندوں میں بانٹ کر خود خالی ہاتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس غنیمت میں ان اہل مکہ کو سب سے زیادہ حصہ دیا گیا تھا جو فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے۔ اس سے رسول اللہؐ کا مقصد ان کی حوصلہ افزائی اور ان کے حرص و طمع کی تسکین تھا۔

انصار کو اس غنیمت میں سے بہت کم حصہ ملا جو اُن میں سے بعض کے دلوں میں رنجش بن کر اتر گیا۔ کچھ نے اس کو اپنی توہین خیال کیا اور کچھ نے رسول اللہؐ کی جانب سے بدگمانی کو اپنے دل میں بسا لیا۔

کوئی بولا — "رسول اللہؐ نے قریش کو تو مالا مال کر دیا اور ہمیں ہمارے حق سے محروم رکھا ہے۔"

"مشکلات میں تو ہم کام آتے رہے اور غنیمت کے وقت دوسرے آگے بڑھ گئے" — کسی اور نے گلہ کیا۔

کوئی اور اپنے اندر گھلے ہوئے شکووں کو الفاظ کے حوالے کرتا ہوا بولا — "رسول اللہؐ نے مکے میں اپنی قرابتداریوں کا خوب لحاظ کیا ہے۔ اسی لیے انعام و کرام کی بارش اسی جانب ہوئی ہے۔"

یہ چہ میگوئیاں رسول اللہؐ تک بھی پہنچیں تو شفاف پیشانی پر شکن آئی۔ اپنے ہی لوگوں کی اس تنگ دلی پر رسول اللہؐ کا دل تنگ ہوا۔ انہوں نے انصار کو پیغام بھیجا کہ وہ سب کے سب ایک خیمے میں اکٹھے ہو جائیں۔ یہ اعلان سنکر انصار کا ماتھا ٹھنکا۔ من کے چور اور دل کی گرہ نے انھیں اندر ہی اندر پشیمان کر دیا۔ وہ کچھ متذبذب ہوئے — کچھ ہچکچائے، ایک دوسرے سے پوچھا کہ طلبی کا سبب کیا ہے؟ لیکن کسی کو بھی کوئی علم نہیں تھا۔ جہاندیدہ اور دانش مند لوگ متفکر ہوئے۔

Marfat.com

دل کا چور اور ضمیر کی خلش خجل کرنے لگی۔ وہ ایک ایک کرکے خیمے میں اکٹھے ہوئے لیکن ندامت انہیں اندر ہی اندر کھائے جاتی تھی۔

رسول اللہؐ کو ان کے جمع ہو جانے کی اطلاع ہوئی تو خیمے کے اندر تشریف لے گئے۔ انصار کے دل دھک دھک کرنے لگے۔ احساسِ جرم ندامت کا پسینہ بن کر پیشانیوں پر چمکنے لگا۔ رسول اللہؐ نے نرمی سے انہیں مخاطب کیا ـــ "کیا تم لوگوں نے مالِ غنیمت کی تقسیم پر اعتراض کیا ہے؟"

دلوں کے بھید جاننے والے ـــ نفسوں کے حاکم سے جھوٹ بولنا یا غلط بیانی کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی تھا۔ انکار کی گنجائش نہیں تھی اور اقرار کے سوا چارۂ کار نہیں تھا۔ انہوں نے ندامت سے نگاہیں فرش کیں اور اپنی اس تنگ نظری کا اعتراف کرلیا۔

رسول اللہؐ نے متانت سے کہا ـــ "اے انصارِ مدینہ! بلاشبہ تم لوگوں کی وفاداری ہمیشہ میرے ساتھ رہی ہے۔ تمہاری فداکاری نے میری ہم رکابی کی ہے۔ لیکن اے انصارِ مدینہ ـــ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ پہلے تم گمراہ تھے۔ خدائے بزرگ و برتر نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت دی۔ تم منتشر و پراگندہ تھے۔ خدا نے میرے واسطے سے تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم مفلس و بدنام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے وسیلے سے تمہیں توانگر و نیک نام کیا۔"

انصار کے چہرے اتر گئے ـــ ندامت کے بھاری بوجھ نے ان کی گردنیں جھکا دیں اور اقرار میں زبانیں گویا ہوئیں ـــ "یا رسول اللہؐ بلاشبہ آپ نے اپنی زبانِ صدق سے ایک ایک حرف سچ کہا ہے۔"

"تو اے انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ تو اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تمہارے لیے خدا کا رسولؐ ہو جس کے ساتھ تم اپنے شہر میں واپس آؤ! یا مالِ غنیمت

اپنے لیے پسند کر لو اور خدا کے رسولؐ سے دستبردار ہو جاؤ۔"

رسول اللہؐ کے لفظ ابھی تمام نہیں ہوئے تھے کہ بے ساختہ ہچکیوں کے ساتھ چہار جانب سے صدائیں بلند ہونے لگیں ــــ "نہیں! نہیں ــــ نہیں! ہمیں صرف خدا کا رسولؐ چاہیے ــــ

ہمیں مالِ غنیمت سے نفرت ہے۔ ہمیں صرف خدا کا رسولؐ چاہیے ــــ

یا رسول اللہؐ! ہماری تقصیر معاف کیجیے۔ ہم صرف اس کو پسند کرتے ہیں کہ خدا کا رسولؐ ہمارا ہو جائے۔"

آنسوؤں میں شرابور ــــ خلوص میں لتھڑی ہوئی ان آوازوں نے ان قلوب کا حال کہہ دیا جو اپنی روشنی میں سیاہیوں کے مل جانے پر بے حد پشیمان اور مجل تھے۔ نفسوں کا حال جاننے والے رسول اللہؐ نے ان کے نفسوں کا تزکیہ ہوتے ہوئے دیکھا تو انہیں تسلی دی اور ان کا حوصلہ بڑھایا:

"اے گروہِ انصار! میں تم پر راضی ہوں ــــ تمہاری قربانیوں کی قدر کرتا ہوں، لیکن تم مالِ دنیا کی محبت کو اپنے دلوں میں اِس قدر جگہ مت دو کہ تمہارے خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت تمہارے دلوں سے ہجرت کر جائے ــــ اہلِ مکہ نومسلم ہیں۔ انہیں کسی جذبے نے نہیں، اسلام کی قوت و اقتدار نے مسلمان بنایا ہے۔ وہ سیکھتے سیکھتے ہی اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہوں گے۔ ابھی ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں اسلام کی جانب مائل رکھا جائے ــــ مال و منال اور داد و دہش انکی حوصلہ افزائی کی ایک کڑی ہے۔"

انصارِ مدینہ کی پشیمانیاں دور ہو گئیں۔ مادرِ وطن کے حصول کے باوجود رسول اللہؐ کا ان کے شہر کو اپنی رہائش کے لیے منتخب کر لینا ــــ ان کے لیے اتنا بڑا اعزاز تھا کہ اس کے سامنے دنیا کی ہر شے ہیچ نظر آتی تھی۔ رسول اللہؐ کے لفظوں نے انکی تالیفِ قلب

Marfat.com

کردی تھی۔ وہ خیمے سے نکلے تو شاداں و فرحاں تھے۔ ندامت کے آنسوؤں نے دلوں کا بوجھ ہلکا کر دیا تھا۔ ان کے سر فخر سے بلند تھے کہ ان کا شہر نبیؐ کا شہر ہے جو خدائے بزرگ و برتر کا محبوب و محترم پیغمبر ہے۔

رسول اللہؐ تمام امور سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مدینے کی جانب لوٹ آئے۔ انہی دنوں اہلِ طائف کی جانب سے ایک وفد ضروری بات چیت کے لیے آیا اور بالآخر اہلِ طائف کے ساتھ وہ معاہدہ طے پا گیا۔ جس کی رو سے وہ اسلام قبول کرنے پر راضی ہو گئے ــــ اسی سال ماریہ قبطیہؓ کے ہاں فرزند رسولؐ ابراہیمؑ کی ولادت ہوئی جو کچھ عرصہ بعد انتقال کر گئے۔ ▫

Marfat.com

باب (۴۱)

مالِ غنیمت کی فراوانی نے مسلمانوں کے گھر بھر دیے ــــ فقر و فاقہ رخصت ہوا اور خوشحالی دہلیز پر آن کھڑی ہوئی۔ اسلام کی خاطر قربانیاں دینے والوں کو فراوانی و شادمانی کی نعمتیں میسّر آئیں ــــ ہر گھر کے رہن سہن اور سماجی مرتبے میں بھی انقلاب آیا ــــ عورتیں اچھے لباس پہننے لگیں۔ زیب و زینت کی طرف بھی توجہ ہوئی۔

لیکن مدینے میں دو گھر ابھی تک ایسے تھے، جنہوں نے اپنی خوشحالی و فراوانی کو اُمّت میں بانٹ دیا تھا ــــ اپنے حصّے کے سارے سُکھ مسلمانوں کی جھولی میں ڈال دیے تھے اور خدا کی رضا کے لیے فقر و فاقہ کو ہی پسند کیا تھا۔

مسجدِ نبوی ص کے سائے میں وہ دونوں گھر رسول اللہ ص اور ان کی اکلوتی بیٹی فاطمہ ع کے تھے ــــ فاطمہ ع کے شوہر علی ع میدانِ جہاد میں مجاہدین کا حوصلہ اور شجاعت کی شان تھے۔ وہ اگلی صفوں میں لڑنے والے، دشمنوں سے فتح و نصرت چھین لینے والے تھے۔ ہر معرکے میں ان کے مقتولوں کی تعداد کل فوج کے مقتولوں کی تعداد سے

Marfat.com

بھی زیادہ ہوتی تھی۔ اسی لیے ان کا حصّہ بھی مالِ غنیمت میں سب سے بڑھ کر ہوتا تھا ___ لیکن جب وہ گھر پہنچتے تھے تو ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے کرتے ان کے پاس اتنا ہی رہ جاتا تھا جس سے ایک وقت کا کھانا مہیا ہوسکے اور دوسرے وقت کے لیے تلاشِ معاش کی فکر کرنی پڑے۔

فاطمہؑ اپنے شوہر کی اس کریمی اور جود وسخا پر مسرور ہوتیں اور اکثر اوقات وہ سوکھی روٹی بھی کسی سوال کرنے والے حاجتمند کو دے دیتیں جو ان کے اور ان کے بچوں کے لیے رکھی ہوتی۔

لیکن رسول اللہؐ کے گھر میں ہر مزاج اور ہر قبیلے کی خواتین موجود تھیں جنہوں نے زوجیتِ رسولؐ کا شرف پایا تھا۔ ان میں سے بعض اپنے اپنے قبیلوں کے سرداروں کی بیٹیاں تھیں۔ انہیں اس فقر و فاقہ کو اپنانا دشوار معلوم ہوتا تھا۔ مدینے کی خواتین کے اچھے لباس اور خوشحالی حسد کو بھڑکانے لگی اور ان کے نفسوں میں پراگندہ خیالی راہ پانے لگی۔ اس طرزِ زندگی اور فقر و فاقہ کے خلاف احتجاج کرنے کے لیے ازدواج میں سے عائشہؓ اور حفصہؓ نے باہمی گٹھ جوڑ کیا اور گھر کی فضا میں قدرے ناگواری کے آثار ظاہر ہونے لگے ___ معمولی باتوں کو مسئلہ بنا کر پیش کیا جانے لگا اور دیگر ازدواج کے ساتھ شکر رنجیاں بڑھنے لگیں۔ رسول اللہ کبیدہ خاطر ہوتے۔ گھریلو سکون کے فقدان نے ذہن پر بوجھ بڑھایا تو خدائے بزرگ و برتر کو اپنے محبوب کی افسردگی اور ذہنی پریشانی گوارا نہ ہوئی ___ فخرِ انبیاء کی ناراضگی پر بارگاہِ خداوندی میں برہمی کے آثار نمودار ہوئے اور جبرئیل امینؑ تادیبی آیات لیکر اترے، جن میں حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی ازواج کی مثال دیکر انجام سے ڈرایا گیا:

"اگر تم دونوں خدا کی بارگاہ میں توبہ کرلو ___ تو یہ بہتر ہے۔ کیونکہ تمہارے دل کفر و ضلالت کی طرف مائل ہو چکے ہیں اور اگر پیغمبرؐ کی مخالفت

Marfat.com

میں تم گٹھ جوڑ کر لوگی ــ تو یاد رکھو' خدا ' جبرئیلؑ اور صالح المومنین پیغمبرؐ کے مددگار ہیں ــ اس کے علاوہ تمام فرشتے رسول اللہؐ کے مددگار ہیں ــ اگر پیغمبرؐ تمہیں طلاق دیدیں تو خدا انہیں تم سے بہتر بیویاں عطا کرے گا ــ جو مسلمہ ' مومنہ ' فرمانبردار' تائبہ' عبادت گزار' روزہ دار' بیاہی ہوئی اور کنواری ہوں گی۔" (سورۂ تحریم)

ان آیات نے ازدواج کو عرقِ ندامت میں تر ابور کر دیا۔ جلالِ خداوندی نے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا ــ آنسوؤں سے اپنے دامن کے داغوں کو دھوتے ہوئے انہوں نے پشیمانی سے سر جھکا کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا تو رسول اللہؐ کی شفاعت نے انہیں سہارا دیا ــ خلق عظیم کے پیکر نے ان کی کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیا۔ عفو و درگزر نے ان کے جرم کی سنگینی کو فراموش کر دیا۔

تھوڑا عرصہ سکون سے گزرا۔ اس سخت تادیب نے عائشہؓ و حفصہ کو دوسری ازواج کی نگاہوں میں قدرے بے وقعت کر دیا تھا۔ اس نے انہیں مضطرب کر رکھا تھا۔ اب انہوں نے باتوں باتوں میں دوسری ازواج کو اپنا ہم خیال بنانا شروع کیا ــ کچھ نے ہاں میں ہاں ملائی ــ لیکن ام سلمیٰؓ، میمونہؓ اور صفیہؓ نے ان سے علٰحدہ رہنے میں ہی عافیت سمجھی۔

اس گٹھ جوڑ سے گھریلو سکون پھر برہم ہو گیا۔ معمولی باتیں مسئلے بننے لگیں ــ رسول اللہؐ کے شب و روز پر اعتراض ہونے لگا ــ ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے پُکارا جانے لگا ــ رسول اللہؐ ایک حجرے میں جاتے تو انہیں ایک بات سنائی جاتی ــ دوسرے حجرے میں جاتے تو کوئی اور مسئلہ کھڑا ہو جاتا۔ تیسرے میں داخل ہوتے تو کچھ اور شکایتوں کا سامنا کرنا پڑتا ــ یہاں تک کہ رسول اللہؐ نے کچھ چیزیں خود پر حرام کر لیں۔

Marfat.com

ان کا ذہنی سکون جاتا رہا۔ شب و روز کی شکایتوں نے انہیں رنجیدہ کیا۔ ازدواج کی دنیا داری اور نمائش پسندی نے ان کے قلبِ مطہر کو صدموں سے دوچار کیا۔ خلقِ عظیم کے علمبردار نے اپنے مہربان لبوں پر کوئی درشت لفظ لائے بغیر ازدواج سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور ایک علیحدہ مکان میں ان سب سے الگ رہنے لگے۔

اپنے ہی گھر میں ہونے والی اس سرد جنگ نے انہیں مغموم کر دیا۔ خدیجہؓ کی یاد نے انہیں اور دلگرفتہ کیا۔ جو اپنی امارت اور شان و شوکت کو تج کر فقر و فاقہ پر خوش دلی سے راضی ہو گئی تھیں۔ شعب ابی طالبؑ میں مقاطعے کی سختیوں اور فاقوں میں بھی نہ ان کی پیشانی پر شکن تھی ـــ نہ دل میں ملال! ـــ نہ رویے میں ناگواری نہ محبت میں کمی ـــ لیکن اب تو ازواج ان سے بہتر حالت میں بسر کر رہی تھیں۔ مگر پھر بھی راضی نہیں تھیں۔

یہ ایک اپنی نوع کا عجیب واقعہ تھا جس کی شہرت فوراً ہی مدینے میں ہو گئی۔ منافقوں نے مشہور کر دیا کہ رسول اللہؐ نے اپنی ازدواج کو طلاق دیدی ہے۔ ازدواج کو اب معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا ـــ اپنی کوتاہیاں یاد آئیں ـــ لوگ انہیں ملامت کرنے لگے ـــ عمر، ابوبکر اور دوسری ازواج کے قریبی رشتہ دار سخت پریشان ہوئے۔ بعض رسول اللہؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس بالاخانے پر جمع ہونے لگے جہاں رسول اللہؐ اقامت پذیر تھے لیکن کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔

اس علیحدگی اور گوشہ نشینی کو تقریباً انتیس یا تیس دن گزر گئے ـــ مسلمانوں کے دل میں پریشانی نے گھر کر لیا۔ غیر یقینی صورتِ حال ازدواج کے لیے تازیانۂ عبرت بن گئی ـــ ندامت اور پریشانی نے انہیں چور چور کر دیا ـــ ان کے دن اور راتیں آنسوؤں میں بسر ہونے لگیں۔ کچھ بھی واضح نہیں تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے ـــ

Marfat.com

یہ اندیشہ سوہانِ روح تھا کہ کہیں وہ تعلق اور نسبت ہی نہ ٹوٹ جائے ــــ جس نے انہیں عالمِ نسواں میں عزت و شرف کا مالک بنا دیا تھا۔

ایک روز رسول اللہؐ بالاخانے سے نیچے تشریف لائے۔ مسلمانوں کے دل دھڑکنے لگے۔ انہوں نے گھر کی جانب قدم بڑھائے ــــ تو ازدواج نے خجالت و پشیمانی سے سر جھکا لیے ــــ نگاہیں اٹھائے نہیں اٹھتی تھیں۔ رسول اللہؐ نے متانت سے سب کو مخاطب کیا:

"مجھے جس حکم کا انتظار تھا، وہ جبریل امینؑ لے آئے ہیں۔ قادرِ مطلق نے اپنے امر سے مجھے فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے ــــ یہ حکم خداوندی تم سب کے لیے ہے ــــ تمہارے لیے راستہ واضح ہے اور انتخاب کا اختیار تمہیں حاصل ہے ــــ تم اپنے لیے جو کچھ چننا چاہو ــــ چن لو!"

رسول اللہؐ نے تھوڑا توقف فرمایا تو ازدواج کے دلوں کی دھڑکنیں رکنے لگیں ــــ جان لبوں پر آگئی اور آنے والا لمحہ موت اور زندگی کا سوال بن کر ان کے سامنے آن کھڑا ہوا ــــ رسول اللہؐ نے وہ آیات قرآنی تلاوت فرمائیں جو امینِ وحی لے کر آئے تھے:

> "اے حبیبؐ! اپنی ازواج سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و زینت کی تمنائی ہو تو آؤ ــــ میں تمہیں رخصتی جوڑے دے کر بطریقِ احسن رخصت کر دوں اور اگر خدا، خدا کا رسولؐ اور آخرت مطلوب ہے ــــ تو خدا نے تم میں سے نیکو کاروں کے لیے بڑا اجر مقرر کیا ہے"

خدائے ذوالجلال کے حروف مکمل ہوئے تو ہر طرف آنسو اور ہچکیاں تھیں عرقِ ندامت نے پیشانیوں کو تر کر دیا تھا اور خجالت نے سر جھکا دیے تھے۔

Marfat.com

اُمِ سلمیٰ رض آگے بڑھیں اور رسول اللہ ص کا دستِ مبارک تھام کر بولیں — "یا رسول اللہ ص! میرا خدا جانتا ہے کہ میں ان کے افعال میں شریک نہیں تھی۔ لیکن میں پھر بھی اپنی ہم صنفوں کی اس حماقت پر شرمسار ہوں — جس نے آپ کے قلبِ اطہر کو ٹھیس پہنچائی۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں اپنے خدا کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ مجھے خدا اور اس کے رسول ص کے سوا کچھ اور درکار نہیں۔"

"ہاں — اُمِ سلمیٰ رض! بے شک تم خیر پہ ہو" — رسول اللہ نے تشفی دی۔

اُمِ سلمیٰ رض کو ان کے صفائے قلبِ نیت نے جرأت عطا کی تھی۔ ان کے جواب میں رسول اللہ ص کی ملائمت اور شفقت نے دوسروں کی ڈھارس بندھائی۔ اتنے روز کی ملامت نے دنیا و آخرت کا فرق سمجھا دیا — نفس کی خواہشوں کی بے وقعتی آشکار ہو گئی۔

اتنے دنوں کی لاتعلقی اور بے التفاتی نے اپنی حیثیت واضح کر دی کہ اس مقدّس تعلق اور واسطے کے بغیر زندگی میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا — حیات ایک ذلّت اور ملامت کے سوا کچھ نہیں رہتی۔ اب ہر ایک حوصلہ کر کے آگے بڑھی۔ آنکھوں کے آنسوؤں اور ندامت کے لفظوں کے ساتھ ہر ایک نے معذرت کی اور نجات کے راستے کا انتخاب کر لیا۔ ▫

Marfat.com

باب ۴۲

رجب کا مہینہ اور ۹ھ کا زمانہ تھا کہ شام کی جانب سے تجارت کی غرض سے آنے والوں نے خبر دی کہ رومیوں کے لشکروں کا اجتماع سرحدوں پر بڑھتا جا رہا ہے۔ لخم اور جذام کے غسان کے تمام عرب اس میں شامل ہوتے جا رہے ہیں۔ ان کی پیشقدمی بلقا کی جانب ہے اور ان کا قصد مدینے کا ہے۔

گرمی کا زمانہ تھا اور موسم کی سختیاں عروج پر تھیں۔ اس لشکر کثیر کا مقابلہ کرنے کے لیے ویسی ہی تیاریاں کرنی بھی ضروری تھیں۔ رسول اللہؐ نے اعلانِ جہاد کیا اور مختلف قبائل سے امداد دینے کی اپیل بھی کی ــــ جس کے جواب میں اہلِ ایمان نے اپنے بہترین جذبوں کے ساتھ جو کچھ مہیا ہو سکتا تھا حاضر کر دیا۔ لیکن منافقین بہت لیت و لعل سے کام لینے لگے ــــ وہ مسلمانوں کو جہاد میں شرکت کرنے سے روکنے کے لیے طرح طرح کے عذر تراشنے لگے۔

انہی ایام میں ابو عامر نامی ایک شخص ایک وفد کے ہمراہ رسول اللہؐ کی خدمت

میں آیا۔ وہ پہلے عیسائی راہب تھا لیکن فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گیا تھا۔ رسول اللہ نے انہیں دیکھ کر استفسار کیا ــــ "کیوں ابو عامر! کیسے آنا ہوا؟"

"یا رسول اللہ!" وہ عاجزی سے بولا ــــ "ہم نے مدینہ میں ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ تاکہ وہ ضعیف اور معذور لوگ جو مسجد نبوی تک پہنچنے سے قاصر ہیں وہ اس مسجد میں نماز ادا کریں۔ اگر حضور ہمارے ہمراہ چل کر ایک نماز کی امامت فرمائیں ــــ تو ہمارے لیے باعثِ خیر و برکت ہو گا۔"

رسول اللہ نے گہری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا: "اے ابو عامر! ہم نے اس وقت تو تبوک کا عزم کیا ہے۔ وہاں سے واپسی ہو گی تو امرِ الٰہی پر عمل کیا جائے گا۔ تم اس وقت تک انتظار کرو۔"

ابو عامر نے سر جھکایا ــــ "بسر و چشم یا رسول اللہ! آپ جیسا مناسب خیال فرمائیں، ہمیں قبول ہے۔" اتنا کہہ کر وہ اپنے وفد کے ہمراہ رخصت ہو گیا۔

رسول اللہ نے لشکر کی روانگی کا حکم دیا اور علیؑ کو مدینے کے داخلی امور کا نگران مقرر کر دیا۔ جیسے ہی لشکر روانہ ہوا منافقین کی زبانوں کی گرہیں کھل گئیں۔ وہ طرح طرح کی فقرے بازیاں کرنے لگے۔

کوئی کہتا ــــ "رسول اللہ علیؑ سے ناراض ہو گئے ہیں۔"

کسی نے کہا ــــ "اب محمدؐ کے لیے علیؑ کا ساتھ ناگوار ہو گیا ہے۔ اسی لیے وہ انہیں اپنے ہمراہ نہیں لے کر گئے۔"

علیؑ کے لیے یہ نت نئی باتیں کبیدہ خاطری کا سبب ہوئیں۔ ابھی تو لشکر کی روانگی سے اڑنے والا غبار بھی معدوم نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے زہر پاشی شروع کر دی تھی۔ جب مزید دن گزریں گے تو ان کی لمبی زبانیں اور دراز ہوں گی۔ یہی سوچ کر علیؑ نے سواری منگوائی اور مدینے سے کچھ ہی دور اسلامی لشکر کو جا لیا۔

Marfat.com

جس نے بھی علیؑ کو دیکھا وہ حیران ہوا۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید وہ کوئی ضروری اطلاع لے کر آئے ہیں۔ اسی لیے سب کے سب ٹھہر گئے ——— کچھ نے علیؑ سے آمد کا سبب پوچھا۔ لیکن وہ کسی سے کچھ کہے بغیر سیدھے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

"کیوں علیؑ! میں نے تو تمہیں مدینے میں چھوڑا تھا۔ کیا کوئی خاص واقعہ ہوا ہے جو تم ہمارے پیچھے چلے آئے ہو؟"

"یا رسول اللہؐ! منافقین کی بدزبانیوں نے میرے دل کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ ان کی اڑائی ہوئی افواہیں ہر طرف گردش کر رہی ہیں جس سے فضا کشیدہ ہوئی جاتی ہے۔ میں نے سوچا ابھی آپ کچھ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔ میں آپ تک پہنچنے کے لیے بے چین ہوا کہ ان کی دریدہ دہنی کا ازالہ ہو ——— یا رسول اللہؐ! مجھے ہمراہ لے چلیے کہ عورتوں اور بچوں کی نگرانی سے زیادہ مجھے میدان جہاد میں شمشیر و سناں سے کھیلنا محبوب ہے۔" علیؑ کا لہجہ جذباتی ہو گیا۔

رسول اللہؐ نے محبت سے علیؑ کا بازو تھپتھپایا اور ملائمت سے بولے ———

"ابوالحسنؑ! یہ امرِ خدا ہے کہ اس وقت مدینے میں تمہارا رہنا ضروری ہے ورنہ منافقین کی شرپسندی کو تقویت ہو سکتی ہے ——— کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ مجھ سے تمہاری نسبت وہی ہو ——— جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی ——— مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" ——— علیؑ نے سرِ تسلیم خم کیا۔

رسول اللہؐ نے انہیں خدا کی امان میں دیا اور علیؑ مدینے کی سمت واپس لوٹ آئے۔

لشکر اسلام منزل کی طرف روانہ ہوا اور تبوک کے مقام پر اترا۔ تیس ہزار کی تعداد نے گرد و پیش پر ایک دھاک سی بٹھا دی۔ اتنے قدموں کی دھمک چاروں جانب گونجی ——— قریبی قبائل کے دل دھک دھک کرنے لگے۔ ہر طرف ایک

Marfat.com

دہشت سی پھیل گئی لیکن جب اس قدر کثیر لشکر نے خاموشی کے ساتھ ہتھیار کھولے، امن و امان سے اپنی عبادات بجالایا، نہ اطراف و جوانب میں غارت گری کی، نہ کہیں ظلم و تشدد کے سفیر بھیجے، نہ کسی کو ڈرایا دھمکایا ــ نہ اپنی تعداد کے فخر و غرور میں تکبّر کا کوئی مظاہرہ کیا تو گرد و پیش والے متاثر ہوئے۔ ان کے دلوں پر اس بلند اخلاقی نے سحر کر دیا ــ وہ آپ سے آپ اس سپہ سالار کی خدمت میں آن پہنچے۔ جو اتنی بے شمار طاقت رکھنے کے باوجود اتنا بے ضرر تھا جیسے کوئی نہتا آدمی! جو فوج کثیر رکھنے کے باوجود اتنا مہربان تھا جیسے ماں! ــ جس نے قوت کے کسی بے رحم مظاہرے کے بجائے امن کے پیغام بھیجے تھے اور بڑی محبت کے ساتھ اپنے مطالب واضح کیے تھے۔

بادشاہ ایلہ ــ اہلِ اربا ــ اہلِ ارزخ نے جذیہ دیکر امن و امان سے اطاعت قبول کرلی۔ دومۃ الجندل کے رئیس اکیدر نے مزاحمت کی ــ لیکن گرفتار ہوا۔ رحمتِ دو عالمؐ نے اس شکست خوردہ سردار کو بھی امان دیکر جیت لیا اور وہ فدیہ دینے پر راضی ہو گیا ــ چھوٹی موٹی جھڑپوں میں بغیر خون ریزی کے صلح کے معاہدے کرنے کے بعد جب رسول اللہؐ کو اطمینان ہو گیا کہ مدینے کے اطراف و جوانب محفوظ ہو گئے ہیں تو انھوں نے واپسی کا قصد کیا۔

فتح مند و کامران لشکر جب رسول اللہؐ کی سربراہی میں مدینے کی سرحدوں میں داخل ہوا تو استقبال کرنے والوں کے ہجوم کی مسرت بھری صدائیں چہار جانب گونج اٹھیں:

"وداع کی گھاٹیوں سے چاند طلوع ہوا ہے
ہم پر خدا کا شکر واجب ہے کہ خدا کا رسولؐ
ہمارے درمیان ہے" ــ

Marfat.com

رسول اللہؐ نے ضروری امور کی نگرانی کی اور صحابہؓ کو طلب کیا۔ لوگ مسجد نبویؐ میں جمع ہوئے تو رسول اللہؐ منبر پر تشریف لے گئے:

"اے لوگو! خدائے بزرگ و برتر کا پیغام امین وحی لیکر آئے ہیں جو میں تم لوگوں تک پہنچانا چاہتا ہوں ــــ اس میں ہر مسلمان کے لیے سبق ہے کہ وہ اپنے درمیان پھوٹ ڈالنے والوں کو پہچاننے میں غلطی یا تغافل سے کام نہ لیں۔"

لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ــــ کچھ چہروں پر تردّد جھلکا ــــ کچھ آنکھوں میں سوال اترے ــــ کچھ کے دلوں کی سیاہی ان کے چہروں پر عیاں ہونے لگی۔ کسی متوقع خطرے اور تادیب کے اندیشے نے بعض کے اندر وسوسے جگا دیے۔

رسول اللہؐ نے اپنے خطبے کو جاری رکھا ــــ "وہ پیغام ان الفاظ میں مجھ تک پہنچا ہے۔ وہ لوگ جنھوں نے ایک مسجد ــــ (مسجد ضرار) پھوٹ ڈالنے اور کفر کی غرض سے تیار کی ہے اور اس لیے کہ وہ لوگ جو پہلے ہی خدا اور اس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں، ان کو ایک کمین گاہ میسّر آجائے۔ وہ قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے صرف بھلائی کی خاطر ایسا کیا ہے۔ خدا گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں ــــ اے حبیبؐ! آپ اس مسجد میں کبھی مت جائیں۔ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔ وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں۔ وہاں ایسے لوگ ہیں جنہیں طہارت محبوب ہے۔ خدا طہارت پسند کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ــــ تو اے گروہِ مسلم! خدا کی گواہی سے بڑی کوئی گواہی نہیں ہے۔ منافقین کا نفاق ثابت ہو چکا ہے۔"

سو تم میں سے عمار یاسرؓ ــــ مالکؓ ــــ اور جعن بن عدیؓ جائیں اور نفاق کی اس علامت کو صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹا دیں جس طرح وہ کبھی

Marfat.com

تھی ہی نہیں اور اس علامت کی طرح تم اپنے دلوں میں بھی نفاق کی علامتوں کو مٹا دو کہ پروردگار کا یہی منشاء ہے۔"

لوگ دم بخود رہ گئے۔ منافقین کے چہرے سیاہ پڑ گئے ــــ کسی میں تاب گویائی نہیں رہی ــــ کسی کو سرتابی کی مجال نہیں تھی۔ عمار رضؓ، مالک رضؓ اور جعن ایک ساتھ اٹھے اور تھوڑی ہی دیر میں کفر و نفاق کی علامت ــــ 'مسجدِ ضرار' شعلوں کی زد میں تھی □

باب (۴۳)

اَب اسلام کی عملداری مکہ اور مدینہ کی حدود سے کہیں آگے نکل گئی تھی۔ پرچم اسلام کا سایہ دُور دُور تک پڑنے لگا تھا۔ رسول اللہؐ کی شاہی میں وسعتیں سمٹ رہی تھیں ـــــ حج کا موسم آیا تو خدا کا مقدّس گھر کفر و شرک کی نشانیوں سے پاک تھا۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ مناسک حج میں اسلامی تعلیم و طریق کو رواج دیا جاتا اور بھرے مجمعے میں اسلام کی برتری کا اعلان کر دیا جاتا۔

ایامِ حج سے کچھ روز پہلے رسول اللہؐ نے صحابہؓ کو بلایا اور ایک حج وفد ترتیب دیتے ہوئے گویا ہوئے ـــــ "خداوند عالم نے اپنے پاک گھر اور مناسکِ حج کے بارے میں چند احکامات کا نزول فرمایا ہے۔ ان احکامات کو اس حج کے موقع پر عوام الناس تک پہنچایا جائے گا تاکہ آئندہ اس پر عمل ہو سکے ـــــ میں ان آیات کو ابوبکر کے حوالے کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ وہ ان احکامات کو عوام تک پہنچا دینگے۔"

ابوبکر نے اس اعزاز و اکرام کے عطا ہونے پر اظہارِ تشکر میں سر خم کیا اور ضروری

Marfat.com

تیاریوں کے بعد تین سو اصحابؓ کے ہمراہ مکے کی سمت روانہ ہو گئے۔ سفر سہولت سے طے ہونے لگا۔

مقام روحا پر آرام کی غرض سے پڑاؤ ہوا ___ قافلے والے ضروری کاموں میں مشغول ہو گئے ___ کچھ آرام کرنے کی غرض سے بیٹھ گئے ___ کہ دور سے ایک ناقہ سوار آتا ہوا نظر پڑا ___ "دیکھو یہ سوار تو مدینے کی جانب سے چلا آتا ہے۔" کسی نے دوسروں کو اس کی طرف متوجہ کیا۔

"اس کا رُخ تو قافلے کی طرف ہی معلوم ہوتا ہے ___ شائد رسول اللہؐ کا کوئی قاصد ہے ___ ممکن ہے ___ مزید کوئی ہدایت دینے کی غرض سے بھیجا گیا ہو" ___ کسی اور نے اظہار خیال کیا۔

غبار چھٹا ___ ناقہ قریب آیا اور سوار جست کر کے نیچے اترا ___ لوگ حیرت سے پکارے ___ "یہ تو علیؑ ابن ابیطالبؑ ہیں۔"

ابو بکر نے اٹھ کر استقبال کیا ___ "مرحبا علیؑ! خیریت تو ہے ___ کیا کوئی خاص ہدایت ہمارے لیے لیکر آئے ہیں؟"

"ہاں ___ ابن ابی قحافہ! مجھے رسول اللہؐ نے بھیجا ہے اور ہدایت فرمائی ہے کہ مکے کے راستے میں جہاں کہیں بھی آپ سے ملاقات ہو ___ میں آپ سے سورۂ برأت کی آیات حاصل کر لوں اور خدا کے گھر میں ان کی تبلیغ کا فریضہ میں ادا کروں۔" علیؑ نے نپے تلے لہجے میں مدعا بیان کیا۔

ابو بکر متفکر ہوئے ___ "کیا مجھ سے کوئی خطا ہو گئی ہے۔ جو میں اس اعزاز سے محروم کر دیا گیا ہوں۔"

"یہ امر الٰہی ہے اور اس بارے میں رسول اللہؐ ہی آپ کو بہتر طور پر بتا سکیں گے۔" علیؑ نے متانت سے جواب دیا۔

Marfat.com

ابوبکر نے سورۂ توبہ کی آیات ان کے حوالے کیں اور خود دلگرفتہ سے ہو کر سوچنے لگے کہ شائد وہ کسی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جس کے باعث انہیں اس اعزاز سے محروم کر دیا گیا ہے ــــ اس وسوسے نے ان کا چین، سکھ سب حرام کر دیا۔ وہ مکے کی سمت نہیں جاسکے اور دل شکستہ سے مدینے کی جانب لوٹ آئے ــــ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضری دی اور گلوگیر لہجے میں گویا ہوئے:

"یارسول اللہؐ! کیا میرے بارے میں کوئی امرالٰہی نازل ہوا ہے ــــ یا مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی ہے کہ مجھ سے آیاتِ قرآنی واپس لے لی گئی ہیں!"

"نہیں ــــ ابن ابی قحافہؓ! تم سے کوئی قصور نہیں ہوا ــــ لیکن معبودِ برحق کا حکم ہے کہ آیات قرآنی کی تبلیغ میں خود کروں ــــ یا کوئی ایسا جو مجھ سے ہے ــــ اور بلاشبہ علیؑ مجھ سے ہیں"ــــ رسول اللہؐ نے وضاحت فرمائی۔

ابوبکرؓ کو اطمینان ہوا اور انھوں نے رضائے الٰہی کے سامنے سر جھکا دیا۔

علیؑ کاروانِ حج کے ہمراہ مکہ میں وارد ہوئے ــــ دُور دُور سے لوگ حج کی غرض سے حرم کعبہ کے گرد جمع تھے اور مجمع کثیر ــــ "لبّیک اللھمّ لبّیک ــــ پکار رہا تھا۔ علیؑ نے عرفات میں روزِ عرفہ، مشعرالحرام میں شب عید الاضحیٰ، جمرات کے نزدیک روز عیدالاضحیٰ ــــ منیٰ میں ایام تشریق کے دوران سورۂ برأت کو بلند آواز میں سنایا اور اعلان کر دیا:

"رسول اللہؐ نے مجھے چار امور کا حکم دیکر بھیجا ہے کہ میں ہر خاص و عام کو اس سے مطلع کر دوں۔"

(۱) ــــ "کوئی شخص سوائے مومن کے خانۂ کعبہ میں داخل نہ ہو۔

(۲) ــــ کوئی شخص برہنہ طواف نہ کرے۔

(۳) ــــ اس سال کے بعد مسجد الحرام میں مسلمان اور کافر جمع نہ ہوا کریں۔

Marfat.com

④ — جس شخص کا رسول اللہؐ کے ساتھ عہد و پیمان ہے، وہ اس پر قائم رہے تو اس کے لیے امان ہے — جس شخص نے کوئی عہد نہیں کیا — اس کو چار ماہ تک کے لیے امان ہے۔"

خدا کے اس فرمان کے نافذ ہوتے ہی اسلام کا اقتدار مستحکم ہو گیا۔ چاروں سمتیں رسول اللہؐ کے حضور جھک گئیں۔ روئے زمین پر شاید کوئی ایسا صاحبِ اقتدار کبھی نہیں رہا جس کے حصّے میں دلوں کی شاہی اتنی وسعت اور تسلّط کے ساتھ آئی ہو — لیکن وہ پھر بھی مسجدِ نبویؐ کے فرش پر بیٹھتا تھا — پیوند لگا ہوا لباس پہنتا اور بعض اوقات فاقے سے رہتا۔ اس کا کوئی دربان نہیں تھا اور ہر خاص و عام کو اس تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہیں تھی — جس کا جی چاہتا وہ مسجدِ نبویؐ میں داخل ہو جاتا — رسول اللہؐ کے برابر جگہ پاتا اور بغیر کسی خوف یا جھجک کے اپنا مدعا بیان کرتا۔ □

Marfat.com

باب ۴۴

اسی زمانے میں مدینے میں یہ خبر عام ہو گئی کہ نجران سے کچھ عیسائی راہب رسول اللہؐ سے ملاقات کے لیے آئے ہیں — نجران یمن کی طرف سے مکہ معظمہ سے سات میل دُور ایک وسیع ریاست کا نام تھا جہاں عیسائی عرب آباد تھے۔ وہ ایک خوشحال علاقہ تھا۔ عیسائیوں نے وہاں ایک عظیم الشان کلیسا بنا رکھا تھا جسے وہ کعبہ کہتے تھے اور حرم کعبہ کا مقابل سمجھتے تھے۔ رسول اللہؐ نے انہیں دعوتِ اسلام کا خط روانہ کیا — تو اس کے جواب میں ان کے کچھ مذہبی رہنما مدینے میں آئے تاکہ رسول اللہؐ کے ساتھ زبانی مذاکرات کر کے مصالحت کی کوئی صورت نکالیں۔

انہیں مسجدِ نبویؐ کا راستہ دکھا دیا گیا کہ یہی رسول اللہؐ کا دربار ہے۔ وہ کچے در و دیوار پر حیرت کی نظر کرتے اندر داخل ہوئے اور اپنے رواج کے مطابق سلام کر کے بیٹھ گئے۔

ان میں سے وفد کا سربراہ رسول اللہؐ سے مخاطب ہوا — "ابن عبداللہؐ!

ہم آپ کے پیغام کے جواب میں حقیقتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے مدینے میں وارد ہوئے ہیں۔ بلاشبہ ہم نے آپ کے اوصاف و اخلاق پیغمبرانہ شان کا مشاہدہ کیا ہے۔ کچھ نشانیوں کی تصدیق بھی کی ہے جو صحائفِ سابقہ میں درج ہیں۔ ہم آپ سے چند سوال کرنا چاہتے ہیں تاکہ آپ کے اور ہمارے درمیان کوئی بہتر راہ نکل آئے۔"

"تم اپنے سوالات پیش کرو ــــ انشاء اللہ میں تمہیں مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔" رسول اللہؐ نے متبسّم لبوں اور متواضع لہجے میں کہا۔

"اے ابوالقاسمؐ! آپ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟" انہوں نے پوچھا۔

"بلاشبہ عیسیٰ ابن مریمؑ خدا کے بندے اور اس کے پیغمبر تھے۔ وہ کلمۂ خدا تھے۔ جس کو خدا نے مریم بنتِ عمران کی طرف القا فرمایا تھا۔ وہ ایک طیّب و طاہر روح تھے جو مریمؑ کو ودیعت ہوئی تھی" ــــ رسول اللہؐ نے اپنے مخصوص دلنشیں لہجے میں وضاحت سے جواب دیا۔

"نہیں! وہ خدا کے بیٹے تھے ــــ ورنہ دنیا میں کوئی شخص ایسا بھی آپ نے دیکھا جو باپ کے بغیر پیدا ہوا ہو۔" انہوں نے زور دیکر اپنا موقف بیان کیا۔

"اللہ اکبر! خدائے بزرگ و برتر اس سے پاکیزہ و منزہ ہے۔ جیسا تصوّر تم اس کے ساتھ منسوب کرتے ہو" ــ رسول اللہؐ نے بے ساختہ انھیں ٹوک دیا ــ "اور خدا کے یہاں عیسیٰ ابن مریمؑ کا معاملہ تو آدم علیہ السلام کی مثل ہے، جنہیں خدا نے مٹی سے بنایا اور کہا ــــ ہو جا ــــ تو وہ ہو گئے۔"

"تو آدمؑ تو ماں اور باپ ــــ دونوں ہی نہیں رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" ــ رسول اللہؐ نے وحی الٰہی کو اپنے دلائل میں سموتے ہوئے انہیں لاجواب کر دیا۔

Marfat.com

نصرانی لاجواب تو ہو گئے لیکن ان کی ہٹ دھرمی نے انہیں اپنی ہار تسلیم کر لینے سے روکا۔ وہ اپنے موقف پر ڈٹ گئے اور لایعنی باتوں سے بحث کو طول دینے لگے۔ رسول اللہؐ خلق و محبت سے دلائل و براہین کے ذریعے انہیں قائل کرنے کی سعی کرتے رہے ـــ لیکن وہ تو جیسے دل میں ٹھان کر آئے تھے کہ ہر معقول بات کو رد کر دیں گے تاکہ کسی نتیجے پر پہنچنا محال ہو جائے اور معاملہ اسی طرح ٹل جائے۔ یہ بحث دو تین روز تک کئی نشستوں میں جاری رہی ـــ لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

جب گفتگو اور دلائل و براہین بیکار ثابت ہوئے تو خدائے بزرگ و برتر نے ان کی اس کٹ حجتی کے جواب میں ایک ایسی تجویز رکھی جس کو رد کرنے کا ان کے پاس کوئی جواز نہیں تھا ـــ امین وحیؑ خدائے لم یزال کا پیام لے کر آئے اور رسول اللہؐ نے اسے نجران کے نصاریٰ کے سامنے وضاحت کے ساتھ پیش کر دیا:

"اگر تم عیسیٰ ابن مریمؑ کے بندۂ خدا ہونے پر معترض ہو اور کسی دلیل کو بھی قبول کرنے پر تیار نہیں ـــ تو پھر تمہارے اور ہمارے درمیان فیصلے کا ایک ہی طریقہ ہے جس کے بارے میں مالک حقیقی نے حکم دیا ہے کہ ـــ لائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو ـــ ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی عورتوں کو ـــ ہم اپنے نفسوں کو تم اپنے نفسوں کو اور خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں کو لعنت کا سزاوار ٹھہرائیں" (سورۂ آل عمران)

رسول اللہؐ کے شفاف لفظوں میں یقین اور اعتماد تھا ـــ یہ ایک ایسا چیلنج تھا جسے رد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ نصاریٰ کے لیے اس کو تسلیم کر لینے کے سوا چارہ نہیں تھا کہ اس سے انکار کر کے وہ اپنی شکست کا اعلان از خود نہیں کر سکتے تھے۔

Marfat.com

چند لمحے تو وہ اُن کے جواب میں کچھ بھی نہ کہہ سکے۔ پھر ان کا سربراہ کچھ سوچ کر بولا: "آپ کی تجویز معقول ہے ___ لیکن اس کے لیے ہمیں کچھ مہلت دیجیے تاکہ ہم واپس جا کر اپنے لوگوں سے مشورہ کرلیں اور اس جماعت کا انتخاب کرلیں جو اس مباہلے میں حصّہ لے گی۔"

"تمہیں اجازت ہے۔ تم جتنا وقت لینا چاہو لے سکتے ہو اور جو وقت مقرر کرنا چاہو کر سکتے ہو۔" رسول اللہؐ نے فراخدلی سے سب کچھ ان کی صوابدید پر چھوڑ دیا۔ انہوں نے باہمی مشورے سے ایک دن مقرر کر لیا اور واپس نجران کی طرف روانہ ہو گئے۔ تاکہ مباہلے کی شرائط کے مطابق اپنے مددگار اور ساتھی اپنے ہمراہ لا سکیں۔

فوراً ہی یہ خبر تمام مدینے میں گردش کرنے لگی کہ رسول اللہؐ نے نصاریٰ نجران کے ساتھ مباہلہ کرنا منظور فرما لیا ہے۔ اس کے لیے دن کا تعین بھی کر لیا ہے۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس انداز کا کھلا ہوا چیلنج کسی مخالف کو دیا گیا تھا۔ 'مباہلہ' ___ 'مجادلہ' کی ضد ہے۔ اس میں دو فریق اپنے موقف کی سچائی ثابت کرنے کے لیے دعا کا طریقہ اپناتے ہیں ___ جو حق پر ہوتا ہے اس کی دعا مقبول ہوتی ہے اور مخالف عذابِ الٰہی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

مدینے کی فضاؤں میں ان آیات قرآنی کی گونج سنائی دینے لگی جن میں مباہلے کی شرائط کا تذکرہ تھا۔ مسلمانوں کے رگ و پے میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا۔ رسول اللہؐ کی حقانیت اس طرح عیاں تھی جس طرح سورج کے نکلنے کا یقین ___ لیکن اس کے ساتھ ساتھ جس بات نے جوش و خروش کو بڑھا دیا تھا وہ ارکانِ مباہلہ تھے۔ آیاتِ قرآنی (سورۂ آل عمران) میں ان کی تعداد کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن اصناف واضح کر دی گئی تھیں۔ دلوں میں امید و بیم کی شمعیں جلنے لگی تھیں۔ اس اعزاز کو حاصل کرنے کی تمنا ہر

Marfat.com

روح کی آرزو بن گئی تھی۔ عورتیں مسرور تھیں کہ اس اہم ترین موقع پر انہیں فراموش نہیں کیا گیا اور مردوں کو بھی اطمینان تھا کہ رسول اللہؐ کی رحمت و شفقت کا دامن اتنا وسیع ہے کہ اس کے سائے تلے ہر مسلمان کو اس کا حق ملتا ہے۔ نہ جانے مقدر کس پر مہربان ہو جائے۔ تقدیر کی نگاہِ التفات کیسے اس شرف سے ہمکنار کر دے۔ ہر طرف یہی گفتگو تھی ـــــ ہر جانب یہی چہ میگوئیاں تھیں لیکن کسی کو بھی صحیح صورتحال کا علم نہیں تھا۔ نہ ہی کسی کو یہ معلوم ہو سکا کہ مباہلے میں کون کون شریک ہو گا۔

صبحِ مباہلہ ـــــ رسول اللہؐ نے سلمان فارسیؓ کو طلب کیا۔ وہ حاضرِ خدمت ہوئے تو رسول اللہؐ گویا ہوئے ـــــ "سلمانؓ! میدانِ مباہلہ کے ایک گوشے میں کمبلوں کی مدد سے ایک سائبان لگا دو۔"

"بسر و چشم یا رسول اللہؐ!" سلمان نے مستعدی سے کہا اور میدان کی جانب روانہ ہو گئے۔

دور نزدیک جس نے سنا وہ میدانِ مباہلہ کی جانب روانہ ہو گیا اور دن چڑھتے چڑھتے مدینے کی وادیاں لوگوں سے چھلکنے لگیں۔ ہر آنکھ میں جستجو تھی، ہر دل میں تجسس تھا۔ سب ہی میدان مباہلہ میں اشتیاق و شوق کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔

نصاریٰ بھی نجران سے اپنے ہمراہ برگزیدہ اور سن رسیدہ بزرگوں کی ایک جماعت لے کر آئے تھے اور میدان کی طرف جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ انہیں بھی یہ تجسس اندر ہی اندر بے چین کیے دیتا تھا کہ مسلمانوں کے رسولؐ اپنے ہمراہ کن لوگوں کو لے کر آتے ہیں۔

مقررہ وقت پر وہ جمال جہاں آرا بیت الشرف سے جلوہ فگن ہوا۔ ہر آنکھ نے حیرت سے دیکھا کہ انہوں نے اپنے ننھے نواسے حسینؑ کو گود میں اٹھا رکھا

Marfat.com

ہے اور چھ سالہ حسنؑ کی انگلی تھام کر انہیں اپنے ہمراہ قدم قدم چلا رہے ہیں۔ ان کے عقب میں ان کی بیٹی فاطمہ زہراؑ یمنی ردا میں مستور چل رہی ہیں اور فاطمہؑ کے پیچھے ان کے شوہر علیؑ بڑے وقار سے قدم بڑھا رہے ہیں۔ میدانِ مباہلہ میں جب وہ پانچوں داخل ہوئے تو ہر طرف نور سا پھیل گیا۔ جیسے جیسے وہ سائبان کی طرف بڑھ رہے تھے ___ نصاریٰ میں چہ میگوئیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ حیرت کے ساتھ ننھے منے بچوں اور خاتون کو دیکھ رہے تھے اور ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ وہ سب کون ہیں اور مسلمانوں کے رسولؐ سے ان کا کیا رشتہ ہے ___ کسی نے بتایا کہ وہ رسول اللہؐ کے خون کے رشتے اور قریبی عزیز ہیں۔

رسول اللہؐ نے فاطمہؑ، علیؑ اور بچوں کو سائبان تلے ٹھہرایا۔ اپنے عصا کی ٹیک لیکر کھڑے ہوئے اور بڑی تمکنت سے نصاریٰ کو مخاطب کیا:

"اے اہل نجران! میں تمہیں مطلع کرتا ہوں کہ میں خداوند عالم کی جانب سے مامور ہوا ہوں کہ اس جماعت کے ساتھ تم سے مباہلہ کروں جو میرے قریبی اور بے حد عزیز ہیں ___ اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔"

ان لفظوں میں سچائی کی ایک ایسی چمک تھی کہ نصاریٰ کے چہرے زرد پڑ گئے۔ چہار جانب ایک گہرا سناٹا چھا گیا ___ ان نورانی چہروں کی دمک دن کے اجالے میں بھی اپنی علیحدہ پہچان کروانے لگی۔ نصرانیوں کی جماعت کا ایک عالم منذر بن علقمہ بدحواسی کے عالم میں اٹھا اور اپنے سرداروں عاقب اور سیّد سے بولا ___ "خداوند یسوع کی قسم! آنکھیں کھول کر دیکھو ان آثار کو جو ظاہر ہو رہے ہیں۔ ہر شے جیسے تباہی و بربادی سے خوفزدہ ہے۔ آفتاب کا رنگ متغیّر

Marfat.com

ہے۔ درختوں کی شاخیں جھکی پڑتی ہیں۔ طیور نے اپنے اپنے سر زمین پر ڈال دیے ہیں اور پروں کو یوں کھول رہے ہیں جیسے کسی عظیم آفت کے آنے سے پہلے کیا کرتے ہیں ــــ پہاڑوں کا رنگ اور ہے اور فضا پر غبار سا چھایا ہے۔ آسمان کے کناروں پر ابر سیاہ یوں امنڈ رہا ہے جیسے عذاب الٰہی ہو۔ خدا کے لیے ہوش کی آنکھیں کھولو اور ذرا ان صورتوں کو دیکھو جو میدان میں سب کے سامنے ہیں۔ یہ اگر پہاڑ سے کہہ دیں کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو بلا شبہ وہ ہٹ جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ان کی زبان سے ایک کلمۂ لعنت بھی نکل گیا تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے اور قیامت تک ہماری قوم کا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہیں رہے گا ــــ اب بھی وقت ہے ہمیں اپنی شکست تسلیم کر لینی چاہیے۔ تھوڑی سی ذلت قبول کر لینا اس سے بہتر ہے کہ تباہی و بربادی کو آواز دی جائے۔ محمدؐ اپنے خون کے رشتوں کو میدان میں لائے ہیں اور کوئی بھی انسان اپنے عزیزوں کو مشکل یا خطرے میں نہیں ڈالتا"

سیّد و عاقب بھی جہاں دیدہ تھے۔ ان کے اپنے دلوں پر وحشت چھا گئی تھی۔ جو ان کے دل میں تھا ــــ وہ منذر کی زبان پر آ گیا تھا۔ انھوں نے گرد و پیش نگاہ کی تو منذر کی باتیں حقیقت نظر آئیں۔ پھر رسول اللہؐ کی طرف دیکھا ــــ نور کے اس پیکر نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کر دیے تھے اور اس کے لفظوں کی گونج چہار جانب دکھائی دے رہی تھی ــــ "میں دعا کرتا ہوں۔ تم سب آمین کہنا" ــــ نصاریٰ کو اپنی تباہی یقینی معلوم ہونے لگی۔ خوف و دہشت اور وقت کی کمی کے احساس نے انہیں فوراً فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ انھوں نے افراتفری میں منذر سے التجا کی:

"منذر! اس سے پہلے کہ محمدؐ کی زبان سے ہمارے لیے کوئی کلمۂ بد نکلے،

اوران کے ساتھی آمین کہیں، تم ان کے پاس جاؤ اور ہمارا یہ پیغام ان تک پہنچا دو کہ ہم مباہلے سے دستبردار ہوتے ہیں۔ آپ شرائط صلح طے فرمالیں۔"

منذر دہائی دیتا ہوا دوڑا اور رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچ کر ہاتھ باندھ لیے:
"یارسول اللہ ﷺ! میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے نبی ہیں۔ میرے ہم قوم مباہلے سے دستبردار ہوتے ہیں ــــ آپ شرائط صلح طے فرمالیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے ممنون نگاہوں سے سوئے فلک دیکھا اور تشکر سے لبریز قلب کو خدائے بزرگ و برتر کے حضور جھکا دیا۔ پھر متبسم چہرے کے ساتھ منذر کی طرف متوجہ ہوتے اور متانت سے کہا ــــ "تم خوش قسمت ہو کہ تم نے نجات پائی۔ ورنہ اگر تم مباہلہ کرتے تو خدائے قادر و توانا اس وادی کو آگ سے بھر دیتا اور جن لوگوں کو تم پیچھے چھوڑ آئے ہو وہ بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ ہو جاتے اور روئے زمین پر ایک بھی نصرانی باقی نہ رہتا۔"

منذر نے سر جھکایا اور مسلمان ہو گیا۔ اسلام کی یہ فتح نعرہ ہائے تکبیر کی گونج بن کر مدینے کی فضاؤں میں بکھر گئی۔ نصرانی اپنی خوشحالی کے مطابق جزیے کی صورت میں ایک بڑی رقم دینے پر رضامند ہو گئے اور چپ چاپ واپس ہوتے۔

یہ فتح و کامرانی جزیے کی صورت میں مسلمانوں کے لیے خوشحالی لے کر آئی اور رسول اللہ ﷺ کی حقانیت روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔ ہر آنکھ نے دیکھ لیا کہ قادر مطلق کا کرم و عنایت رسول اللہ ﷺ کو کس طرح گھیرے ہوئے ہے۔ جس جس نے اس مباہلے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ اس کی تصویر اپنی آنکھوں میں لے کر چلا اور اس کی زبان پر اس کے تذکرے دُور دُور تک پہنچ گئے ــــ جن کا ایمان متزلزل تھا انہیں اس واقعے نے یقین بخشا ــــ جو تذبذب میں تھے انہوں نے بارگاہِ رسالت کی جانب پیش قدمی کرنے میں جلدی کی۔

Marfat.com

اسلام کا نور چہار جانب پھیل چکا تھا۔ مختلف ریاستوں اور قبائل سے معاہدے ہو چکے تھے۔ غیر مسلموں کی جانب سے جزیہ باقاعدگی سے وصول ہوتا تھا۔ جس کے جواب میں انہیں بہترین حقوق حاصل تھے۔ نظامِ زکوٰۃ کے نافذ ہو جانے سے اسلام معاشی طور پر مستحکم ہو رہا تھا۔۔۔۔ غارِ حرا میں جو فریضہ محمد ابن عبداللہ ؐ کے سپرد ہوا تھا وہ اس شان سے پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا کہ خانۂ کعبہ کفر و شرک کی نشانیوں سے پاک تھا۔ مکہ اور مدینہ کی فضاؤں میں ایک معبود کی گواہی پانچوں وقت گونجتی تھی اور دلوں میں توحید خداوندی کے چراغ جگمگانے لگے تھے۔

اس صبر آزما راہ پر قدم قدم چلتے، مخالفتوں کے مقابل صبر و استقلال کو رکھتے، ظلم کو حوصلوں سے سرنگوں کرتے، ایذاؤں کو استقامت سے سہتے۔ دشمنوں کو ادائے خلق سے جیتتے، دلوں کو محبتوں سے جھکاتے رسول اللہ ؐ وہاں آن پہنچے تھے جہاں بغیر کسی جبر و اکراہ، ظاہری دباؤ یا اخلاقی مجبوری کے لوگ ان سے وابستہ تھے اور ان کی اطاعت کا حلقہ وسیع ہوتا چلا جاتا تھا۔ کفار کی ریشہ دوانیوں اور ظلم پرستی نے رسول اللہ ؐ کو خدا کے گھر سے جدا کر دیا تھا۔ ہجرت سے صلح حدیبیہ کے دوسرے سال تک ترسی ہوئی آنکھوں نے خانہ کعبہ کی زیارت بھی نہیں کی تھی۔

رسول اللہ ؐ کے تدبر و معاملہ فہمی سے صلح حدیبیہ کے بعد صورتحال میں اتنی تبدیلی آئی کہ خانۂ خدا میں عمرے کی سعادت حاصل ہوئی۔ لیکن بعد کی مصروفیات نے حج کا فریضہ ادا کرنے کی مہلت نہیں دی۔ اب جبکہ حالات سازگار اور معاملات درست تھے تو رسول اللہ ؐ نے خانۂ خدا میں حاضری اور آرزوئے حج کی تکمیل کا قصد کیا۔

Marfat.com

باب ۴۵

ماہِ ذیقعد ۱۰ھ میں مسجد نبویؐ سے اعلان ہوا:

"اہل مدینہ خصوصاً اور اہلِ اسلام عموماً اس خبر سے مطلع ہوں کہ رسول اللہؐ نے اس سال حج بیت اللہ کا قصد کیا ہے۔ جو کوئی ان کے ہمراہ اس سعادت کے سفر میں شریک ہونا چاہتا ہے رختِ سفر باندھ لے"۔

سعادت و منزلت کی یہ نوید --- سماعتوں اور گویائیوں میں سفر کرتی ہوئی دنوں میں تمام عالمِ عرب میں خوشبو کی طرح پھیل گئی۔ جہاں جہاں رسول اللہؐ کی محبت کی عملداری تھی وہاں وہاں دل سینوں میں بیتاب ہوگئے۔ روحوں میں ایک نئی تڑپ جاگ اٹھی --- آرزوؤں اور تمناؤں میں ہلچل پیدا ہوئی۔ بیقراریوں نے اہتمام کیا اور جب رسول اللہؐ ۲۶ ذیقعد کو مدینے سے روانہ ہوئے تو عرب کے ہر حصے سے لوگ امنڈے چلے آتے تھے۔ رسول اللہؐ نے اللھم لبیک کی صدا بلند کی تو فضاؤں، ہواؤں، وادیوں، مرغزاروں --- اور ریت کے ذرّوں میں بھی

Marfat.com

ان ہی لفظوں کی گونج تھی۔ رسول اللہؐ کی آوازِ جانفزا میں اتنی آوازیں شامل تھیں کہ دشت و جبل میں ایک غلغلہ سا بپا ہو گیا ـــــ خاموش وادیوں اور ویران صحراؤں سے بھی اس آواز کا جواب آنے لگا۔ چھوٹے چھوٹے کاروانوں کی صورت میں محبت، جوش اور ولولہ اس عظیم الشان قافلے میں شامل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ اس کی تعداد ایک لاکھ سے اوپر پہنچی۔

رسول اللہؐ کی قیادت میں اس فریضے کی ادائیگی خوش بختی کا سایہ بن کر عالمِ اسلام پر چھا گئی ـــــ شوق و وارفتگی ہر دل سے امڈی۔ ہر روح نے والہانہ مناسکِ حج کی ادائیگی میں حصہ لیا۔ خانۂ کعبہ کے گرد طواف کرنے والوں کی صدائیں عرش کو چھو کر رسول اللہؐ کی کامرانی کا اعلان کرنے لگیں۔

۹ ذوالحجہ کو رسول اللہؐ اپنے ناقہ غضباء پر سوار ہوئے اور دُور دُور تک پھیلے ہوئے ہجوم پر نگاہ ڈالی ـــــ کبھی وہ وقت تھا کہ مکے کی سرزمین تھی اور مٹھی بھر ساتھ دینے والے اور آج یہ دن تھا کہ جہاں تک نگاہ جاتی تھی ہمراہیوں کے دمکتے ہوئے چہرے نظر آتے تھے۔ ایک ایسا فاصلہ جو مصائب و آلام سے اَٹا ہوا تھا۔ جسے عزم و حوصلے کے ساتھ سربلندی سے طے کر کے وہ آج کے روشن دن تک آئے تھے۔ اسلام کا یہ جاہ و جلال ان کی محنتوں کا ثمر تھا ـــــ ان کا متشکر دل بارگاہِ ایزدی میں جُھک گیا۔

حمد پروردگار کے بعد انھوں نے اہلِ اسلام کو مخاطب کیا اور وہ سب کچھ جو اپنی حیات کے ہر لمحے میں عملی صورت میں پیش کرتے رہے تھے اپنے لفظوں میں جلوہ گر کیا تاکہ دینِ اسلام کے اصول واضح طور پر سامنے آجائیں:

"اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے ـــــ بے شک تمہارا باپ ایک ہے۔ ہاں ـــــ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر ـــــ سُرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو

Marfat.com

سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر صرف تقویٰ کی بنیاد پر تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

غلاموں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو ــــ جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔

اے لوگو! جاہلیت کے تمام دستور میرے قدموں تلے ہیں۔ اس خون کا قصاص باطل ہے جو ایام جاہلیت میں بہایا گیا۔ اوّل میں ہی اس کی ابتدا کرتا ہوں اور اپنے عزیز حارث ابن ربیعہ کا خون معاف کرتا ہوں۔

زمانۂ جاہلیت کا عائد کردہ سود باطل ہے اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سود جو لوگوں کے ذمے ہے برطرف کرتا ہوں۔

سال کے بارہ مہینوں میں چار مہینے محترم ہیں' ان میں جنگ و جدل حرام ہے ــــ وہ چار مہینے رجب' ذیقعد' ذوالحجہ اور محرم ہیں۔

تمہارا خون اور تمہارا مال تا قیامت اسی طرح دوسرے مسلمان پر حرام ہے جس طرح یہ دن اس مہینے میں اس شہر میں حرام ہیں' جس کسی کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اس کو واپس کردے۔

اے لوگو! تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ اپنے پروردگار کی پرستش کرو ــــ پانچوں وقت کی نماز پڑھو' رمضان کے روزے رکھو اور میرے احکام کی اطاعت کرو گے تو جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اے لوگو! میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ اگر تم ان کا دامن تھامے رہو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ دونوں

Marfat.com

چیزیں کتابِ خدا اور میرے اہلِ بیتؑ ہیں ان کے ساتھ وابستگی پائیدار رکھو۔

جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میری باتیں ان لوگوں تک پہنچادیں. جو یہاں موجود نہیں ہیں ___ کیونکہ میرے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر آنے والا نہیں۔"

رسول اللہؐ کے چمکتے ہوئے لفظ ختم ہوئے. جن میں بنی نوع انسان کے لیے ہدایت و سربلندی تھی۔ انہوں نے ایک نگاہ دُور دُور تک پھیلے ہوئے چہروں پہ ڈالی اور پُریقین لہجے میں استفسار کیا ___ "اے لوگو! کیا میں نے پیغامِ خداوندی تم تک پہنچادیا؟"

سروں کو اثبات میں جنبش ہوئی اور ہر زبان نے اقرار کیا: "یارسول اللہؐ! آپ نے خدا کا پیغام پہنچایا اس طرح ___ جس طرح پہنچانے کا حق تھا۔

رسول اللہؐ کے نورانی چہرے کی ضیافزوں تر ہوئی۔ انہوں نے مطمئن نگاہ سے سوئے فلک دیکھا اور انکساری کے لہجے میں بولے ___ "اے خدا! تو گواہ رہنا" اے خدا تو گواہ رہنا!"

خطبہ تمام ہوا اور حج کے باقی ارکان ادا کیے گئے اور کاروانِ حج مدینے کی سمت روانہ ہوا ___ گرمی کی شدت تھی ___ آفتابِ منوّر کی حدّت چہار جانب پھیلی تھی۔ مکے سے جحفہ تک کے سفر میں تقریباً سبھی کا ساتھ رہنا تھا "جحفہ" سے آگے راستے بدلتے تھے اور مختلف علاقوں کی طرف جانے والی راہیں الگ ہوتی تھیں۔ ابھی مسلمانوں کا جمِ غفیر جحفہ سے آگے نہیں بڑھا تھا کہ اچانک مؤذنِ رسالتؐ بلالؓ کی خوش الحانی فضاؤں میں گونجنے لگی:

"لوگو! عملِ خیر کی طرف تقدم اختیار کرو۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں

Marfat.com

وہ جلد آگے بڑھیں۔ جو آگے نکل گئے ہیں ــــ وہ پلٹ آئیں اور سب "خم غدیر" کے مقام پر اکٹھے ہوں ــــ رسول اللہؐ کی جانب سے ایک اہم امر کا اعلان ہونے والا ہے۔"

جس جس نے بلالؓ کے لفظوں کو سنا حیران ہوا ــ کچھ متفکر ہوئے۔ کچھ نے اندازے لگائے۔ قیاس آرائیاں کیں اور سب کے قدم "خم غدیر" کی جانب رواں ہو گئے۔

خم غدیر جو ایک تالاب یا کنواں تھا جحفہ سے تیس میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ بلالؓ گردو پیش کے تمام علاقوں میں صدا دینے لگے تاکہ کوئی مسلمان بھی اس سے بے خبر نہ رہے ــــ جحفہ کی طرف سے آنے والوں نے قدم تیز کیے اور آگے نکل جانے والے پلٹ پلٹ کر واپس آنے لگے۔

آنے والوں نے دیکھا کہ پتھر کی بھاری سلوں پر پالان شتر رکھ کر ایک نمایاں منبر بنایا جا رہا ہے۔ سب نے ایک دوسرے کی جانب حیرت سے دیکھا ــــ نگاہوں ہی نگاہوں میں سوال کیے۔ لیکن لاعلمی کی دھند کو کوئی بھی صاف نہیں کر سکا۔ ابہام کا پردہ کسی سے بھی چاک نہیں ہوا۔ ذہن سوچتے رہے اور آنکھیں پالان شتر سے منبر بنتا ہوا دیکھتی رہیں۔

انتظار کے صبر آزما لمحے دھوپ کی تمازت سہنے لگے۔ پھر وہ جمالِ جہاں آراء رونق افروز منبر ہوا ــــ چہار جانب پھیلی ہوئی دھوپ میں ریت کے ذرے چمکنے لگے۔ رسول اللہؐ نے ایک نگاہ اپنے مقابل پھیلے ہوئے چہروں کے سمندر پر ڈالی۔ جن کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی اور بھرپور آواز میں انہیں مخاطب کیا تو ایک ایک لفظ واضح تھا:

"اللہ ہی کے لیے حمد ہے ــــ جو اپنی ذات کے واحد

Marfat.com

ہوتے ہوئے بلند و برتر ہے۔ میں اس کے امر و حکم کو سنتا ہوں
اور اس پر کاربند ہوں۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے، میں اس کے
بجالانے کے لیے حاضر اور آمادہ ہوں ــــ میں اس کا بندہ ہوں
اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ رب ہے اور جو کچھ اس نے میری طرف
وحی فرمائی ہے میں اسے تم سب تک پہنچاتا ہوں۔
خدائے لم یزال نے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے ہر شر سے محفوظ رکھے
گا ــــ وہ کریم اور کافی ہے۔ اے لوگو! میں تم میں دو ایسی
گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ــــ ایک کتاب خدا اور دوسرے
میرے اہلبیت و عترت ع ــــ یہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں
ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر اکٹھے ہوں"۔

مجمع پر سکوت چھا گیا۔ ساری نگاہیں رسول اللہ ص پر مرکوز ہو گئیں۔ ساری سماعتیں رسول اللہ ص کی صدا کی طرف متوجہ ہو گئیں ــــ رسول اللہ ص نے اپنی داہنی جانب کھڑے ہوئے علی ع کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر بلند کیا ــــ اور اتنا اوپر اٹھایا کہ علی ع کے پاؤں رسول اللہ ص کے گھٹنوں کے برابر آ گئے اور مجمع کے عقب میں کھڑے ہوتے والوں کی نگاہیں علی ع کے دمکتے ہوئے خوبصورت چہرے کو چومنے لگیں ــــ رسول اللہ ص کی آواز دُور دُور تک پھیلتی چلی گئی۔

"اے لوگو! یہ میرا بھائی علی ع ــــ میرا وصی میرے علم کا خزینہ دار
اور کتاب خدا کا وارث ہے۔ یہ خدا کی طرف بلانے والا، اس
کے احکامات پر عمل کرنے والا اور اس کے دشمنوں سے لڑنے
والا ہے۔
اے لوگو! جس جس کا میں مولا ہوں، یہ علی ع بھی اسکے مولا ہیں۔

Marfat.com

اے خدا! جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اس سے دوستی رکھ۔ جو شخص علیؑ سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔ اے لوگو! ہر حاضر کو لازم ہے کہ غائب کو اس سے مطلع کرے اور ہر باپ پر واجب ہے کہ اپنی اولاد کو اس خبر سے آگاہ رکھے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔"

طویل خطبے کے دوران رسول اللہؐ علیؑ کو برابر اپنے ہاتھ سے اس طرح بلند کیے رہے کہ ان کی سفیدی بغل نظر آنے لگی ـــــ خطبہ تمام ہوا تو رسول اللہؐ نے علیؑ کو اپنے برابر کھڑا کیا اور اپنے مشہور عمامہ "سحاب" سے انھیں آراستہ کیا۔

اسی وقت ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا مجمع سے الگ ہو کر سامنے آیا اور رسول اللہؐ کے قریب پہنچ کر بولا ـــــ "میرا نام جابر ابن نضر بن حارث بن کلدۃ العبدری ہے۔ یا رسول اللہؐ! آپ نے ہمیں توحید، صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ کا حکم دیا ـــــ ہم نے اسے تسلیم کیا۔ مگر آپ نے اس پر اکتفا نہیں کی ـــ بلکہ اپنے چچازاد بھائی علیؑ ابن ابیطالبؑ کی فضیلت بھی ہم سے منوانا چاہتے ہیں۔ کیا یہ امر الٰہی ہے یا اس میں صرف آپ کی رضا کو دخل ہے؟"

صحابہؓ نے اس کی طرف گھور کر دیکھا ـــــ کچھ نے اسے ٹوکنا چاہا ـــــ لیکن رسول اللہؐ نے منع فرمایا اور تحمل سے اس کی بات سن کر گویا ہوتے: "قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ـــــ یہ بات اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بیشک یہ امر الٰہی ہے۔"

جابر کے چہرے پر ناگواری کے اثرات نظر آئے۔

"الٰہی اگر یہ بات جو محمدؐ کہتے ہیں ـــــ حق ہے تو آسمان سے مجھ پر پتھر

Marfat.com

آپڑے یا میں عذابِ الیم کا مزہ چکھوں"۔ الفاظ ابھی اس کے منہ میں ہی تھے کہ ایک پتھر سیدھا اس کے سر پہ آپڑا اور اس کا جسم چھیدتا چلا گیا۔

مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ دلوں پر ہیبت طاری ہو گئی۔ یک دم بخود رہ گئے۔ حسان بن ثابت کی آواز نے اس سکوت کو توڑا ــــ "یا رسول اللہ ص! اگر اجازت ہو تو میں ایک قصیدہ نذر کروں!"

"آؤ حسان رض! اس سعادت کو حاصل کرو ــــ اللہ اس مداحی میں برکت دے گا۔"

حسان رض کے لیے منبر پر گنجائش نکالی گئی ــــ وہ سرو قد کھڑے ہوئے اور فی البدیہہ قصیدے کے چمکتے ہوئے لفظ فضائے غدیر میں نغمہ بن کر بکھرنے لگے

"مقامِ خُم غدیر پر نبی ص نے سب کو پکارا
سب نے رسول اللہ ص کو اعلان کرتے ہوئے سنا
رسول اللہ ص نے فرمایا ــــ تمہارا ولی ــــ تمہارا مولا ــــ کون ہے؟
سب نے کہا کہ ہم نے کبھی کسی عام آدمی کو نہیں مانا
ہمارا مولا تو اللہ اور آپ ص کی ذاتِ والا صفات ہے
تو رسول اللہ ص نے کہا ــــ علی ع اٹھو!
کہ تم ہی ولی ہو ــــ اور تم ہی مولا ع ہو!
جس جس کا میں مولا ہوں ــــ اس اس کا یہ علی ع بھی مولا ہے
پس رسول اللہ ص کے لبوں پہ دعا جاری ہوئی
اے پروردگار! تو علی ع کو ولی ماننے والے سے محبت رکھ
جو اس سے دشمنی رکھے اس سے دشمنی رکھ
وہ علی ع ــــ جو مولا ع ــــ بلند تر اور ہادی ہے"

قصیدے کے بول ختم ہوتے ہی فضائے غدیر مبارک سلامت کی آوازوں سے بھر گئی ــــ ہر زبان سے حرفِ تہنیت جاری ہوا۔ رسول اللہؐ نے حکم دیا:

"سب مسلمان علیؑ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کریں۔"

خیمہ بپا ہوا اور ہر مسلمان آگے بڑھ کر بیعت کرنے لگا۔ عمر ابن خطابؓ بھی علیؑ کے خیمے تک آئے اور خوشی کے لہجے میں بولے ــــ "علیؑ! آپ کو مبارک ہو کہ آج سے آپ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے ہیں۔"

Marfat.com

باب ۴۶

مدینے کی جانب مراجعت ہوئی تو امینِ وحی وہ پیام لے کر آئے جس نے رسول اللہؐ کو جدوجہد کے اختتام اور حیاتِ طیبہ کے مکمل ہو جانے کی خبر دی۔

رسول اللہؐ نے مطمئن دل کے ساتھ اپنے فرائض کی بجاآوری کا جائزہ لیا اور ایک آخری لشکر اسامہ ابن زیدؓ کی قیادت میں ترتیب دیا اور اسے روم کی جانب روانہ کر دیا — اس میں ابوبکر، عمر، ابو عبیدہ جراحؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ شامل تھے۔ اکثر نے اعتراض کیا کہ ایک نوجوان کو لشکر کی قیادت سونپ دی گئی ہے تو رسول اللہؐ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور اعتراض کرنے والوں کو ملامت کی۔

چند ہی دن بعد طبیعت میں کچھ گرانی اور سر میں درد ہونے لگا۔ جس نے رفتہ رفتہ اتنی شدت اختیار کی کہ رسول اللہؐ کو خانہ نشین ہونا پڑا۔ صرف نماز کی امامت کے لیے گھر سے نکلتے لیکن اس عالم میں کہ ایک جانب علیؑ ہوتے اور دوسری جانب فضل بن عباسؓ سہارا دیتے ہوئے ساتھ ساتھ چلتے۔

Marfat.com

مسلمانوں کے دلوں پر قیامت ٹوٹ پڑی — غم واندوہ نے انہیں کھا لیا۔ رسول اللہؐ کے مرض کی شدت میں جیسے جیسے اضافہ ہونے لگا یہ اندیشہ بڑھتا چلا گیا کہ اب مفارقت کا لمحہ کسی وقت بھی امت مسلمہ کو یتیم کر سکتا ہے۔ رسول اللہؐ کے حجرے کے باہر ہر وقت رنج والم میں لتھڑے ہوئے چہروں کا ہجوم رہنے لگا — آہ وفغاں کی دبی دبی سی آوازیں صحن خانہ میں سنائی دینے لگیں۔

فاطمہؓ، علیؓ بچے — رسول اللہؐ کی ازدواج اور بنی ہاشم میں سے بے حد قریبی عزیز تیمارداری میں مشغول رہتے۔ لیکن امر الٰہی کا وقت نزدیک ہوتا چلا گیا۔ فاطمہؓ آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ قریب آئیں اور چپکے چپکے روتی ہوئی حسرت بھری نظروں سے اس مہربان چہرے کو تکنے لگیں جو دلوں کا سکون اور عالمین کے لیے رحمت ہے۔ غم زدہ آنکھوں میں بھرے ہوئے آنسو ٹپکے تو رسول اللہؐ نے آنکھیں کھولیں — علیؓ کے زانو پر رکھا ہوا سر اٹھایا۔ نگاہ بیٹی کے اترے ہوئے اداس چہرے پر پڑی — "فاطمہؓ! جانِ پدر! رنجیدہ نہ ہو۔" نقاہت بھری صدا ابھری تو حجرے میں موجود لوگ چونک گئے۔

فاطمہؓ کی آنکھوں میں بھرے ہوئے آنسو گلاب ایسے رخساروں کو بھگونے لگے — وہ بیتابی سے محبوب باپ پر جھکیں اور ان کے رخسار سے اپنا رخسار لگاتے ہوئے گلوگیر لہجے میں بولیں — "بابا! آپ سے جدائی کے خیال نے میرے دل کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ آپ کے بغیر دنیا اندھیر اور کائنات ویران ہو گی۔"

رسول اللہؐ کے لبوں کو جنبش ہوئی — فاطمہؓ اور جھک گئیں اور توجہ سے سننے لگیں۔ آنسوؤں سے بھری آنکھوں کے ساتھ لبوں پر مسکراہٹ آئی اور اشکوں سے بھیگے ہوئے عارضوں پر شادابی اتری۔

دیکھنے والوں نے تعجب کیا — "فاطمہؓ! دمِ آخر رسول اللہؐ نے ایسی کیا

Marfat.com

بات کہہ دی کہ رنج و اندوہ کے اس دل شکن موقعہ پر بھی آپ کے لب مسکراہٹ سے آشنا ہوتے۔"

فاطمہؑ کی آنکھوں میں اشک لرزے اور وہ آنسوؤں سے بھیگے ہوئے لہجے میں بولیں — "بابا نے مجھے یہ نوید سنائی ہے کہ ملائے اعلیٰ میں — میں ہی سب سے پہلے ان سے شرفِ ملاقات حاصل کروں گی — اور بہت جلد — اس سے میرا دل جو غم سے پھٹا جاتا تھا۔ اسے ڈھارس ہوئی اور میں نے یہ غم اسی نوید کے سہارے گوارا بنا لیا۔"

"فاطمہؑ! میرے دونوں بیٹوں کو — میرے دل کے ٹکڑوں کو بلاؤ کہ میں انہیں بھی الوداع کہہ لوں۔" رسول اللہؐ نے نحیف لہجے میں کہا۔

فاطمہؑ غم سے نڈھال اٹھیں اور ننھے حسنؑ اور حسینؑ کو آگے بڑھایا جو ایک گوشے میں روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اداس کھڑے تھے۔ دونوں قریب آئے، رسول اللہؐ نے بازو پھیلا دیے اور دونوں بچوں کو اپنے سینے میں سمو لیا۔ فاطمہؑ باپ کی زحمت کے خیال سے چند لمحوں بعد آگے بڑھیں اور چاہا کہ بچوں کو علٰحدہ کر لیں لیکن رسول اللہؐ نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا — اور کچھ دیر تک بچوں کو بازوؤں میں لیکر پیار کرتے رہے۔

باہر جمع ہو جانے والوں کی ہچکیوں میں ڈوبی ہوئی غم انگیز صدائیں اندر آنے لگیں۔ حجرے میں موجود ازواجؓ اور اہل بیتؑ کے دل غم سے پھٹنے لگے۔ فضاؤں میں فرشتوں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سنائی دینے لگی۔ علیؑ نے رسول اللہؐ کا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور وہ روح بدن سے جدا ہو گئی جو عالمین کے لیے رحمت اور رب کائنات کے لیے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ علیؑ نے خیر و برکت کے لیے اپنے ہاتھ اپنے چہرے پر مل لیے۔

Marfat.com

آنسوؤں اور سسکیوں میں شدت آگئی۔ غم انگیز صدائیں بلند ہوئیں جو یہ اندوہناک خبر باہر جمع ہو جانے والے مجمعے تک لے گئیں۔ ہر طرف خاک اڑنے لگی۔ گریبان چاک ہو گئے ــــ اشکوں اور آہوں سے فضا دھندلا گئی۔ چند لمحے تو کسی کو کسی کی خبر نہیں رہی۔ غم کے اس غبار نے ہر دل میں قیامت بپا کر دی۔ پھر علیؑ نے اپنے حوصلوں کو مجتمع کیا۔ حجرے میں موجود اپنوں کو تسلّی دی۔ لڑکھڑاتے ہوئے باہر آئے۔ رنج والم سے چہرہ متغیر تھا اور ہونٹوں سے لفظ ادا نہیں ہوتے تھے ــــ انہوں نے فریاد کرتے، آنسو بہاتے ہوئے لوگوں کو مخاطب کیا: "اے اہلِ اسلام! دنیا سے رحمتؐ و تسکین نے کوچ کیا۔ خدا نے اپنے حبیبؐ کو اپنے پاس بلا لیا ــــ میں فرشتوں کے درود و سلام کی آوازیں سُن رہا ہوں۔ ان کا ایک گروہ آتا ہے اور ایک جاتا ہے ــــ وہ قبر تیار کرنے اور غسل و کفن دینے میں میری مدد کریں گے۔ میں رسول اللہؐ کی وصیّت کے مطابق اس فریضے کو قریبی رشتے داروں کے ساتھ انجام دوں گا۔ اس کے بعد گروہ در گروہ نمازِ جنازہ کی ادائیگی عمل میں آئے گی۔"

والہ و شیدا ــــ ایک دوسرے کے گلے لگ کر رونے لگے۔ ہر دل پر اتنا بوجھ تھا کہ تسلّی کے لیے الفاظ ختم ہو گئے تھے۔ کسی پہلو قرار نہیں تھا۔ کوئی ڈھارس بندھانے اور غم کو ہلکا کرنے میں مددگار نہیں ہو سکتا تھا۔ سب ہی یکساں رنج میں ڈوبے تھے۔ سب ہی دل کی گہرائیوں میں اس کی شدتوں کو محسوس کر رہے تھے۔ دل ٹوٹ گئے تھے ــــ روحوں میں اضطراب تھا اور آنکھوں سے آنسو نہیں تھمتے تھے۔

اسی حجرے میں قبر تیار کر لی گئی۔ علیؑ نے عباس ابن عبدالمطلبؓ، فضل بن عباسؓ، قثم بن عباسؓ کی مدد سے غسل و کفن کا فریضہ انجام دیا۔ تکمیل ہو گئی

Marfat.com

تو علیؑ آگے بڑھے اور اس جمالِ جہاں آرا کے نورانی چہرے سے کفن ہٹایا جو ایک عظیم الشان فریضے کی بہترین ادائیگی کے بعد طمانیت اور سکون کے ساتھ اپنے معبودِ حقیقی کے حضور روانہ ہو رہا تھا اور گلوگیر لہجے میں پکارے :

"میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہؐ! آپ سلسلۂ نبوّت کے ختم کرنے والے ـــــ بند رازوں کو کھولنے والے، حق کا حق کے ساتھ اعلان کرنے والے، باطل کی فوجوں کو شکست دینے والے، پرہیزگاروں کے پیشوا، دیدۂ بینا رکھنے والوں کی روشنی اور درخشندہ چراغ ہیں ـــــ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا طریقۂ ہدایت و رہنمائی، آپ کا کلام حق و باطل میں قولِ فیصل آپ کا فرمان عدل و درست کاری تھا۔

یا رسول اللہؐ! آپ پاک و پاکیزہ اور بہترین ہیں ـــ حیات میں بھی اور وصال کے بعد بھی ـــ آپ کی وفات سے نبوت، احکامِ الٰہی اور اخبارِ آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ جو دوسرے پیغمبروں کی وفات پر کبھی نہیں ہوا تھا۔ آپ کی مفارقت سے عظیم مصیبت اور کوئی نہیں ـــ آپ کے غم میں ہم دردمند اور سینہ فگار ہیں۔ اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا تو ہم آنکھوں کا سرچشمہ روتے روتے خشک کر دیتے پھر بھی ہمارا درد و غم ہمیشہ باقی رہتا ـــ اشکِ چشم کا خشک ہو جانا، حزن و اندوہ کا دائمی ہونا ـــ آپ کی جدائی میں بہت کم ہے لیکن موت وہ حقیقت ہے جس کا برطرف کرنا ممکن نہیں ـــ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ اپنے پروردگار کے پاس ہمیں اپنے دل میں رکھیے گا۔"

علیؑ کی آواز بھرا گئی اور وہ اپنے قدموں پر کھڑے نہ رہ سکے اور رسول اللہؐ کے برابر جھک کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے ◻

Marfat.com

Marfat.com

کتابیات

تاریخ اسلام ـــــــــــــــ مولانا محمد بشیر انصاری

تاریخ اسلام ـــــــــــــــ علامہ سید علی نقی النقوی

تاریخ اسلام ـــــــــــــــ مولانا سید نجم الحسن کراروی

سیرۃ النبیؐ ـــــــــــــــ مولانا شبلی نعمانی

ارجح المطالب ـــــــــــــــ مولانا عبید اللہ امرتسری

ابو طالبؑ ـــ مومن قریش ـــــــ عبید اللہ الخنیزی ـــ ترجمہ: مولانا جواد

رہنمایان اسلام ـــــــــــــــ علامہ سید علی نقی النقوی

جلاء العیون ـــــــــــــــ علامہ محمد باقر مجلسی

انتخاب طبری ـــــــــــــــ مولانا صفدر حسین نجفی

تفسیر عمدۃ البیان ـــــــــــــــ مولانا سید عمار علی سونی پتی

تفسیر نمونہ ـــــــــــــــ ترجمہ: مولانا صفدر حسین نجفی

خلافت الٰہیہ ـــــــــــــــ مولانا سید محمد سبطین سرسوی

الزہراؑ ـــــــــــــــ مولانا اولاد حیدر فوق بلگرامی

مضامین قرآن حکیم ـــــــــــــــ زاہد ملک

تاریخ احمدی ـــــــــــــــ خان بہادر نواب احمد حسین

شواہد النبوۃ ـــــــــــــــ مولانا عبدالرحمٰن جامی۔ ترجمہ بشیر حسین ناظم

Marfat.com

احسن المقال ——— شیخ محمد عباس قمی۔ ترجمہ علامہ صفدر حسین نجفی

النبیؐ ——— سید محمد ہارون

بشریت رسولؐ ——— مولانا امداد حسین

ملیکۃ العرب ——— مولانا کرار حسین

نہج البلاغہ ——— ترجمہ: مرزا یوسف حسین

عصمتِ انبیاءؑ ——— ڈاکٹر احمد حسین نقوی

اسوۃ الرسولؐ ——— مولانا اولاد حیدر فوق بلگرامی

حقائق الوسائط ——— مولانا محمد بشیر انصاری

البتول فی وحدت بنت رسولؐ ——— مولانا مرزا یوسف حسین

اعجاز الولی ——— مولانا سید علی حیدر

Marfat.com

یادداشت

Marfat.com

ہماری مطبوعات

اسلام دینِ فطرت
اسلام دینِ معاشرت
اسلام دینِ معرفت
اسلام دینِ حکمت
فلسفۂ معجزہ
فلسفۂ شہادت
فلسفۂ ولایت
فلسفۂ حجاب
فلسفۂ احکام
تاریخِ عاشورا
گفتارِ عاشورا
بنائے کربلا
مرگِ گُل رنگ
مکتبِ اسلام
مکتبِ رسولؐ
مکتبِ تشیّع
آخری فتح
انتظارِ امامؑ
توضیح المسائل اردو
توضیح المسائل فارسی
شریعت کے احکام

کتابُ الدعاء والزیارات
اعمالِ حج
حکایاتُ القرآن
حیاتِ انسان کے چھ مرحلے
مقالاتِ مطہری
بُت شکن
مردِ انقلاب
ہار جیت
بہلول عاقل
فزتُ بربِّ الکعبۃ
سخن
ابوطالب۔ مظلومِ تاریخ
تفسیر سورۂ حمد
شرحِ قرآن
سیر و سلوک
یسّرنا القرآن
غدیر کی برکتیں
تعلیماتِ اسلامی
حدیثِ کساء
دعائے کمیلؒ

نیز بچّوں کے لیے دل چسپ مذہبی کہانیاں بھی

جامعہ تعلیماتِ اسلامی پاکستان

297.9921
م 28 عا
72270-U-67
Marfat.com

دعائے خلیل، نوید مسیحا
سیرت النبیؐ ایک دلکش بیان
عابدہ نرجس
جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان
Marfat.com